سفرنامہ

ابنِ بطوطہ

حصہ اوّل

مترجمہ رئیس احمد جعفری

ناشر: نفیس اکیڈمی کراچی

جملہ حقوق طباعت و اشاعت دائمی و تصحیح و ترجمہ بحق

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک

نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی

محفوظ ہیں

بہ اہتمام

★۔ طارق اقبال گاہندری

طبع سوم ـــــــ دسمبر ۱۹۷۶ء

ٹیلیفون ـــــــ ۲۱۳۳۰۳

قیمت ـــــــ [redacted]پے

مطبوعہ :۔ سندھ آفسٹ پرنٹرز ۔ کراچی

مسلمان سیّاح اور اس کا سفرنامہ

چوہدری محمّد اقبال سلیم گاہندری

سفرنامہ علمی وادبی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ واحد صنف ادب ہے جس کا تقریبًا تمام اہم معاشرتی علوم سے گہرا تعلق ہے، مؤرخوں، سوانح نگاروں اور جغرافیہ دانوں نے اس صنف سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اسی وجہ سے دنیا کی تمام بڑی چھوٹی زبانوں کے ادبیات میں سفرناموں کو ایک اہم مقام حاصل ہے، سفر وسیلۂ ظفر" صحیح معنوں میں اسی وقت ہو سکتا ہے، جب کہ "مسافر" اپنے سفر میں دوسروں کو بھی شریک کرے، سفر میں دوسروں کو شریک کرنا اسی طرح ممکن ہے کہ تمام تجربات ومشاہدات کو اس طرح بیان کر دیا جائے کہ سفرنامہ پڑھنے والا ذہنی طور پر انھیں راستوں اور گذرگاہوں پر گام فرسا نظر آئے جن سے سفرنامے کا مصنف گذرا ہے سفرنامہ لکھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اسکے لئے ضروری ہے کہ حالات وواقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور گرد وپیش کی پھیلی ہوئی دنیا کے رازوں کو جاننے کی بے پناہ صلاحیّت رکھتا ہو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ابن بطوطہ کا سفرنامہ ایک عہد آفریں کارنامہ ہے۔

ابنِ بطوطہ نے جب اپنے سفر کا آغاز کیا تو اس وقت نہ ریل تھی، نہ موٹر، نہ طیارے، نہ کل کے جہاز، جب سمندر کا سفر کرنا جان جوکھوں کا کام تھا، بربر کا ایک منچلا نوجوان ـــــ ابن بطوطہ ـــــ رخت سفر باندھ کر اٹھا، اور کامل پچیس ۲۵ سال تک سمندر کی لہروں سے لڑتا، ہولناک ریگستانوں سے گزرتا پرشور دریاؤں کو کھنگالتا، فلک رفعت پہاڑوں پر چڑھتا ہوا جنگلوں اور بیابانوں اور برفستانوں کو قطع کرتا، اپنے ذوق سیاحت کو تسکین پہونچاتا رہا۔

وہ دیارِ حجاز کی خاک پاک کو آنکھوں سے لگاتا، یمن کے دشوار گذار راستوں کو طے کرتا مصر، بغداد، شام، عراق، ایران، ترکستان، ماوراء النہر، بلخ، بخارا، بدخشاں، افغانستان

آذربائیجان، عیسائیوں کے مرکزِ ثقافت قسطنطنیہ اور ترکوں کی مملکت کا دورہ کرتا۔ ان مقامات کے علماء، صلحاء، ابرار، ملوک و سلاطین، امراء اور وزراء نیز اصحابِ علم و فضل سے ملتا، ہندوستان پہونچا۔

اس نے سندھ کے ایک ایک شہر کو دیکھا، یہاں کے لوگوں سے ملا۔ یہاں کے مدارس اور مکاتب کا جائزہ لیا۔ اس نے پنجاب کی سیر کی، اور وہاں کے اجل علماء سے ملاقات کی، وہ دلّی پہونچا، تاریخ کے سب سے زیادہ باجبروت شخص، محمد تغلق نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، منصب قضا پر مامور کیا۔ اور اس طرح اسے سارے ہندوستان کی سیاحت کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ پھر سلطان کا سفیر بن کر وہ چین گیا۔ وہاں کے مسلمانوں سے، ان کا طرزِ ماندو بود سے انکے اقتدار و اختیار سے واقفیت پیدا کیا، خاقان چین سے ملا، چین کی تہذیب، ثقافت اور مدنیت کا گہرا مطالعہ کیا۔

پھر وہاں سے دوبارہ ہندوستان واپس آیا۔ مدراس پہونچا، بمبئی گیا، کرناٹک، کالی کٹ، مالابار، کھمبائیت وغیرہ کی سیر کی، پھر لنکا گیا، وہاں بدھوں کے آثار دیکھے، پھر سراندیپ پہونچا، وہاں سرآنکھوں پر بٹھایا گیا۔ بربر (افریقہ) یعنی مغرب اقصیٰ واپس آیا، جب وطن سے نکلا تھا، تو پچیس ۲۵ سال کا نوجوان تھا۔ جب واپس آیا تو پچاس ۵۰ سال کا بوڑھا تھا۔

ابن بطوطہ کا یہ طویل، صبر آزما، اور پُر مشقت سفر، تفریحی نہیں تھا۔ علمی تھا۔ اس نے جس ژرف نگاہی سے سب کچھ دیکھا، جس قابلیت سے مشاہدات سفر مرتب کئے جس خوبی سے اکابر رجال کے احوال و سوانح پر روشنی ڈالی وہ صرف اسی کا حق ہے۔

ابن بطوطہ کو ہمارے مؤرخوں میں جو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ وہ اسی سفرنامے کی وجہ سے ہے یہ سفرنامہ لکھ کر اس نے تاریخ کے عظیم الشان دور کو زندہ کیا ہے۔ یہ سفرنامہ ابن بطوطہ کی آپ بیتی بھی ہے۔ اس نے اپنی روداد کچھ اس طرح لکھی ہے کہ روداد جہاں بھی اس میں شامل ہو گئی ہے۔ اس نے محض ایک تماشائی کی حیثیت سے اپنے تاثرات نہیں لکھے بلکہ جزو تماشا ہو کر ایک ایسی تاریخی دستاویز تیار کی ہے جس کی قدر و قیمت اور افادیت اپنی مثال آپ ہے۔ ابن بطوطہ کی سیاحت کا زمانہ ہندو پاکستان کی تاریخ کا ایک نہایت اہم دور تھا۔ ابن بطوطہ نے اس دور کی تمام بڑی سے بڑی اور معمولی سے معمولی مگر اہم باتوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے،

گا۔ اس کی بالغ نظری اور دُور اندیشی نے آنے والی نسلوں کے لئے جو ترکہ چھوڑا ہے وہ اس کی بصارت اور بصیرت کا ایک ایسا آئینہ ہے، جو کبھی دھندلا نہیں ہوگا، ابن بطوطہ کی سیاحت نئی منزلوں اور نئی وادیوں کا سراغ لگانے ہی کا نام نہیں، بلکہ انسان اور اس کے گرد و پیش پھیلی ہوئی وسیع دنیا کو سمجھنے کی کامیاب کوشش بھی ہے۔

مسافروں کا حاصل سفر عموماً شکستہ پائی اور راستے کی صعوبتوں کی تکلیف دہ یادیں ہوتی ہیں۔ لیکن ابن بطوطہ کوئی عام مسافر نہ تھا۔ اس کا زادۂ سفر معمولی سہی۔ لیکن اس کا حاصل سفر غیر معمولی ہے، اس نے زبانِ قلم سے اپنی جو روداد بیان کی ہے۔ وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ بن چکی ہے۔

اردو میں "سفر نامہ ابن بطوطہ" کے دو تین ترجمے شائع ہو چکے ہیں، لیکن وہ متعدد وجوہ کی بنا پر ابن بطوطہ کی صحیح نمائندگی نہیں کرتے، ان میں بے شمار زبان و بیان کی خامیاں ایسی ہیں۔ جو آج کے قارئین کے مزاج پر گراں گذرتی ہیں۔ نیز قدیم شہروں اور شخصیات کے بارے میں تفصیلی حواشی نہیں ہیں۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ہم نے ضروری سمجھا کہ اس سفر نامے کا ایک جدید ترجمہ شائع کیا جائے، یہ کام بہت مشکل اور محنت طلب تھا، ناول اور افسانے کا ترجمہ کرنے والے تو بہت ہیں، لیکن کسی تاریخی دستاویز کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا پل صراط پر سے گذرنے کے مترادف ہے، مترجم کی ذراسی غلطی بہت سی غلط فہمیوں کے دروازے کھول سکتی ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے ملک کے مایۂ ناز مؤرخ اور صاحب طرز ادیب علامہ رئیس احمد جعفری نے اس کوہِ بے ستون میں کوہکنی کا عزم کیا، اور بالآخر کامیاب و کامران ہوئے اس ترجمے کی عمدگی کا ثبوت رئیس احمد جعفری کا نام ہے۔ موصوف تاریخ و ادب کی وادی کے تجربہ کار سیاح ہیں، ابن بطوطہ کی سیاحت کی روداد کا ترجمہ ان کی اسی تجربہ کاری کی وجہ سے ایک بلند پایہ حیثیت کا حامل ہے، انہوں نے متن کے بعض مجمل اور مبہم مقامات کی تفصیل اور توضیح حواشی میں اس انداز سے کی ہے کہ اس ترجمے کی اہمیت اور افادیت اصل سفر نامہ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے عہد کو زندہ کیا اور رئیس احمد جعفری نے ابن بطوطہ کی تصنیف کو ——— اور اس اعتبار سے یہ دونوں کارنامے ہماری تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتے ہیں ——— کتاب کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد جب تک پوری کتاب نہ پڑھ جائیں آپ کو قرار نہ آئے گا۔

اس کے بعد ہم "ابنِ جبیر کا سفر نامہ" بھی پیش کر رہے ہیں،

سفرنامہ ابن بطوطہ کے خصوصیات

دنیا کی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔

مشرق اور ایشیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس منچلے سیاح کے قدم نہ پہنچے ہوں،

سرزمین مغرب کے بعض مقامات کی بھی ابن بطوطہ نے سیاحت کی،

اور پھر اپنے تاثرات و مشاہداتِ سفر، پوری سچائی اور بے باکی اور جرائت کے ساتھ قلم بند کر دیئے۔

ابنِ بطوطہ کا تعارف

- ابن بطوطہ مغربِ اقصیٰ کا رہنے والا تھا،
- علوم اسلامیہ کی اس نے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی، خاص طور پر تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم میں اسے اچھی دستگاہ حاصل تھی۔
- وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر عامل تھا، فقہ حنفی کا مقلد نہ تھا اور فقہ مالکی، اکثر ساحلی مقامات پر رائج ہے، اندلس میں تو اموی خلیفہ نے اسے ایک فرمان کے ذریعہ یہ حکم نافذ کیا تھا۔
- تصوّف آشنا بھی تھا، اہل اللہ کی صحبت بھی اٹھائی تھی، زیارت بھی کی تھی مزارات و مقابر کے لئے شد رحال اور ان سے حصول برکات کا قائل تھا، اس کا غلو ضعیف الاعتقادی کی حد تک پہونچ جاتا ہے۔
- دورانِ سیاحت میں کئی مقامات پر متعدد مرتبہ منصب قضا پر فائز ہوا اور جرأت و بیباکی کے ساتھ احکام شرعیہ نافذ کرتا،

سفرنامہ ابن بطوطہ

کے لٹریری خصوصیات

- یہ سفرنامۂ ابن بطوطہ نے اپنی مادری زبان یعنی عربی میں تحریر کیا ہے۔ اس کی عربی، صحیح معنی میں "عربی مبین" ہے اتنی رواں:
اتنی سادہ، اتنی شگفتہ کہ بس
"وہ کہے اور سُنا کرے کوئی"

- دورانِ سفر میں وہ یادداشتیں مرتب کرتا رہا، ۲۵ سال کے بعد وطن پہونچا اور پھر گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر ان یادداشتوں کی مدد سے سفر نامہ پایۂ تکمیل تک پہونچایا، کہیں کہیں بھول چوک یا غلط فہمی یا التباس تقاضائے بشری ہے، لیکن اس کے حافظہ کی داد دینی چاہیے۔ کہ اس نے جو کچھ لکھا، بڑی کوتاہیوں سے پاک ہے۔

- وہ بادشاہوں سے بھی ملا، اور وزیروں سے بھی، ابن خلیفۃ المسلمین سے بھی، اور امرائے عرب و عجم سے بھی، اہلِ علم سے بھی، اور اصحابِ سیف سے بھی، سب کے بارے میں اس نے اظہارِ رائے کیا، بڑے بے لاگ انداز میں ——— جو دل میں وہ زبان پر۔

- اور خود اپنے کو بھی نہیں چھوڑا ہے، حد یہ ہے کہ حیات عیش و نشاط کی داستانِ شبینہ بیان کرنے میں بھی اس نے کوئی تکلف نہیں کیا ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	کوچ	۱۸
	طنجہ، طلمسان اور دوسرے شہروں میں ورود	″
۲	الجزائر	۲۰
	شہر بجایا حکومت، موحدین کا ایک غاصب والی	۲۱
۳	شہر لونا	۲۲
۴	تیونس میں آمد	
	سلطان تیونس اور وہاں کے علماء و فضلاء کے احوال و مقامات۔	۲۳
۵	طرابلس الغرب میں داخلہ	۲۶
۶	اسکندریہ	۲۷
	سیر و نظر حالات و کوائف	″
۷	قاہرہ کی طرف کوچ	۳۷
۸	قاہرہ میں آمد	۴۲
	قاہرہ کے مقامات، آثار، مشاہد، رجال اور دیگر کوائف۔	″
۹	کاروان شوق کی تیز گامی	۶۲
	راہ حجاز کے دیار و امصار اور قریات کے نظارے۔	″
۱۰	بلاد شام کا سفر	۶۸
	دیار خلیل	
۱۱	عسقلان میں داخلہ	۷۷
۱۲	فلسطین میں داخلہ	۷۹
۱۳	امین امت ابوعبیدہؓ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۰
	اور صحابی رسول معاذ بن جبلؓ کے مزارات	″
۱۴	بیروت کی سیاحت	۸۴
۱۵	تاریخی شہر حمص میں آمد	۸۸
	حضرت خالد سیف اللہ کے مزار پرانوار کی زیارت	″
۱۶	معرہ:- ابوالعلاء معری کا شہر	۹۱
	حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی قبر کی زیارت	″
۱۷	شہر حلب	۹۳
	حلب کے قلعے اشخاص و رجال	″
۱۸	قافلہ سفر	۱۰۰
۱۹	بے زاد و مرحلہ رواں دواں	″
	مختلف دیار و امصار اور مقامات کی سیاحت احوال کوائف فرقہ اسماعیلیہ کا تذکرہ۔	۱۰۳
۲۰	شہر لاذقیہ:- ایک قدیم شہر	۰۹
۲۱	جبل لبنان و بعلبک	۱۱۲
	وہاں کے چشمے نہریں صلحاء و فقراء اور عام حالات	″
۲۲	جنت الشرق دمشق	۱۱۵
	دنیا کا سب سے زیادہ حسین و جمیل خطۂ رعنا	″
۲۳	مدینۂ رسولؐ کی طرف	۱۴۱
	مقامات راہ قلعہ کرک مقامات تبوک کی آبادی عطاس وغیرہ۔	″

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۴	دیار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم		۳۳	سیاح فارس پہنچ گیا	
	مدینہ طیبہ، مسجد نبوی، آثار رسالت مآب و ضروری حالات۔			فارس کے دیار و امصار، مزارات آئمہ کرام ملوک و سلاطین۔	
۲۵	مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف		۳۴	اصفہان میں داخلہ	
	مقامات راہ زیارت مشاہد و مزارات و قبور			باشندگان اصفہان کے عادات و خصائل، شہر کی خوش منظری اور دلآویزی۔	
۲۶	بیت اللہ		۳۵	شیراز	
	مکہ معظمہ میں داخلہ اس شہر کے فضائل مآثر و مشاہد مزار، خدیجۃ الکبریٰ۔			شیراز کے صفات و حسنات، سلطان شیراز کا ذکر شیراز کے اہل اللہ اور اہل کمال	
۲۷	مشہد علی کی طرف کوچ		۳۶	کوفہ	۲۳۶
	تربت اسداللہ غالب علی ابن ابی طالب کے دیدار کا شوق۔			فدائیان حسین کے مآثر و مقابر، شہر کے عام حالات باشندے اور آب و ہوا۔	//
۲۸	مکہ سے پھر مدینہ کی طرف کوچ		۳۷	عبرت گاہ کوفہ	۲۳۹
	عجیب حالات، حیرت انگیز واقعات۔			مسلم بن عقیل، حضرت عاتکہ، حضرت سکینہ کے مزارات عالیہ، حضرت ابن ابی وقاص کا دارالامارہ ابن ملجم کی قبر، مختار بن عبید کی تربت۔	//
۲۹	نجف اشرف میں ورود		۳۸	کربلا قتل گاہ حسین	۲۴۲
	مشہد علی ابن ابی طالب روضہ مبارک، دوسرے مزارات متعلقہ کے کوائف۔			کربلا میں داخلہ، شہید حسین علیہ السلام کی زیارت ضریح مقدس۔	//
۳۰	عزم بصرہ		۳۹	خاک پاک بغداد	۲۴۳
	اسلام کے عہد خلافت راشدہ کا بسایا ہوا شہر۔			بغداد کے لوگ، وہاں کے اصحاب کمالات، مزار مقدس، صوفیا و صلحا، خلفائے بغداد اور ائمہ عصر کی تربتیں۔	//
۳۱	مدینہ واسط				
	عراق کا خوش منظر، بابرکت اور مجموعہ خیر شہر۔				
۳۲	بصرہ فارس کی طرف کوچ		۴۰	شہر تبریز میں آمد	۲۵۰
	ابلہ اور آبادان میں داخلہ، حالات عجیبہ اور واقعات غریبہ کی داستان۔				

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴۱	موصل اور دیار بکر کا سفر	۲۵۳
۴۲	پھر بغداد پھر سفر مکہ معظمہ	۲۵۹
۴۳	ملک یمن کی سیاحت	۲۶۴
	یہاں کے لوگ، شہر، مآثر، ملوک، امراء، حالات	״
	اور واقعات۔	״
۴۴	مشرقی افریقہ	۲۷۰
	ملک حبش اور نواحی علاقوں کے حالات وکیفیات	״
۴۵	کاروان سفر	۲۷۶
	قوم عاد کا مسکن راستے کے عجائب وغرائب۔	״
۴۶	قوم عاد کا شہر احقاف	۲۷۸
	عجیب وغریب، مشاہدات اور حالات وواقعات	״
۴۷	بلادِ عمان	۲۸۵
	ابن ملجم کو عبد صالح، اور رضی اللہ عنہ سے یاد کرنے	״
	والے خارجی۔	״
۴۸	ہرمز میں ورود	۲۸۸
	دیار وامصار، قریات ومواضعات اور وہاں کے	״
	رسم ورواج، سمندر کے غوطہ خور اور موتی	״
	نکالنے کے طریقے۔	״
۴۹	شہر بحرین	۲۹۳
	شہر خطیب میں گذر، محمدؐ علی خیر البشر	״
	ومن خالفهما فقد کفر"	״
۵۰	بلاد روم یعنی ایشیائے کوچک	۲۹۵
	حالات سیر وسفر دیار امصار کے	״
	نظارے۔	״

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۵۱	شہر قونیہ	۳۰۴
	صاحب مثنوی مولانا جلال الدین رومی کا وطن	״
	زاویہ اور حالات۔	״
۵۲	شہر بروسہ	۳۱۲
	جس کے دامن میں تاریخ کے صدہا	״
	واقعات بکھرے پڑے ہیں۔	״
۵۳	شہر یزنک میں آمد	۳۱۴
	مختلف مقامات راہ، پر لطف واقعات	״
	دل چسپ لطیفے۔	״
۵۴	شہر قرم اور دشت قفچاق کا سفر	۳۱۹
	دشوار گذار منزلیں، مشکلات راہ، عزم وحوصلہ	״
	کی کارفرمائی۔	״
۵۵	ایک جفاکش اور جنگجو قوم کی داستان عجیب	۳۲۲
	ترکی کھانے، ترکی مشروبات، ترکی گھوڑے۔	״
۵۶	ترکوں کی نظر میں عورتوں کی عظمت وقعت	۳۲۸
	ترک خواتین کی شان وشکوہ اور دبدبہ وطنطنہ	״
	کی داستان۔	״
۵۷	اردوئے شاہی	۳۳۰
-	سلطان المعظم محمد ازبک خان کا دربار، دربار آداب	״
	شاہی اور رسوم سلطانی، آئینہ خسروی، آداب حیات۔	״
۵۸	خاتون کبریٰ	۳۳۵
	سلطان المعظم کی ملکہ معظمہ طیطغلی خاتون کا	״
	حذم وحشم، سلطان المعظم کی اولاد اور باقی	״
	تین بیویوں کے حالات وصفات۔	״

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۳۹	یلغار میں میری آمد	۵۹
״	اتنی چھوٹی رات کہ تھوڑی دیر میں مغرب، عشاء	
״	اور فجر کا وقت گذر گیا۔	
۳۴۰	ارض ظلمت یعنی برفستان کا ذکر	۶۰
״	پر ہول داستان، تاقم، سنجاب اور سمور کے	
״	کاروبار کا طریقہ۔	
۳۴۲	ترکوں کا جشن عید	۶۱
״	نماز جمعہ کے لیے سلطان کی سواری،	
״	ترکوں کے عوائد و رسوم۔	
۳۴۶	میرا سفر قسطنطنیہ	۶۲
״	سلطان معظم کی عیسائی بیوی کی ہمراہی میں شہنشاہ	
״	قسطنطنیہ کے دربار میں حاضری، مسلمانوں پر پابندیاں	
۳۵۷	قسطنطنیہ سے واپسی	۶۳
״	سلطان المعظم کے حضور میں شرف باریابی اور الوداع۔	
۳۵۸	تاتار اور بخارا کی طرف کوچ	۶۴
۳۶۰	سفر شہر زمخشر	۶۵
״	جہاں کی خاک سے اساطین علم و فن پیدا ہوئے۔	
۳۶۲	خوارزم	۶۶
״	امیر خوارزم، بھقر کا کوٹلہ، خوارزم	
״	کے خر پڑے۔	
۳۶۵	شہر بخارا	۶۷
۳۶۶	فتنہ تاتار	۶۸
״	چنگیز خاں کی خوں آشامیاں۔	
״	بخارا کی اینٹ سے کس طرح بجائی گئی۔	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۷۲	ماوراء النہر کا سفر	۶۹
״	ایک عالم دین اور شاہ ذی جاہ کی ٹکر، شاہ شرین	
״	کے عجیب و غریب حالات۔	
۳۷۵	سمرقند میں آمد	۷۰
۳۷۷	شہر نسف میں ورود	۷۱
۳۷۸	شہر ترمذ میں آمد	۷۲
״	جہاں امام ابو عیسیٰ ترمذی نے آنکھیں کھولیں۔	
۳۷۹	خراسان کی طرف کوچ	۷۳
״	دوسری ترکستان کا مشاہدہ و نظارہ۔	
۳۸۰	شہر بلخ کی زیارت	۷۴
״	چنگیز خاں کی درندگی، سفاکی اور	
״	بہیمیت کا شکار۔	
۳۸۳	شہر ہرات	۷۵
״	خراسان کا سب سے بڑا، آباد، اور	
״	بارونق شہر۔	
۳۸۷	جام:۔ مولانا جامی کا شہر۔	۷۶
۳۸۸	شہر طوس	۷۷
۳۸۹	مشہد مقدس کی زیارت	۷۸
۳۹۰	سرخس اور نیشاپور میں آمد	۷۹
۳۹۲	بسطام شریف میں حاضری	۸۰
۳۹۳	کوہ ہندوکش کا نظارہ	۸۱
۳۹۵	افغانستان کی سیر	۸۲
״	کابل، غزنی اور قندھار میں ورود۔	
۳۹۷	پنجاب کی طرف	۸۳
״	ختم شد	

حرفِ آغاز

دنیاکو مسلمانوں نے بہت کچھ دیا ہے، تہذیب و تمدن کی صورت میں بھی ثقافت و حضارت کے روپ میں بھی، علم و فن کے رنگ میں بھی، اور تاریخ و جغرافیہ کے طور پر بھی۔

بلکہ تاریخ و جغرافیہ نویسی کا فن تو بلاشبہ یورپ نے بڑی حد تک اور مشرق نے تمام تر مسلمانوں ہی سے لیا ہے، وہ مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے پوری غیر جانبداری، صداقت، اور دیانت کے ساتھ تاریخ لکھنے کا فن دنیا کو سکھایا۔ واقعات تاریخی کے بیان کرنے میں نہ وہ اپنے ذاتی رجحان و میلان سے متاثر ہوئے، نہ روایات و خیالات سے انہوں نے تاریخ کو ایک آئینہ بنا دیا ہے ـــــ

ـــــ آئینہ جو بغیر کسی تعصب، طرفداری، اور کھوٹ کے خوب کو خوب اور زشت کو زشت اس کے اصلی آب و رنگ کے ساتھ دکھا دیتا ہے، نہ وہ کسی کا دوست ہے، نہ مخالف، نہ وفادار، نہ بے وفا، نہ حریف پنجہ فگن، نہ شاعر شیریں سخن، اس کا اثر خواہ کسی پر اچھا پڑے یا برا، کوئی خوش ہو یا ناخوش، کسی کی تائید کا پہلو نکلتا ہو یا مخالفت کا کسی کا مفاد مجروح ہوتا ہو یا کسی کو فائدہ پہنچتا ہو، وہ صرف وہی کہتا ہے جو سچ ہو، مطابق واقعہ ہو۔ حقیقت اور صداقت کا ترجمان ہو۔

کہتا ہے وہی بات سمجھتا ہے جسے حق،

تاریخ پر مسلمانوں کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ـــــ کسی دور میں بھی نہیں۔

اسی طرح مسلمانوں نے ارشاد خداوندی سیروا فی الارض" کے بموجب ساری دنیا کھنگال ڈالی، جب آج کی ترقی یافتہ قومیں سمندر پار کرنا، مہا پاپ سمجھتی تھیں، جب بحری سفر ایک گناہ تھا۔ جب لوگوں کی کم حوصلگی اجازت نہیں دیتی تھی، کہ گھر بار، دوست احباب اعزا اور اقربا کو چھوڑ کر، دور دراز سفر پر روانہ ہوں، تکلیفیں جھیلیں، مشقتیں برداشت کریں ڈاکوؤں کی زد میں آئیں، مال بھی کھوئیں، اور جان بھی گنوائیں، لیکن مسلمان تھے کہ ہر خطرے سے بے پرواہ، ہر دکھ اور تکلیف کو جھیلتے ہوئے شاداں و فرحاں، دنیا کا چکر کاٹ رہے تھے،

سمندروں کی لہروں سے لڑتے طوفان سے ٹکر لیتے، باد مخالف کے وار سہتے، ڈوبتے غوطہ لگاتے، تیرتے چلے جارہے تھے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچے۔ خواہ پرشور سمندر راستے میں حائل ہو یا خطرناک جنگل، یا مہیب پہاڑ، یا ہولناک غار، یا دا شت ناپیداکنار، فضا سے آواز آرہی تھی۔

جس سمت بھی چاہے صفت سیل چلا چل
دریا یہ ہمارا ہے، وہ صحرا بھی ہمارا ہے

اور وہ دریا سے دوستی کرتے، اور صحرا کی سختیاں سہتے برابر گرم سفر رہے، نہ ان کے ارادہ میں تزلزل پیدا ہوا، نہ ان کے قدم ڈگمگائے، ان مہم جو اور خطر پسند سیاحوں نے حقیقت یہ ہے کہ جغرافیہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اور دنیا اسے بھی ممنونیت کے ساتھ یاد رکھنے پر مجبور رہے۔

ذرا تصور تو کیجیے، چھٹی صدی ہجری (چودہویں صدی عیسوی) میں، جب نہ آرام دہ بحری جہاز تھے، نہ فلک پرواز طیارے، نہ صبار فتار موٹریں، نہ سبک قدم ریلیں، ایک شخص (ابن بطوطہ) طنجہ (مغرب اقصیٰ) سے اٹھتا ہے، اور ساری دنیا کا سفر کر ڈالتا ہے، کبھی لٹیروں کی زد میں آتا ہے۔ کبھی سمندر کی خشمناک موجیں اسے غرق آب کر دینا چاہتی ہیں، زبان کی ناواقفیت کے باعث جاسوس سمجھا جاتا ہے، کبھی بادشاہ ذی جاہ کا مورد عتاب ہوتا ہے، اور موت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے، کبھی طوفان گھیر لیتے ہیں کبھی خوفناک درندوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کے پائے ثبات لغزش سے ناآشنا رہتے ہیں۔ اس کے ارادے میں کمزوری نہیں پیدا ہوتی، وہ پوری خوداعتمادی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتا ہے، اور کامل پچیس سال کی طویل اور تھکا دینے والی سیاحت سے فاغ ہو کر پھر اپنے وطن پہنچ جاتا ہے۔

ابن بطوطہ نے جو کچھ دیکھا، جو کچھ محسوس کیا، جو کچھ سمجھا، بے کم وکاست اور بلاخوف لومۃ لائم بیان کر دیا، اس کی راست گفتاری اور صداقت بیانی کا یہ شہ پارہ بھی، دل و دماغ سے محو نہیں ہو سکتا

ابن بطوطہ نے بقلم خود جو نہایت طویل سفرنامہ لکھا تھا۔ وہ اب ناپید ہے، دنیا میں کہیں بھی اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کے رفیق صدیق ابن جزی نے اس سفرنامہ کی طوالت سے متاثر ہو کر اس کی جو تلخیص کی تھی وہ بھی نایابی کے اعتبار سے کبریت احمر کا حکم رکھتی تھی۔ خدا بھلا کرے۔

مستشرقین فرنگ کا جنہوں نے بے دریغ روپیہ صرف کر کے، اور ہر طرح کی کٹھنائیاں برداشت کر کے اس سفر نامہ کو مہیا کیا ہے، پھر مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ اور تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔ پھر بڑے اہتمام اور کاوش سے دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا، اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

یہ ترجمہ سفر نامہ ابن بطوطہ جو آپ کے پیش نظر ہے، "مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ" مصر نے بڑے اہتمام سے اور مقابلہ و مراجعت کی تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دے کر چھاپا میں نے اسی کو پیش نظر رکھا۔

اردو زبان میں اس کتاب کا ترجمہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ہو چکا ہے، اور ایک طالب علم کی طرح لفظاً و معناً میں نے ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ لیکن ان ترجموں کی زبان پر قدامت اور کہنگی طاری ہو چکی ہے، شاید ان حضرات کے سامنے ایسے تصحیح شدہ عربی نسخے نہیں تھے، جیسے آج مل جاتے ہیں، اسلئے ان میں بعض باتیں چھوٹ بھی گئیں ہیں۔ کہیں اصل موجود ہے، لیکن ترجمہ چھوٹ گیا ہے، بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا ہے کہ سہو یا لغزش قلم کے باعث ترجمہ اصل مفہوم سے ہٹ گیا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسماء اور اعلام کی کتابت حد درجہ غلط ہوئی ہے، جس سے کتاب کی افادیت مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔

جو نسخہ اب آپ کے سامنے پیش ہے۔ اس میں ان تمام باتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے متروکہ عبارتوں کا ترجمہ بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ زبان میں آج کل کے روزمرہ کو قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اسماء و اعلام کی تصحیح کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔

یہی صورت حواشی کی تھی۔ میں نے حواشی پر خاص توجہ کی۔ اختصار کے جامعیت کا خیال رکھا لیکن اس طرح کہ کہیں تشنگی باقی نہ رہنے پائے، عنوانات میں نے خود قائم کئے ہیں۔ اس تبویب سے کتاب زیادہ عام فہم اور دلکش ہو گئی ہے۔

(رئیس احمد جعفری)
۸۹- ٹیگور پارک، لاہور

رحلة ابنِ بطوطہ

المسمّاہ تحفة النظار

فی

غرائب الامصار و عجائب الاسفار

(روجعت وصححت علی عدة نسخ صحیحة

بمعرفة لجنة من الادباء)

کا

مکمل اردو ترجمہ ضروری تحشیہ کے ساتھ

مندرجات کتاب کا سرسری جائزہ

سفر نامہ ابن بطوطہ کے دونوں حصے اسی جلد میں ہیں۔ لیکن جدا جدا میں نے قارئین کی سہولت کے لیے ہر دو حصص کے آغاز میں مندرجات کتاب کا سرسری جائزہ بھی لے لیا ہے۔ تاکہ کتاب کا پس منظر اجاگر ہو جائے۔

O O O

اس پہلے حصہ میں مصنف (ابن بَطُّوطَہ) نے ممالک اسلامیہ ترکیہ عربیہ و عجمیہ کی داستان سفر بیان کی ہے۔ مصنف کو جو ذہنی اور قلبی لگاؤ ان ممالک سے ہے اس کی بنا پر وہ یہاں کے ذرہ ذرہ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور پورے بسط و تفصیل کے ساتھ اپنے مشاہدات و تاثرات کا ذکر کرتا ہے۔ خاص طور پر سلطان ترکیہ و عراق کا ذکر جہاں آتا ہے۔ یا مغرب اقصیٰ کا جب ذکر چھیڑتا ہے تو اس کے قلم سے الفاظ کی بجائے پھول ٹپکتے لگتے ہیں۔

O

اسی طرح حجاز مقدس میں جب وہ جاتا ہے۔ کعبۂ خلیلؑ اور مدینۃ الرسولؐ کی جب زیارت کرتا ہے۔ نجف اشرف میں اس کے قدم پہنچتے ہیں۔ شہادت گاہِ کربلا میں وہ جب داخل ہوتا ہے، یا صحابہ و تابعین کرام کے مآثر و مشاہد اور مزارات و عتبات عالیات جب اس کی نظر کے سامنے ہوتے ہیں۔ تو اس پر والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے، وفور ذوق و شوق کے باعث اس کے وجد و کیف کا چشم تصور بہ آسانی مشاہدہ کر سکتی ہے۔

O O O O O

یہ پہلا حصہ سب کا سب انہی کیفیات کا حامل ہے۔ اس کا انداز کلام اپنے اندر تاثر کی ایک دنیا نہاں رکھتا ہے۔

دوسرے حصہ کا رنگ کچھ اور ہے۔ اس پر آگے چل کر میں گفتگو کروں گا!

(رئیس احمد جعفری)

کوچ

طنجہ سے تلمسان اور دوسرے شہروں میں ورود

شیخ ابو عبداللہ ابن بطوطہ کہتے ہیں:-

طنجہ[1] سے کہ میرا نذا دبوم اور وطن ہے۔

جمعرات کے روز، دو ماہ رجب ۷۲۵ھ میں حج بیت اللہ الحرام، اور زیارت قبر رسول اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ والسّلام کے ارادہ سے نکلا۔ نہ کوئی رفیق سفر تھا نہ مونس اور دم ساز، یہ کٹھن گھڑی تھی لیکن میں نے زن و مرد، اور احباب کی جدائی اس شوق سفر کے باعث گوارا کر لی، میں اپنے وطن سے اس طرح نکلا، جیسے چڑیا اپنے گھونسلے سے نکلتی ہے، جب میں سفر کے ارادے سے نکلا تو میرے والدین بقید حیات تھے، لیکن میں نے ان کی جدائی بھی گوارا کر لی، آمادۂ سفر ہوتے وقت میری عمر ۲۲ سال کی تھی۔

ابن جزی کا قول ہے کہ مجھے ابو عبداللہ ابن بطوطہ نے غرناطہ میں بتلایا کہ ان کا مولد طنجہ تھا۔ وہیں ۱۷ رجب المرجب ۷۰۳ھ میں دوشنبہ کے دن ان کی ولادت ہوئی،

ابن بطوطہ کہتے ہیں میرے سفر کا آغاز امیر المومنین، ناصر الدین، مجاہد فی سبیل اللہ کے جود و کرم اور سخاوت و فیاضی کے اعتبار سے جن کا شہرہ از سمک تا سما ہے، جن کے سایۂ عاطفت میں لوگ امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے ہیں، جن کے عدل و انصاف کی دھوم مچی ہوئی ہے، اور جن کا اسم گرامی اور نام نامی امام ابو یوسف بن عبدالحق ہے، کے عہد باسعادت میں ہوا، جن کے صدق عزائم نے مشرک کو ملیامیٹ کر دیا۔ اور کفر کی آگ بجھا دی، اور صلیب پرستوں کو غلام بنایا، خدا ان کے اجداد کبار کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، ان کی اولاد و امجاد میں تا روز قیامت سلطنت اور حکومت باقی رہے۔!

---

[1] طنجہ، مغرب اقصیٰ کا ایک شہر جو حکومت اندلس کے ماتحت تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

تلمسان میں آمد

طنجہ سے چل کر میں تلمسان پہنچا، یہاں کا فرمانروا ابو تاشفین۔ عبدالرحمٰن بن موسیٰ بن عثمان بن یغمراسن بن زیان تھا۔

تلمسان میں میری ملاقات فرماں روائے افریقہ سلطان ابویحییٰ کے دو سفیروں ——— ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن علی بن ابراہیم نفزاوی اور شیخ صالح ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن عبداللہ قرشی زبیدی ——— سے ہوئی، یہ دونوں بزرگ شہر تیونس میں عہدہ قضائے نکاح پر مامور تھے۔ ان میں آخرالذکر اپنے عہد کے مانے ہوئے صاحب علم و فضل تھے، ان کی وفات ۷۴۰ھ میں ہوگئی۔

جس روز میں تلمسان پہنچا اسی دن مذکورۂ بالا سفرا یہاں سے روانہ ہو گئے۔ میرے دوستوں نے اکسایا کہ میں بھی ان کا ہم سفر ہو جاؤں میں نے اس باب میں خدائے بزرگ و برتر سے استخارہ کیا، پھر بعض ضروریات کے باعث تین دن تک یہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد ان کے نقش قدم پر خدا کا نام لے کر چل کھڑا ہوا۔

شہر ملیانہ، فرمانروائے افریقہ کے سفرا کی معیت کا شرف

چنانچہ جلد ہی میں ایک شہر میں پہنچا، جس کا نام ملیانہ تھا۔ یہاں ان دونوں سفیروں کو میں نے پا لیا، موسم غضب کا گرم تھا۔ چنانچہ یہ دونوں شدت موسم کی تاب نہ لا کر بیمار پڑ گئے۔ جس کے باعث ہمیں دس روز تک یہاں قیام کرنا پڑا، جس کے بعد ہم نے پھر رخت سفر باندھا، مگر عین وقت پر قاضی ابوبکر پر پھر مرض کا حملہ ہوا۔ چنانچہ ملیانہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک گھاٹ تھا۔ افسوس یہاں چار روز کے بعد قاضی ابوبکر کا وقت چاشت انتقال ہو گیا۔

اس ناگہانی موت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی صاحب کے صاحبزادے ابوالطیب اور ان کے رفیق سفر ابوعبداللہ زبیدی لاش لے کر ملیانہ واپس گئے۔ جہاں ان کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

الجزائر

میرا ذوق سفر ملیانہ میں تسکین نہ پا سکا۔ چنانچہ ان حضرات کو میں نے وہیں چھوڑا تیونس[1] کے تاجروں کا ایک قافلہ الجزائر[2] جا رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا، رفقائے سفر میں الحاج مسعود بن المنتقر الحاج العدولی، اور محمد بن حجر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آخر ہم الجزائر[3] پہونچ گئے اور چند روز تک ہمیں بیرون شہر[4] ٹھہرنا پڑا، جس کے بعد شیخ ابو عبداللہ

---

[1] یہ وہی تیونس ہے، جس نے فرانسی سامراج سے دوسری جنگِ عظیم کے بعد آزادی حاصل کی، لیکن بزرطہ کا ساحل اب تک خالی نہ کرا سکا،

[2] یہ وہی الجزائر ہے، جو آج فرانسیسی سامراج کے شکنجہ سے آزاد ہونے کے لئے آزاد الجزائر کی جلا وطن حکومت تیونس میں رہ کر سر توڑ کوشش کر رہی ہے، اور قریب ہے آزاد ہو جائے۔

قفس کی تیلیاں توڑیں تڑپ کر ہیتم نہیں آتا انہیں آزاد کرنا

(رئیس احمد جعفری)

[3] آج کا الجزائر کئی سو برس پہلے کے الجزائر سے مختلف ہے۔ اُس وقت آزاد تھا۔ اب غلام ہے، اُس وقت وہ ایک اسلامی حکومت کا حامل تھا۔ اب سامراجی حکومت کے شکنجۂ عقوبت میں گرفتار ہے، اور یوسف بن کھدا جلا وطن عارضی حکومت اسے آزاد کرانے کی جد و جہد کر رہی ہے۔

لیکن آج سے چند سو برس پہلے الجزائر اتنا قیمتی اتنا گراں مایہ، اور اتنا زبردست معدنی نفع و زر نہ رکھتا تھا جتنا اب ہے۔

آج کے الجزائر کے سینہ میں پٹرول کا سمندر لہریں مار رہا ہے، قیمتی اور نہایت گراں بہا چیزیں اس کے سینے میں چھپی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ فرانس اسے چھوڑنے یا آزاد کرنے پر اتنے عظیم کشت و خون کے باوجود جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور حریت پسند الجزائریوں کے قتل عام کے باوجود اسے آزاد نہیں کرتا، — لیکن کب تک؟

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا مگر میں قاتل کی تو بھی ظالم ہمیشہ یوں ہی نہیں رہیگا

[4] قدیم زمانے میں ایک آبادی تو وہ ہوتی تھی جو فصیل شہر کے اندر رہتی تھی، اور دوسری وہ جو کی تنگی، یا دوسرے وجوہ سے فصیل کے باہر رہتی تھی، یہاں بھی بڑی گہما گہمی رہتی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

زبیدی، اور قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے آ گئے، اور ان کے ساتھ ہم ہو لئے۔
الجزائر کو اچھی طرح دیکھ بھال کر ہم آگے بڑھے، اور جبل زان کی گھاٹی کی طرف رخ پھیر دیا۔

شہر بجایا، حکومت موحدین کا ایک غاصب اور سفّاک والی

یہاں سے ہم شہر بجایا پہونچے، شیخ ابوعبداللہ، قاضی شہر ابوعبداللہ زوادی کے مہمان ہوئے اور قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابوالطیب نے فقیہہ ابوعبداللہ المفسّر کے ہاں ڈیرہ ڈالا،
اس زمانہ میں بجایا کی امارت ابوعبداللہ محمد بن سیدالناس کے ہاتھوں میں تھی۔
ہمارے رفقائے سفر میں یعنی تیونس کے قافلۂ تجارہ کے ایک رکن محمد بن حجر بھی تھے، جو ملیانہ سے ہمارے ساتھ ساتھ چلے تھے۔ یہاں آکر ان کا بھی انتقال ہو گیا، انہوں نے تین ہزار اشرفیاں چھوڑیں اور وصیت کر گئے کہ یہ رقم الجزائر کے ایک شخص محمد بن مدیدہ کو دے دی جائے جو ان کے ورثاء تک اسے پہونچا دے گا۔
لیکن اس وصیت کی تعمیل نہ ہو سکی، کیونکہ بجایا کے امیر ابن سیدالناس نے یہ ساری رقم ابن مدیدہ سے چھین لی موحدین[۱] کے عمال اور ولاۃ کا یہ پہلا ظلم تھا جو میں نے بچشم خود دیکھا،
جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا جب میں بجایا پہونچا، تو یہاں بخار میں مبتلا ہو گیا۔ ابوعبداللہ زبیدی نے دوستانہ اصرار کیا کہ تا صحت یہیں مقیم رہوں، لیکن میں نے یہ بات نہیں مانی، میں نے کہا:
اگر موت ہی لکھی ہے تو وہ دیار رسولؐ کے راستے میں کیوں نہ آئے!
یہ سن کر موصوف نے فرمایا:۔
"اگر ارادہ سفر اتنا ہی پختہ ہے تو یوں کیجئے، کہ سواری فروخت کر دیجئے، اور جو بھاری سامان ہے اسے بھی بیچ ڈالئے، میں آپ کے لئے خیمہ اور سواری کا عاریتہً انتظام کر دوں گا۔ اور پھر ہم لوگ اطمینان سے ہلکے پھلکے ہو کر سفر جاری رکھ سکیں گے، کیونکہ راستہ خطرناک ہے، اور عرب قزاقوں کو جہاں موقع ملتا ہے، لوٹ مار سے نہیں چوکتے۔ لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ جلد سے جلد اور کم سے کم وقت میں بڑی بڑی منزلیں سر کریں"!
میں نے صاحب موصوف کے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ انہوں نے جو کہا تھا۔ وہ کیا بھی، اور حسب وعدہ ضرورت کی چیزیں عاریتہً دے دیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے،

[۱] افریقہ کا ایک حکمران خاندان، (رئیس احمد جعفری)

شہر قسطنطنیہ، عادل والی نے میری مشکلیں آسان کر دیں

چنانچہ اپنے پروگرام کے مطابق ہم نے رخت سفر باندھا، اور خدا پر بھروسہ کر کے چل کھڑے ہوئے، الطاف الٰہی کے سایہ میں ہم نے حجاز کی راہ لی،

چلتے چلتے ہم شہر قسطنطنیہ[1] میں پہونچے۔ قیام بیرون شہر میں ہوا، رات کو موسلا دھار بارش ہوئی اتنی شدید کہ خیموں میں رات کا بسر کرنا مشکل ہوگیا۔ آخر شبا شب خیمے چھوڑے اور بعض گھروں میں منتقل ہو گئے، صبح ہوئی تو حاکم شہر کی خدمت میں باریابی ہوئی، یہ ایک نہایت فاضل اور شریف شخص ہے نام ابوالحسن ہے، اس کی نظر میرے لباس پر جو گئی تو بارش کے دھبے نظر آئے۔

اس نے فوراً بندوبست کیا، اور میرا لباس دھلوایا، چونکہ میری تہبند کہنہ تھی۔ اس نے بعلبک کی بنی ہوئی ایک نئی تہبند عنایت کی، یہی نہیں بلکہ اس کے دونوں گوشوں میں ایک ایک اشرفی باندھ دی، راہِ سفر میں یہ پہلی مالی امداد تھی جو مجھے ملی،

شہر بونہ

قسطنطنیہ میں کچھ قیام کر کے ہم پھر آگے بڑھے، اور شہر بونہ میں پہنچ گئے، یہاں تین روز اندرون شہر میں قیام کیا۔

سوداگروں کے قافلہ کے جو لوگ ہمارے ساتھ تھے انہیں یہیں چھوڑا، کیونکہ راستہ خطرناک تھا۔ اب میں پھر تنہا تھا۔ نہ کوئی ساتھی نہ رفیق، دشوار گذار منزلیں طے کرتا، سخت وصعب، گھاٹیاں پار کرتا۔ اور راستہ کی صعوبتوں کا مقابلہ کرتے برابر آگے بڑھتا رہا۔ لیکن پھر بخار میں مبتلا ہوگیا، خوف و دہشت کے باعث سواری سے اترنے کی ہمت نہ تھی۔ اور بیماری نے یہ سکت بھی باقی نہ چھوڑی تھی۔ آخر اپنے آپ کو خوب سواری سے باندھ لیا، تاکہ کمزوری اور بیماری کے باعث گر نہ جاؤں،

---

[1] یہ وہ قسطنطنیہ نہیں ہے جو ترکوں کا مرکز ثقل کئی سال تک رہا ہے۔ یہ دوسرا مقام ہے اس نام کا شہر بھی تھا۔ اور بلند و بالا قلعہ بھی، کسی زمانے میں یعنی عربوں کی آمد سے پہلے یہ عیسائی تمدن اور ثقافت کا گہوارہ تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

تیونس میں آمد

آخر گزرتا پڑتا میں تیونس[1] پہنچا،
اہل تیونس شیخ ابوعبداللہ زبیدی اور ابوطیب وغیرہ کے استقبال کے لئے باہر آئے ہوئے تھے، یہ سب لوگ آپس میں بہت گرم جوشی اور تپاک سے ملے، علیک سلیک ہوئی مگر چونکہ مجھ سے کوئی متعارف نہ تھا۔ اس لئے نہ کسی نے مجھے سلام کیا نہ کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس سرد مہری نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا، اور تو کچھ مجھ سے نہ ہو سکا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بعض حاجیوں نے میرے اس شدت احساس کا اندازہ کر لیا۔ وہ میرے پاس آئے سلام کیا مزاج پرسی کی۔ اور دل جوئی کی باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم شہر میں داخل ہو گئے یہاں میرا قیام مدرسہ کتبیین میں ہوا۔

سلطان تیونس اور وہاں کے علماء و فضلاء کے احوال و مقامات

جب میں وارد تیونس ہوا اس وقت یہاں کا فرماں روا سلطان ابو یحییٰ ابن سلطان ابی ذکریا یحییٰ ابن سلطان ابی اسحاق ابراہیم ابن سلطان ابی ذکریا یحییٰ ابن عبدالواحد ابن ابی حفص تھا۔ اس کے عہد گرامی میں یہ مقام بڑے بڑے علماء فضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان میں سے قاضی الجماعت ابوعبداللہ محمد بن قاضی الجماعۃ ابن العباس احمد ابن محمد انصاری خزرجی بلنسی الاصل تھے۔ ان محمد انصاری کو ابن الغمامہ بھی کہتے ہیں۔ نیز خطیب ابواسحاق ابراہیم بن حسن بن علی بن عبدالرفیع ربعی بھی ہیں، جو قاضی الجماعۃ کے عہدہ پر دو دل خمسہ میں مامور رہے، اور فقیہ ابو

---

[1] تیونس ایک قدیم ساحلی شہر ہے، آج گو فرانسیسی سامراج کی گرفت سے تیونس آزاد ہو چکا ہے لیکن پورے طور پر نہیں، فرانس نے اپنے بہت سے "مفادات" وہاں سے وابستہ کر رکھے ہیں" اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں بزرطہ کے مقام پر ایک بحری اڈا بھی زبردستی بنا رکھا ہے، تیونس کا صدر مملکت بورقیبہ مطالبہ کرتا ہے کہ یہ اڈا خالی کر دیا جائے، اس مطالبہ کا جواب توپوں، بندوقوں اور سنگینوں سے ملتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

علی عمر بن علی بن قداح حواری یہ بھی دول خمسہ میں عہدہ مذکور پر مامور تھے۔ ان کا شمار اعلام علما اور عمائد شہر میں ہوتا ہے۔ ان کا اور نیز دیگر علمائے عہد کا یہ طریقہ ہے کہ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ جامع اعظم یعنی جامع زیتونہ کے کسی ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لوگ ان کے سامنے استفسار پیش کرتے ہیں۔ یہ جواب دیتے ہیں، اور جب جواب دے چکتے ہیں، تو وہاں سے واپس تشریف لے آتے ہیں۔

عید الفطر کا تہوار میں نے یہیں منایا۔ جب عیدگاہ میں نماز عید کے لئے گیا تو دیکھا کہ لوگ بڑے اہتمام۔ جلوس اور بناؤ کے ساتھ نہایت عمدہ اور پر تکلف لباس زیب تن کئے عیدگاہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ جب سلطان ابو یحییٰ کی سواری آئی تو گھوڑے پر سوار تھے۔ دوگانہ عید ادا ہوا اور خطبہ ختم کیا گیا۔ پھر سب لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

کچھ دنوں بعد حجاز کو حاجیوں کی روانگی کے لئے سلطانی قافلہ حجاج کا انتظام ہوا اور امیر قافلہ ابو یعقوب سوسیی مقرر ہوئے۔ یہ اقل کے باشندہ تھے۔ اس حجاج کے قافلہ سلطانی کا قاضی مجھے مقرر کیا گیا۔ آخر کار ہم تونس سے ساحل کے راستے روانہ ہوئے۔

شہر سوسہ[1]، جو کبھی مرکز علم و فضل تھا

تیونس سے روانہ ہو کر بہت جلد شہر سوسہ پہنچے۔ یہ شہر گو بڑا نہیں ہے۔ لیکن پاکیزہ اور خوش وضع ضرور ہے، اور تونس سے چار میل کے فاصلے پر دریا کے کنارے واقع ہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہونے کے بعد شہر صفاقس میں پہنچے۔ یہاں بیرون شہر امام ابو الحسن لخمی مالکی کا مزار ہے جو فقہ کی معتبر کتاب "کتاب التبصرہ" کے مؤلف ہیں۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ اس شہر کی تعریف میں ابن حبیب التنوخی نے کہا ہے۔

صفاقس کی تعریف میں تنوخی کے اشعار

سقیا لارض صفاقس ذات المصانع والمصلی
محمی القصیر الی الخلیج فقصرها السامی المعلی
بلد یکاد یقول حین تزوره اھلا وسھلا
وکانہ والبحر یحسر تارۃ عنہ ویملا

[1] افریقہ کا ایک شہر جہاں بڑے بڑے علما اور فضلا پیدا ہوئے۔ (رئیس احمد جعفری)

یعنی !

اللہ صفاقس کی سرزمین کو شاداب رکھے جہاں بڑی عمارتیں اور عبادت گاہیں ہیں۔ یہ خلیج پر قیصر کا مقام ہے۔ جس کا بلند و بالا قطعہ آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ یہ وہ شہر ہے کہ زائر جب یہاں وارد ہوتے ہیں۔ تو یہ اہلاً و سہلاً کہہ کر ان کی پیشوائی کرتا ہے۔ سمندر بھی تیری آرزو سے بے قرار ہے، کبھی قرب حاصل کر لیتا، اور کبھی سر پٹک واپس چلا جاتا ہے۔ !

لہروں کو یہ گوارا نہیں کہ وہ رقیبوں کو تجھ سے ہم کنار دیکھیں، اور دیکھتی رہیں وہ منہ پھیر کر چل دیتی ہیں۔

صفاقس کی ہجو ایک شاعر کی زبان سے

ان اشعار حمد کے برعکس ادیب بارع ابو عبداللہ محمد بن التمیم، جو نہایت پرگو اور ندرت پسند شاعر تھے، صفاقس کی ہجو میں فرماتے ہیں۔ !

صفاقس لاصفا عیش لساکنہا ولاسقی منہا غیث اذا امانسکبا
ناھیك من بلدۃ حلّ ساحتہا عانی بہا العادیین الروم والعربا
کم ضل فی البر مسلوبًا بضاعتہ وبات فی البحر یشکو الاسر والعطبا
قدعاین البحر من لوم لقاطنہا فکلما ھم ان یدنو لہا ھربا

یعنی،

صفاقس ــــ یہاں کے رہنے والے کیا جانیں عافیت کیا ہوتی ہے؟ بارش تو ہوتی ہے۔ لیکن یہاں کی سرزمین سیراب نہیں ہوتی۔

اس شہر کی تعریف میں بس اتنا کافی ہے کہ، جو بھی آیا، یا تو رومیوں کی دست برد کا شکار ہوا یا عربوں کی۔ جو یہاں خشکی کے حصہ میں پہنچا اس نے اپنی ساری پونجی گنوادی، اور جو دریا میں (کشتی میں) ہے تو یا تو گرفتار ہوا، یا ہدف مصائب، دریا نے یہاں کی زار و زبوں حالی دیکھ لی ہے۔ جب بھی قدرت اسے شہر سے قریب کر دیتی ہے وہ دور بھاگ جاتا ہے۔

شہر قابس، راستے کی منزلیں اور پڑاؤ

غرض صفاقس سے رخصت ہو کر شہر قابس میں پہنچے اور اندرون شہر میں قیام کیا۔ یہاں غضب کی بارش

ہو رہی تھی۔ لہٰذا ہم زیادہ قیام نہ کر سکے۔ صرف دس دن رہ سکے۔ جب میں نے شہر قابس سے کوچ کیا۔ اور طرابلس کی طرف بڑھا تو راستہ میں بعض منزلوں میں سو اور سو سے زیادہ تک سوار ہمارے جلو میں رہے ان میں ایک تیر انداز جماعت بھی تھی جس کے خوف اور دہشت سے عرب قزاق ایسے دبکے کہ اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اس طرح خدا نے ہمیں ان قزاق عربوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ قابس اور طرابلس کے مابین دوران سفر میں ایک منزل پر عید الضحیٰ کا تہوار بھی آیا۔ اور مراسم عید سے فارغ ہو کر کچھ دنوں روز ہم طرابلس پہنچ گئے۔

طرابلس الغرب میں داخلہ

صفاقس میں دس دن گذار کر ہم شہر طرابلس[1] پہنچے۔ اس شہر کی دل کشی نے مجھے روک لیا۔ چنانچہ طرابلس میں میرا قیام خاصا رہا۔

ایک بات اور قابل ذکر ہے صفاقس کے دوران قیام میں تیونس[2] کے ایک سر برآوردہ شخص کی لڑکی سے میں نے شادی کر لی تھی لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی، یہ رسم یہاں ادا ہوئی۔

جب یہاں سے جی بھر گیا تو پھر میں نے کوچ کی تیاری کی۔ اور آخر محرم ۲۶ھ میں یہاں سے رخصت ہو گیا، میرے ساتھ میری نئی بیوی[3] تھی۔ میں نے پرچم کارواں اپنے ہاتھ میں لیا اور سب سے آگے آگے چلنے لگا۔ تیونس سے جو سوار ہمارے ساتھ چلے تھے۔ وہ بارش اور سردی کے خوف سے وہیں طرابلس میں رک گئے۔ لیکن ہم نے پرواہ نہ کی اور منزل مقصود کی طرف بڑھتے رہے۔

---

[1] یہ بھی بہت قدیم شہر ہے، اور قدیم تہذیبوں کے کھنڈر پر اس کی بنیاد پڑی ہے، کبھی یہ آزاد تھا، پھر فرنگی اقتدار میں آگیا، اٹلی کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس نے ایسے ننگ انسانیت مظالم یہاں کے نہتے اور معصوم باشندوں پر توڑے جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ اقبالؔ نے یہیں کی ایک جاں بار مجاہدہ کے لئے کہا ہے، فاطمہ تو آبروئے ملت اسلام ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے طفیل میں یہ بھی آزاد ہو چکا ہے۔ [2] اصل کتاب میں "بعض اہل تونس" ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] ابن بطوطہ کو نئی نئی شادیاں کرنے کا بہت شوق تھا، طویل سیاحت کے دوران میں جہاں جی چاہا شادی رچالی پھر طلاق۔

(رئیس احمد جعفری)

راستے میں کئی شہر بڑے مسلاتت اور مسراتت، اور قصور سرت وغیرہ سے گذرتے ہوئے ہم برابر رواں دواں چلتے رہے۔ راستے میں عرب اور قزاقوں نے انہیں لوٹنا اور ہم پر غارت گری کرنی چاہی۔ لیکن قدرت کی کارفرمائی کے قربان جایئے۔ ان کا یہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آسکا۔ اسی اثنا میں ہم جنگل کے وسط میں پہنچ گئے۔ اور اب جو آگے بڑھے تو برصیصا عابد پر جاکر دم لیا۔

برصیصا عابد میں بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرے، چنانچہ وہاں سے روانہ ہوکر ہم قبہ سلام آگئے،

قبہ سلام میں ہمیں وہ سوار مل گئے جو طرابلس میں رہ گئے تھے۔

بیوی کو طلاق، خسر سے جھگڑے کے باعث

یہاں ایک اور بات ہوئی، مجھ میں اور میرے خسر میں جھگڑا ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اس کی لڑکی کو طلاق دے دی۔

نئی شادی

اور پھر یہیں فاس[1] کے ایک طالب علم کی لڑکی سے شادی کرلی، قصر زعاقیہ میں رخصتی کی رسم انجام پائی، دوستوں کو میں نے دعوت ولیمہ بھی نہایت اہتمام اور تکلف سے دی۔ جس کے باعث سواروں کے دستہ کو ایک دن مزید یہاں رکنا پڑا،

اسکندریہ

سیر و نظر، اور حالات و کوائف

پہلی جمادی الاول کو ہم شہر اسکندریہ میں وارد ہوئے، خدا اس کی حفاظت کرے، یہ (مسلمانوں کی) محفوظ سرحد اور مرغوب قطعۂ ارض ہے۔

یہاں کی عمارتیں عجیب الشان، مضبوط اور محکم ہیں، قابل صد تحسین، اور جوہر تحصین سے آراستہ، یہ

---

[1] یہ بھی افریقہ کا مشہور اور قدیم شہر ہے، جہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ (رئیس احمد جعفری)

دین کے مآثر بھی ہیں، اور دنیا کے بھی، یہاں کا ظاہر بھی باوقار اور پرشکوہ ہے، اور باطن بھی مرغوب اور موجب لطف، ان بھاری بھرکم اور مضبوط و محکم عمارتوں کا ایک یہ پہلو خاص طور پر دل پر نقش ہو جاتا ہے کہ جمال و کمال کے اعتبار سے یہ لاثانی ہیں، ان عمارتوں کو اگر ان کی درخشانی اور تابانی کے اعتبار سے ایک چمکدار اور بڑے سے موتی سے تشبیہ دی جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اپنی رعنائی، دلکشی، اور خوبی میں یہ عروس نو سے مشابہ ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ مغرب (افریقہ) کو اگر سربلندی اور مقام عظمت حاصل ہے تو اسی اسکندریہ کے طفیل ہیں۔

یہ شہر مشرق اور مغرب کے ٹھیک بیچوں بیچ واقع ہے۔ لہٰذا مشرق کی تمام بدیع خوبیاں، اور مغرب کے تمام طرفہ محاسن اس کے حصہ میں آگئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس شہر کی توصیف و تحسین میں جو کچھ کہا گیا ہے، اور کہا جاتا ہے وہ ذرا بھی بعید از حقیقت نہیں ہے۔ ابو عبید نے اپنی کتاب "المسالک" میں اس کے عجائب و غرائب کا ذکر بڑے دل نشین پیرایہ میں پورے بسط اور تفصیل سے کیا ہے۔

اسکندریہ کے دروازے اور لنگرگاہ

شہر اسکندریہ کے چار دروازے ہیں۔

۱۔ باب السدرہ —— سڑک یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ اور اہل مغرب اسی جانب سے آمدورفت رکھتے ہیں۔

۲۔ باب رشید —— یہ ایک عام گذرگاہ ہے۔

۳۔ باب البحر —— اسے بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے۔

۴۔ باب الاخضر —— یہ صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے، یہاں کے مزارات و مقابر کی زیارت کے لیے عام لوگ اسی طرف سے نکلتے ہیں۔

اسکندریہ کی سی لنگرگاہ ساری دنیا میں میری نظر سے نہیں گذری، سوا ہندوستان میں، کولم اور کالی کٹ کے، یا کقار کی لنگرگاہ بلاد اتراک میں یہ مقام سرادق یا پھر زیتون کی لنگرگاہ جو ملک چین میں واقع ہے، —— ان سب کا ذکر آگے چل کر میں کروں گا۔

منارۂ اسکندریہ

منارۂ اسکندریہ کی شہرت سن کر اسے دیکھنے گیا تو دیکھا کہ اس کا ایک جانب منہدم ہے، یہ منارہ

ایک وسیع اور بہت بلند عمارت ہے، جو اونچا ہوتا چلا گیا ہے، اس کے دروازے کے عین سامنے ایک اور عمارت مرتفع ہے، جس کی بلندی دروازہ ہی کی طرح ہے۔ اس عمارت اور منارہ کے دروازہ کے درمیان لکڑی کے تختے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن کے اوپر سے گذر کر مینار کے دروازہ میں جا سکتے ہیں۔ اگر یہ تختے اٹھا لئے جائیں تو پھر مینار کے دروازہ میں جانے کا کوئی راستہ نہیں، اس منارہ کے دروازہ میں محافظوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس کے اندر آمد و رفت کا دروازہ نو بالشت چوڑا ان دس بالشت طویل ہے چاروں پہلو ایک سو چالیس بالشت کے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑے ٹیکرے پر بنایا گیا ہے۔ اور اس کے اندر بہت سے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ایسے مستطیل میدان میں واقع ہے جس کے تین اطراف کو دریا نے اس طرح گھیرا ہے کہ وہ شہر پناہ سے مل گیا ہے۔ اس لئے ماسوا شہر کے کسی اور باب سے خشکی کا راستہ نہیں، اسی مستطیل میدان میں منارہ کے قریب اسکندریہ کا قبرستان ہے۔ ۷۵۰ھ میں بلاد و مغرب کی سیاحت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو پھر اس مینار کو دیکھنے گیا۔ اس وقت میں نے اسے اتنی خراب اور شکستہ حالت میں پایا کہ اس کے دروازہ تک چڑھنا اور پہنچنا غیر ممکن تھا۔ اس منارہ سے متصل ملک ناصر نے ایک اور مینار کی بنا ڈالی تھی۔ لیکن تکمیل سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔

جب میں اسکندریہ میں وارد ہوا تو وہاں کا امیر ایک شخص صلاح الدین تھا۔ اسی زمانے میں افریقہ کا معزول سلطان زکریا ابو یحییٰ ابن احمد بن ابی حفص معروف بہ لحیانی بھی وہاں موجود تھا۔ اور ملک ناصر کے حسب الحکم اسکندریہ کے خاص ایوان شاہی میں اسے اتارا گیا تھا۔ اور اس کے مصارف کے لئے بطور وظیفہ روزانہ سو درہم مقرر کئے گئے تھے۔ اس معزول سلطان کے ساتھ اس کے بیٹے عبدالواحد اور مصری، اور اسکندری، اور اس کا حاجب ابو زکریا ابن یعقوب اور اس کا وزیر عبداللہ ابن یاسین بھی تھا، سلطان یحییٰ اور اس کے بیٹے اسکندری کا یہیں انتقال ہوا، اور اس کا بیٹا مصری اب تک موجود ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ یہ کتنی عجیب بات اور کیسا حیرت انگیز اتفاق ہے کہ لحیانی کے بیٹوں کے نام کا اثر بالکل وہی مرتب ہوا۔ اسکندری اسکندریہ میں رہا۔ اور مصری کو ایک عرصہ تک زندہ رہا۔ لیکن اسے مصر رہنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ اور عبدالواحد۔ اندلس۔ مغرب اور افریقہ تمام مقامات میں پھرتا رہا اور پھر یہیں جزیرۂ جربہ میں انتقال کیا۔

ذکر بعض علماء اسکندریہ و مشاہیر و فضلا

یہاں کے مشاہیر علماء میں سے قاضی عماد الدین کندی ہیں۔ علم اللسان میں انہیں امام الائمہ کا درجہ حاصل ہے۔ اس قدر بڑا عمامہ باندھتے تھے۔ کہ اپنی سیاحت کے دوران میں نے مشرق سے مغرب تک کسی کا اتنا بڑا عمامہ نہیں دیکھا۔ ایک دن فاضل موصوف صدر محراب میں تشریف فرما تھے تمام محراب ان کے عمامہ سے پُر معلوم ہوتی تھی۔

منجملہ فضلائے اسکندریہ کے فخر الدین ابن الریغی بھی ہیں۔ یہ اسکندریہ میں عہدہ قضا پر مامور تھے فاضل شخص ہیں۔ اور اہل علم میں گنے جاتے ہیں۔

ایک پُرلطف اور دلچسپ حکایت، قاضی فخر الدین کی

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی فخر الدین الریغی کے دادا ریغہ کے رہنے والے تھے۔ پہلے ان کا شغل تحصیل علم رہا۔ پھر حجاز کا سفر کیا۔ چنانچہ رات کے وقت اسکندریہ پہنچے۔ جیب خالی تھی۔ اس لیے پہلے تو یہ ارادہ کیا کہ ابھی شہر کے باہر ہی قیام کرنا چاہیے۔ جب کوئی مناسب فال سننے میں آئے۔ تب شہر کا قصد کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسکندریہ کے دروازہ کے قریب ہی بیٹھے رہے۔ جب شہر کے اندر جانے والے سب لوگ داخل ہو چکے۔ اور دروازہ بند ہونے کا وقت قریب آیا۔ اور ان کے سوا کوئی باہر باقی نہ رہا تو دروازہ کا محافظ اس تاخیر سے بہت بگڑا اور نہایت سخت لہجہ میں کہا "جناب قاضی صاحب یہاں کیوں تشریف فرما ہیں۔ اندر جائیے" قاضی نے جواب میں "ان شاءاللہ" کہا اور جا کر ایک مدرسہ میں علماء و فضلاء کے طریقہ کے مطابق تعلیم دینا شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ ان کی تدریس کا شہرہ ہوا اور ان کی شہرت سے شہر کے بام و در گونجنے لگے۔ چنانچہ علماء و فقہا کا انبوہ جمع تھا۔ یہاں تک کہ اس کا چرچا بادشاہ مصر تک پہنچا۔ اتفاق کی بات اسی زمانہ میں اسکندریہ کے قاضی کا انتقال ہو گیا تھا ان میں سے ہر ایک لائق و فائق تھا۔ اور مستحق تھا کہ یہ عہدۂ قضا اسے عطا ہو۔ اور ہر شخص کے متعلق اس کے کمال کے خیال سے یہ گمان ہوتا تھا کہ عہدہ قضا پر یہی فائز ہوگا۔ اور قاضی فخر الدین کے دادا کی طرف ان حضرات کے مقابلہ میں کسی کو وہم بھی نہ تھا کہ یہ عہدہ ان کی قسمت میں ہے سلطان نے ان کے نام عہدہ قضا پر تقرری کا پروانہ بھیجا۔ آپ نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ تمام لوگوں میں منادی کر دو جو کوئی بھی کسی قسم کی نزاع و خصومت کے سلسلہ میں انصاف کا طالب ہو پیش ہو۔ اور فوراً ہی مسند قضا پر متمکن ہو گئے۔

اس اثنا میں شہر کے فقہا اور دوسرے سربرآوردہ حضرات مجتمع ہوئے۔ اور بالاتفاق ایک شخص کے لئے جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ یہی عہدہ قضا پر متمکن ہوگا۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص حق دار نہیں سلطان کو لکھنے کا فیصلہ کیا۔ کہ اپنا حکم واپس لے لے۔ کیونکہ جس شخص کو قاضی مقرر کیا گیا ہے۔ لوگ اس کے خلاف ہیں۔ اس مجلس میں ایک کامل نجومی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا خبردار ایسا نہ کرنا کیونکہ میں نے اس نئے قاضی کے دور ولایت کا طالع دریافت کیا ہے۔ از روئے علم نجوم یہ ثابت ہوا کہ چالیس سال تک یہ شخص ضرور حکومت کرے گا۔ چنانچہ اس نجومی کے باعث سب لوگ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔ اور سلطان کی خدمت میں حکم کی منسوخی کے لئے نہ کوئی عرضی پیش کی۔ اور نہ کوشش کی۔ الغرض جیسا اس نجومی نے کہا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ اور ان کا عہد قضات نہایت عدل ونزاہت کے ساتھ بسر ہوا۔

منجملہ فضلائے اسکندریہ کے وجیہ صنہاجی ہیں۔ جو علم وفضل میں شہرۂ آفاق ہیں۔ اسی طرح شمس الدین بھی مرتبۂ شہرت پر فائز ہیں۔

اسکندریہ کے اصحاب باطن اور اہل اللہ کا تذکرہ

اسکندریہ کے صالحین اور اولیاء میں سے شیخ ابو عبداللہ فارسی بھی تھے۔ جن کا شمار کبار اولیاء اللہ میں تھا۔ مشہور ہے کہ جب آپ نماز کا سلام پھیرا کرتے تو آپ کو غیب سے اس سلام کا جواب ملا کرتا۔

اس طرح وہاں کے اولیائے کرام میں ایک بزرگ خلیفہ تھے۔ یہ بہت بڑے صاحب علم اور زاہد ومتقی تھے۔ صاحب کشف وکرامت بھی تھے۔

شیخ خلیفہ کی کرامت، خواب میں دیدار رسول ﷺ

مجھ سے بعض ثقات نے بیان کیا کہ شیخ خلیفہ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ تم میری زیارت کو آؤ! چنانچہ یہ فوراً ہی راہی مدینہ ہوئے اور مسجد نبوی کے باب اسلام میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد ادا کی۔ اور آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا۔ اور ایک ستون سے ٹیک لگا کر اپنے دونوں گھٹنوں میں سر رکھ کر بطور مراقبہ حضرات صوفیائے کرام کے طریقہ کے مطابق بیٹھے رہے، جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ ان کے سامنے چار روٹیاں ایک برتن میں دودھ اور ایک طبق کھجوروں کا

رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے کھایا اور اسکندریہ واپس چلے گئے۔ اور
اس سال حج نہ کیا۔

ایک اور صاحب کرامت بزرگ، میرے بارے میں پیش گوئی

اسکندریہ کے اولیائے کرام میں جو اس زمانہ میں موجود تھے۔ امام وقت عالم یکتا زاہد و متقی خد
سے ڈرنے والے ایک بزرگ برہان الدین اعرج تھے جن کا شمار وقت کے بہت بڑے عابدوں او
زاہدوں میں ہوتا تھا۔ اپنے زمانہ قیام اسکندریہ میں مجھے ان سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ اور تین دن تک
میں ان کا مہمان بھی رہا تھا۔ یہ بھی صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم بلاد دور دراز کی سیاحت
کرو گے، تمہارا تمام بلاد کی سیاحت اور گشت کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا ارادہ تو ہے
حالانکہ اس زمانہ میں اس قدر ممالک دور دراز مثلاً ہند اور چین اور اچین وغیرہ کی سیاحت کا خیال بھ
نہ تھا۔ فرمایا انشاءاللہ تم میرے بھائی فریدالدین سے ہندوستان میں رکن الدین ذکریا سے سندھ اور
برہان الدین سے چین میں ضرور ملو گے، تو ان سے میرا سلام کہنا۔ مجھے آپ کے اس ارشاد سے بڑا
تعجب ہوا اور اس مسافت بعیدہ کا خیال کرکے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غرض شیخ کے حسب
ارشاد واقعی مجھے یہ سیاحت پیش آئی، ان مقامات میں میرا گذر بھی ہوا، اور ان حضرات سے ملا بھی، اور
آپ کا سلام بھی ان حضرات تک پہنچا دیا۔

رخصت ہوتے وقت آپ نے چند درہم بطور زاد راہ عنایت فرمائے تھے۔ اور ان درہموں کو
میں نے بڑی احتیاط سے رکھا۔ اور جب تک یہ میرے پاس رہے مجھے خرچ کی کبھی کمی نہیں پڑی
اور نہ ان درہموں کے صرف کرنے کی نوبت پیش آئی۔ بحری سفر میں کفار ہند نے جہاں میرا سارا مال
اسباب لوٹ لیا اس میں وہ درہم بھی لوٹ لئے۔

منجملہ صالحین اولیائے اسکندریہ کے شیخ یاقوت حبشی بھی ہیں، یہ بہت بڑے بزرگ ا
عبدالعباد مرسی کے مریدین میں سے تھے۔ انہیں حضرت ابی الحسن شاذلیؒ سے بیعت حاصل تھی۔ جو
بہت بڑے صاحب کرامات جلیلہ اور مقامات عالیہ گذرے ہیں۔

شیخ ابوالحسن شاذلی کی وفات عجب طرح سے

شاذلی کی کرامت کے متعلق شیخ یاقوت بہ سند اپنے مرشد شیخ ابی العباس مرسی بیان کرتے ہیں کہ آپ ہر سال سعید مصر کی راہ سے حج کرنے تشریف لے جایا کرتے اور ماہ رجب سے تاانقضائے حج مکہ معظمہ کی مجاورت کیا کرتے پھر روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوکر براہِ رب کبیر اپنے وطن واپس تشریف لاتے۔ ایک سال جو آپ کی حیات کا آخری سال تھا۔ آپ اپنے شہر سے نکلے اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک کلہاڑی، ایک ٹوکری، کچھ حنوط اور میت کی تجہیز و تکفین کا سامان ساتھ لیتے آنا۔ خادم نے عرض کیا یا سیدی یہ سامان آپ کیوں طلب فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مقام حمیثرا میں معلوم ہوجائے گا۔ جب شیخ ابوالحسنؒ اور آپ کا خادم وہاں پہنچے تو آپ نے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ دوسری رکعت کے آخری سجدہ میں جان بحق تسلیم کیا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔ مجھے آپ کے مزار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور تعویذ پر آپ کا اسم مبارک اور نسب نامہ لکھا ہے۔ جو امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملتا ہے۔

اسکندریہ میں عیسائیوں کا زور

۷۲۷ھ مقام اسکندریہ ایک واقعہ کی خبر ہمیں مکہ معظمہ میں ملی، یہاں کے مسلمان اور عیسائی تاجروں میں سخت جھگڑا ہوا۔ اس وقت یہاں کا امیر ایک شخص مسمی کرکی تھا۔ یہ نصاریٰ کی حمایت پر کمر بستہ تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا۔ کہ سب لوگ دونوں فصیلوں کے درمیان جمع ہوں۔ جب تمام مسلمان وہاں جمع ہوگئے تو اس نے ان کے نکلنے کے تمام دروازے سزا کے طور پر بند کر دیئے، لوگوں کو اس کی یہ کاروائی بہت نامرغوب اور بری معلوم ہوئی۔ مسلمانوں نے دروازہ توڑ ڈالا، حاکم اسکندریہ کی قیام گاہ پر دھاوا بول دیا۔ آخر امیر اسکندریہ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اور وہیں مقابلہ کرنے لگا۔ اس واقعہ کی خبر نامہ بر کبوتر کے ذریعہ ملک ناصر کو ہا۔ اس نے ایک بہت بڑا افسر جس کا نام جمالی تھا۔ اسکندریہ روانہ کیا۔ اور اس کے بعد ایک اور دوسرا افسر روانہ کیا۔ جس کا نام طوغان تھا۔ یہ نہایت جابر اور سنگ دل نیز دین میں متہم تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ آفتاب پرست تھا۔ ہر دو اشخاص اسکندریہ پہنچے۔ اور یہاں کے بڑے بڑے مسلمان عمائد اور نامی نامی تجار کو یعنی آل کو یک اور دوسرے لوگوں کو ماخوذ کر لیا، اور ان سے بہت سارا مال ہتھیالیا

مجھے شوق دیدار کشاں کشاں لے چلا

چنانچہ شہر اسکندریہ سے ان بزرگ کی خدمت میں سعادت اندوز ہونے کے لئے میں بھی چل پڑا اور قطع مسافت کرتا ہوا ایک قصبہ میں جس کا نام تروجہ تھا۔ پہنچا۔ اس قصبہ کی اسکندریہ سے نصف دن کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا قصبہ ہے کہ یہاں قاضی امیر اور ناظر سب لوگ مامور ہیں۔ یہاں کے لوگ باخلاق بامروت تھے۔ یہاں کے قاضی صفی الدین اور خطیب فخر الدین نیز ایک اور فاضل سے کہ جنکا نام مبارک الدین اور زین الدین لقب تھا ملا۔ یہاں کے ایک بہت بڑے جلیل القدر۔ فاضل۔ عابد۔ زاہد اور بزرگ کے یہاں فروکش ہوا جن کا نام عبدالوہاب تھا۔ یہاں کے ناظر زین الدین ابن الواعظ نے میری ضیافت کی اور دریافت فرمایا کہ آپ کے شہر کی کیا آمدنی ہے۔ میں نے عرض کیا بارہ ہزار دینار سرخ۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ اس قصبہ کے محاصل بہتر ہزار دینار ہیں مصر کی آمدنی جو زیادہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ساری آمدنی بیت المال کی ہے۔

شہر دمنہور، میری آمد اور میرے تاثرات و مشاہدات

تروجہ سے روانہ ہو کر شہر دمنہور پہنچا۔ یہاں کے محاسن بکثرت اور خوبیاں بیحد ہیں۔ اگر اس شہر کو تمام سواحل کے بلاد کا ام مدن کہا جائے تو درست ہے۔ کیونکہ سواحل پر جتنے بلاد ہیں سب کا دارو مدار اسی شہر پر ہے اس زمانہ میں اس شہر کے قاضی فخر الدین ابن مسکین تھے۔ یہ فقہائے شافعیہ میں سے تھے عماد الدین کندی اسکندریہ کے عہدۂ قضائت سے معزول کر دیئے گئے تھے۔ تو ان کی جگہ یہی مامور ہوئے۔ مجھے ایک معتبر شخص سے خبر ملی ہے کہ اس عہدے کو حاصل کرنے کے لئے فخر الدین ابن مسکین نے پچیس ہزار درہم یعنی ہزار اشرفیاں صرف کیں۔

شہر فوا پر ایک نظر، ایک فرحت افزا اور پر رونق مقام

یہاں سے ہم شہر فوا روانہ ہوئے۔ یہ عجیب المنظر شہر بہت بھایا، یہ باغات کثیرہ اور فوائد خطیرہ کا حامل ہے۔ شیخ ابی النجاۃ ولیؒ کا شہر میں مزار ہے۔ یہ بہت بڑے نامی اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔ انہیں ان ممالک کا ”خبیر“ کہتے ہیں۔ یہاں سے شیخ ابی عبداللہ مرشدی کا زاویہ بہت قریب ہے جنکی زیارت کے لئے میں روانہ ہوا تھا۔ شہر اور اس زاویہ کو ایک خلیج جدا کرتی ہے۔ جب میں اس شہر میں پہنچا تو

قاضی عمادالدین کے گلے میں طوق ڈال دیا۔ اور چھتیس آدمیوں کو بذریعہ سولی دو صفیں کر کے قتل کر دیا۔ اور ہر فرد کے دو دو ٹکڑے کر دیئے۔ مسلمانوں پر یہ سارے مظالم جمعہ کے دن ٹوٹے۔ جب لوگ حسب عادت جمعہ سے فارغ ہو کر زیارت قبور کے لئے نکلے تو کشتوں کے پشتے دیکھ کر سب کو نہایت افسوس ہوا۔ جو لوگ سولی دیئے گئے۔ ان میں ایک بہت بڑا کبیر المنزلت سوداگر تھا۔ جسے لوگ ابن رواحہ کہتے تھے۔ اس سوداگر کے یہاں ایک سلاح خانہ تھا اس میں بکثرت اسلحہ رہا کرتا تھا۔ جب کسی طرح کا اندیشہ ہوتا تو اس سلاح خانہ سے سو دو سو آدمیوں کو مسلح کر سکتا تھا۔ صرف اسی کا نہیں بلکہ اسکندریہ میں بہت سے لوگوں کے اسی طرح کے سلاح خانے تھے۔ دونوں سرداروں کے سامنے ابن رواحہ کے منہ سے اتفاقیہ یہ نکل گیا کہ میں اس شہر کا ذمہ دار اور ہر طرح کے فتنہ وفساد کا ضامن ہوں۔ اس بلوہ کو رفع کرنے کے لئے جو سلطانی فوج مقرر ہوئی ہے میں اس کی تنخواہ بچا سکتا ہوں۔ ان دونوں سرداروں کو ابن رواحہ کی یہ بات بہت ناگوار گذری یہ کہہ کر کہ تیرا سلطان پر یورش کرنے کا ارادہ ہے؟ اسے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اس غرض سے اس مرحوم کا مطلب سلطان کی خیر خواہی اور خدمت گذاری تھی۔ جو اس کے قتل کا باعث بنی۔

ایک صاحب کرامت بزرگ

اپنے زمانہ قیام اسکندریہ میں لوگوں سے سنا کرتا تھا کہ ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ شیخ صالح عابد تارک الدنیا، اور ساری دنیا سے بے نیاز ابوعبداللہ المرشدی ایک زاویہ میں رہائش پذیر ہیں۔ جو ان کے کسی مرید نے بنوا دیا ہے وہاں گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے ہیں۔ نہ رفیق نہ خادم تمام وزرا امرا اور قبائل اقوام ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ شیخ مذکور جو شخص جس چیز کی نیت کر کے آتا ہے۔ خواہ شیر بنی، خواہ میوہ اور خواہ کھانا اسے وہی کھلاتے ہیں۔ اکثر لوگ بے فصل کی چیزوں کی نیت کر کے آتے ہیں۔ ان کو بھی نیت کی ہوئی چیزیں ملتی ہیں بڑے بڑے فقہا بغرض استمداد و حصول مناصب آتے ہیں۔ کسی کو عہدہ پر ماموری کا حکم دیتے ہیں اور کسی کو عہدہ سے معزولی کا الغرض جو بات آپ کی زبان سے نکل جاتی ہے۔ وہی ظہور میں آتی ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے متواترات میں سے ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ سمجھنا چاہئے۔ آپ کی خدمت میں ملک ناصر بھی بارہا حاضر ہوا ہے۔

خلیج پار کر کے قبل نمازِ عصر شیخ کے زاویہ میں پہنچا۔اس وقت آپ کی خدمت میں امیر سیف الدین ملک حاجگی حاضر تھے۔اور زاویہ کے باہر اپنے لشکر سمیت اترے تھے۔جب میں حاضر ہوا تو آپ نے اٹھ کر معانقہ کیا اور کھانا منگا کر کھلایا، وہ سیاہ بالوں کا جبہ زیبِ تن کئے ہوئے تھے،جب نمازِ عصر کی جماعت تیار ہوئی تو مجھے امام بنایا،جب تک میں وہاں موجود رہا اسی طرح برابر مجھے جماعت نماز کا امام بناتے رہے۔جب مجھے نیند آنے لگی تو فرمایا۔چھت پر جا کر سو رہو موسم گرما کی وجہ سے نیچے بہت گرمی ہوتی ہے۔میں نے امیر سیف الدین سے کہا آپ بھی چلئے چھت پر فرمایا کہ ہم صرف اپنی جگہ ہی پر سوتے ہیں غرض میں سونے گیا تو دیکھا کہ یہاں ایک بوریہ۔ایک چمڑہ کا فرش، وضو کرنے کے لئے ایک برتن اور پینے کے پانی کا ایک گھڑا میرے لئے رکھا تھا۔میں لیٹا اور سو گیا۔

شیخ رشدی کی کرامت اور زیارت

جس رات میں زاویہ کی چھت پر سویا خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے پرندے پر سوار ہوں، وہ پرندہ پہلے تو مجھے قبلہ کی سمت اڑا لے گیا۔پھر دائیں طرف یعنی جانب مشرق۔پھر بائیں جانب یعنی جانب جنوب۔پھر دور تک جانب شرق اڑا لے گیا۔اور ایک اندھیرے سبزہ زار میں اتار کر چھوڑ دیا۔ اس خواب سے میں بہت متحیر ہوا اور دل میں سوچا اگر شیخ نے میرے رویا کا مکاشفہ کیا تو بیشک وہ ولی ہی ہیں جیسے مشہور ہیں۔

فجر کی نماز کو اٹھا تو آپ نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھایا اس کے بعد امیر ملک شیخ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا آپ نے اسے رخصت فرمایا۔نیز تمام حاضر زائرین کو بھی رخصت فرمایا۔اور سب کو ناشتہ کے لئے چھوٹی چھوٹی روٹی کی ٹکیاں عنایت فرمائیں۔جب میں اشراق کی نماز پڑھ چکا تو شیخ نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم نے کوئی خواب دیکھا ہے میں نے بالتفصیل سارا خواب عرض کر دیا۔آپ نے فرمایا کہ تم کو حج اور زیارت نبی صلعم نصیب ہو گی۔ اور بلاد یمن۔ملک عراق۔بلاد ترک کی سیاحت کرو گے۔اور ہندوستان میں میرے بھائی دلشاد ہندی سے تمہاری ملاقات ہو گی۔یہاں تم پر ایک مصیبت بھی آئے گی۔جس سے وہ تمہیں بچائیں گے پھر آپ نے مجھے ٹکیاں اور چند درہم عنایت فرمائے۔اور میں رخصت ہوا اور اثنائے سفر میں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئی۔البتہ آپ کی بہت سی برکات مجھ پر ظاہر ہوئیں۔اگرچہ سفر میں بہت سے حضرات کبار سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔مگر آپ جیسا کوئی بزرگ نہ ملا۔سوا ہندوستان کے ایک ولی کامل سیدی محمد مولہ کے،

قاھرہ کی طرف کوچ

اب میں قاہرہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔!

شیخ ابن عبداللہ المرشدی سے رخصت ہو کر میں شہر تحراریہ میں داخل ہوا۔ اچھا شہر ہے۔ نیا نیا بسا ہے، بازار بڑے خوش منظر ہیں، یہاں کا امیر کبیر القدر ہے نام سعدی ہے۔ اس کا لڑکا فرمانروائے ہندوستان کی خدمت میں رہتا ہے جس کا ذکر آگے چل کر میں کروں گا۔

اس شہر کے قاضی صدر الدین سلمانی مالکی ہیں جن کا کبار علمائے مالکیہ میں شمار ہوتا ہے یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ملک ناصر کی طرف سے سفر عراق کیا تھا۔ اور بلاد حد بیہ کی قضائت پر مامور رہے تھے۔ ہیئت جمیلہ اور صورت حسنہ کے مالک ہیں یہاں کے خطیب شرف الدین سخاوی زمرہ صالحین میں سے ہیں۔

آبیار کا قدیم شہر اور وہاں کے عجیب رواج

اب شہر آبیار کو روانہ ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ہے۔ اور خوب سرسبز و شاداب ہے مساجد عالی شان بکثرت ہیں یہ شہر تحراریہ سے بہت قریب ہے دونوں شہروں کے مابین دریائے نیل واقع ہے یہاں بہت عمدہ عمدہ کپڑے بنے جاتے ہیں جو شام و عراق اور مصر میں بہت گراں قیمت پر فروخت ہوتے ہیں ایک عجیب بات یہ ہے کہ گو تحراریہ آبیار سے بہت قریب ہے مگر حیرت اس پر ہے کہ یہاں کے بنے ہوئے کپڑے تحراریہ کے باشندے بالکل نہیں پسند کرتے۔ یہاں کے قاضی عزیز الدین ملیجی شافعی سے ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے مرتبہ کے شخص اور نہایت کریم الاخلاق ہیں۔ میں آپ کے پاس "یوم الرکبہ" میں حاضر ہوا تھا۔ یہاں کے لوگوں نے اس دن کا نام "یوم ارتقاب ہلال رمضان" رکھا ہے۔ یعنی رمضان کا چاند دیکھنے کا دن انتیسویں شعبان کو دستور ہے کہ تمام فقہا اور اعیان شہر قاضی کی ڈیوڑھی پر جمع ہوتے ہیں۔ دروازہ پر ایک شخص جس کا لقب "نقیب المتعممین" ہے پر تکلف لباس پہنے سرکاری تمغے لگائے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ جب کوئی فقیہ یا سربرآوردہ آدمی آتا ہے تو نقیب مذکور اس آنے والے کے آگے ہو کر بآواز بلند "بسم اللہ سیدنا فلاں" یعنی اس کا نام لے کر کہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ تاکہ قاضی اور دوسرے لوگ معلوم

کر لیں کہ فلاں آدمی آیا ہے۔ پھر قاضی صاحب اور دیگر حاضرین اس آنے والے کی تعظیم کرتے ہیں اور نقیب اسے مناسب جگہ پر بٹھا دیتا ہے۔ جب سب جمع ہو جاتے تو قاضی اور عائدین شہر سوار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے پیچھے شہر کے تمام لوگ مرد۔ عورتیں اور لڑکے روانہ ہو کر اس بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں جو رویت ہلال کے لئے مخصوص ہے یہاں فرش وغیرہ کل سامان تیار رہتا ہے، یہ سب چاند دیکھتے ہیں۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپس آتے ہیں۔ اس وقت سب کے آگے شمعیں، قندیلیں اور مشعلیں بکثرت روشن ہوتی ہیں۔ دکاندار سر راہ اپنی دکانوں میں بھی خوب چراغاں کرتے ہیں۔ سب لوگ قاضی کی معیت میں اس کے مکان تک ساتھ جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانات چلے جاتے ہیں۔ ہر سال یہ رسم دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

شہر محلۃ الکبیرہ کی ایک خانقاہ

پھر یہاں سے شہر محلۃ الکبیرہ کی طرف چلا۔ یہ شہر بہت بڑا اور خوب آباد اور جامع محاسن ہے اس کا نام بھی نہایت سیدھا اور صاف ہے۔ اس شہر کا ایک قاضی قاضی القضاۃ اور امیر الامرائبھی ہے جب اس شہر میں میرا ورود ہوا تو یہاں کے قاضی القضاۃ عزالدین ابن الاشمرین تھے۔ جو یہاں سے دو فرسخ کے فاصلہ پر بیماری کی وجہ سے ایک باغ میں مقیم تھے۔ میں ابوالقاسم بن بنون مالکی تونسی جو قاضی کے نائب اور شرف الدین دمیری قاضی محلہ منوف کے ساتھ ملنے گیا۔ اور ایک روز وہاں قیام بھی کیا قاضی القضاۃ سے میں نے صالحین اور اولیاء کے دوران گفتگو میں سنا کہ شہر محلہ کبیرہ سے ایک دن کی مسافت پر بلاد برلس۔ اور نستر واقع ہیں۔ یہ بلاد صالحین کہلاتے ہیں۔ یہاں شیخ مرزوق صاحب مکاشفات کا مزار ہے۔ یہ سن کر میں ان شہروں میں گیا۔ اور شیخ مرزوق رحکی خانقاہ میں اترا یہاں کھجور کے باغات بکثرت ہیں۔ اور فواکہات کی بڑی بہتات ہے۔ دریائی پرندے بے شمار اور ایک قسم کی مچھلی جسے وہاں بلوری کہتے ہیں۔ بہت ہوتی ہے۔ جو شہر خاص حضرات صالحین کی طرف منسوب ہے اسے ملطین کہتے ہیں۔ یہ شہر اس بحیرہ پر واقع ہے جس میں نیل اور سمندر دونوں کے پانی مجتمع ہوتے ہیں۔ اس بحیرہ کا نام بحیرہ تنیس اور نستر ہے۔ بحیرہ کے قریب اسی مقام پر شیخ شمس الدین فلوی رح کے زاویہ میں فروکش ہوا جو بڑے بزرگ ہیں۔ تنیس کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا، لیکن اب ویران ہے۔

برلس یہ شہر دریا کے کنارہ پر واقع ہے۔

ہاتف غیب کی صدا، ایک حکایت عجیبہ و غریبہ

اور یہاں کے اتفاقات عجیبہ میں سے وہ حکایت ہے۔ جو ابو عبداللہ رازی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ یہاں کا قاضی جو منجملہ علمائے صالحین کے تھا۔ ایک مرتبہ رات کو دریا کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ کان میں یہ آواز آئی۔

لولا رجال لهم سرد يصومونا و اخرون لهم ورد يقومونا
لزلزلت ارضكم من تحتكم سحرا لانكم قوم سوء لا تبالونا

یعنی:۔

اگر ایسے لوگ نہ ہوتے جو برابر روزے رکھتے رہتے ہیں۔ اور اوراد و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔
تو صبح کو جب تم اٹھتے تو زلزلے کے جھٹکے تہ و بالا کر دیتے، کیونکہ تم بُرے اور ڈھیٹ لوگ ہو!

نماز ختم کر کے میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، مگر وہاں کون تھا؟ کسی کی چاپ تک نہ سنائی دی۔ میں سمجھ گیا یہ ہاتف غیبی کی تنبیہ تھی۔

جدید اور قدیم دمیاط اور وہاں کے قابل ذکر واقعات

اب میں رملہ گیا وہاں سے دمیاط روانہ ہوا، یہ وسیع اور کشادہ شہر ہے۔ یہاں مکانات اور باغات عجیب ترتیب سے ہیں۔ ہر طرح کی خوبیوں سے یہ شہر مالا مال ہے طرح طرح کے پھل اور میوے ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے مکانات لب دریا واقع ہیں۔ وہ بذریعہ ڈول دریا سے پانی بھر کر استعمال کرتے ہیں۔ اکثر مکانات تو اس طرح واقع ہیں کہ ان کا ایک درجہ پانی میں رہتا ہے۔ گویا گھر کے اندر ہی دریائے نیل میں اتر جاتے اور نہا لیتے ہیں۔ یہاں موز کے درختوں کی بڑی کثرت ہے۔ لوگ کشتیوں پر لاد کر بطریق تجارت مصر لے جاتے ہیں۔ اس شہر میں بھیڑوں کی وہ فراوانی ہے کہ دن رات چھٹی ہوئی پھرا کرتی ہیں۔ اور بکریوں کی وہ فراوانی ہے کہ اس شہر کے متعلق یہ مشہور ہے کہ دمیاط کی فصیل شیرینی اور کتے بکریاں ہیں۔

جب اس شہر میں کوئی مسافر داخل ہوتا ہے تو بلا اجازت اور حاکم کی مہر کے یہاں سے نکلنے نہیں پاتا۔ معززین کے لئے یہ طریقہ ہے کہ کاغذ کے ایک پرچہ پر مہر کر دی جاتی ہے۔ وہ اسے پھاٹک کے پہرے والوں کو دکھا دیتا ہے۔ اور عوام کے واسطے مہر صرف کلائی پر چھاپ دیتے ہیں۔ جب دروازے

سے باہر نکلتے لگتا ہے۔ تو اسے دربان کو دکھا دیتا ہے۔ یہاں دریائی پرندے بکثرت اور بہت مو
تازے ہوتے ہیں۔ اور جیسا خوش ذائقہ اور بلا حلاوت یہاں بھینس کا دودھ ہوتا ہے۔ ویسا کہیں نہ
ہوتا۔ بوری مچھلی یہاں بھی ہوتی ہے۔ شام و بلاد و روم میں تجارت کے لئے لے جاتے ہیں بیرون
سمندر اور نیل کے مابین ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جسے برزخ کہتے ہیں۔ یہاں ایک زاویہ اور مسج
بھی ہے۔ یہاں کے شیخ ابن قفل ہیں۔ بغرض دیدار شب جمعہ کو میں حاضر ہوا تھا۔ آپ کے
ساتھ فقرا کی بھی ایک جماعت تھی۔ جو اخیار و ابرار پر مشتمل تھی۔ ان کی ساری رات تلاوت قرآن
عبادت اور ذکر و شغل میں بسر ہوتی تھی۔

موجودہ شہر دمیاط نیا ہے۔ اور خوب آباد ہے۔ قدیم دمیاط اب ایک ویرانے سے زیادہ
نہیں، اسے ملک صالح کے زمانہ میں فرنگیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

طائفہ او رقلندریہ کا ذکر، بانیٔ طائفہ کے حالات اور واقعات

یہاں شیخ جمال الدین الساوی طائفہ قلندریہ کے پیشوا کا زاویہ ہے۔ اس گروہ کا یہ طریقہ ہے
کہ ڈاڑھی مونچھ اور بھویں سب منڈاتے ہیں۔ میرے زمانے میں یہاں کے شیخ فتح تکروری تھے
شیخ جمال الدین ساوی کی ڈاڑھی اور بھویں وغیرہ منڈوانے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ حد درجہ
حسین و خوب رو تھے۔ ساوہ کی ایک عورت فریفتہ ہوگئی۔ پیام سلام بھیجتی اور راستے میں آپ کو
چھیڑتی۔ اور آپ سے ملنے کی آرزو مند رہتی۔ لیکن یہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ جب ہر طرح سے
تھک گئی تو ایک کٹنی کو مامور کیا۔ مسجد کے راستے میں عورت کا مکان تھا وہ کٹنی دروازہ پر ایک
لفافہ ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوگئی۔ جب گذرے تو اس نے عرض کیا۔ "یا سیدی آپ اچھی طرح پڑھ
بھی سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں" تب اس نے وہ لفافہ پیش کر کے عرض کیا کہ "میرے بیٹے کے
پاس سے یہ خط آیا ہے ذرا پڑھ کر سنا دیجئے۔" شیخ نے فرمایا "اچھا" لفافہ کھولا ہی تھا کہ کہنے لگی
میری بہو کھمبے کی آڑ میں کھڑی ہے۔ ذرا آپ اسے وہاں پڑھ کر سنا دیں کہ وہ بھی سن لے بڑا
کرم ہوگا۔ شیخ نے منظور فرمالیا۔ جب آپ ڈیوڑھی کے اندر گئے تو کٹنی نے مکان کا دروازہ بند کر لیا
اور وہ عورت جو فریفتہ تھی۔ سامنے نکل آئی۔ اور اس کی چھوکریاں بھی نکل کر جمع ہوگئیں، عورت نے
رگاوٹ شروع کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اب میں کسی طرح ——— نہیں بچ سکتا۔ تو اس سے
کہا کہ اب تو میں تمہارے بس میں ہوں۔ لیکن ذرا بیت الخلا ہو آؤں۔ عورت نے شیخ کو بیت الخلا

بلایا۔ آپ اپنے ساتھ پانی لے کر اندر گئے۔ استرا پہلے سے پاس تھا۔ فوراً اپنی ڈاڑھی مونچھ بھویں ابرو کا صفایا کر دیا۔ اور پھر نکل آئے۔ اسے ایک قبیح صورت دیکھ کر نفرت پیدا ہو گئی اور حکم دیا کہ آپ کو باہر نکال دیا جائے۔ اس طرح اللہ نے آپ کو بچالیا۔ چنانچہ شیخ نے اپنی وہی ہیئت قائم رکھی۔ اور آپ کے سلسلہ کے ہر شخص نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے چار ابرو کا صفایا کر دیا۔

شہر دمیاط کے باہر ایک مزار معروف بہ شطا ہے۔ یہاں کی برکات کثیرہ بہت نمایاں اور آشکارا ہیں یہاں بلاد مصر سے لوگ بقصد زیارت حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے لئے سال میں کچھ دن بھی مقرر ہیں ان تاریخوں میں زائرین کا یہاں زبردست ہجوم ہوتا ہے۔

ایک اور منزل سفر پر قیام، امیر شہر سے ملاقات کی کیفیت

پھر میں دلیا سے شہر فارس کو پہنچا۔ یہ شہر بھی نیل کے کنارے آباد ہے یہاں شہر کے باہر اترا مجھے امیر محسنی کا، بھیجا ہوا ایک سوار ملا اور دریافت کیا کہ امیر نے آپ کا حال دریافت کیا ہے۔ آپ کے محاسن اور خوبیوں کا اسے علم ہے۔ اور آپ کے خرچ کے لئے یہ درہم بھیجے ہیں۔ اللہ بزرگ و بالا اس امیر کو جزائے خیر دے۔

یہاں سے میں شہر اشمون الرمان روانہ ہوا۔ اور شہر کے باہر قیام کیا۔ چونکہ اس شہر میں اناروں کی پیداوار بہت ہے اس لئے اسے "اشمون الرمان" کہتے ہیں۔ لوگ یہاں سے انار بار کر کے مصر بغرض تجارت لے جاتے ہیں۔ یہ شہر بہت پرانا۔ بڑا اور خلیج نیل پر واقع ہے۔ اس میں ایک چوبی پل بھی ہے۔ وہیں آکر ساری کشتیاں لنگر انداز ہوتی ہیں۔ جب ہر طرف سے کشتیاں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ تو پل کی قفلی کھولی جاتی ہے۔ جن کشتیوں کو چڑھاؤ پر جانا ہوتا ہے۔ وہ چڑھاؤ پر اور جن کو اتار پر جانا ہوتا ہے۔ وہ اتار پر روانہ ہو جاتی ہیں۔ یہاں ایک قاضی القضاۃ اور والی الاولاۃ بھی رہتا ہے۔

کشتیوں کا ایک بڑا گھاٹ

اشمون الرمان سے آگے بڑھا۔ اور شہر ممنوو میں پہنچا۔ یہ بھی دریائے نیل کے کنارے واقع ہے۔ اور کشتیوں کی بہت بڑی گذرگاہ ہے۔ اور یہاں کے بازار بہت خوش نما ہیں۔ اس شہر اور شہر محلہ کبیرہ کے مابین تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔

قاہرہ میں آمد

قاہرہ کے مقامات، آثار، مشاہد، رجال اور دیگر عجائبات

سمندر سے یں نیل کے راستے چڑھاؤ کی طرف بہ جانب مصر[1] روانہ ہوا۔

سمندر اور مصر کے مابین نیل کے بہت سے شہر اور قصبے پاس پاس ایک دوسرے سے بالکل متصل ملتے ہیں، مسافر نیل کو اپنے ساتھ کسی زادِ راہ کی ضرورت نہیں۔ جہاں دل چاہے اتر جایئے۔ وضو کر کے نماز پڑھئے۔ بھوک لگے تو ہر چیز موجود جو چاہے خرید لیجئے۔ اسکندریہ سے مصر تک، اور مصر سے اسوان[2] تک مسلسل بازار ملتے ہیں۔

شہر مصر میں کاررَوانِ شوق کا داخلہ

بالآخر میں مصر پہنچ گیا۔!

مصر — جسے ام البلاد کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ جو فرعون ذی الاوتاد (با جبروت فرماں روا)

---

[1] مصر یوں تو بہت ہی قدیم شہر ہے۔ بلکہ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے، اہرام مصر اور ابوالہول کی قدامت کا اب تک صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکا، لیکن موجودہ قاہرہ خلافت فاطمیہ کے عہد میں تعمیر ہوا تھا، اور یہ کام ایک غلام جوہر کا کارنامہ ہے، جو سسلی کا نومسلم تھا۔ اور جسے بارگاہِ خلافت میں وہ مرتبہ ملا جو کسی غلام کو کم ملا ہوگا۔ جوہر بہت بڑا فاتح بھی تھا۔ اس نے نہ صرف مصر چھینا۔ بلکہ بڑھتے بڑھتے شام تک پہنچ گیا، اور یہ سارے علاقے خلافت فاطمیہ کے ماتحت کر دیئے۔

جوہر کا کارنامہ صرف قاہرہ ہی نہیں ہے۔ جامع ازہر بھی ہے۔ یہ بھی اس کی یادگار ہے، جوہر پر مصر سے ایک بڑی عمدہ کتاب حسن علی ابراہیم کی شائع ہو چکی ہے۔

[2] یہ اسوان وہی جگہ ہے جسے آغا خان مرحوم نے اپنی آخری آرام گاہ قرار دیا ہے۔ یہیں ان کا مزار بنا ہے، جو ندرتِ تعمیر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔!

(رئیس احمد جعفری)

کا جائے قرار رہ چکا ہے۔ بمضافات مصر میں، اقالیم وسیعہ اور بلاد عریضہ واقع ہیں، عمارتوں کی کثرت حد بیان سے خارج ہے۔ حسن و نضارت میں ان کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں وارد و صادر کا ہجوم رہتا ہے۔ ضعیف و توانا پہلو بہ پہلو چلتے ہیں، عالم و جاہل ودش بدوش موجود ہیں۔ ذہین اور غبی، حلیم و سفیہ، وضیع اور نبیہ، شریف و مشروف، منکر اور معروف امواج دریا کی طرح باہم پیوست، سب طرح کے لوگ موجود ہیں۔ شہر کی وسعت حد سے زیادہ۔ لیکن کثرت ہجوم دیکھ کر "تنگ دامانی" کا اندیشہ بھی معلوم ہونے لگتا ہے۔ سارے شہر پر نشاط و شباب کی کیفیت طاری ہے، کوکب اقبال منزل سعد میں فروکش ہے۔ اس ملک کی حکومت کے حلقۂ طاعت میں بڑی بڑی قومیں اور ملتیں موجود ہیں، ملک و عرب و عجم سب اس کے مطیع و منقاد ہیں۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت نیل ہے جس نے اس شہر کو روئے زمین پر امتیاز و تفوق عطا کر رکھا ہے، اور بارش سے یکسر بے نیاز بنا دیا ہے۔ اس کی زمین ایک مہینہ کی مسافت کے برابر طویل و عریض ہے، اور حد درجہ زرخیز، جو غریب الوطن یہاں آ جائے پھر جانے کا نام نہیں لیتا۔

ابن جبزی نے مصر کی مدح میں کسی شاعر کے واردات بیان کئے ہیں۔

لعمرك ما مصر بمصر وانما   هی الجنة الدنیا لمن یتبصر
فاولادها الولدان والحوی عینها   دروضها الفردوس والنیل کوثر

یعنی:۔

مصر کیا ہے؟ مصر تو،

چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو جنت ہے۔ یہاں کے لڑکے غلمان، اور عورتیں حور کی مانند ہیں۔

یہاں کے باغات، فردوس، اور نیل آب کوثر۔

اس شہر کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ان سقوں کی تعداد جو اونٹوں پر پکھال لاد کر پانی پلاتے ہیں بارہ ہزار ہے۔ اور تیس ہزار دکانیں لکڑیوں کی ہیں۔ مصر کے نیل میں جن سرکاری اور عوامی کشتیوں کی چڑھاؤ پر صعید تک آمد و رفت رہتی ہے۔ اور اتار پر اسکندریہ اور دمیاط تک ان کی تعداد چھتیس ہزار ہے۔ ان کشتیوں سے طرح طرح کی خیرات، میراث اور مراعات جاری رہتی ہے۔ اور مصر کے مقابل دریائے نیل کے اس کنارہ پر ایک مقام ہے۔ جسے یہاں کے لوگ "دو روضہ" کہتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ تفریح گاہ اور پرفضا مقام ہے یہاں عمائد مصر کے عمدہ عمدہ اور دلچسپ باغات ہیں۔ اہل مصر کو سرود طرب اور عیش و نشاط بہت مرغوب ہے، ایک مرتبہ ملک ناصر کے ہاتھ میں کچھ چوٹ آ گئی تھی۔ جب

اسے صحت ہوئی تو لوگوں نے بنایت اہتمام سے جشن طرب منایا۔ مجھے بھی اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا تمام شہر کے بازار آراستہ کیئے گئے اور ہر شخص نے اپنی اپنی دکانیں خوب سجائی تھیں۔ اور عمدہ عمدہ ریشمی اور قیمتی کپڑے اور گراں بہا زیورات لٹکا دیئے تھے۔ اور چراغاں کیا تھا۔ یہ بازار جشن کئی دن تک برابر گرم رہا۔

مسجد عمرو بن العاص، مدارس، بیمارستان، اور زاویئے

یہاں کے خاص مقامات میں مسجد عمرو بن العاص کبیر القدر اور شہیر الذکر چیز ہے۔ جمعہ کی نماز

ل۱ عمرو بن العاصؓ اپنے وقت کے بہت بڑے مدبر، سیاستدان، اور فن مملکت کے ماہر تھے۔ اگر انہوں نے امیر معاویہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا۔ تو شاید یزید کو اپنا جانشین بنانے اور خلافت اسلامیہ کو موروثی کر دینے کی جرأت نہ کرتے۔ ان کی تدبیر اور نکتہ سنجی ہی نے، عین اس وقت جب امیر معاویہ علیؓ کے ہاتھ سے شکست کھانے کے قریب تھے، اور ان کی ساری جنگی تدبیریں حسرت انگیز مایوسی پر ختم ہونے والی تھیں، عمرو بن العاص نے وہ ترکیب کی کہ پانسہ پلٹ دیا۔

عمرو بن عاص کے مشورہ سے امیر معاویہ نے قرآن نیزوں پر بلند کیا، اور استدعا کی کہ قرآن کے مطابق ثالثی سے فیصلہ کر لیا جائے۔ حق اور ناحق کی جب لڑائی ہو رہی ہو تو سوال ثالثی کا پیدا ہوتا ہے۔ نہ مفاہمت کا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ ایک صوبے کے گورنر کو جو ہمیشہ سے خلافت اسلامیہ کے ماتحت رہتا چلا آیا تھا۔ یہ حق دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے کہ اسے فریق مقابل تسلیم کر لیں۔ وہ امیر معاویہ سے جنگ اس لئے نہیں کر رہے تھے۔ کہ انہیں اپنا حریف سمجھتے تھے۔ اس لئے کر رہے تھے کہ ایک باغی کو سزا دینا چاہتے تھے۔ لیکن خارجیوں نے جو لشکر علی میں موجود تھے، مطالبہ کیا کہ یہ بات مان لی جائے حضرت علیؓ لاکھ لاکھ کہتے رہے قرآن ناطق میں ہوں۔ میری سنو! میری مانو! میری طرف دیکھو لیکن وہ نہ مانتے اور بالآخر امن وامان کے حامی حضرت علیؓ کو یہ بات ماننی پڑی۔

اور جب یہ حکمین تصفیہ کرنے بیٹھے تو عمرو بن العاص کو اپنی کرشمہ سنجیوں کے اظہار کا بہترین موقعہ میسر آگیا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے وکیل سے مشورہ کیا کہ علیؓ اور معاویہ دونوں نااہل ہیں۔ اس لئے دونوں کو معزول کر دیا جائے ——— اور یہ بات حکمین کے حدود و اختیار سے متجاوز تھی ——— اور جب اجتماع عام میں اعلان کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت علیؓ کے نمائندے کو اس کی تعظیم و تکریم کر کے بڑے ادب سے آگے بڑھایا۔ اور طے شدہ اعلان (باقی اگلے صفحہ پر)

بہیں ہوتی ہے۔ اس کا ایک راستہ مشرق سے مغرب کی سمت گیا ہے، اور مشرق کی جانب زاویہ بھی ہے۔ جس میں حضرت امام شافعیؒ درس دیا کرتے تھے۔ رہے مدرسے تو وہ حدو شمار سے خارج ہیں۔ کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہے۔ اور وہ شفاخانہ جو دونوں قصروں یعنی ملک المنصور۔ قلاوون کی قبر کے قریب واقع ہے۔ اس کی خوبیاں احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ بیماروں کی راحت اور ان کے علاج کا سامان اس قدر بہتات سے ہے۔ کہ تعریف کرتے والا تعریف سے قاصر ہے اس شفاخانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار ہے۔ یہاں زاویئے بکثرت ہیں اور امراء علی العموم زاویئے بنوانے کے بڑے شوقین ہیں۔ اور ہر زاویہ فقرا کی ایک خاص جماعت کے لئے مخصوص ہے۔ اکثر فقرا عجمی ہیں یہ آداب سلوک اور تصوف کے بڑے ماہر اور عارف ہیں ہر زاویہ کا ایک شیخ اور مہتمم ہوتا ہے ان کی ترتیب امور عجیب انگیز ہے۔ ان کی عادت ہے کہ صبح ہوئی اور خادم ان فقرا کے پاس آتے ہیں جو زاویئے میں موجود ہیں۔ ان سے کھانے کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ جو جیسا کھانا چاہتا ہے، اس کے لئے ویسا ہی تیار ہوتا ہے۔ پھر سب دستر خوان پر کھانا کھاتے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے روٹی اور سالن وغیرہ علیحدہ علیحدہ رکھا ہوتا ہے۔ ایک کے کھانے میں دوسرا شریک نہیں ہوتا۔ اس طرح دن میں دو مرتبہ کھانا کھلاتے ہیں، روزانہ کھانے کے علاوہ جاڑے اور گرمی دونوں موسموں کے کپڑے کے مصارف بھی ہر درویش کے زاویئے سے ملتے ہیں۔ اور ہر درویش کو متفرقات جیب خرچ کے لئے بھی دس درہم ماہوار سے تیس درہم ماہوار تک ملتا ہے ہر پنج شنبہ کی شب کو شکر وغیرہ شیرینی کھانے کے لئے اور صابون، دھوبی کی دھلائی، روشنی، حمام کرنے کی اجرت، روشنی کے لئے روغن زیتون اور حجامت وغیرہ کے مصارف ماسوا ہیں۔ یہ بھی سب زاویے کی طرف سے ملتے ہیں۔ یہ تمام درویش تجرد کی زندگی بسر کرتے ہیں، جو درویش

(بقیہ گذشتہ صفحہ ۴۴) گرا دیا۔ پھر یہ کھڑے ہوئے اور انہوں کہا کہ علی کے نمائندے نے علی کو معزول کر دیا۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں، اور معاویہ کے نمائندے کی حیثیت سے انہیں بحال رکھتا ہوں۔ اس بات پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا خلافت اسلامیہ ایک مخصوص خاندان کی جائیداد بن گئی۔

ان خدمات کے معاوضہ میں عمرو بن العاص نے امیر معاویہ سے مصر جیسے زرخیز صوبے کی گورنری کی سند اپنے نام پہلے ہی سے لکھالی تھی، چنانچہ وہ اس "سند" سے زندگی بھر فائدہ اٹھاتے رہے۔ عمرو بن العاص کے برعکس ان کے بیٹے عبداللہ بڑے زاہد، متقی اور عابد شخص تھے۔ شرف صحابیت سے بھی ممتاز تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

مجرّد نہیں بلکہ گھر گرہستی والے ہیں۔ ان کے لئے جداگانہ زاویے ہیں۔ ان تمام درویشوں کے لئے یہ امر لازمی ہے کہ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کریں۔ اور شب کو زاویہ سے باہر ان کا کہیں نہ قیام ہو۔ اور زاویہ کے قبہ کے اندر بھی جمع ہوں ان کا روزانہ طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خاص سجادہ پر بیٹھتا ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورہ "فتح"، سورہ "ملک"، اور سورہ "عم" کا ورد پڑھتا ہے۔ پارہ پارہ علیحدہ کلام مجید تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ختم ہوتا ہے۔ جب قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے تو اذکار و اشغال میں مصروف ہوتے ہیں۔ پھر اہل مشرق کے طریقہ پہ قاری قرأت کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد روزانہ ورد ہوتا ہے۔

زاویہ میں آنے والے نئے لوگ،

جب کوئی نیا درویش زادیہ میں آتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ کمر بستہ۔ داہنے ہاتھ میں لمبی جریب جس میں نوکدار لمبی لوہے کی شیام لگی ہوئی، بائیں ہاتھ میں لوٹا اور کندھے پر جائے نماز زاویہ کے دروازہ پہ پہنچا۔ دربان نے فوراً مہتمم کو اطلاع دی۔ مہتمم فوراً نکل آیا۔ اور اس سے سارا حال دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ کن کن زاویوں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور ان کے شیوخ کا کیا نام ہے۔ جب اس کے بیان کی صحت معلوم ہو گئی تو اندر لے جاتے اور مقام مناسب پر اس کے لئے سجادہ بچھاتے ہیں۔ اور اسے طہارت کی جگہ بتاتے ہیں یہ نووارد درویش داخل ہونے کے بعد تجدید وضو کرتا اور اپنے سجادہ پر آتا ہے اور کھڑا ہو کر دو رکعتیں نماز نفل ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد شیخ اور تمام حاضرین سے مصافحہ کرتا اور ان کے درمیان بیٹھ جاتا ہے۔

ان لوگوں کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ جمعہ کے دن زاویے کے خدمتگار تمام درویشوں کے سجادے ان کی جگہوں سے اٹھا لے جاتے ہیں۔ اور لے جا کر ان کے لئے مسجد میں بچھا دیتے ہیں۔ جب تمام درویش جمع ہو کر شیخ کے ہمراہ مسجد میں جاتے ہیں تو ہر درویش اپنے سجادہ پر نماز پڑھتا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد حسب عادت قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور پھر سب اکٹھے ہو کر شیخ کی معیت میں خانقاہ میں واپس آتے ہیں۔

قرافہ مصر، اور انکے مزارات

مصر میں ایک عظیم الشان قرافہ ہے۔ جسے وہاں کے لوگ بہت بابرکت سمجھتے ہیں۔ اس کی

فضیلت میں ایک روایت آئی ہے۔ جس کا قرطبی وغیرہ نے استخراج کیا ہے۔ کیونکہ وہ مقام منجملہ جبل مقطم کے ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ باغات جنت میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں کے باشندے قرافہ میں بڑے بڑے عالیشان گنبد، باغات اور مکانات بنواتے ہیں۔ اور تیار کراتے ہیں۔ ان گنبدوں اور مکانات میں قاری ملازم رہتے ہیں۔ جو شب و روز نہایت خوش الحانی سے کلام مجید تلاوت کیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے یہاں کے مقابر کے قریب زاویے اور مدرسے بنوائے ہیں۔ اور بنواتے چلے جاتے ہیں۔ ہر جمعرات کو مصر کے لوگ مع عیال واطفال کے وہاں جاتے۔ اور شب باش رہتے اور نامی مزارات کی زیارتیں کرتے پھرتے ہیں۔ نیز شب برات کو بھی بہت سے لوگ زیارت کے لئے مصر آتے ہیں۔ اور دکاندار طرح طرح کے کھانے پینے اور ہر قسم کی دکانیں سجاتے ہیں۔

حسین علیہ السلام کا سر مبارک

منجملہ مزارات کے یہاں ایک عظیم الشان مشہد مقدس ہے۔ یہ وہ متبرک مقام ہے جہاں حضرت امام حسین کا سر دفن ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی رباط بنی ہے۔ اس کی عمارت بڑی حیرت انگیز اور پاکیزہ ہے۔ اس کے دروازوں کی زنجیریں کنڈے اور کڑے سب چاندی کے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے کہ یہ مقام ہر طرح احترام و اجلال کا سزاوار ہے۔

مزار سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسینؑ

منجملہ مزارات مقدسہ جلیلہ حضرت سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تربت ہے۔ یہ درگاہ مقام اجابت دعا اور بہت بڑا عبادت خانہ ہے اس مقبرہ عالی کی عمارت و ساخت نہایت نادر و پاکیزہ اور بارونق و نورانی ہے۔ اور یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔

تربت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور اس کا حال

منجملہ دوسرے مزارات کے امام ابن عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت بھی ہے۔ یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔ اس رباط کے مصارف کے لئے بہت بڑی

رقم وقف ہے۔ اس کا گنبد بدیع الاتقان اور عجیب البیان ہے۔ حد درجہ محکم اور مضبوط۔ اور گنبد کی وسعت تیس گز سے زیادہ ہے۔

دوسرے علماء اور صالحین کے مزارات مقابر پُر انوار

ان مزارات کے علاوہ قرافہ میں اور بھی بکثرت مزارات ہیں کہ جن کا حصر ممکن نہیں۔

صحابہ کرام اور اکابر اسلاف کے مزارات عالیہ و مبارکہ

بہت سے صحابہ کے مزارات بھی ہیں۔ نیز وہ مزارت بھی جو بجا طور پر صدر سلف اور خلف کہے جا سکتے ہیں۔ یہ مزارات مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم، اشہب ابن عبدالعزیز۔ اصبغ بن ابی الفرج ان کے دونوں بیٹوں عبدالحکیم اور ابوالقاسم بن شعبان اور ابو محمد بن عبدالوہاب رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ مزارات معروف اور مشہور نہیں ہیں۔ ان کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس پر عنایت ربی ہو، بچھے ان مزارت کی شناخت اور پتہ لگنا غیر ممکن ہے۔

مصر کا دریائے نیل مصر

مصر کے دریائے نیل کو تمام دنیا کے دریاؤں پر بلحاظ اپنے پانی کی شیرینی کی فضیلت ہے کہ کسی دریا کا پانی اس قدر شیریں نہیں۔ پھر خوشبو اور ذائقہ اتنا کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ یہ دریا وسیع اور طولانی ہے۔ کوئی دریا اتنا لمبا چوڑا نہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس قدر لوگ اس دریا سے منتفع ہوتے ہیں۔ جتنے شہر اور قصبات اس دریا کے کنارے ملے جلے اور بالترتیب آباد ہیں۔ وہ بھی اپنی مثال آپ ہے نہ دنیا بھر میں اسقدر انتفاع کسی دریا سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کے کنارے اس قدر بستیاں ہی ہیں اس کے علاوہ کوئی ندی نہیں ہے جسے دریا کہا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ   اگر تجھے اندیشہ ہو تو موسیٰ کو "یم" میں ڈال دے۔

"یم" سے مراد دریا ہے۔ دریائے نیل کے بارے میں حدیث صحیح ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم   "رسول اللہ صلعم شب معراج میں جب سدرۃ المنتہیٰ

وصل لیلۃ الاسراء الی   تک تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس کی جڑ سے

سدرة المنتہی فاذا فی اصلہا اربعۃ انہار نہران ظاہران ونہران باطنان فسائل عنہا جبریل علیہ السلام فقال اما الباطنان ففی الجنۃ واما الظاہران فالنیل والفرات۔

چار نہریں (دریا) نکلی ہیں۔ دو نہریں ظاہر کی جانب ہیں۔ اور دو اندر کی جانب۔ پس آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے ان چاروں کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ دونوں نہریں جو اندر کی جانب ہیں۔ وہ جنت میں ہیں اور دو جو باہر کی جانب ہیں وہ نیل اور فرات ہیں "

دوسری حدیث میں ہے

ان النیل والفرات وسیحان وجیحان کل من انہار الجنۃ۔

"نیل۔ فرات۔ سیحون اور جیحون یہ جنت کی نہروں میں سے ہیں "

نیل کا بہاؤ جنوب سے شمال کی طرف ہے اور دوسرے دریاؤں کے بالکل برعکس[1] ہے اس دریا کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس زمانے میں دوسرے دریا چڑھاؤ پر ہوتے ہیں۔ یہ اتار پر ہوتا ہے اور جب دوسرے دریا یعنی گرمیوں میں اتار پر ہوتے ہیں۔ نیل بے انتہا چڑھاؤ پر ہوتا ہے۔ دریائے سندھ کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ نیل کے چڑھاؤ کا آغاز حزیران کے مہینہ میں ہوتا ہے اسے یونیہ کہتے ہیں۔ جس سال نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوتا ہے۔ ارضی پیداوار معتدل درجہ پر ہوتی ہے۔ یعنی اس پیداوار سے خراج سلطان بیباق ہو سکتا ہے۔ اگر حد مذکور سے گز بھر بھی زیادہ پانی بڑھ گیا تو اس سال پیداوار کی بہت فراوانی اور آب و ہوا کی عمدگی ہوتی ہے۔ یعنی اچھی فصل ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں اٹھارہ گز تک پانی چڑھ گیا تو اس سال تمام چیزوں میں سخت نقصان ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہواہیں بھی وبائی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر سولہ گز سے ایک گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ یعنی اس سے خراج سلطان بھی نہیں دیا جا سکتا اور اگر سولہ گز سے دو گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔

دنیا میں پانچ دریا سب سے بڑے ہیں۔ نیل۔ فرات۔ دجلہ۔ سیحون اور جیحون۔

ہندوستانی دریا گنگا اور جمنا کا ذکر اور اس کی ضروری تفصیل

ہندوستان میں ملک سندھ کے پانچ دریا یعنی پنج آب انہیں پانچوں دریاؤں کے حامل ہیں۔ اور

---

[1] خلافاً الجمیع الانہار۔

دریائے گنگا جہاں ہندوؤں کا تیرتھ ہے۔ اور جلانے کے بعد اپنے مُردوں کی راکھ اس میں ڈال دیتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ جنت سے نکلی ہے۔ اور جمنا بھی انہیں پانچوں ندیوں کے مماثل ہے۔ صحرائے قبچاق میں ایک دریا ہے جس کا نام اٹل ہے۔ جس کے کنارہ شہر سرا آباد ہے، اور دریائے سرو جو سرزمین خطا میں ہے اس کے کنارے پر شہر خان بالق[1] آباد ہے ان کو بھی ایسا ہی کہنا چاہیئے۔ یہ دریا شہر خان بالق کے نیچے سے بہتا ہوا شہر خنسار کے نیچے پہونچا ہے۔ پھر سرزمین چین میں شہر زیتون تک چلا گیا ہے، انشاء اللہ یہ تمام اذکار اپنے موقعوں پر آئیں گے۔

آگے چل کر دریائے نیل تین شاخوں پر منقسم ہوگیا ہے، ہر شاخ میں اس قدر کثرت سے پانی رہتا ہے کہ خواہ گرمیاں ہوں یا جاڑے بغیر کشتی کے عبور ممکن نہیں۔ ہر شہر والوں کے لئے حوض ہیں دریائے نیل سے نکلتی ہیں۔ جب آب رسانی منظور ہوتی ہے تو ان سے حوض کھول دیتے ہیں، پانی خود بخود کھیتوں میں پہنچ جاتا ہے

مصر کے اہرام دبرابی، ان کی تفصیلات ضروری

اہرام بھی عجائبات میں سے ہیں۔ لوگوں نے ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور غور و خوض کیا ہے کہ ان کی تعمیر و تاسیس کب ہوئی ہے کہتے ہیں کہ طوفان نوح سے قبل جتنے علوم ظاہر ہوئے ہیں وہ سب ہرمس اول سے لے گئے ہیں۔ ان کا مسکن سعید مصر اعلی تھا جن کو خنوق کہتے ہیں۔ یہی حضرت ادریس پیغمبر علیہ السلام ہیں انہی نے پہلے حرکات فلکیہ اور اجرام علویہ سے بحث کی ہے۔ یہی وہ پہلے شخص بھی ہیں جنہوں نے ہیکل قائم کئے۔ اور جو نمونۂ شان الٰہی تھا۔ انہی ادریس علیہ السلام نے طوفان نوح کی پیش گوئی سے لوگوں کو ڈرایا اور اس امر کا اندیشہ کیا کہ جب طوفان نوح آئے گا تو تمام علوم نیست و نابود اور کل عمارات و کارخانے منہدم ہو جائیں گے۔ اسی طوفان سے حفاظت کے لئے اہرام دبرابی قائم کئے گئے اور جملہ صنائع اور آلات کی صورتیں اور نقشے ان عمارات میں ثبت کئے اور ان عمارات میں تمام علوم مرسوم کئے تاکہ ان کو دوامی اور پائیداری حاصل رہے۔[2]

---

[1] یہ شہر پیکن ہے۔

[2] اہرام مصر کی قدامت کا زمانہ اب تک صحیح طور پر متعین نہیں ہو سکا، لیکن یہ بات متفق علیہ ہے کہ ان کی عمر چھ ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ پر)

مشہور ہے کہ اگلے زمانہ میں مصر کا دار العلم اور پایۂ تخت شہر منوف تھا۔ جو فسطاط سے ایک منزل کی مسافت پر ہے۔ جب شہر اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور منوف کے تمام لوگ اجڑ کر وہاں آ لبسے تو اس کی طرح اسکندریہ ملک کا پایۂ تخت بن گیا۔ یہاں تک کہ اسلام آیا حضرت عمر بن العاص نے مصر فتح کیا۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ ۵۰ کا) یہ احرام درحقیقت فراعنہ مصر کے مقبرے ہیں۔ فرعون کا لقب مصر کے بادشاہ کے لئے اسی طرح مقرر تھا۔ جیسے چین کے بادشاہ کو خاقان کہتے تھے۔ یہ کسی ایک شخص کا نام نہ تھا۔ خاندانی لقب تھا۔ یہ فراعنہ صرف بادشاہ نہ تھے، بلکہ ان کی مطلق العنانی نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اور بعض تو ان میں سے خدائی کے مدعی بھی تھے۔ ان ہی میں وہ فرعون بھی تھا۔ جس سے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ پیش آیا تھا، اور جو غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم تیری لاش کو "عبرۃ للناظرین" چشم بینا رکھنے والوں کے لئے سامان عبرت بنا کر باقی رکھیں گے۔

فرعون کی حضرت موسیٰ سے کشمکش ہوئی۔ وہ غرق دریا ہو گیا۔ پھر تزک واحتشام کے ساتھ پیوند زمین ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں اس کی لاش کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن گئی۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ ہم اس کی لاش کو محفوظ رکھیں گے۔ یہ کیا معمہ ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟۔

ہر دور کے مفسرین نے سوچا اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ اور ہر ایک نے اپنی ذہانت وفطانت کے مطابق تفسیر کی بھی، لیکن دل کو لگتی ہوئی کوئی بھی نہ تھی۔

قرآن کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسکی متعدد باتیں زمانہ کی ترقی کے ساتھ منکشف ہو جاتی ہے چنانچہ یہ بات بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں منکشف ہوئی۔ اہرام مصر کی کھدائی ہوئی۔ اور فرعون کی لاش اس میں سے اپنے تمام ساز و سامان طلائی ظروف و زیورات اور اہم ترین نوشتوں کے ساتھ برآمد ہوئی۔ اور اب ممی کی ہوئی لاش مصر کے عجائب خانہ میں اس طرح رکھی ہوئی ہے جیسے فرعون مرا نہیں سو رہا ہے۔ ناخن اور بال تک سلامت۔ جو اناج ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ وہ بھی موجود ہے۔ اور اس میں اب تک اتنی قوت نمو ہے کہ اگر بویا جائے تو اگ سکتا ہے۔ چنانچہ گیہوں پر تجربہ بھی کیا ہے۔ اور کامیاب رہا۔ میں نے ہڑپہ (منٹگمری) آثار قدیمہ کے میوزم میں برآمد شدہ گیہوں دیکھ کر اس کے منتظم سے پوچھا کیا یہ اگ سکتے ہیں؟ اس نے جواب دیا، "نہیں" ـــــ لیکن کھائے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ہڑپہ کی عمر اہرام مصر کے مقابلہ میں کافی کم ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

اسی جگہ کو کھلوا کر جتنا مال نجومیوں نے بتایا تھا۔ رکھوادیا۔ پھر تعمیر میں انتہائی جدوجہد کی۔ حتیٰ کہ آٹھ سال کی مدت میں تکمیل ہو گئی۔ اور مدت تکمیل کا عرصہ بھی کندہ کرادیا۔ اس کے استحکام کی یہ کیفیت ہے کہ کھودنے والا انہیں چھ سو برس میں بھی نہیں کھدوا سکتا، حالانکہ بہ نسبت بنانے کے کھودنا زیادہ آسان ہے۔

خلیفہ مامون نے اپنے عہد خلافت میں اہرام کی عمارتوں کو گرانا چاہا۔ لیکن بعض مشائخ مصر نے اس اقدام سے منع کیا۔ لیکن مامون الرشید ان کے کھودنے پر بضد رہا اور کھودنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ سخت آگ جلائی جاتی تھی، اور دور سے بذریعہ منجنیق آگ پر سرکہ ڈالا جاتا تھا۔ اس طرح نہایت مشکل سے کچھ رخنہ ہو سکا جو بدستور آج تک موجود ہے۔ اس میں سے کچھ تھوڑا سا مال بھی ہاتھ آیا۔ خلیفہ مذکور نے کھودنے میں جو رقم صرف کی تھی اس مال کا جو تخمینہ کرایا تو اسی قدر رقم نکلی جتنی کھودنے یا رخنہ کرانے صرف ہوئی تھی۔ مامون الرشید کو بہت تعجب ہوا۔ دیوار اہرام کا عرض ۲۰ گز چوڑا ہے۔ [1]

(بقیہ صفحہ ۵۱ گذشتہ کا) واپس آئے تو خیمے اکھڑنے لگے۔ لیکن ایسے خیمے میں انہوں نے دیکھا کہ کبوتر نے گھونسلہ بنالیا ہے۔ لہذا اسے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ پھر یہاں ایک شہر بس گیا۔ جو فسطاط کہلایا۔ اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔

انسانی نفسیات کا یہ کیسا عجیب کرشمہ ہے کہ وہ جانوروں پر رحم کھاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان اس کے اقتدار و اختیار میں مزاحم ہو تو اس سے رعایت نہیں کرتا۔ یہی عمرو بن العاص جنہوں نے کبوتروں پر اتنا رحم کھایا۔ ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے پر رحم نہ کر سکے۔ وہ جس بے دردی سے قتل کیے گئے۔ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

[1] یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ابن بطوطہ ایک جہاں نیاں جہاں گشت تو ضرور تھا۔ لیکن نہ وہ کوئی مورخ تھا نہ ماہر طبقات الارض، نہ آثار قدیمہ کا محقق نہ عہد از قبل از تاریخ کی زبان کا حرف آشنا،

گو علوم اسلامیہ میں اسے درک تھا۔ لیکن نہ کوئی بہت بڑا مفسر تھا، نہ محدث، نہ فقیہہ، نہ متکلم، ؟ وہ جو کچھ قدیم عہد کے بارے میں کہتا ہے۔ وہ زیادہ تر سنی سنائی باتیں ہیں۔ جن کا تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں جو حدیثیں اور روایات درج کرتا ہے، وہ بھی احتیاط کے ساتھ قبول کرنے کی مستحق ہیں۔ جو باتیں سیر و سفر کے بارے میں کہتا ہے گو وہ حد درجہ دلچسپ ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں بھی کہیں تضاد پایا جاتا ہے۔ یا واقعہ سے مطابقت نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے سفر کی یادداشتیں دوران سفر میں نہیں لکھی تھیں، اختتام سفر کے کچھ عرصہ کے بعد محض یادداشت سے سارا سفرنامہ لکھ ڈالا۔ بجائے خود یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ لیکن جہاں روایت کا سوال ہو وہاں اس کارنامہ کی عظمت کا اعتراف کرنے کے باوجود بار بار سوچنا پڑتا ہے۔ پھر مزید ستم اس کی ضعیف الاعتقادی ہے۔ ہر ولی کے بارے میں جو کچھ سنتا ہے۔ درایت نظر انداز کر کے ہر روایت بے تامل قبول کر لیتا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

اور شہر فسطاط کی بنیاد ڈالی جو اب تک مصر کا پایہ تخت ہے، [1]

اہرام کی عمارت نہایت سخت پتھر کی ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں، یہ عمارتیں ا[...] بلند اور مخروطی شکل کی ہیں یعنی ان کی بنا چوڑی اور اوپری حصہ پتلا ہے، نیچے سے اوپر تک گول چلی گئی [...] ان میں دروازے بالکل نہیں، اور نہ ان کی بنا کی کیفیت کچھ معلوم ہوتی ہے، کہ کیونکر بنائی گئی ہیں۔ کہتے ہیں [...] قبل طوفان حضرت نوح علیہ السلام مصر کے کسی بادشاہ نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا۔ جس کی وجہ [...] اسے ضرورت پڑی کہ نیل کی جانب مغرب ان اہرام کی عمارت قائم کرے تاکہ ان میں تمام علوم، اور [...] بادشاہوں کی نعشیں امانت رکھی جائیں۔ جب اس بادشاہ نے یہ عمارتیں بنوائیں تو نجومیوں سے در[...] کیا کہ آیا کبھی ان عمارات میں کسی عمارت کی کوئی جگہ کھود کر کھولی جائے گی یا نہیں۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہاں شمال کی جانب فلاں مقام میں اور اس میں کھلوانے والے کا اس قدر مال خرچ ہوگا تب اس [...]

---

[1] عہد اسلامیہ میں جب عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو فسطاط دار الحکومت قرار پایا، اب تک قاہرہ جیسے عظیم و جلیل شہر [...] تعمیر و تاسیس نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو کئی سو سال کے بعد جوہر صقلی کے ہاتھوں عالم وجود میں آیا۔

حضرت عمرؓ کا عہد بابرکت، ہر اعتبار سے، ایک نمونہ تھا۔ مصر ان ہی کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ اور فاتح بھی عمرو بن العاصؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد تک عمرو بن العاصؓ بھی دوسرے گورنروں اور حکام و عمال کی طرح مرکز کے تمام احکامات [...] نہایت سختی سے پابندی کرتے، خود رائی اور خود نمائی کو دخل نہیں دیتے تھے، ہر معاملہ میں سمع و طاعت سے کام لیتے تھے [...] ذرا بھی لغزش ہوتی تھی۔ تو عتاب نامہ آتا تھا، عدل و انصاف اسلامی سادگی اور سزا جت کے راستے سے ذرا بھی ہٹتے [...] معزولی کا پروانہ استقبال کے لئے موجود رہتا، کوئی بڑی سے طاقت بھی حکم خلافت منسوخ نہیں کر سکتی تھی۔

چنانچہ عمرو بن العاص نے ایک آدھ بار حضرت عمرؓ سے بھی الجھنے کی کوشش کی، وہ ان کی فضول خرچی، انداز ملوکانہ بیت المال میں پوری رقم نہ بھیجنے سے نالاں تھے۔ یہ ٹال مٹول کرتے رہتے تھے۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو حضرت عمرؓ نے ایک لمحہ بھی تامل کے بغیر دوسرے زیادہ اہل شخص کو منصب پر مامور کر دیا، اور انہیں ان کے سخت احتجاج اور التجا و استدعا کے باوجود معزول کر دیا۔ حضرت عمرؓ امیر معاویہ تو تھے نہیں کہ اپنے اقتدار و اختیار کو قائم رکھنے کیلئے غلط اصولوں اور غلط بنیادوں پر دوسرے سے سمجھوتے کرتے اور انہیں انعامات و نوازشات سے مالا مال کرتے رہتے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ ان کا نگہبان اور حامی و ناصر [...]

فسطاط کا واقعہ یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے فتح مصر کے وقت ایک مقام پڑاؤ کیا۔ جس خیمہ میں عربی زبان میں خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں — ٹھہرے تھے اسے وہیں اسی حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

(باقی صفحہ ۵۲ پر)

سلطان مصر کی سیرت و شخصیت، اور عادات و خصائل

جب میں مصر وارد ہوا یہاں کا بادشاہ ملک ناصر ابوالفتح محمد ابن ملک المنصور سیف الدین قلادون الصالحی تھا۔ اس کا عرف الغی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملک صالح نے اسے ہزار اشرفیوں کی عوض خریدا۔ یہ درحقیقت ملک قفچاق کا باشندہ تھا۔

ملک ناصر کی سیرت کریمہ اور فضائل عظمیہ بے شمار ہیں۔ اس کے شرف و عظمت کے ثبوت میں یہی کیا کم ہے کہ اس کی طرف حرمین شریفین کی خدمت منسوب ہے، اور ہر سال بہت کچھ خیرات و مبرات حرمین و شریفین میں کرتا ہے، مثلاً مصر اور شام کے دروں سے جو مساکین حج کے واسطے جاتے یا بغرض ہجرت وہاں کا قصد کرتے ہیں۔ ان سب کے واسطے سلطان کی طرف سے زاد و راحلہ کا مفت انتظام ہے یا جو شخص راستہ چلنے یا کسی اور وجہ سے معذور ہے کہ مسافت نہیں طے کر سکتا۔ اس کے لئے سفر حج کا سلطان ہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی کام کے لئے سینکڑوں اونٹ مقرر ہیں۔ اور قاہرہ کے باہر مقام سریاقس میں فقرا کی پرورش کے لئے ایک زاویہ تعمیر کرایا ہے، لیکن مولانا امیر المومنین ناصر الدین کہف الفقرا والمساکین خلیفۃ اللہ فی ارضہ القائم بالجہاد بنفلہ و فرضہ نے خدائے بزرگ و برتر ان کا حامی و ناصر ہو، اور ان کیلئے فتح مبین آسان کر دے، انہوں نے اپنے پایہ تخت کے ماورا جو زاویہ بنوایا ہے۔ اتقان بنا اور حسن و صنع میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی منبت اور گلکاری ایسی ہے کہ مشرقی بلاد کے تمام کاریگر اس کے بنانے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے شفاخانوں، مدرسوں اور زاویوں کی جو عمارتیں بنوائی ہیں، ان کا ذکر آگے آئے گا۔

بعض امرائے مصر کا ذکر، ایک جنگجو قوم کا تذکرہ

امرائے مصر میں ملک ناصر کا ساقی، امیر بکتیمور ہے، یہ وہی شخص ہے جسے ملک ناصر نے زہر سے مار ڈالا تھا۔ جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ دوسری نمایاں شخصیت ارغون الدوادار ملک ناصر کے نائب کی ہے، اس کا مرتبہ امیر بکتیمور کے قریب قریب ہے، امیر الجنشط المعروف بہ حمص اخضر ہے یہ شخص اخیار امرائے مصر میں ہے۔ یتیموں کیلئے بہت کچھ خیرات و میراث کرتا رہتا ہے۔ نیز وہ بچے جو قاری ہوتے ہیں، انکے وظائف وغیرہ کے مصارف اسی کے ذمہ ہیں مصر میں ایک قوم حرافیش رہتی ہے چونکہ یہ الکھڑ ادر جنگجو قوم ہے اس لئے لوگ اسکا بڑا لحاظ کرتے ہیں، اور امیران پر بہت کچھ بذل و احسان کرتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ

کسی وجہ سے امیر الخشط کو ملک ناصر نے قید کر دیا تھا۔ اس قوم کے ہزار ہا آدمی جمع ہو لئے اور یہ جم غفیر قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ اور سب نے یا اعرج النحس، یعنی ملک ناصر کو اے لنگڑے منحوس کی پھبتی کہہ کر ذلت سے پکارنا شروع کیا چنانچہ اسے امیر الخشط کو قید سے رہا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ملک ناصر نے اسے پھر قید کر دیا۔ تو تمام یتیموں نے جمع ہو کر جیسا حرافیش نے کیا تھا ویسا ہی کیا۔ چوتھا شخص جمال ملک ناصر کا وزیر۔ پانچواں بدرالدین بن البابہ۔ اور چھٹا جمال الدین نائب الکرک ساتواں ان تقر دُمُور ترکی زبان میں دُمور لوہے کو کہتے ہیں۔ آٹھواں بہادر حجازی۔ نواں قوسون، دسواں بشتک یہ کل امرا افعال خیر کی طرف بہت راغب ہیں۔ اور بکثرت مسجدیں اور زاویے بنواتے رہتے ہیں، انہیں امرا میں سے نواں شخص ملک ناصر کا فوجی وزیر اور دسواں اس کا منشی قاضی فخرالدین قطبی ہیں۔ یہ شخص پہلے قطبی نصرانی تھا۔ پھر مسلمان ہوا اور پختگی سے اپنے نئے مذہب پر قائم رہا بہت خوبیوں اور فضائل کا شخص اور شاہ کے اعلیٰ مقربین میں سے ہے۔ اور خلائق تو اس کے بار احسان سے کبھی سبکدوش ہی نہیں ہو سکتی۔ نہایت مخیر شخص ہے۔ قاضی فخرالدین کی عادت تھی کہ جب کچھ دن باقی رہ جاتا تو اپنی نشست گاہ سے ملی ہوئی ایک مسجد تھی۔ جب نماز مغرب کا وقت آجاتا تو جاکر مسجد میں نماز ادا کرتا اور پھر واپس آتا۔ کھانے کا عام دسترخوان بچھتا۔ جہاں سب کو عام اجازت تھی۔ اگر کوئی مستغیث ہوتا تو سارا حال دریافت کرتا اور فیصلہ کر دیتا اگر سائل ہوتا تو اپنے غلام لوط عرف بدرالدین کو حکم دیتا کہ اسے خزانچی کے پاس لے جاؤ، اس کے پاس دہیں درہموں کی تھیلیاں رکھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ بموجب حکم یہ غلام خزانچی سے سائل کو درہم دلوا دیتا۔ اس وقت قاضی کے پاس فقہا کا مجمع ہوتا تھا اور بخاری شریف پڑھی جاتی تھی۔ نماز عشاء کے بعد جاکر کہیں لوگ یہاں سے رخصت ہوتے۔

میرے عہد کے قضاۃ مصر اور ان کا فضل و کمال

ان میں سے قاضی القضاۃ شافعی تھا۔ سلطان کے نزدیک اس کا تمام قاضیوں سے بہت بڑا درجہ اور دربار میں بڑی قدر و منزلت تھی، ولایت مصر کے جتنے قاضی تھے۔ سب کا عزل و نصب اس کے اختیار میں تھا۔ اس کا نام بدرالدین بن جماعت تھا۔ اس کا ایک بیٹا مسمٰی بہ عزیز الدین ہے جو اب اپنے والد کی جگہ پر مصر کا قاضی القضاۃ ہے۔

مصر کے قاضیوں میں قاضی القضاۃ مالکیہ امام صالح تقی الدین اخنائی اور قاضی القضاۃ حنفیہ امام عالم شمس الدین حریری ہیں یہ بہت بڑے صاحب سطوت بزرگ تھے۔ اللہ برتر کے حکم میں لامتہ لائم کی ذرا پرواہ نہ کرتے۔ جملہ امرا ان سے خائف رہتے۔ مصر ہی میں ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک دن

ملک ناصر نے اپنے مصاحبین سے کہا سو اشمس الدین حریری کے میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ پھر قاضی القضاۃ حنبلیہ ہیں جنہیں نہیں جانتا۔ لیکن اتنا معلوم ہے کہ لوگ انہیں عزیز الدین کہتے ہیں۔

حنفی اور مالکی قاضی کی نشست کا تنازعہ،

سلطان ناصرؒ کا دستور تھا کہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو خاص اجلاس اس غرض سے فرمایا کرتے کہ رفع مظالم اور دفع شکایات اور ازالہ جور و ستم کریں۔ ان دونوں اجلاسوں میں ہر چہار مذاہب فقہ کے قاضی بائیں جانب بیٹھتے اور تمام عرضیاں پڑھی جاتیں۔ مولانا امیر المومنین ناصر دام اللہ ایامہ کا یہ کمال عدل اور دادرسی تھی کہ آپ مستغیث سے بذات خود تحقیقات فرمایا کرتے اور وہ بلا واسطہ عرض حال کرتا۔ گویا آپ نے بارگاہ خداوندی میں قسم کھائی تھی کہ آپ کے سامنے مستغیث کے ہوتے کوئی نہ آئے گا۔ ہر چہار قضاۃ جو آپ کے بائیں جانب تشریف فرما ہوا کرتے ان کا یہ مرتبہ تھا کہ قاضی شافعیہ کی عدالت اول درجہ کی ہوتی دوسرے مرتبہ کی عدالت قاضی حنفیہ کی ہوتی۔ تیسرے تبریہ برہان الدین ابن عبدالحق عہدۂ قضا پر ممتاز ہوئے تو سلطان ناصر سے امرائے مصر نے استدعا کی کہ قاضی مالکیہ کا اجلاس قاضی برہان الدین سے اذ ہونا چاہئے۔ کیونکہ پہلے بھی قاضی مالکیہ زین الدین بن مخلوف کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ ان کا اجلاس تقی ابن دقیق العید شافعیہ کے بعد تھا۔ چنانچہ سلطان نے امرا کی حسب خواہش حکم نافذ فرما دیا۔ جب یہ اطلاع قاضی حنفیہ کو ہوئی تو انہیں بہت ناگوار گذرا۔ اور عدالت میں آنے سے پہلو تہی کرنے لگے، ادھ ملک ناصر کو اپنے حکم کی مخالفت ناگوار ہوئی۔ حکم دیا کہ قاضی برہان الدین کو زبردستی مجلس قضاۃ میں لا جب آپ سلطان ناصر کے سامنے پیش ہوئے، تو حاجب نے قاضی مذکور کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ پر نشست کے لئے حکم سلطانی نافذ ہوا تھا۔ بٹھلا دیا۔ پھر اس کے بعد یہی نشست کا طریقہ جاری رہا۔،

مصر کے بعض علماء اور اعیان کا تذکرہ

یہاں کے نامی علماء میں سے شمس الدین اصبہانی ہیں، جو تمام دنیا میں فن معقولات کے امام مانے جاتے ہیں۔ دوسرے شرف الدین زوادی مالکی ہیں تیسرے برہان الدین بن بنت الشاذلی یہ جامع حاکم میں نائب قاضی القضاۃ ہیں۔ چوتھے رکن الدین ابن القوبع تونسی یکے از ائمہ معقولات ہیں۔
پانچویں شمس الدین بن عدلان کبیر الشافعی ہیں، چھٹے بہاؤالدین ابن عقیل فقیہ کبیر ساتویں اثیر الدین

ابوحیان محمد بن یوسف بن حبان غرناطی ہیں۔ آپ کو تمام علما پر فنِ نحو میں تفوق حاصل ہے۔ آٹھویں شیخ صالح بدرالدین عبداللہ متوفی نویں بدرالدین صفاقس۔ دسویں قوام الدین کرمانی ہیں، آپ کی سکونت جامع ازہر کی چھت پہ ہے فقہا اور قرا کا ایک گروہ آپ کی معیت میں رہتا ہے۔ اور مختلف علوم و فنون کا درس دیا کرتے ہیں۔

ہر مذہب کا مفتی موٹے اونی کپڑے کی عبا پہنتا اور سیاہ اونی کپڑے کا عمامہ باندھتا ہے، دستور یہ ہے کہ بعد نماز عصر تفریح گاہوں میں تنہا برائے تفریح جایا کرتے ہیں۔

علماء میں ایک اور بزرگ سید شریف شمس الدین ابن بنت الصاحب تاج الدین بن حنا ہیں بارہویں منجملہ علمائے مصر فقرا کے شیخ الشیوخ مجدالدین اقصرانی ہیں آپ دیار روم کے ایک شہر موسومہ بہ اقصرا کی طرف منسوب ہیں، اور مسکن سریاقص ہے، ایک اور ہستی شیخ جمال الدین حویزائی ہے، آپ بصرہ سے تین منزل کے فاصلہ پر حویزہ مقام کی طرف منسوب ہیں۔ اسی گروہ کے علماء میں دربار مصر کے نقیب الاشرف سید شریف المعظم بدرالدین الحسینی کبار صالحین میں سے ہیں۔ ایک اور شخص مجدالدین ابن حرمی وکیل بیت المال اور مدرس قبہ امام شافعی اور سولہویں نجم الدین سہرتی ہیں آپ بہت بڑے فقیہہ اور صاحب عز وجاہ ہیں۔

مصر میں یومِ محمل کا شاندار نظارہ جو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا

مصر کے مشہور دنوں میں سے ایک دن یہ بھی ہے جس میں تمام خلقت میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے، محمل کے گشت کی تفصیلی کیفیت اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے چار دن قاضی القضاۃ وکیل بیت المال اور محتسب ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر گذر چکا۔ ان کی معیت میں تمام کبار۔ فقہاء۔ امنا، روسا اور جملہ ارکان سلطنت ہوتے ہیں۔ یہ سب سوار ہو کر قلعہ کے پھاٹک پر جو سلطان کا دارالامارۃ ہے، محمل کے انتظار میں جمع ہوتے ہیں، پھر اونٹ پر محمل کی سواری نکلتی ہے، جو حجاز ایک امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا کرتا ہے۔ جسے اسی کام کے لئے سلطنت مقرر کرتی ہے، اس امیر کے ہمراہ وہ کل فوج جو محمل کے ساتھ جانے والی ہوتی ہے۔ جلوس میں نکالی جاتی ہے، اور جتنے سقے محمل کے ساتھ جانے والے ہوتے ہیں، وہ بھی سب اپنے اونٹوں پر سوار ہمراہ ہوتے ہیں، اور ہر طرح کے مردوں اور عورتوں کا بھی مجمع ہو جاتا ہے، پھر یہ سب محمل کے ساتھ مع اس جم غفیر کے جس کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے، قاہرہ اور مصر دونوں شہروں میں گشت کرتے ہیں، اور جلوس کے آگے آگے حدی خوان حدی خوانی

کرتے جاتے ہیں۔

محمل کی یہ سواری ہر سال ماہ رجب میں نکلتی ہے، اس کے نکلتے ہی لوگوں کے دلوں میں سفر حج کا ولولہ اور شوق اور عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے رحمت الٰہی شامل حال ہوتی ہے، وہ اپنے شوق، عزم میں پکا ہو جاتا ہے، اور انہماک کے ساتھ سفر کی تیاری کرنے لگتا ہے۔

پھر کوچ، پھر سفر

اب میرا ارادہ مصر سے براہ صعید سفر حجاز کا ہوا۔ جس رات مجھے مصر سے نکلنا تھا۔ اس شب کو ایک بڑی رباط میں شب باش ہوا، جسے صاحب تاج الدین نے دیر طین میں تعمیر کرا دیا ہے،

دیر طین کے تبرکات نبویؐ اور ان کی تفصیل

دیر طین کی عمارت مفاخر عظیمہ اور آثار کریمہ کی حامل ہے۔ یہاں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے، اس کے علاوہ رسالت مآبؐ کی سلائی ہے، جس سے آپؐ سرمہ لگایا کرتے تھے، وہ سوجا بھی ہے جس سے آپؐ بہ نفس نفیس اپنے نعلین مبارک سی لیا کرتے تھے، علاوہ ازیں مصحف امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بھی ہے، یعنی قرآن کا وہ نسخہ جو آپ نے خود تحریر فرمایا تھا،

کہا جاتا ہے کہ مالک رباط نے ان آثار شریفہ کا ہدیہ ایک لاکھ درہم دیا تھا۔ اور اس رباط کو تعمیر کرا کے تبرکات نبویؐ اس میں رکھے تھے، خدام کی تنخواہیں اور مصارف مقرر کئے۔ اور جو اس رباط میں آئے یا قیام کرے، اس کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا ——— ان آثار شریفہ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ بانی رباط کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

راستے کے مختلف پڑاؤ اور چھوٹے چھوٹے شہر

زیارت رباط سے فارغ ہو کر میں شہر منیۃ القائد میں پہونچا۔ یہ دریائے نیل کے کنارے چھوٹا سا شہر ہے،

پھر یہاں سے میں شہر یوش پہونچا اس شہر میں دوسرے بلاد مصریہ کی نسبت السی کی بہت پیداوار ہے اور نہ صرف دیار مصر میں بلکہ افریقہ کے شہروں میں بھی یہیں سے جاتی ہے۔

پھر بوش سے روانہ ہو کر شہر دلاص میں پہونچا۔ یہاں بھی السی کی بکثرت پیداوار ہے اور بوش کیطرح مصر کے شہروں اور افریقہ میں بھی یہیں سے بھیجی جاتی ہے۔

دلاص سے روانہ ہو کر شہر بیبا میں داخل ہوا اور وہاں سے چلا تو شہر بہنسا میں داخل ہوا۔ یہ شہر بہت بڑا ہے، اور اس میں بکثرت باغات ہیں۔ اور یہاں نہایت قیمتی اونی کپڑا بُنا جاتا ہے، اس شہر کے قاضی اور عالم شرف الدین ہیں۔ میں ان سے ملا۔ نہایت کریم النفس اور بہت بڑے فاضل ہیں۔ نیز یہاں شیخ صالح ابابکر عجمی سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انہیں کے ہاں مقیم ہوا، اور انہوں نے حق ضیافت ادا کر دیا۔

شہر منیۂ ابن خصیب میں آمد، وہاں کی مسجدیں اور مزارات

بہنسا سے روانہ ہو کر میں شہر منیہ ابن خصیب میں پہونچا۔ یہ شہر نہایت وسیع اور کشادہ دریائے نیل کے کنارے واقع ہے، مضافات صعید میں جتنے شہر ہیں ان سب پر اسے تفوق حاصل ہے، اس شہر میں مدرسے، مزارات، زاویے اور مساجد بکثرت ہیں۔ اگلے زمانے میں اس شہر منیہ کا مالک مصر کا عامل خصیب تھا۔

خلیفہ کا غلام مصر کا گورنر ہو کر آتا ہے، قدرت کی کارفرمائیاں

کہتے ہیں کہ اہل مصر پر جب خلفائے عباسیہ کا عتاب ہوا تو خلیفہ نے قسم کھائی کہ ——— میں تم پر ایسا حاکم مقرر کر دوں گا۔ جو میرے نہایت خوار و ذلیل غلاموں میں سے ہو گا۔ مقصد باشندگان مصر کو ذلیل کرنا اور سزا دینا تھا۔ چنانچہ ان صفات ذمیمہ سے موصوف ایک غلام تھا جس کا نام خصیب تھا۔ پہلے یہ حمام میں لکڑیاں جلاتا اور پانی گرم کیا کرتا تھا۔ خلیفہ نے اسے حکومت مصر کی خلعت پہنائی اور امارت پر مامور کیا۔ اس کا خیال تھا کہ جب اس ذلیل اور کمینہ کو مصر کی حکومت ملے گی، تو لوگوں سے اپنی سرشت کے مطابق برتاؤ کرے گا۔ جب مصر کی عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آئی تو اہل مصر کے حق میں یہ سراپا خیر ثابت ہوا۔ اس کے ایثار و کرم کا ڈنکا بجنے لگا۔ خلیفہ کے جو عزیز و اقارب اور دوسرے لوگ اس کے پاس مصر جاتے تو یہ ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دیتا اور حد درجہ خاطر تواضع کرتا۔ جس سے وہ اس کے گن گاتے ہوئے بغداد واپس آتے۔

اور یہ معتوب غلام فقیر ہو کر بھی لکھا پڑھا تھا باشعراء کے قصائد،

ایک مرتبہ بعض بنی عباس بلا اطلاع کئے چپکے سے مصر چلے گئے، اور خلیفہ کو خبر بھی نہ ہوئی جب واپس آئے تو خلیفہ نے ان سے غائب ہو جانے کا سبب پوچھا کہنے لگے مصر میں خصیب کے پاس تھے، اور یہ بھی بتایا دیا کہ اس نے یہ تحائف اور مال کثیر ہمیں پیش کش میں دیا ہے۔ چونکہ اس کا عطیہ بہت کچھ تھا۔ خلیفہ کو ناگوار معلوم ہوا۔ حکم دیا خصیب کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ اور مصر سے نکال کر بغداد بھیجا۔ اور یہاں کے بازاروں میں ڈال دیا جائے۔ جب گرفتاری کا حکم جاری ہوا تو اس کو مہلت بھی نہ دی گئی۔ اپنے محل کے اندر تک جاتے نہ پایا۔ باہر سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا بیش قیمت یاقوت تھا۔ اسے چھپا رکھا، اور رات کے وقت اسے اپنے ایک کپڑے میں سی لیا۔ جب اس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی۔ اور بغداد کے بازاروں میں پھینک دیا گیا۔ تو اتفاقاً ایک روز ایک شاعر کا گذر ہوا اس نے خصیب سے عرض کیا میں بغداد سے مصر آپ کے پاس آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر گیا تھا۔ لیکن جس روز مصر میں پہونچا اتفاق سے اس دن آپ کا بغداد آنا ہوگیا۔ اب میری آرزو ہے کہ آپ اس قصیدہ کو سن ہی لیں خصیب نے فرمایا میری جو کچھ حالت ہے وہ ظاہر ہے اب قصیدہ سننے سے کیا حاصل۔ شاعر نے عرض کیا کہ آپ نے تو بڑے بڑے انعامات دیئے ہیں۔ جن کی جزا خدا کے ذمہ ہے۔ میرا مدعا اب صرف سنانے کا ہے۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے ظاہر ہے بھلا میں آپ کو کچھ نہ دینے کا کیا الزام دے سکتا ہوں۔ خصیب نے کہا، اگر یہی خوشی ہے تو سناؤ۔ چنانچہ شاعر نے قصیدہ مذکور کا پہلا شعر پڑھا۔

انت الخصیب وھذہ مصر ! فتدفقا فکلاھما بحر

خصیب تیری جود و سخا امواج دریائے نیل کے مانند ہے، اور ان دونوں نے سرزمین مصر کو سرسبز و شاداب کر دیا ہے،

جب شاعر قصیدہ پڑھتے پڑھتے آخر شعر پر پہنچا تو خصیب نے کہا میرے کپڑوں میں فلاں مقام پر جو سلائی ہے اسے ادھیڑ ڈال۔ چنانچہ شاعر نے تعمیل حکم کی۔ اس میں سے وہ بیش بہا یاقوت نکلا جسے اس نے چھپا رکھا تھا۔ خصیب نے شاعر سے کہا یہ لے لو، شاعر نے انکار کیا اس پر خصیب نے اسے قسم دلائی اور کہا یہ تو لینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ شاعر نے لے لیا۔ اور بازار میں جوہریوں کے پاس لے گیا۔ جوہریوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ اتنا قیمتی یاقوت سوائے خلیفہ کے دوسرا نہیں خرید سکتا۔ اس لئے خلیفہ تک اس کی خبر پہونچائی

گئی۔ خلیفہ نے حکم نافذ کیا کہ شاعر حضور میں حاضر ہو۔

خصیب کا حسرتناک انجام، خلیفہ کی ندامت اور پشیمانی

جب یہ حاضر ہوا تو یاقوت کی متعلقہ کیفیت بالتفصیل دریافت کی۔ شاعر نے بے کم وکاست سارا حال بیان کر دیا۔ اس پر خلیفہ کو اپنے اس حکم پر جو خصیب کے متعلق نافذ کیا تھا۔ سخت افسوس ہوا اور حکم دیا کہ خصیب کو حاضر کیا جائے۔ وہ لایا گیا تو بہت سے انعامات دیکر دریافت کیا کہ کیا مانگتے ہو جو مانگو دیا جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے شہر منیہ عطا کر دیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کی خواہش پوری کی۔ اور اپنا وعدہ وفا کیا۔ پھر اس نے یہیں سکونت اختیار کی۔ اور وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے پس ماندگان وارث ہوئے، یہاں تک کہ ان کا زمانہ بھی گذر گیا۔

جس زمانہ میں ابن خصیب منیہ تھا تو فخر الدین نویری مالکی وہاں کا قاضی اور وہاں کا والی شمس الدین نویری مالکی تھا۔ یہ بہت بڑے خیر وکرم کا شخص تھا۔

حمام میں مادر زاد ننگے نہانے کا دستور

میں یہاں اتفاقاً ایک دن حمام میں چلا گیا دیکھا کہ جو لوگ حمام میں نہانے آتے ہیں۔ سب ننگے مادر زاد نہاتے ہیں۔ مجھے یہ فعل نہایت ناگوار گذرا۔ والی شہر یعنی شمس الدین سے آکر شکایت کی کہ یہاں کے لوگ حمام میں بے ستر داخل ہوتے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اچھا آپ ٹھہریئے اور حکم دیا کہ تمام حمامیوں کو حاضر کرو جب سب حمامی حاضر ہوئے تو اس نے ان سے اس امر کے مچلکے لئے کہ اگر کوئی شخص بے ستر بغیر لنگی باندھے حماموں میں داخل ہوا تو سب کو سزا دی جائے گی۔ اور ان پر سختی اور تشدد کیا۔

کاروانِ شوق کی تیز گامی

راہِ حجاز کے دیار و امصار اور قریات کے نظارے

منیہ ابن خصیب سے میں نے رخت سفر باندھا، اور پھر اپنی اصل منزل مقصود کی طرف بڑھا۔ راستے میں پہلا شہر منلوی تھا۔

دریائے نیل سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، یہاں کے قاضی فقیہ شرف الدین امیری ہیں۔ کبار شہر زیادہ تر بنی فضیل کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک بڑی جامع مسجد بنائی ہے جس کی تعمیر میں کافی دولت صرف کی ہے، اس شہر میں گیارہ کارخانے گنے کا رس نکالنے اور شکر بنانے کے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کا دستور ہے کہ مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں کو منع نہیں کرتے۔ یہ لوگ کارخانے میں آتے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں سے تازی روٹی پکوا کر لاتے ہیں۔ جس کڑھاؤ میں شکر کا قوام پکایا جاتا ہے، اس میں ان روٹیوں کو تھوڑی دیر چھوڑ دیا جاتا ہے جب ان میں خوب شکر چمٹ جاتی ہے تو نکال لاتے اور کھاتے ہیں۔

قصبہ منفلوط اور وہاں کا ایک تحیّر خیز واقعہ

شہر منلوی سے روانہ ہوکر میں شہر منفلوط میں پہونچا۔ یہ لب دریائے نیل واقع اور بارونق شہر ہے یہاں کی عمارتیں بہت اچھی ہیں [1]

اس شہر کے باشندوں سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ملک ناصر نے ایک بہت بڑا محکم الصنعۃ اور بدیع الانشاء منبر مسجد حرام زاد اللہ شرفاً وتعظیماً میں رکھنے کے لئے تیار کرنے کا حکم دیا کہ کشتی پر رکھ کر براہِ دریائے نیل چڑھاؤ کی جانب روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ کشتی بحر جدہ میں پہنچ جائے۔ ندیم وہاں

---

[1] مصر جدید کے مشہور ادیب اور صاحب طرز افسانہ نگار مصطفیٰ لطفی یہیں کے رہنے والے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

سے مکہ معظمہ پہونچا دیا جائے۔ جب یہ ممبر سے بار کشتی شہر منفلوط کے نیچے پہنچی اور جامع مسجد کے مقابل ہوئی تو گو ہوا موافق تھی مگر آگے نہ بڑھی اس بات سے لوگوں کو تعجب ہوا جو لوگ اس کشتی پر سوار تھے، وہاں پڑے رہے اور سوچنے لگے کہ کشتی لے کر آگے کس طرح بڑھیں، یہاں تک کہ اس کی خبر ملک ناصر کو کی گئی جب ملک ناصر نے یہ حال سنا تو مطلب سمجھ گیا، اور حکم دیا کہ وہ ممبر منفلوط کی جامع مسجد میں نصب کر دیا جائے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی، میں نے اس ممبر کی زیارت کی ہے

اس شہر میں میں نے ایک خاص چیز بکتی دیکھی جو شہد سے مشابہ ایک چیز ہے، اسے گیہوں سے نکالتے اور بازاروں میں بیچتے ہیں۔ اس کا نام انہوں نے نیداد کھا ہے، اس کی مصر کے بازاروں میں بکری ہوتی ہے،

میں اسیوط پہنچتا ہوں

منفلوط سے میں اسیوط روانہ ہوا۔ یہ شہر رفیع، اسواق بدیع کا حامل ہے، یہاں کے قاضی شرف الدین بن عبدالرحیم تھے۔ یہ "حاصل ماثم" کے نام سے ملقب ہیں۔ شہر بھی اسی لقب سے مشہور تھا۔ اس لقب کی اصلیت یہ ہے کہ ممالک مصر و شام میں جس قدر رقمیں اوقاف، صدقات اور وارد و صادر مسافرین کے مصارف کے لئے ہیں ان سب کا قضاۃ سے تعلق رہتا ہے، جس شہر میں کہیں سے جو فقیر و محتاج آتا ہے، وہ اس شہر کے قاضی کے پاس چلا جاتا ہے، قاضی جس قدر مناسب سمجھتا ہے اسی قدر اس کی کفالت کرتا ہے، اسی بنا پر فقیر لوگ قاضی شرف الدین کے پاس بھی آتے تھے، ان کی عادت یہ تھی۔ کہ جب ان کے پاس کوئی محتاج جاتا تو کہہ دیا کرتے "حاصلٌ ماثَمَّ" یعنی حاصلات میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے ان کا یہی لقب دے دیا۔ اور ان پر ایسا چپکا کہ اب تک اسی لقب سے مشہور ہیں۔

اس شہر کے مشائخ اور فضلائے صالحین میں شیخ شہاب الدین ابن الصباغ ہیں ایک دن ان شیخ صالح نے اپنے زاویہ میں میری ضیافت بھی کی تھی۔

شہر اخمیم اور اس کے آثار قدیمہ کا حال

اب میں شہر اخمیم میں پہونچا۔ یہ شہر بہت بڑا قدیم اور عجیب شان کا ہے۔ اس میں بربی کی نامی عمارت بھی ہے، جو اخمیم بربی کے نام سے مشہور ہے، اس کی تعمیر پتھر کی ہے اور اس کے اندر خطوط قدیمہ

میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ اب تک پڑھا نہیں جا سکا، کہ کیا لکھا ہے، اس میں آسمانوں اور ستاروں کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمارت بربی اس زمانہ میں بنائی گئی ہے جس زمانہ میں نسر طائر برج اقرب میں تھا۔ علاوہ ازیں طرح طرح کے جانوروں اور دیگر اشیا کی تصویریں ہیں۔ ان کے متعلق لوگوں کے مختلف بیانات ہیں۔ جو قیاس میں نہیں آتے۔ اور نہ قابل اعتبار ہی ہیں۔ [1]

اس شہر میں ایک شخص تھا جسے لوگ خطیب کہتے تھے، اس نے بربی کا کچھ حصہ ڈھا دیا تھا۔ اور اس نے پتھروں سے ایک مدرسہ بنوایا تھا۔ اس شخص کی دولت مندی کا ہر زبان پر چرچا ہے حاسدوں کا بیان ہے کہ انہی برابی کی بدولت اسے یہ مال ہاتھ لگا۔

یہاں میں شیخ ابی العباس بن عبد الظاہر کے زاویہ میں اترا اسی میں ان کے دادا عبد الظاہر کا مزار بھی ہے، ان کے کئی بھائی ہیں، ناصر الدین۔ مجد الدین۔ اور احدالدین۔ ان کا دستور ہے کہ سب جمعہ کی نماز کے بعد جمع ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ خطیب نورالدین اور ان کے بیٹے اور قاضی شہر جو کہ فقیہ ہیں۔ اور تمام شہر کے دوسرے لوگ مجمع میں شریک ہو کر قرآن خوانی کرتے، اور عصر کی نماز تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد سورہ کہف کا دور ہوتا ہے پھر سب اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

شہر ہو، وہاں کا مدرسہ اور دستور عام، میرے سفر حج کے متعلق ایک پیش گوئی

شہر اخمیم سے شہر ہو میں آیا۔ یہ بہت بڑا شہر اور دریائے نیل کے کنارے واقع ہے، یہاں میں شیخ تقی الدین ابن السراج کے مدرسہ میں اترا اور تمام لوگوں کو دیکھا اس مدرسہ میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد پہلے قرآن شریف کی ایک منزل پڑھتے ہیں، اور پھر شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کے اوراد اور ان کی حزب البحر کا دور ہوتا ہے، یہاں سید شریف ابو محمد عبد اللہ الحسنی کبار صالحین میں سے ہیں۔

ان بزرگ سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا براہ جدہ۔ حج بیت الحرام کا قصد ہے، آپ نے فرمایا کہ بالفعل تم اس راہ سے حج نہ کر سکو گے تمہیں واپس چلا جانا چاہیئے، تمہارا جب پہلا حج ہوگا تو درب شامی سے ہوگا۔ میں واپس

---

[1] درحقیقت مصر کا چپہ چپہ قدیم ترین آثار و نقوش کا گہوارہ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

آیا۔ اور آپ کے ارشاد عالی پر کچھ عمل نہ کیا۔ اور بدستور اپنے سفر میں مصروف رہا حتیٰ کہ عیذاب پر پہنچ گیا۔ لیکن اب آگے چلنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار پھر واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد ملک شام کے سفر کا اتفاق ہوا، الغرض براہِ درب شام میرا پہلا حج ہوا اور بالآخر شیخؒ کی پیش گوئی صادق آئی۔

ایک صاحب کرامت بزرگ کا شہر

پھر میں شہر ہو سے روانہ ہو کر شہر قنا میں پہونچا۔ اگرچہ یہ شہر بہت چھوٹا ہے، لیکن اس کے بازار نہایت اعلیٰ اور خوبصورت ہیں، اس شہر میں صاحب براہین عجیبہ اور کرامات مشہورہ ایک ولی اللہ عبدالرحیم قناویؒ کا مزار ہے، میں نے ان ولی کامل کے پوتے شہاب الدین احمد کو مدرسہ سیفیہ میں دیکھا ہے،

باغوں، مدرسوں، اور بازاروں کا شہر قوص

قنا سے شہر قوص آیا۔ یہ شہر بہت بڑا اور خیرات عمیمہ کا معدن ہے، اس کے باغات سرسبز و شاداب ہیں بازار خوبصورت اور بارونق ہیں مساجد حد سے زیادہ ہیں۔ مدرسوں کی کوئی انتہا نہیں، بلاد صعید کے اعلیٰ احکام اسی شہر میں رہتے ہیں۔ شہر کے باہر زاویے ہیں۔ ایک شیخ شہاب الدین بن عبدالغفار کا زاویہ ہے، یہاں ہر سال فقرا اور متجردین کا ماہ رمضان میں بڑا مجمع لگتا ہے۔

قوص کے اکابر علماء، فقہاء، صلحاء، اور ان کے تذکارِ جمیلہ

یہاں کے نامی گرامی علماء میں جمال الدین ابن السدید ہیں۔ اور یہاں کے خطیب فتح الدین ابن دقیق العید ان کاملین فصحا اور بلغا میں سے ہیں، جو میدان فصاحت و بلاغت میں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ دنیا میں ان جیسا فصیح و بلیغ شخص سوا دو شخصوں کے نہیں دیکھا۔ ایک بہاءالدین عبری مسجد حرم کے خطیب اور دوسرے حسام الدین شالی شہر خوارزم کے خطیب ان کا ذکر آگے آئے گا۔

مشہور علمائے شہر میں سے فقیہ بہاءالدین بن عبدالعزیز مدرسہ مالکیہ کے مدرس ہیں اور فقیہ برہان الدین اندلسی بھی ہیں۔ آپ کا ایک بہت بڑا زاویہ بھی ہے،

شہر اقصر میں میری آمد، ایک مزار ایک زاویہ

پھر میں قوص سے شہر اقصر میں پہنچا گو یہ شہر نہایت چھوٹا ہے، مگر خوبصورت ہے یہاں عابد صالح

ابی الحجاج اقصری کا مزار ہے اور مزار مبارک پر ایک زاویہ بھی بنا ہوا ہے۔

اب شہر ارمنت آیا یہ بھی چھوٹا سا شہر دریائے نیل کے کنارے آباد ہے۔ یہاں باغات بکثرت ہیں۔ قاضی شہر نے میری دعوت کی تھی لیکن اس کا نام بھول رہا ہوں۔

شہر اسنا اور ادفو میں آمد

پھر شہر اسنا آیا یہ بہت بڑا اور وسیع شہر ہے یہاں کی سڑکیں بہت چوڑی، اور بڑا پر منافع مقام ہے، زاویے، مساجد اور مدارس بکثرت ہیں، مزار نہایت خوبصورت اور خوش وضع ہیں، اور باغات ہرے بھرے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ کا نام شہاب الدین ابن مسکین ہے۔ انہوں نے میری مہمان نوازی اور بڑی عزت کی اور اپنے ماتحت قضاۃ کے نام احکام صادر فرمائے کہ میرے ساتھ اکرام سے پیش آئیں۔

یہاں کے مشاہیر فضلا میں سے شیخ صالح نورالدین علی اور شیخ صالح عبدالواحد مکناسی ہیں۔ یہ شیخ اب تک شہر قوص میں ایک زاویہ کے قوص میں مالک ہیں۔

پھر میں شہر ادفو پہونچا۔ اس شہر اور شہر اسنا کے مابین ایک رات دن جنگل سے ہو کر راستہ ہے، اب میں شہر اعطوانی سے براہ نیل گیا، اور یہاں سے اونٹ کرایہ پر لیے۔ ہم قوم دغیم کے عرب قافلہ کیسا تھا ایک بڑے جنگل کے راستہ روانہ ہوئے جس میں گو کہیں آبادی کا نشان نہ تھا، مگر راہزنوں سے بالکل محفوظ تھا۔ اسکی ایک منزل میں جو ہم رات تو وہ مقام حمیثرا تھا۔ یہیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کا مزار ہے، اس سے پہلے ہم آپکی کرامت کے ضمن میں آپکے وصال کا حال بیان کر چکے ہیں۔ حمیثرا کی سرزمین میں بکثرت کفتار ہیں۔ جب یہاں شب کو ہمارا قیام ہوا تو ساری رات انہیں سے لڑتے گذری، باوجود اسقدر حفاظت کے میرے اسباب کے قریب ایک گرن بہار کر اس میں سے کھجوروں کا تھیلا لے گئی۔ صبح ہوئی تو وہ تھیلا تو پھٹا پڑا ہوا ملا، اور کھجوریں کھا ڈالیں تھیں۔

شہر عیذاب، یہاں کے باشندے اور دوسرے حالات

پھر پندرہ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم شہر عیذاب پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے، اور اس میں مچھلی اور دودھ بافراط ہوتا ہے، لیکن ہر قسم کی غلہ کی جنس اور کھجوریں یہ سب صعید مصر سے آتی ہیں۔ اس کے باشندے بجاۃ[1] قوم کے ہیں ان کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ زرد چادر اوڑھتے ہیں۔ اور

---

[1] بربر قوم کا ایک حصہ۔

سروں میں انگل بھر کی چوڑی زرد پٹی باندھتے ہیں۔ ان لوگوں میں لڑکیوں کی وراثت کا رواج نہیں۔ ان کی غذا اونٹنی کا دودھ اور سواری گھوڑے ہیں۔ اور اپنی بولی میں گھوڑے کو صہب کہتے ہیں۔ ایک تہائی شہر پہ تو ملک الناصر کی حکومت ہے، اور ملک کا دو تہائی حصہ بجاۃ کے قبضہ میں ہے۔ اس کا نام حذربی ہے۔

شہر عیذاب میں ایک مسجد ہے جو قسطلانی کی طرح منسوب ہے، یہ اپنی برکات کے باعث بہت مشہور ہے۔ اس مسجد کی زیارت سے میں مشرف ہوا ہوں۔ اور استفادۂ برکت کیا ہے۔ اس شہر میں شیخ صالح موسیٰ بھی تھے۔ اور شیخ کبیر السن محمد مراکش بھی۔ غالباً یہ محمد مراکش وہی ہیں، جو مراکش کے ملک مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ ان کی پچانوے سال کی عمر ہوگی، جب ہم عیذاب میں پہنچے تو بجاۃ کے ملک حدربی اور ترکوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ حدربی نے ترکوں کی بہت سی کشتیاں غرق کر دی تھیں، اور ترک اس کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس جنگ کی وجہ سے ہم آگے دریا میں سفر نہ کر سکے۔ آخر کار جو کچھ ہمارے پاس سامان سفر تھا۔ اسے فروخت کیا، اور جن عربوں کے اونٹ ہم نے کرایہ کئے تھے، ان کے ساتھ صعید مصر کی طرف واپس ہوئے۔ پھر شہر قوص میں جس کا اوپر ذکر گذر چکا پہونچے۔ اور وہاں سے نیل میں اترے اور براہِ دریا روانہ ہوئے۔ اتفاقاً وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا۔ آٹھ دن میں قوص سے مصر پہنچے۔

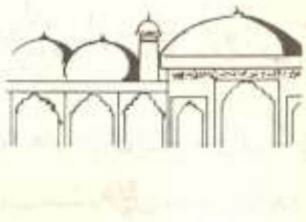

بلادِ شام کا سفر

مصر میں ایک رات گذار کر میں نے رختِ سفر شام کے لئے باندھا، یہ واقعہ وسط ماہ شعبان ۴۲۶ھ کا ہے [1]۔

بلبیس میں میرا ورود یہاں کے باغات وغیرہ

آخر طے مسافت کے بعد شہر بلبیس[2] میں میرا ورود ہوا، یہ شہر بہت کشادہ اور وسیع ہے، یہاں باغات بھی بکثرت ہیں۔ یہاں کسی ایسے شخص سے ملنا نہیں ہوا، جو کوئی خاص اہمیت رکھتا ہو۔

مقام صالحیہ میں آمد

بلبیس سے چل کر میں ایک مقام صالحیہ میں پہونچا، یہاں سے ریگ زار کا سلسلہ شروع ہوا، اور اسی میں سفر جاری رکھنا پڑا۔

راستے کی منزلیں اور کارواں سرائیں

راستے میں جو منزلیں آئیں، اور جن کارواں سراؤں میں ٹھہرنے یا جن کے پاس سے گذرنا پڑا، وہ یہ ہیں۔

موادہ — واردہ — مطلب — عریش — اور خرویہ،

ان میں سے ہر منزل پر مسافروں اور راہ پیماؤں کے لئے ایک "فندق"[3] موجود ہے، جسے یہ لوگ "خان"[4]

---

[1] مطابق ۱۰۳۶ء [2] یہ بہت قدیم شہر ہے، تورات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جاتے ہوئے یہاں اترے تھے۔ [3] آج کل "فندق"، ہوٹل کو کہتے ہیں۔ [4] خان عربی میں سرائے کیلئے آتا ہے۔

کہتے ہیں، ان کارواں سراؤں میں مسافر قیام کرتے ہیں، اور اگر ان کے ساتھ سواری کے جانور ہوں، تو ان کے رکھنے کا بھی انتظام ہے،

سرائے کے باہر ایک تالاب موجود ہے، جس سے حسب ضرورت پانی لیا جا سکتا ہے، اپنے لئے بھی اور اپنے جانوروں کیلئے بھی، نیز "حانوت"[1] بھی موجود ہیں، جہاں سے عام ضروریات کی تمام چیزیں بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ جن کی مسافروں کو اپنے یا اپنی سواری کے جانوروں کے لئے ضرورت ہو۔

چنگی اور کسٹم کا انتظام

یہاں سے آگے بڑھ کر ایک مقام آتا ہے جسے قطیا کہتے ہیں۔

اس مقام کو کسٹم چوکی کہنا چاہیئے، مسافروں میں جو لوگ سوداگر ہوتے ہیں۔ ان کی بہت اچھی طرح تلاشی لی جاتی ہے، اور اس سلسلہ میں سختی اور تشدد سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، پھر کارپردازانِ حکومت چنگی بھی جتنی مناسب سمجھتے ہیں وصول کر لیتے ہیں۔ ان کاموں کو سرانجام دینے کے لئے یہاں دیوان، عمال، منشی، اور گواہ، غرض پورا عملہ موجود رہتا ہے، یہاں کسٹم اور چنگی کے طور پر ہر روز جو رقم وصول ہوتی ہے، وہ ایک ہزار دینار طلائی سے کم نہیں ہے،

اس جگہ اس بات کا بھی بڑا اہتمام ملحوظ ہے کہ جب تک پروانہ راہداری موجود نہ ہو، نہ شام کا کوئی شخص حدود مصر میں داخل ہو سکتا ہے نہ مصر کا شام میں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مسافروں کی جان اور مال کو ضرر اور خطرے سے محفوظ رکھا جائے، نیز عراق کے جاسوسوں سے بھی احتیاط مد نظر تھی کہ دھوکے دہڑی سے آمد و رفت کا نتیجہ خطرناک نہ ہو۔

عربوں کو اس راستے کی حفاظت کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے، تاکہ کوئی شخص چوری چھپے ادھر سے اُدھر نہ ہو جائے اور مال تجارت پار نہ کر دے،

قاعدہ یہ تھا کہ رات ہونے کے بعد، ساری ریت کو اچھی طرح مسطح کر دیتے تاکہ اس پر کسی طرح کا نشان یا باقی نہ رہ جائے۔

پھر صبح کو افسر اعلیٰ گشت کرتا، اگر اسے کوئی نشان پا نظر آ جاتا ہے، تو وہ ان عربوں سے جو راستے کی حفاظت کے ضامن تھے مطالبہ کرتا کہ فوراً اس کے تعاقب میں جائیں۔ اور جس طرح بھی ہو اسے پکڑ لائیں۔ عرب محافظ تو

---

[1] حانوت عربی میں دکان کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد جنرل اسٹور ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

فوراً ہی تعاقب میں روانہ ہوجاتے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا اسے گرفتار کرلاتے پھر افسر اعلیٰ جو سزائیں مناسب سمجھتا دیتا۔

میں جب یہاں وارد ہوا تو یہاں کا افسر اعلیٰ عزالدین تھا۔ یہ اپنے اوضاع واطوار کے اعتبار سے بہت اچھا آدمی تھا۔ اور مجھ پر بہت زیادہ مہربان تھا۔ اس نے میری مہمانداری کی، میرے اعزاز واکرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور مجھ سے ایک پائی بھی وصول کئے بغیر سارے سامان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی یہی سلوک میرے ساتھیوں کے ساتھ بھی کیا۔

عزالدین کا پیش کار عبدالجلیل مغربی تھا۔ یہ باشندگان مغرب[1] کو خوب پہچانتا تھا۔ مغربیوں میں سے جو مسافر اوپر سے گذرتا اس سے سوال کرتا کہ وہ کس شہر کا رہنے والا ہے؟ اس سوال کا مقصد رفع اشتباہ تھا کیونکہ مغربیوں سے قطیاکی چوکی پر کوئی محصول کسی قسم کا نہیں لیا جاتا تھا۔

شہر غزّہ میں آمد، غزّہ کے احوال وکوائف، اور مسجد جامع

یہاں سے رخصت ہوکر میں شہر غزہ میں پہونچا، یہ شام کا سب سے پہلا شہر ہے، اور مصر سے بالکل متصل ہے، یہ نہایت وسیع اور کشادہ شہر ہے، عمارتوں کی اتنی کثرت ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، بازار نہایت خوبصورت اور سجے ہوئے، مسجدیں بھی بہت سی، اس شہر کی کوئی فصیل نہیں ہے۔ یہاں کی قدیم مسجد جامع تو رعنائی اور حسن وجمال میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج بھی جس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے، اسے امیر معظم جاولی نے تعمیر کرایا ہے، یہ نہایت پائدار اور مضبوط ومستحکم عمارت ہے، اس کا منبر سفید سنگ رخام کا ہے،

اس شہر کا منصب قضا بدرالدین حورانی کے ہاتھ میں ہے، مسند درس کو علم الدین ابن سالم زینت بخشتے ہیں، اعیان بنوسالم کا شمار اس شہر کے اکابر میں ہوتا ہے، بیت المقدس کے قاضی شمس الدین بھی بنوسالم میں سے ہیں۔ اور بڑے پایہ کے شخص مانے جاتے ہیں۔

---

[1] مغرب سے مراد مغرب اقصیٰ، یعنی افریقہ کا وہ علاقہ ہے، جس میں بلاد بربر اور اندلس شامل ہیں۔ یعنی تونس۔ لیبیا مراکش، طنجہ اور افریقہ کے وہ سارے شہر جو حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

(رئیس احمد جعفری)

دیارِ خلیلؑ

مسافر کے قدم غزۃ سے آگے بڑھے اور میں دیارِ خلیلؑ یعنی ابراہیمؑ (صلے اللہ علی نبیاد علیہ وسلم تسلیمات) میں داخل ہوا،

یہ شہر کچھ زیادہ وسیع نہیں۔ لیکن اپنی عظمت، مرتبے اور قدر کے اعتبار سے دیار و امصار پر بالا ہے، یہ منبع نور ہے۔ یہیں سے وحدانیت کی تجلّی پھوٹی، یہ شہر حسن و منظر کے اعتبار سے لاجواب ہے، اس کی تاریخ اپنے دامن میں کیسے کیسے عجیب اور حیرت انگیز، سبق آموز، اور روح پرور واقعات رکھتی ہے، یہ ایک وادی میں واقع ہے، یہاں کی مسجد اپنی رو کاری، صنعت کاری، پائداری اور استحکام، خوش نظری اور دیدہ زیبی، بلندی اور رفعت میں بے مثل ہے، یہ ساری سنگی ہے، اور اینٹوں کی طرح ایک پتھر دوسرے سے پیوست ہے، جن پتھروں سے یہ بنائی گئی ہے، ان میں ایک پتھر تو اتنا بڑا ہے کہ اس کا ہر پہلو ۲۷ بالشت کا ہے، کہا جاتا ہے، کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے جنوں کو اس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا تھا۔

اندرونِ مسجد کا غار اور مقابرِ انبیاء، عجیب و غریب مشاہدات

اندرون مسجد میں ایک غار ہے۔ جس کی تقدیس کے بارے میں روایات مشہور ہیں۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت اسحاقؑ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السّلام (صلوٰت اللہ علی نبیاو علیہم) کی قبریں ہیں، اور ان قبروں کے عین سامنے تین اور قبریں ہیں جو ان کی ازواج صالحات کی ہیں۔

دیوار قبلہ سے متصل اور اس کے داہنے جانب ایک مقام ہے جس کے زینے سنگِ رخام کے ہیں یہ راستہ ایک صحن تک جاتا ہے، جس کا فرش سنگ رخام کا ہے، اس میں تین اور قبریں ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

یہ قبریں انبیا علیہم السّلام کی قبروں کے محاذات میں سے ہیں، یعنی تناسب قائم رکھنے کے لئے ان کی تعمیر کی گئی ہے غار کی طرف جانے کا ایک راستہ بھی ہے، جو آج کل بند ہے۔

میرا اس جگہ کئی مرتبہ آنا ہوا۔

مزار حضرت ابراہیم خلیل اللہ

جن اہلِ علم نے اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ ان تینوں مقدس قبروں کا یہاں ہونا بالکل درست اور تحقیق شدہ ہے، انہوں نے جعفر رازی کی کتاب المسمٰی، بہ المفسر القلوب عن صحۃ قبر ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ سے روایت نقل کی ہے، اور ابوہریرہؓ سے سندلی ہے جن کی روایت ہے کہ علی بن جعفر رازی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب شبِ معراج میں میرا بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں حضرت ابراہیمؑ کے مزار پر میرا گذر ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے فرمایا یہاں اتریئے اور دوگانہ ادا فرمائیے۔ یہاں آپ کے جد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مزار ہے۔ پھر اسی طرح بیت لحم پر میرا گذر ہوا۔ یہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے مجھے یہی فرمایا کہ یہاں آپ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا مولد ہے۔ اتریئے اور دوگانہ ادا فرمائیے پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام صخرہ کی طرف لے گئے۔ الخ۔

جب یہاں معلم صالح امام برہان الدین جعبری خطیب سے، جو نہایت سن رسیدہ بزرگ اور یہاں کے مشاہیر ائمہ اور زبردست صلحا میں سے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مزار مبارک کے متعلق تصحیح چاہی کہ آیا یہاں ہے یا نہیں تو انہوں نے فرمایا جن اہل علم سے میری ملاقات ہوئی ہے ان سب نے اس امر کو بالصراحت فرمایا ہے " یہ سب قبریں حضرت ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کی ازواج صالحات کی ہیں۔ اس امر پر سوا اہل بدعت کے کوئی جرح نہیں کرتا "، اور چونکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، اس لئے برابر سلف سے خلف تک سب کو نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک امام اس غار میں داخل ہوئے۔ اور حضرت سارہؓ کے مزار کے قریب کھڑے ہوئے تو اسی وقت ایک بڈھا آدمی بھی اس غار میں داخل ہوا۔ اور امام سے جو حضرت سارہؓ کے مزار کے قریب کھڑے تھے دریافت کیا۔ ان مزارات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کون سا مزار ہے؟ امام مذکور نے حضرت سارہؓ کے مزار کے پاس کھڑے کھڑے اس مزار کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف جس کی نسبت تھی۔ پھر ایک نوجوان غار میں داخل ہوا اور اس نے بھی پہلے دونوں داخل ہونے والوں کی طرح دریافت کیا۔ اسے بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد فقیہ مذکور نے فرمایا میں اس

امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ مزار بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے بعدازاں فقیہ مذکور نے مسجد میں اگر نماز فجر ادا کی اور اپنی راہ لی۔

مزار حضرت یوسف و لُوط علیہما السّلام

اسی مسجد میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا بھی مزار ہے، اور حرم خلیل کی مشرقی جانب ایک ٹیلہ پر حضرت لوط علیہ السّلام کی تربت ہے، اس ٹیلہ سے شام کی سرحد نظر آتی ہے مزار مذکور پر ایک نہایت دل کش عمارت ہے، اس عمارت کے ایک درجہ میں مزار ہے یہ درجہ نہایت سفید اور دیدہ زیب ہے، مزار پر کسی طرح کی آمد نہیں۔ یہاں ایک بحیرہ ہے، جسے "بحیرہ لوط" کہتے ہیں۔ اس کا پانی کڑوا ہے، کہتے ہیں یہی مقام "دیار قوم لوطؑ" ہے حضرت لوط علیہ السّلام کی تربت مبارک کے پاس "مسجد الیقین" نام کی ایک مسجد ہے، جو ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے، اس مسجد پر جو نور اور روشنی محسوس ہوتی ہے، وہ یہاں کے سوا اور کہیں نہیں محسوس ہوتی۔ مسجد مذکور کے جوار میں صرف ایک مکان ہے، اس میں اس مسجد کا منتظم رہتا ہے مسجد کے دروازے پر ایک گہرا اور سنگین مقام ہے، اس میں ایک چھوٹی سی محراب بنی ہے، جہاں صرف ایک شخص نماز پڑھ سکتا ہے۔ دوسرے کی گنجائش نہیں کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے، جہاں قوم لوطؑ کے ہلاک ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا تھا۔ اس وقت سجدہ کرنے پر مقام سجدہ کو کسی قدر جنبش ہوئی، اور تھوڑا سا زمین میں دھنس گیا تھا۔

فاطمہ بنت حسین بن علی علیہم السّلام کی قبر مبارک کی زیارت

اسی مسجد کے قریب ایک نشیب ہے، اس میں حضرت فاطمہ بنت حسین ابن علی علیہما السلام کی قبر ہے، اس مزار کے سرہانے اور پائنتی سنگ مرمر کی دو لوحیں نصب ہیں۔ ان میں سے ایک میں بخط بدیع یہ عبارت منقوش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
للہ العزۃ والبقآء ولہ ما ذرأ و برأ
علیٰ خلقہ کتب الفنآء و فی رسول
اللہ اسوۃ ھذا اقبرام سلمۃ فاطمہ
بنت الحسین رضی اللہ عنہ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
اللہ ہی کے واسطے غلبہ اور بقا ہے جو ظاہر ہوا اور عالم
وجود میں آیا وہ اسی کا ہے اسی نے اپنی مخلوق کے لئے فنا کا حکم
لکھا آں حضرتؐ کی ذات ایک اسوۂ حسنہ ہے، یہ قبر ام سلمہ
فاطمہ بنت حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ہے۔

دوسری لوح پر یہ عبارت مرتسم ہے وہ یوں ہے :۔

صنعہ محمد ابن ابی سہل النقاش بمصر	یہ مصر کے رہنے والے محمد بن ابی سہل نقاش کی دست کاری
اسکنت من کان فی الاحشاء مسکنہ بالرغم	ہے آپ کی جگہ میرے دل میں تھی۔ مگر وائے بدبختی کہ آپ
منی بین التراب والحجر	نے پتھر اور مٹی کو اپنا مسکن بنالیا"
یا قبر فاطمۃ بنت ابن فاطمہ	اے فاطمہ ابن فاطمہ کی بیٹی ،
بنت الائمہ بنت الانجم الزھر	ائمہ کی بیٹی ، روشن اور درخشاں ستاروں کی بیٹی
یا قبر مافیك من دین ومن ورع	اے قبر ، دین ، تقویٰ ، عفت ، نگہداشت اور
ومن عفاف ومن صون ومن خفر	حیا ، کون سی چیز ہے جو تیرے اندر دفن نہیں ہے !

بیت المقدس کی زیارت، بیت اللحم کی زیارت، مزار حضرت یونس علیہ السلام

یہ جہاں گرد ، دیار خلیل سے مقام بیت المقدس پہونچا راستہ میں حضرت یونس علیہ السّلام کی تربت کی زیارت کی ، یہاں ایک بہت بڑی عمارت بنی ہے ، اور ایک جبہ بھی ہے ، راستہ میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے مولد مبارک یعنی بیت اللحم کی زیارت بھی کی ۔ یہاں کھجوروں کی شاخ کا ایک نشان موجود ہے ، اور مقام ولادت پر بہت بڑی عمارت موجود ہے ، عیسائی اس مقام کی بہت عظمت کرتے ، اور جو شخص یہاں اترتا ہے اس کی ضیافت اور مہمانداری کرتے ہیں ۔

پھر یہاں سے ہم بیت المقدس پہنچے ۔ یہ مسجد دنیا کی ان تین بزرگ ترین مسجدوں میں سے ہے جو دوسری مساجد پر فضیلت حاصل ہے ، یہی وہ مسجد ہے جہاں سے رسول اللہ صلعم نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور معراج سے مشرف ہوئے ۔ یہ شہر بہت بڑا اور وسیع ہے مکان اس طرح خالص پتھر سے بنے ہوئے ہیں کہ ایک پتھر دوسرے سے جڑا ہوا ہے ۔ جس زمانہ میں سلطان صلاح الدین ابن ایوب نے اللہ برترا سے اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے ۔ یہ شہر فتح کیا تو شہر پناہ کو بعض مقامات سے ڈھا دیا تھا ۔ لیکن پھر ملک ظاہر[1] نے بعض منہدمہ مقامات کو اس خوف سے غارت کردیا کہ مبادا قوم روم[2] حملہ آور ہو اور شہر پناہ ہونے کی وجہ سے اسے اپنی حفاظت میں سہولت ہو ۔ اس سے پہلے یہاں کوئی نہر نہ تھی ۔ لیکن اب میں امیر سیف الدین تنکیز امیر دمشق نے یہاں پانی پہونچا دیا ہے ۔

---

[1] سلطان صلاح الدین ایوبی کا جانشین [2] یعنی عیسائی ۔

(رئیس احمد جعفری)

مسجد مقدس دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ

یہ مسجد خوبصورتی اور دل آویزی کے اعتبار سے دنیا کی عجیب ترین مسجدوں میں شمار ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تمام عالم کی مساجد میں سے کوئی مسجد اس سے بڑی نہیں، مشرق سے مغرب تک اس کا طول سات سو بادن گز ماکی ہے، اور قبلہ سے سامنے کے رخ یعنی شمال و جنوب چار سو چنتیس گز عرض ہے، اس کے ہر سمت اطراف بہت سے دروازے ہیں اور قبلہ کی طرف ایک دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ میرے علم میں نہیں، اسی دروازہ سے امام داخل ہوتا ہے۔ تمام مسجد بغیر چھت کے ایک میدان ہے، البتہ مسجد اقصیٰ نہایت مضبوط مسقف اور اس کی عمارت نہایت پائیدار و مستحکم ہے، تمام سونے کا کام اور نہایت اعلےٰ درجہ کی رنگ آمیزی کی ہوئی ہے، علاوہ ازیں اور بھی کئی مسقف مقامات ہیں۔

قبۂ صخرہ اور سپر حمزہ رضؓ ایک نہایت محکم عمارت

عجیب و غریب اور مستحکم ترین عمارات میں سے قبۃ الصخرہ کی عمارت ہے۔ گویا تمام خوبصورتیوں اور جملہ نادر کاریوں کا مخزن ہے، یہ وسط مسجد میں کچھ بلندی پر واقع ہے، اور سنگ رخام کے زینے ہیں جن سے ان پر چڑھتے ہیں، اس کے چار دروازے اور دائرے ہیں۔ اندر اور باہر بڑی خوبی کے ساتھ سنگ رخام سے مفروش ہے۔ اسی طرح قبہ کے اندر سارا فرش سنگ رخام کا نہایت صنعت کاری سے بنایا گیا ہے، الغرض اس قبہ کا سارا دائرہ صنعت کی وہ حیرت انگیز تصویر ہے جس کے بیان سے زبان عاجز ہے، اس کا بڑا حصہ سونے سے ڈھکا ہے جس کی جلا اس قدر روشن اور چمکدار ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، اور شاعر و نثار اس کی خوبیوں کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قبہ صخرہ کے وسط میں بڑا پتھر ہے جس کا آثار نبوی صلعم میں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس پتھر سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ یہ پتھر بالکل ٹھوس ہے، اور اس کی بلندی قد آدم کے برابر ہے، اس پتھر کے نیچے ایک غار ہے۔ جیسے ایک چھوٹی سی کوٹھری، اس کی بلندی بھی قد آدم ہے، اس میں زینہ سے اترتے ہیں، اور اندر ایک محراب کی شکل بنی ہے، اور اس پر نہایت مستحکم دوہرے کٹہرے لگے ہیں۔ ایک کٹہرہ جو پتھر کے قریب ہے، وہ لوہے کا ہے، اور اس میں عجیب و غریب صناعیاں اور کاریگریاں ہیں، اور دوسرا کٹہرہ لوہے والے کٹہرہ کے اوپر لکڑی کا ہے۔ اس قبہ کے اندر ایک بہت بڑی سپر لٹکی ہے، لوگوں کا گمان ہے کہ یہ سپر حضرت حمزہ رضؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ہے،

قدس کے بعض مشاہد۔ وادئ جہنم وغیرہ گہوارہ عیسیٰ[1] مزار مریم[2]

یہاں وہ مکان بھی ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہیں سے آسمان پر چڑھے تھے، اور شہر بیت المقدس کے مشرق میں ایک بلند ٹیلہ پر ایک وادی ہے، جو وادئ جہنم کے نام سے معروف ہے، مشاہد میں سے رابعۂ بدویہ کا مزار ہے جو بادیہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ وہ مشہور رابعہ عدویہ نہیں ہیں، بطن وادی میں ایک کنیسہ ہے، اس کی مسیحی بہت عظمت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا مزار وہیں ہے۔ ایک اور کنیسہ بھی ہے اس کی بھی مسیحی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن اس عظمت کی جو وجوہ بیان کرتے ہیں محض افترا ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار وہیں ہے، کنیسہ مذکور کی زیارت کو لوگ بہت دور دراز مقامات سے آتے ہیں۔ اور ہر مسیحی زائر کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، جو اس کی زیردستی کی علامت کے طور پر لیا جاتا ہے، یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارہ کی جگہ ہے جسے لوگ بابرکت سمجھتے ہیں۔

قدس کے اکابر اور فضلا

قدس کے فاضلوں میں ایک بزرگ علامہ شمس الدین محمد قاضی ابن اسلم غزی ہیں، یہ غزہ کے رہنے والے ہیں، ان کا شمار یہاں کے کبار رجال میں ہے، دوسرے بزرگ قدس کے خطیب فاضل صالح عماد الدین نابلسی مفتی شہاب الدین محدث طبری مدرس مالکیہ اور خانقاہ کریمہ کے شیخ ابو عبداللہ محمد ابن مثبت غرناطی نزیل القدس ابو علی حسن المعروف بالمحجوب جو کبار صالحین میں سے ہیں، اور کمال زہد تقویٰ سے متصف ہیں عابد و زاہد و صالح شیخ کمال الدین مراغی۔ شیخ صالح و عابد ابو عبدالرحیم عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ اہالی ارض روم میں سے اور مریدین میں سے تاج الدین رفاعی ہیں۔ انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت بھی پائی ہے، اور انہیں سے خرقہ تصوف بھی پہنا ہے،

عسقلان میں داخلہ

بیت المقدس کی زیارت اور وہاں کے آثار و مشاہد اور مزارات و مقابر کی دید سے فارغ ہو کر ، بن مرحد عسقلان کی زیارت کو روانہ ہوا ،

یہ شہر ایک ویرانہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، اب یہاں جو کچھ باقی ہے ، وہ کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں ، نہ وہ آبادی ہے ، نہ شادابی ، نہ مضبوط و مستحکم عمارتیں ، نہ بلند و بالا قلعے ۔

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جو عسقلان سے ـــــ اس کے عہد عروج میں ـــــ ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہو ، وہ کون سی خوبی تھی ، جو اس خرابے میں نہیں تھی ۔ یہاں کی عمارتیں شکوہ و رفعت اور استحکام و پائیداری میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں ، بری اور بحری ہر اعتبار سے یہ شہر مایۂ ناز اور قابل صد افتخار تھا ۔ خوب روئی اور رعنائی میں اس سے ٹکر لینا آسان نہ تھا [1] ،

عسقلان کے ویرانہ میں مسلمانوں کے آثارِ باقیہ

راس حسین علیہ السلام

یہاں وہ مقام مبارک بھی ہے ، جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک قاہرہ لے جائے جانے سے پہلے

---

[1] یہ شہر صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے درمیان صلیبی جنگوں کے زمانے میں میدان کارزار بھی رہا ہے ، اس کی بحری حیثیت بہت عظیم تھی ، اور یہاں عیسائی بھی خاصی تعداد میں آباد تھے ، اسی لئے رچرڈ کی خواہش تھی کہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرے ۔
محاربات صلیبی کی تاریخ میں یہ شہر ایک ناقابل فراموش حیثیت کا مالک ہے ۔ (رئیس احمد جعفری)

لایا گیا تھا۔ یہ ایک بلند مقام پر واقع ہے، جہاں ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے، پانی کے لئے کنواں بھی ... دروازے پر جو کتبہ لگا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی عبیدیؒ نے تعمیر کرایا تھا،

مسجد عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اس مشہد مزار کے سامنے ایک بہت بڑی مسجد ہے جو مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے اب یہ بالکل منہدم ... صرف دیواریں اور ستون باقی ہیں جو سنگ رخام کے ہیں۔ اور بہ لحاظ خوبصورتی وزیبائی کے بے مثل ہیں، ... مقام قائم اور مقام حصید کے مابین واقع ہے،

جہاں عسقلان میں بہت سی چیزیں قابل دید ہیں، خاص طور پر یہاں کے عجائبات میں سے سرخ ستون ... ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے نصاریٰ اپنے ملک میں اٹھالے گئے تھے، لیکن وہاں سے خود بخود گم ہوگیا، اور عسقلان میں اپنی جگہ موجود ملا، اس مسجد عمرؓ میں ایک باؤلی ہے جو چاہ ابراہیمؑ کے نام سے معروف ہے اس میں اترنے کے لئے چوڑی سیڑھیاں بنی ہیں ... ذریعہ باولی کے اندر کے مکانات میں بھی جاتے ہیں، باؤلی کے ہر چار طرف چشمے جاری ہیں، یہ پتھروں سے پٹے ہوئے ہیں، اس کا ... نہایت شیریں ہے، لیکن زیادہ گہرا نہیں لوگ اس باولی کے بہت سے فضائل بیان کرتے ہیں۔

شہر عسقلان کے باہر ایک مقام ہے جسے "وادیٔ نمل" کہتے ہیں، یہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ یہ وہی وادی ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے، عسقلان کے صحرا گنج شہدا ہیں[2] یہاں بکثرت اولیائے کرام ... اور شہدا کے مزارات ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ اس زیارت گاہ کے منتظم نے ہمیں ان سب کا پتہ نشان بتادیا تھا۔ موصوف کے لئے شاہ مصر کی طرف سے وظیفہ مقرر ہے، اور جو زائرین یہاں حاضر ہوتے ہیں ان ... خیرات و نذر کرتے ہیں، وہ بھی اسی کو ملتا ہے،

ف۱ جیسے ہندوستان میں خاندانِ غلاماں نے فرمانروائی جاہ و جلال کے ساتھ عرصہ تک کی اسی طرح مصر میں بھی ایک خاندان غلاماں برسر اقتدار آیا اور شان و تجمل سے داد فرمانروائی دی، یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے کہ غلام بھی مسند خسروی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

ف۲
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مقصود و مطلوبِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(رئیس احمد جعفری)

فلسطین میں داخلہ

اب میں شہر رملہ یعنی فلسطین میں وارد ہوا۔ یہ شہر بہت وسیع اور کشادہ ہے۔ یہاں کے بازار خاص طور پر جاذب نگاہ و وسیع ہوئے ہیں۔

یہاں ایک مسجد "جامع ابیض" کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کی سرزمین پر کم و بیش تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ یہاں کے کبار فقہا میں مجدالدین نابلسی خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔

نابلس میں آمد، نابلس کی مخصوص مصنوعات اور پھل،

فلسطین کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر میں ایک دوسرے شہر نابلس میں پہونچا۔ یہ شہر بھی خاصا بڑا ہے ساتھ ہی مادر اشجار، تروتازہ، سرسبز و شاداب بھی۔ درختوں کی کثرت سے باغوں کا جیسے ایک جال بچھا ہوا ہے۔ یہاں زیتون کی پیداوار اس قدر زیادہ ہے کہ بلاد و شام بھر کہیں اور اتنی نہیں، چنانچہ روغن زیتون یہیں سے مصر اور دمشق تک جاتا ہے۔ یہاں ایک خرنوب کی گھاس ہے جس سے ایک طرح کی مٹھائی بھی بنائی جاتی ہے۔ اسے "حلواء الخروب" کہتے ہیں۔ جو بکثرت دمشق وغیرہ لے جایا جاتا ہے۔ یہاں ایک طرح کا خربوزہ بھی ہوتا ہے۔ یہ ایسا لذیذ ہوتا ہے کیا کہنا! شہر کی جامع مسجد نہایت دل کش اور مستحکم ہے۔ اور اس کے وسط میں میٹھے پانی کا ایک حوض بھی ہے۔

شہر عجلون

شہر نابلس سے میں شہر عجلون میں آیا۔ یہ بڑا اچھا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بکثرت باغات ہیں ایک وسیع قلعہ بھی ہے۔ شہر کے درمیان سے میٹھے پانی کی ایک نہر نکلی ہے۔[1]

---

[1] درحقیقت یہ کہ شام کے شہر خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، ویران ہو چکے ہوں یا آباد ہوں اپنی رعنائی اور زیبائی میں بے مثل ہیں، اسی لئے اسے جنت الشرق کا نام دیا گیا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

امین امّت

ابو عبیدہ بن جرّاح

اور

صحابیٔ رسول معاذ بن جبلؓ کے مزارات

عجلون شہر میں کچھ عرصہ قیام کرکے اور وہاں کے آثار و مشاہد کی زیارت کرکے میں نے لاذقیہ کا ارادہ کیا چنانچہ لاذقیہ جانے کے ارادہ سے رخت سفر باندھا، اور چل کھڑا ہوا۔

اثنائے سفر میں میرا گذر غور کی طرف ہوا، یہ دو پہاڑیوں کے مابین ایک وادی ہے، اور یہیں ابو عبیدہ بن الجراح امین امت کی قبر ہے[1] عقیدت کی آنکھوں سے میں نے اس مزار بابرکات کی زیارت کی، یہاں ایک زاویہ بھی ہے، جس کی طرف سے مسافروں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا ہے، چنانچہ ہم نے رات یہیں گذار دی۔

---

[1] حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بہت بڑے صحابی تھے، اسلام کے راستے میں سرفروشی اور جاں نثاری کے جو نمونے انہوں نے قائم کئے ہیں۔ وہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ ان کے خلوص، دیانت اور ایمانداری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں "امین ھذا الامت"، یعنی امین ملت اسلامیہ کا خطاب فرمایا تھا۔ فتوحات اسلامی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے، اور فتح شام میں تو یہ سب سے زیادہ نمایاں ہیں،

حضرت عمرؓ نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت انہیں کے بارے میں فرمایا تھا۔

"اگر آج ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو یہ تاج بار خلافت میں ان کے دوش پر رکھ دیتا" (رئیس احمد جعفری)

غور میں حضرت ابو عبیدہ کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر اور وہاں ایک رات گذار کر ہم ایک دوسرے مقام پر پہونچے جس کا نام قصیر تھا۔

اس جگہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، [1]

اس مزار کی زیارت سے بھی ہم سعادت اندوز ہوئے،

شہر عکہ [2] اور اس کی ناقابل فراموش تاریخی عظمت

پھر ساحل ساحل سفر کرتا ہوا میں شہر عکہ میں پہونچا۔ یہ ایک ویران شہر ہے۔ کسی زمانے میں فرنگیوں کے ملک شام میں جتنے شہر تھے، ان سب کا یہی پایۂ تخت اور لنگر گاہ تھا۔ یہ شہر قسطنطنیہ عظمیٰ سے مشابہ ہے اس کے جانب مشرق ایک چشمہ ہے، جس کا نام "عین البقر" ہے، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام والسلام کے لئے اسی چشمہ سے گائے نکالی تھی۔ اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ لوگ انہیں سے اس چشمہ میں اترتے ہیں یہاں ایک مسجد بھی تھی۔ جس کی یادگار اب صرف ایک محراب باقی رہ گئی ہے،

مزار حضرت صالح، علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہاں حضرت صالح علیہ السلام کا مزار مبارک بھی بیان کیا جاتا ہے،

---

[1] حضرت معاذ بن جبل اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کے مرویات بخاری، مسلم، اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں، امویوں کی ستم آرائیوں کا نشانہ بننے سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

——————— (رئیس احمد جعفری)

[2] صلیبی جنگوں کے زمانے میں، اور خاص طور پر سلطان صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے زمانے میں یہ شہر بھی بڑے بڑے معرکے، ایسے معرکے جن کی نظیر چشم فلک نے کم دیکھی ہوگی دیکھ چکا ہے۔

عیسائیوں نے اس کے استحکام کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی۔ اور اس کام میں یورپ کے تمام بادشاہ — شہنشاہ فرانس، شاہ جرمنی، بادشاہ انگلستان شاہ پولینڈ وغیرہ ——— دل و جان سے شریک تھے، اور دامے درمے قدمے سخنے، ہر طرح سے حصول مقصد میں ساعی تھے، اس سلسلہ میں مشہور عیسائی مورخ لین پول نے جو واقعات لکھے ہیں، وہ حد درجہ دل چسپ اور سبق آموز ہیں، افسوس تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

——————— (رئیس احمد جعفری)

شہر صُور، عظمتِ رفتہ کا ایک ویرانہ

عکہ سے میں شہر صور پہونچا، اب یہ ایک خرابہ ہے، البتہ بیرون شہر ایک گاؤں ہے وہ آباد ہے، اس کے باشندے اکثر شیعہ ہیں۔ یہاں مجھے ایک تالاب پر جانے کا اتفاق ہوا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص تالاب پر وضو کرنے کے لئے آیا۔ پہلے اس نے پاؤں دھوئے پھر منہ دھویا، نہ کلی کی نہ ناک میں پانی ڈالا اور پھر سر کے کسی قدر حصہ کا مسح کیا۔ میں نے سوال کیا۔ کہ تم نے یہ کس طرح کا وضو کیا؟ اس نے جواب دیا عمارت کی ابتداء بنیاد سے ہوتی ہے۔

یہ وہی شہر صور ہے جو قلعہ بندی اور تحفظ میں ضرب المثل تھا۔ اس لئے کہ یہ تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے، اس شہر میں صرف دو دروازے ہیں، ایک دروازہ خشکی کی طرف سے اور ایک بحری جانب خشکی کے دروازہ کی چار فصیلیں ہیں جو اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ہر فصیل کے لئے اٹرین ہیں۔ بحری دروازہ کی حفاظت کے لئے دو بڑے بڑے عظیم الشان برج ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ صور اپنی بنیاد و اساس، اور عظمت رفعت کے اعتبار سے ساری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے، کیونکہ اسے تین طرف سے سمندر گھیرے ہوئے ہے، اور چوتھی طرف ایک دیوار ہے، اس دریا میں جس قدر کشتیاں آتی ہیں۔ سب اسی دیوار کے نیچے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ یا ان دونوں برجوں کے سامنے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ ان دونوں برجوں کے سامنے ایک زنجیر بیندھی تنی رہتی ہے، جب تک یہ گرا نہ دی جائے باہر کا آدمی نہ اندر آسکتا ہے۔ اور نہ اندر کا باہر جاسکتا ہے، اس مقام پر سپاہی اور امین تعینات رہتے ہیں۔ ان کی اطلاع بغیر نہ کوئی شخص آسکتا ہے، اور نہ جاسکتا ہے۔ عکہ کی بندرگاہ بھی ایسی ہی ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس کے گھاٹ پر بڑی کشتی نہیں آسکتی جبکہ چھوٹی کشتیاں اس مقام پر ٹھہرتی ہیں۔

شہر صیدا، ایک پُرشکوہ ساحلی شہر

پھر صور سے میں شہر صیدا پہونچا۔ یہ شہر بھی بہت اچھا ہے، اور سمندر پر آباد ہے، یہاں میوہ جات کی پیداوار بہت ہے، انجیر کشمش اور زیت یہاں سے بلاد مصر تک جاتا ہے یہاں کے قاضی کمال الدین اشمونی کے یہاں ٹھہرا، یہ حد درجہ خلیق اور کریم النفس شخص ہیں۔

شہر طبریہ، آثار گذشتہ کے مشاہد

صیدا سے میں شہر طبریہ پہونچا، یہ پرانے زمانے میں بہت بڑا شہر تھا۔ لیکن اب صرف چند آثار باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی گذشتہ شان کا اندازہ ہوتا ہے،

طبریہ کے سرد و گرم حمام

یہاں کے حمام عجیب و غریب ہیں، ہر حمام دوہرے درجہ کا ہے ایک درجہ مردانہ ہے، اور ایک زنانہ اس کا پانی بہت گرم ہوتا ہے، بحیرہ طبریہ بھی بہت مشہور ہے، اس کا طول تقریباً چھ فرسخ اور عرض تین فرسخ سے کچھ زائد ہے،

چاہ یوسف کی زیارت، متعدد انبیاء کے مزارات مبارک

یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے "مسجد انبیاء" کہتے ہیں۔ اس میں حضرت شعیب علیہ السّلام اور ان کی صاحبزادی کی قبر ہے جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زوجہ تھیں، نیز سلیمان علیہ السّلام، یہودا اور روبیل صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم کے مزارات مقدس بھی ہیں۔ یہاں سے ہم اس کنویں کی زیارت کے لئے بھی گئے جس میں حضرت یوسف علیہ السّلام ڈالے گئے تھے، یہ کنواں ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن میں ہے، اور اس سے متعلق ایک زاویہ بھی ہے، کنواں بہت گہرا تھا، اس میں جو برسات کا پانی جمع تھا۔ اسے میں نے پیا بھی اس کے مجاور نے ہم سے بیان کیا کہ اس کنویں کے منبع سے بھی پانی نکلتا ہے،

ابو یعقوبؒ یوسفؒ کی کہانی

حکایت ہے کہ ابو یعقوب یوسفؒ ایک مرتبہ دمشق تشریف لائے اور یہاں آکر سخت بیمار ہوئے دمشق میں کوئی جائے قیام نہ تھی، بازاروں میں پڑے رہتے تھے، جب تندرست ہوئے تو شہر سے باہر اس تلاش میں نکلے کہ کسی باغ کے نگہبان بن جائیں، چنانچہ ملک نورالدین کے باغوں کے نگہبانوں کے گروہ میں رکھ لئے گئے ابھی چھ مہینے کی مدت گزری تھی کہ فصل پکنے کے وقت سلطان نورالدین اپنے باغ میں آیا۔ باغ کے داروغہ نے ابو یعقوب یوسف سے کہا کہ سلطان کیلئے انار توڑ لاؤ۔ ابو یعقوب داروغہ کے حسب حکم چند انار لے آئے، چکھنے سے معلوم ہوا کہ ترش ہیں، داروغہ نے پھر حکم دیا، ابو یعقوب دوسرے انار لاؤ۔ دوبارہ گئے، اور انار توڑ لائے، مگر وہ بھی ترش نکلے۔ داروغہ نے کہا کہ تم کو چھ مہینے یہاں کام کرتے ہو گئے، مگر تم کو یہ تک معلوم نہیں کہ ترش اور شیریں انار کی پہچان کیا ہے، ابو یعقوب نے جواب دیا، آپ نے مجھے باغ کی رکھوالی کے لئے رکھا تھا۔ نہ کہ انار چکھنے کے لئے؟ داروغہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ نے ابو یعقوب کو بلا بھیجا، اس سے پہلے بادشاہ نے خواب میں بھی دیکھا تھا کہ ابو یعقوب سے ملاقات ہو گی، ان کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہو گا۔ بادشاہ نے جونہی یعقوب کی صورت دیکھی پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو خواب میں نظر آئے تھے، دریافت کیا کہ کیا آپ ہی ابو یعقوب ہیں، آپ نے جواب دیا ہاں میں ہی ابو یعقوب ہوں، پس فوراً بادشاہ کھڑا ہو گیا، اور گرم جوشی سے معانقہ کیا۔ اپنے پہلو میں جگہ دی، اپنی مجلس میں لے گیا۔ ضیافت کی، اور اس میں وہی حلال روپیہ صرف کیا جو اپنے دست بازو کی محنت و مشقت سے پیدا کیا تھا[1] ابو یعقوب نے کچھ عرصہ تو بادشاہ کے پاس اقامت اختیار کی پھر عین اس وقت کہ موسم سرما شباب پر تھا، چپکے سے چل دیئے، اور دمشق کے ایک قریہ میں پہونچے۔ یہاں ایک غریب آدمی تھا اس کے یہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی، اس نے کہا بسم اللہ اور مرغ کا شوربا اور جو کی روٹیاں تیار کر کے سامنے رکھیں ابو یعقوب نے کھانا کھا کر اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی، اس زمانہ میں اس کے سب بال بچے وہیں موجود تھے، من جملہ ان کے ایک جوان بیٹی بھی تھی، جس کی اسی زمانہ میں شادی ہونے والی تھی، وہاں کے باشندوں کا یہ دستور تھا کہ جب لڑکی کی شادی کرتے تو جہیز بھی دیتے اور جہیز میں سب سے زیادہ تانبے کے برتنوں کی وقعت سمجھی جاتی اور خرید و فروخت میں بھی بجائے قیمت کے تانبے کے برتنوں سے لین دین ہوتا تھا، ابو یعقوب نے اس غریب کے

---

[1] سلطان نورالدین زنگی بڑے پایہ کا شخص تھا، اسے اگر دوسرا عمر بن عبدالعزیز کہا جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ گو بادشاہ تھا۔ مگر محنت کر کے روزی کماتا تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

بیروت کی سیاحت

طبریہ کے آثار و مشاہد اور قبور و مزارات سے سعادت اندوز ہونے کے بعد ہم بیروت[1] پہنچے یہ شہر کو [...]
نہیں لیکن اس کے بازار نہایت بارونق اور خوبصورت ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد تو فن صنعت کا ایسا نقش ہے [...]
اسے دیکھ کر منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ کی صدا نکلتی ہے، یہاں کے مال تجارت میں فولاد اور میوے ہیں جو [...]
سے یہاں سے مصر میں درآمد ہوتے ہیں۔

یہاں میں نے مزار ابو یوسف یعقوب کی زیارت کی جن کے بارے میں مشہور ہے کہ شاہان مغرب[2] میں [...]
تھے، یہ مزار جس جگہ واقع ہے، وہ بستی "شاہراہ نوع"، کے نام سے مشہور ہے، اور اسے بہت معزز اور محترم [...]
جاتا ہے، یہاں ایک زاویہ بھی ہے، جہاں نو واردوں کو کھانا دیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ سلطان[3] صلاح الدین [...]
نے یہاں کے لئے ایک وقف قائم کر دیا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وقف صلاح الدین کا نہیں نور الدین زنگی کا قائم [...]
ہے۔ ابو ایوب اولیائے کرام میں سے ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ چٹائی بنا کرتے تھے، اور اس کی قیمت سے زندگی بسر کرتے تھے [...]

---

[1] یہ شہر لبنان کا مرکز ثقل ہے یہاں علم و ادب کی گرم بازاری پہلے بھی تھی، اب بھی ہے، پہلے بھی مسلمانوں کی پورے لبنان میں اکثریت [...]
اب بھی ہے، لیکن فرانس اس ملک کو آزاد کرتے وقت یہ شوشہ چھوڑ گیا ہے کہ عیسائی یہاں دو فیصد زیادہ ہیں پھر بھی عربیت کے اثر [...]
مسلمانوں اور عیسائیوں کو متحد کر رکھا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد شام اور لبنان فرانس کے انتداب میں آگئے تھے، دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کی مداخلت سے [...]
حکومت نے بڑی مشکل کے بعد آزاد کیا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] مغرب سے مراد یورپ نہیں، جیسا ہم عام طور پر استعمال کرتے ہیں بلکہ مغرب اقصیٰ یعنی بلاد افریقہ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] سلطان صلاح الدین کا آقا نے ولی نعمت (رئیس احمد جعفری)

دریافت کیا کہ تمہارے یہاں کچھ تانبا بھی ہے، اس نے کہا جی ہاں میں نے اس لڑکی کے جہیز کے لئے لیا ہے
نے فرمایا وہ لے آؤ۔ غریب سب تانبے کے برتن لے آیا پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ میں جس قدر
کے برتن مستعار ملیں لے آؤ۔ وہ بے چارہ جہاں تک تانبے کے مستعار برتن ملے سب آپ کے پاس
لے آیا۔ پھر آپ نے تمام برتن آگ میں تپائے، پھر تھیلی کھولی جس میں اکسیر تھی۔ وہ ان برتنوں پر ڈال دی
سب سونے کے ہو گئے، آپ نے ان تمام برتنوں کو مقفل کر دیا، اور نور الدین ملک مصر کو ایک خط بدیں مضمون
تحریر فرمایا۔ "اس سونے سے غربا کے لئے ایک شفا خانہ بنایا جائے، اور اس کے مصارف کے لئے منا
جائداد وقف کی جائے، اور راستے میں مسافروں کے اترنے کے لئے مسافر خانے بھی تعمیر کرائے جائیں اور
جن جن لوگوں کے تانبے کے برتن تھے انہیں اور صاحب خانہ کو کافی رقم دی جائے" اور آخر خط میں یہ تحریر
فرمایا! "ابراہیم ادہم[1] خراساں سے نکلے تھے، اور میں انہیں صفات کے ساتھ متصف ملک مغرب سے نکلا ہوں
والسلام" یہ خط لکھ کر اسی وقت ابو یعقوب وہاں سے چل دیئے، وہ غریب صاحب خانہ ابو یعقوب کا خط
لے کر ملک نور الدین کے پاس گیا۔ ملک مذکور بہ نفس نفیس اس گاؤں میں آیا۔ جہاں وہ برتن رکھے تھے
سب سونا لدوا لیا اور صاحب خانہ اور برتنوں کے مالکوں کو خوش کر دیا۔ ابو یعقوب کو بہت تلاش کرایا گیا
ان کا کہیں پتہ نہ ملا، نور الدین وہ سونا لے کر دمشق واپس گیا، اور ایک عظیم الشان شفا خانہ تعمیر کرایا جو ابو یعقوب
ہی کے نام سے مشہور ہے، اور دنیا میں اس جیسا کوئی شفا خانہ نہیں۔

طرابلس اس شہر کے مختلف تاریخی دور

بیروت سے میں طرابلس آیا، یہ شہر ملک شام کے ان شہروں میں سے ہے جو پہلے سلطان زنگی کا پایہ تخت
ہے، نیز اس ملک کے مشہور و معروف شہروں میں سے یہ شہر نہایت پر فزا ہے، اس میں جا بجا آبادی کے درمیان
سے نہریں نکلی ہیں، اور ہرے بھرے درختوں اور باغات کی کثرت نے اسے ڈھانپ لیا ہے، اور گویا دریا
اپنے فیوض جاریہ اور زمین نے اپنے محاسن منتقلہ سے اپنے دامن میں لے لیا ہے، اس کے بازار نہایت نفیس
قریب اور کھیت حد وجہ فرحت انگیز اور زرخیز ہیں، دریا اس شہر سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ طرابلس
جدید نو آباد ہے، قدیم طرابلس لب دریا واقع تھا، جو روم[2] کی حکومت کے تحت میں رہا ہے، ملک ظاہر نے

---

[1] ابراہیم بادشاہ تھے، تخت خسروی چھوڑ بوریۂ فقر پر بیٹھ گئے، اور پھر سر کر اٹھے، صوفی باصفا تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] مسلمانوں نے شکست دے کر چھین لیا۔

جب مسیحیوں کی حکومت اٹھادی[1]، اور یہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اس وقت وہ اکھڑ گیا، اور یہ نیا طرابلس آباد ہوا، یہاں چالیس ترک امرا در ہتے ہیں، اور یہاں کا خاص حکمران امیر طیلان الحاجب ہے جس کا لقب ملک الامرا ہے، اور اس کے رہنے کا جو محل ہے، اس کا نام دارالعادة ہے، اس امیر الامرا کا دستور ہے، کہ ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اس کی سواری کا جلوس نکلتا ہے، اور تمام امرا اور فوجیں معیت میں ہوتی ہیں، جب شہر کے باہر جا کر جلوس پلٹتا ہے، اور سواری محلہ کے قریب پہونچتی ہے تو تمام امرا گھوڑوں سے اتر پڑتے ہیں، اور پیادہ پا امیر الامراد کے سامنے ہو کر چلتے ہیں، جب یہ محل میں داخل ہو جاتا ہے تو سب اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے ہیں، ہر امیر کی ڈیوڑھی پر روزانہ بعد نماز مغرب نوبت بجتی اور مشعلیں روشن کی جاتی ہیں،

طرابلس کے اکابر رجال

یہاں مشہور اور بزرگ لوگوں میں سے اصحاب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کاتب السر بہاؤ الدین بن غانم خاص اصحاب میں سے ہیں۔ ان کی سخاوت خاص و عام ہے، اور ان کے بھائی حسام الدین قدس شریف کے شیخ تھے، جن کا ذکر گذر چکا ہے، ان کے ایک بھائی علاؤ الدین ہیں، جو دمشق میں کاتب السر تھے، یہاں کے مشاہیر میں سے قوام الدین ابن مکین ہیں۔

یہاں کے جو اکابر رجال مانے جاتے ہیں، قاضی القضاة شمس الدین ابن النقیب شام اعلام علما میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔

کردوں کے قلعہ میں داخلہ، اشجار و انہار کی فراوانی

پھر میں طرابلس سے حصن الاکراد آیا، یہ چھوٹا سا شہر جو چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے، یہاں اشجار اور انہار کی فراوانی ہے، ایک زاویہ بھی ہے، جسے زاویہ ابراہیمی کہتے ہیں، یہ کسی بڑے امیر کے نام کی طرف منسوب ہے میں یہاں کے قاضی کے یہاں ٹھہرا جن کا نام بھول گیا۔

---

[1] مسلمانوں نے شکست دے کر چھین لیا۔

(رئیس احمد جعفری)

بھی ہے، نیز ایک مسجد بھی، قبر کے اوپر سیاہ چادر پڑی ہے،

اس شہر کے قاضی جمال الدین شریشی ہیں، — صورت کے اعتبار سے حسین اور سیرت کے لحاظ سے جمیل، حمص سے میں شہر حماۃ پہونچا، اس شہر کا شمار ملک شام کے نہایت بہترین شہروں میں ہوتا ہے، یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا اور خوبصورت شہر ہے، جو امہاتِ شام کہلاتے ہیں، نہایت ستھرا اور گل و گلزار ہے، ہر چہار اطراف میں جدھر نظر ڈالئے عمدہ عمدہ باغ اور بہشت بریں کے جلوے نمایاں ہیں۔ باغات میں آب رسانی کے لئے بہت بڑے بڑے رہٹ اس طرح ہر وقت چلتے رہتے ہیں کہ اگر ان کی تشبیہ گردوں گرداں سے دیجائے تو بیجا نہ ہوگا، اس کے اندر سے ہوتی ہوئی ایک نہر جاری ہے اس کا نام عاصی ہے،

سرائے منصوریہ، یہاں کے حمام میوے اور دیگر حالات

شہر سے باہر ایک بہت بڑا مسافر خانہ ہے، جسے منصوریہ کہتے ہیں، یہ مسافر خانہ شہر سے بہت زیادہ وسیع ہے، اس میں ہر طرح کے بازار موجود ہیں، اور حمام بھی نہایت عمدہ اور خوبصورت ہیں، یہاں میوہ جات بکثرت ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں مشمش لوزی بہت ہوتی ہے، اسکی گٹھلی کے اندر گی گری نہایت شیریں ہوتی ہے،

ابن جزی نے اس شہر اس کی نہر اس کے باغات اور رہٹوں کے متعلق ایک بہت بڑے ادیب سیاح شاعر نورالدین ابوالحسن علی بن موسیٰ بن سعید العنسی العماری، الغرناطی منسوب بعمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں۔

بحر طویل

حمی اللہ من تسطی حماۃ مناظرا
وقفت علیہا السمع والفکر والطرفا
تغنی حمامٌ و تمیل حمائل
وتزھی مبانی تمنع الواصف الوصفا

میں نے حماۃ کے منظر دل نشیں کے لئے اپنی سماعت فکر اور آنکھ کو وقف کر دیا ہے، اللہ انہیں محفوظ رکھے، پرندے گاتے اور ہرے بھرے بھرے درخت جھومتے ہیں، اور بلند و بالا عمارتیں نظر میں کھبی جا رہی ہیں سچ تو یہ ہے توصیف

(بقیہ صفحہ ۸۸ کا) اس لئے کہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی روا نہ رکھی تھی، انہیں وہ تمام مدنی حقوق دے دیئے تھے، جو خود فاتح قوم مسلمانوں کو حاصل تھے، اور عیسائی حکمرانوں اور عیسائی حکام و عمال کا برتاؤ ان کے ساتھ استحصال، ظلم و جور، رشوت، اور لوٹ مار کا تھا، یہ ڈر رہے تھے، کہ ہم اگر پھر اپنے ہم مذہبوں کے ماتحت آ گئے تو ہمارا کیا حشر ہوگا — فتوح مصر،

(رئیس احمد جعفری)

تاریخی شہر حمص میں آمد !

حضرت خالد سیف اللہ کے مزار پُر انوار کی زیارت

حصن اکراد یعنی کردوں کے قلعہ سے آگے بڑھا تو حمص پہنچا، بہت ہی کشش انگیز شہر ہے، ہرے
بھرے درختوں کی کثرت، نہروں کی روانی، اور فضا کی شادابی و شگفتگی دامن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے
بڑے، اور بارونق، سڑکیں وسیع اور چوڑی، یہاں کی جامع مسجد خاص طور پر اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے
نمایاں اور ممتاز ہے، وسط مسجد میں ایک خاصا بڑا حوض ہے، اہل حمص عرب ہیں، اور اپنے اخلاق و کردار کے
سے خاص پایہ رکھتے ہیں، بیرون شہر حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رض[1] کی قبر ہے اس قبر سے متصل ایک زا

---

[1] فتح شام میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت تدبّر اور مہارت فنون جنگ کا بہت بڑا حصہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آپ کو "سیف اللہ" کا خطاب دیا تھا، حضرت عمر رض وجوہ سے آپ سے خفا تھے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رض خلیفۂ اوّل سے مطالبہ کیا
کہ خالد رض کو معزول کر دیں، انہوں نے بگڑ کر جواب دیا۔

"تم چاہتے ہو میں خدا کی تلوار کو میان میں کر لوں؟"

پھر زندگی بھر انہوں نے حضرت ابوبکر رض سے حضرت خالد رض کے بارے میں کچھ نہ کہا،

حضرت خالد رض کے بعض واقعات بڑے ہی عجیب اور حیرت انگیز ہیں، آپ نے حمص فتح کیا، اور یہاں کے عیسائیوں سے
جزیہ لیا، پھر روم کی عسکری طاقت سے ایک دوسرے موقع پر زور آزما ہونے کی ضرورت پیش آگئی۔ اور جنگی مصالح کا تقاضا
تھا کہ حمص کو فی الحال ترک کر دیا جائے۔

آپ نے ایسا ہی کیا، اور جاتے وقت جزیہ کی وہ تمام رقم جو عیسائیوں سے لی تھی ایک ایک کو واپس کر دی، اور فرمایا!

"جزیہ اس بات کا تھا کہ ہم تمہاری جان و مال کی حفاظت کرتے، اب حالات ایسے ہیں کہ نہیں کر سکتے، لہٰذا یہ رقم ہمارے
لیے جائز نہیں رہی"!

عیسائی رو رو کر حضرت خالد رض کو اور مسلمان سپاہیوں کو رخصت کر رہے تھے، اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کر رہے تھے
اے خدا ان مسلمانوں کو فتح عطا کر ان کے دشمنوں (عیسائیوں) کو غارت کر دے، عدل و انصاف انہی کے دم سے قائم ہے
زمین و آسمان انہی کے عدل و انصاف پر قائم ہیں۔

حمص کے عیسائی مسلمانوں کی فتح، اور اپنے ہم مذہب عیسائیوں کی شکست کی دعائیں کر رہے تھے،! (باقی بر صفحہ ...)

کرنے والے ان مناظر کی توصیف سے درماندہ ہیں۔

یلوموننی ان اعصِیَ الصونُ النہی
بھا داطیع الکاؤللھو والقصفا

لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ میں حفظ مراتب اور عقل کی
کیوں نافرمانی کرتا، اور جام شراب اور لہو و لعب کی فرمانبرداری
کے لئے معروف رہتا ہوں؟

اذا کان فیہ النہر عاص فکیف لا
احاکیہ عصیاناً واشربھا صرفا

سو جبکہ اس شہر میں "نہر عاصی" موجود ہے تو بھلا اس طرح
میں کیوں نہ اس کا ہم رنگ ہو جاؤں، حال یہ ہے کہ جب
اس نہر کا خالص پانی بھی پیتا ہوں۔

واشدو والذی تلک النواعر شدوھا
واغلبھا رقصا واشبھھا عزفا

میں ان رہٹوں کے پاس اسی طرح شعر خوانی کرتا ہوں جس طرح
وہ گاتے ہیں، رقص میں ان سے دور رہتا ہوں، پانی پینے
اور رنج و مصائب اٹھانے میں بھی ان سے مشابہ ہوتا ہوں

تئنُّ وتذری دمعھا فکانھا
ھیم بمرآھا وتسألھا العطفا

آواز گریہ پیدا ہو جاتی، اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں گویا
کہ وہ اپنے سامنے کے منظر میں حیران و سرگرداں ہیں، اور مہربان
ہو جانا چاہتے ہیں،

نیز بعض شعرا نے اس شہر کے رہٹوں کے متعلق توریہ میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

بحر طویل

وناعورۃ دقّتُ لعظم خطیئتی
وقد عاینت نصدی من المنزل القاصی
بکت رحمۃً لی ثم باحت بشالجوھا
وحسبک ان الخشب تبکی علی العاصی

میرے گناہ عظیم کی وجہ سے بہت سے رہٹوں نے مجھ پر آنسو
بہائے کیونکہ انہوں نے دیکھا میں کتنی بعید مسافت طے کرکے
آرہا ہوں، انہیں مجھ پر بسبب ترحم کے رونا آگیا، اور پھر اپنے راز
کو ظاہر کر دیا آپ کو صرف اس قدر دیکھ لینا کافی ہے کہ عاصی
کے حال پر لکڑی نالاں ہے،

بحر کامل

بعض شعراء کے اشعار سند توریہ میں نہر عاصی سے متعلق۔

یاسادۃ سکنوا حماۃ وحقِکُمُ
مَاحُلْتُ عن تقوی وعن اخلاصی
والطرف بعدکم اذا ذکر اللفا
مجری المدامع طابعا کالعاصی

اے حماۃ کے بسنے والے سردارو، تمہاری جان کی قسم میں نے اخلاص اور
تقویٰ سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی
تمہاری غیبت میں جب تمہاری شکل آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے تو اس
طرح آنسو جاری ہو جاتے ہیں، جیسے کسی عصیاں شعار کی چشم اشک آلود

مُعَرّہ: ابُوالعُلامُعرّی کا شہر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر کی زیارت

اب میں ایک اور نئے شہر معرّہ میں پہنچا، جس سے مشہور عرب شاعر ابوالعلاء کی منسوب ہے[1]۔ اس شہر کو اگر شہر شعر و نغمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا، یہاں ابوالعلا معرّی کے علاوہ اور بھی بہت سے یگانۂ روزگار اور یکتا، بے ہمتا شاعر گذرے ہیں۔

ابن جزری کا قول ہے کہ اس شہر کو معرۃ النعمان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ نعمان بن بشیرؓ انصاری رسول اللہ صلعم کے صحابی بن زمانے میں حمص کے امیر تھے تو آپ کے صاحبزادے نے یہیں وفات پائی تھی، اور اسی مقام معرّہ میں دفن کئے گئے، اس وجہ سے اسے معرۃ النعمان کہنے لگے۔ ورنہ اس شہر کو پہلے القصور کہتے تھے۔ بعض لوگ اس نام کا سبب یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس شہر سے بہت ہی قریب نعمان نام کا ایک پہاڑ ہے۔ اس لئے اسے معرۃ النعمان کہتے ہیں۔ گویہ شہر بڑا خوبصورت ہے، یہاں انجیر اور پستہ بہت پیدا ہوتا ہے، اور مصر اور شام بھیجا جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر مبارک، زیارت باسعادت

بیرون شہر ایک فرسخ پر امیرالمومنین عمر ابن عبدالعزیزؓ کا مزار ہے نہ اس پر کوئی زاویہ ہے، نہ مجاور۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر معرّہ اہل تشیع کے قبضہ میں ہے۔ یہ نہایت متعصب اور صحابۂ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے بغض رکھتے، اور ان پر تبرّا بھیجتے ہیں، اور جس شخص کا نام عمر ہوتا ہے اس سے بھی بغض رکھتے اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ بالخصوص عمر بن عبدالعزیزؓ کے ساتھ تو ان کے عناد کی کوئی انتہا نہیں، غالباً ان کے اس فعل کی خاص وجہ عمر بن عبدالعزیزؓ کا وہ فعل ہے جو تعظیم حضرت

---

[1] ابوالعلاء معرّی، فلسفی قسم کا شاعر تھا، جیسے فارسی میں عمر خیام گذرا ہے، زبان و بیان کے لحاظ سے تو خیر اس کا پایہ اونچا تھا ہی لیکن فکر و سخن میں بھی گویا بادشاہ تھا۔ وارستہ مزاج، شگفتہ طبیعت کا شخص تھا۔ [illegible] کا شخص تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

حضرت علیؓ سے متعلق ہے۔[1]

شہر سرا اور اس کے صناعات، صابون سازی کا مرکز

بعدازاں ہم شہر سرمن میں آئے۔ یہ نہایت اچھا شہر اور بکثرت باغات پر مشتمل ہے، اکثر زیتون کے باغات ہیں یہاں آجری اور زرد صابون بنایا، اور مصر و شام میں روانہ کیا جاتا ہے، اور ہاتھ دھونے کے لئے یہاں خوشبودار صابون بھی بنتا ہے، نیز اور بھی طرح طرح کے سرخ اور زرد رنگ کے صابن بنائے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کے سوت کے کپڑے بھی بنے جاتے ہیں۔

یہاں کے باشندے بھی سباب قوم کے ہیں، جو عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہایت بغض رکھتے ہیں، حتیٰ کہ لفظ "عشرہ" تک کو جس کے معنی دس کے ہیں، اپنی زبان تک نہیں آنے دیتے، یہاں تک کہ دلال جب بازار میں کوئی چیز نیلام کرتے ہیں اور لفظ "عشر" کہنے پہ مجبور ہوتے ہیں، تو اس کے بجائے "تسعہ واحد" یعنی نو اور ایک کہتے ہیں۔ ایک روز اس قوم کا ایک دلال بازار میں کوئی چیز نیلام کر رہا تھا۔ جب "عشر" کہنے کی نوبت آئی تو اس نے حسب عادت "تسعہ وواحد" کہا وہاں اتفاقاً ایک ترک موجود تھا، "تسعہ واحد" سنتے ہی اس نے غصہ میں آکر اس دلال کے سر پہ ایک دبوس مارا، اور کہا کہ اس دبوس کے زور سے "عشر" کہہ، شہر میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جس کے نو گنبد ہیں۔ دسواں گنبد اپنے مذہب قبیح کی وجہ سے انہوں نے نہیں بنایا۔[2]

---

[1] ابن بطوطہ کی یہ بات دل کو لگتی نہیں، کیونکہ شیعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلاف نہ سب وشتم کرتے ہیں، نہ کر سکتے ہیں نہ انہوں نے ایسا کیا، کیونکہ۔

(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اموی خلفا میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف سب وشتم کا سلسلہ جو عہد امیر معاویہؓ سے جاری تھا، خاص فرمان کے ذریعہ بند کرایا۔

(۲) باغ فدک کی جاگیر جو اموی خاندان کی ملکیت بن گئی تھی، اپنے خاندان سے چھین لی اور اصل مستحقین کو واپس کر دی۔

(۳) اہل بیت اطہار سے ہمیشہ عقیدت اور محبت کا برتاؤ کیا۔

پھر بھلا ایسی شخصیت کے خلاف شیعہ کیونکر سب وشتم کر سکتے تھے؟

[2] یہ بھی سنی سنائی بات معلوم ہوتی ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

شہر حلب

حلب کے قلعے، اشخاص و رجال، صناعات اور خصوصیات

پھر ہم شہر حلب پہنچے یہ بہت بڑا اور عظیم الشان شہر اور مرکز حکومت ہے، ابو الحسن ابن جبیر نے اس شہر کی فوقیت ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ یہ شہر نہایت عالی مرتبہ اور ہر زمانہ میں شہرۂ آفاق رہا ہے بڑے بڑے بادشاہوں نے اس پر للچائی ہوئی نظریں ڈالی ہیں، اور اسے حاصل کرنے کی آرزو میں بے چین رہے ہیں اس کی ہوس میں کئی بار بادشاہوں کے دلوں میں شمشیر زنی نے جوش مارا ہے اور بارہا سلاطین نے سبقت زنی کے جوہر دکھائے ہیں،

حلب کے قلعے، ایک تاریخی اور یادگار قلعہ

یہاں ایک نہایت رفیع الشان قلعہ ہے جو اپنی مضبوطی اور دشمن کے روکنے میں زبان زد خواص و عوام ہے، جو بھی اس قلعہ میں پناہ گزیں ہوا، اس امر سے بالکل مستغنیٰ اور بے فکر ہو گیا کہ اسے کوئی شکست دے گا، یا وہ کسی کی اطاعت قبول کر سکے گا۔ قلعہ کی عمارت سنگین ہے، تمام پتھر ایک دوسرے سے جڑے ہیں اور لطف یہ کہ باوجود اس قدر مضبوطی اور استحکام کے یہ قلعہ ایسا خوبصورت ہے کہ اس کا کوئی جزو بے ربط اور بدنما نہیں ہے، یا یوں کہئے کہ ہر جزو اپنی جگہ پر ہے، — وہ ایسی معتدل حالت ہے جو عین مقتضا ہے، اس قلعہ نے بڑے بڑے زمانے اور بڑے بڑے سخت وقت جھیلے ہیں، اور تمام خواص و عوام کے لئے اس کا دامن کشادہ رہا ہے، کہاں ہیں امرائے ہمدانی اور ان کے شعرا جو اس میں رہا کرتے تھے زمانہ کی دست برد نے ان سب کو فنا کر دیا لیکن حلب بدستور باقی ہے، وہ شہر نہایت عبرت انگیز و تعجب خیز ہے جن کی بادشاہتیں تو برباد ہو جائیں مگر وہ جوں کے توں موجود ہیں، اور زمانہ کا دست ظلم ان کا بال نہ بیکا کر سکے اور ایسی حالت پیدا ہو کر پھر وہی شہر نہایت آسانی سے قبضہ میں آ جائیں، اور جو ان پر حکومت کرنے کا ارادہ کرے نہایت آسانی سے

کامیاب ہوجائے، اس شہر میں دو نامور اور جلیل القدر سلاطین گذر چکے ہیں، کافی تغیر و تبدل ہوگیا ہے، لیکن پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ عنفوان شباب کی حالت ہے، اور اس تک کسی کی دسترس نہیں ہو سکی، سیف الدولہ ابن حمد کے عہد میں اسے وہ عروج و شباب حاصل ہوا کہ کیا کسی شہر کو حاصل ہوا ہوگا۔ ہیہات اب اس کے بعد وہ زمانہ قریب آرہا ہے جب اس کا شباب پیری سے مبدل ہوجائیگا، اور پھر اسے کوئی رغبت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ آہ! اندیشہ ہے کہ یہ سراپا حسن پھر ویران ہوجائے۔

قلعہ کا نام شہبا ہے، اس کے اندر ایک صحرا ہے، جس میں ہمیشہ پانی کے چشمے جاری رہتے ہیں۔ اس صحرا کی وجہ سے اس قلعہ میں کبھی پیاسا رہنے کا کھٹکا نہیں، اس کے گرد آگے پیچھے کئی دیواریں ہیں، اور ان کے گرد نہایت گہری خندق ہے جس میں ہمیشہ پانی کی سوت جاری رہتی ہے اس کی تمام دیوار پہ قریب قریب برج بنے ہوئے ہیں، اور ان میں نہایت خوش قطع اور اعلےٰ ترتیب سے دو منزلہ درجے بنائے گئے ہیں، ان کے کھلے ہوئے در بہت خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ ہر برج پہ لوگ رہتے ہیں۔ قلعہ کی آب و ہوا ایسی اعلیٰ ہے کہ مدتوں کھانا خراب نہیں ہوتا۔ یہاں ایک زیارت گاہ بھی ہے، بعض لوگ اس کی زیارت کے لئے بھی جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں عبادت کیا کرتے تھے۔

سیف الدولہ کے اشعار سحر انگیز و اثر آفرین

یہ قلعہ مالک ابن طوق کے قلعہ احیاد سے جو شام و عراق کے مابین دریائے فرات پر واقع ہے بہت کچھ مماثل اور مشابہ ہے جس زمانہ میں ظالم بادشاہ غازان[1] تاتاری نے حلب پر لشکر کشی کی تھی تو اس قلعہ کو گھیر لیا تھا، اور

---

[1] تاتاریوں کو مسلمانوں سے خاص کد تھی — وہ جاہل تھے — بدخو تھے، وحشی تھے مسلمان علم کے مبلغ تھے نیک نہاد تھے، مہذب اور شائستہ تھے، تاتاری کسی اصول کے قائل نہ تھے۔ کسی آئین کے پابند نہ تھے، کسی ضابطۂ اخلاق کے قائل نہ تھے، اس کے برعکس مسلمان اپنا ایک اصول حیات رکھتے تھے، اپنے ایک ضابطۂ اخلاق کے حامل، اور اس پر عامل تھے، تاتاری بغیر کسی معقول سبب کے بھی لشکر کشی کر سکتے تھے، حملے کر سکتے تھے، شہروں کو غارت کر سکتے تھے، اور ان کے باشندوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔

لیکن مسلمان "اتمام حجت" کے بغیر جنگ نہیں کر سکتے تھے، اور جنگ کے دوران میں کسی امان طلب کرنے والے سے لڑ نہیں سکتے تھے، اور جنگ کے بعد اسیران جنگ کو یا فدیہ لے کر، ورنہ احسان رکھ کر رہا کر دینے پر مجبور تھے، تاتاریوں اور مسلمانوں کی مثال تاریکی اور روشنی کی مثال تھی۔

(باقی صفحہ ۹۵ پر)

ایک عرصہ دراز تک اس کا محاصرہ کئے رہا لیکن ناکام واپس چلا گیا۔ ابن جزی کہتا ہے کہ اس قلعہ کے متعلق خالدی شاعر سیف الدولہ نے اشعار ہذا موزوں کئے ہیں۔

وخرقاء قد قامت علی من یرومہا
بمرقیہا العالی وجانبہا الصعب
یجر علیہا الجو جیب غمامۃ
ویلبسہا عقدا بانجمہ الشہب
اذا ما سری برق بدت من خلالہ
کما لاحت العذراء من خلل السحب
فکم من جنود اماتت بغصّۃ
وذی سطوات قد ابانت علی عقب

یا سقدر بلند جگہ جو اسکے اوپر سے گذرنے کا قصد کرتا ہے بلند جہاںگیوں اور دشوار گذار جانب سے ایسا جگر اور مستعدی سے اس کو مقابلہ کرتا ہے کہ آخر ہٹ جاتا ہے گرد اس قلعہ پر ابر کھینچ لاتی، اور اس کا گریبان پھاڑتی ہے، اور پھر اسے انجم شہاب کا ہار پہناتی ہے۔ جب بجلی چمکتی ہے تو اس کے درمیان سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح عذرا اپنے چہرہ تاباں کو سیاہ زلفوں سے نمودار کرتی ہے، کتنے ہی لشکر ہیں جو اس کے ہاتھوں رنج و مصیبت میں پڑ کر تباہ و برباد ہو گئے، اور پھر سطوت و شوکت رکھنے والوں کو الٹے پاؤں واپس ہونا پڑا۔

شاعر مذکور کے چند اور اشعار بدیع

(بقیہ صفحہ گذشتہ کا)   تاتاریوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا،

انہوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ انہوں نے خراساں اور ماوراء النہر کے آباد، اور شاداب شہروں کو ویرانہ بنا دیا۔ جلال الدین خوارزم شاہ ان سے جو جنگ گریز پا لڑا، وہ تو تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ ہے،

ہندوستان کی اسلامی حکومتوں پر بھی ملتان کے راستے سے برابر یلغار کرتے رہے، اور کئی مرتبہ تو دلی کا فصیل کے نیچے تک پہنچ گئے۔

مشرق وسطیٰ بھی ان کی زد سے نہ بچا،!

شام پر بھی شاہ غازان کی سرکردگی میں تاتاریوں کے ایک بہت بڑے لشکر نے عیسائیوں سے سازباز کر کے اور قرامطہ کا تعاون حاصل کر کے دھاوا کیا، اور کامیاب بھی ہوا،

یہی موقع تھا جب امام ابن تیمیہ نے مسند وعظ وارشاد چھوڑ دی، اور تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں اتر آئے۔ بہادری کے جوہر دکھائے اور برابر خدا کے لئے لڑتے رہے،

غازان اور امام ابن تیمیہ کی ملاقات بھی ہوئی، وہ اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ اور امام کی سفارش پر اس نے ذمیوں تک کو پروانۂ رہائی و جاں بخشی عطا کر دیا۔

(رئیس احمد جعفری)

بحر بسیط

يُعَدّ من انجم الافلاك مرقبها
لو انّه كان يجري في مجاريها

اگراس کے برج ہیں سیاروں کی طرح گردش کرتے
تو ان پر سے افلاک کے سیارے بھی گنے جا سکتے

جمال الدین علی بن ابی المنصور اسی کے بارے میں کہتے ہیں۔ (بحر کامل)

كادت لبون سمتوها وعلوها
تستوقف الفلك المحيط الدائرا
وردت قواطنها المجرة منهلا
وتعت سوابقها النجوم ذواهرا
ويظل صرف الدهر منها خايفا
وجلا فما يمسي لديها حاضرا

وہ وقت دور نہیں کہ یہ قلعہ اپنی بلندی اور رفعت
باعث فلک محیط کی گردش کو روک دے۔
اس قلعہ کی چیزوں پر کہکشاں اس طرح وارد ہوتی ہے
لوگ گھاٹ یا نہر پر آتے ہیں، اور اس کی دوڑ والی چیزیں کو
اسی طرح حفاظت کرتی ہیں جس طرح کلیوں کی حفاظت
ہے زمانہ کی گردش ہلاکت کے خوف سے اس سے اسی طرح
رہتی ہے کہ دہشت کی وجہ سے اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی

حلب[1] کی وجہ تسمیہ

شہر حلب کو حلب ابراہیم بھی کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اسی شہر میں بود و باش تھی، آپ کے پاس بہت سی بکریاں تھیں، فقراء و مساکین اور آنے جانے والوں کو آپ انہیں بکریوں کا دودھ پلایا کرتے تھے، آپ کے اس فعل کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ یہاں لوگ جوق در جوق آتے اور دریافت کرتے کہ "حلب ابراہیم" کہاں تقسیم ہوتا ہے، چونکہ یہی شہر مبارک حلب کی تقسیم کا مقام تھا۔ اس لئے اس شہر کو حلب ابراہیم کہنے لگے۔

حلب کے بازار

یہ شہر دنیا کے ان نامی اور مشہور شہروں میں سے جو حسن وضع اور اتقان ترتیب میں بے مثل ہے، بازار کی نہایت مناسب وسعت اور ایک بازار کا دوسرے بازار سے ایسا اچھا سلسلہ ہے کہ شاید و باید۔ اس کے تمام بازار مسقف اور چھتیں لکڑی کی ہیں، تمام دکاندار سایہ میں نہایت راحت سے دکانداری کرتے

---

[1] حلب کے معنی دودھ کے ہیں۔

ہیں اس شہر کا چوک نہایت اعلیٰ اور خوش وضع اور وسیع ہے، باوجودیکہ اس قدر وسیع ہے پھر بھی خوش منظری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، چوک کے وسط میں ایک مسجد ہے، اور اس کی ہر سڑک مسجد کے محاذ میں واقع ہوتی ہے۔

مدرسے، شفاخانے، اور مسجد جامع

شہر کی جامع مسجد نہایت شاندار اور خوب صورت ہے، اس کے ضمن میں ایک بڑا حوض ہے، اور اس کے اطراف میں نہایت وسیع اور مضبوط فرش کا صحن ہے، منبر کی صنعت گری لاجواب ہے، جس میں ہاتھی دانت اور آبنوس کا جڑاؤ کام ہے، جامع مسجد مذکور کے قریب ایک مدرسہ بھی ہے، جس کی عمارت حسن وضع اور عمارت میں اسی مسجد کی شان کے برابر ہے، کہتے ہیں یہ مدرسہ امرائے بنی حمدان نے بنوایا ہے، اس مدرسہ کے علاوہ شہر میں تین مدرسے اور بھی ہیں، اور ایک بہت بڑا شفاخانہ بھی ہے،

حلب کے خصوصیات، اور حسنات و خیرات

اس شہر کا سواد نہایت ہموار، فراخ اور کشادہ ہے۔ جس میں نہایت لہلہاتا سبزہ زار اور کشت زار ہے عناب کے درخت نہایت اعلیٰ ترتیب سے لگے ہیں، یہاں کے تمام باغات نہایت دل چسپ لب جو ہیں اس شہر سے جو نہر نکلتی ہے، یہ وہی عاصی نہر ہے جو شہر حماۃ سے ہو کر نکلی ہے، اس نہر کا نام عاصی اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اسے بہتا ہوا دیکھ کر بظاہر دھوکا ہوتا ہے کہ پستی سے بلندی کی طرف بہتا ہے، بیرون شہر اس قدر دلچسپ اور خوش وضع ہے کہ وہاں جانے سے بے انتہا طبیعت مسرور اور دل شاد ہوتا ہے، فرحت کی یہ خوبی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آتی، شہر اس قابل ہے کہ سلطنت کا پایہ تخت بنایا جائے، ابن جزی کا قول ہے کہ حلب کے محاسن بیان کرنے میں شعراء نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے، شہر کے اندر اور باہر کی بہت تعریف کی، اور شاعری کی داد دی ہے، ابوعبادہ بحتری[1] نے حلب کی تعریف میں بہت اشعار کہے ہیں۔

حلب سے متعلق ابوالعلاء المعری کہتا ہے:۔

---

[1] عربی زبان کا یگانہ روزگار شاعر، اس کا دیوان مدارس عربیہ کے نصاب درس میں شامل ہے،

(رئیس احمد جعفری)

بحر خفیف (۱)

حلب للوود جنة عدن — یہاں جو آتا ہے، اس کے لئے یہ جنت عدن ہے لیکن
وھی للغادرین نار سعیر — نہیں اس کے لئے دوزخ کا طبقہ ہے،
والعظیم العظیم یکبر فی عینہ — اس شہر میں جو چھوٹی سے چھوٹی چیز ہے وہ آنکھوں
بنیہ منہا قدر الصغیر الصغیر — بڑی سے بڑی معلوم ہوتی ہے،
تفویق فی النفس القوم بحر — یہاں کی نزہت گاہ مقام قویق لوگوں کی نظر میں دریا
وحصاة منہ مکان ثبیر — اور اس کے سنگ ریزے بجائے جبل ثبیر کے ہیں

ابوالفتیان بن جبوس کہتا ہے :-

بحر بسیط (۱)

یا صاحبیّ اذا اعیا کما سقمی — یا ساتھیو! جب میرا مرض تمہیں عاجز کر دے تو تم مجھ
فلقیانی نسیم الریح من حلب — حلب کی ہوائے نسیم سے ملوا دو۔
من البلاد التی کان الصید لمنا — یہ ان شہروں میں سے ہے، جو باد نسیم کا مسکن ہیں
فیہا وکان اللہو العذری من لیب — صرف یہی مسکن ہے،

ابو علی بن موسیٰ غرناطی کہتا ہے،

وعلّوا الشہباء حیث استدارت — حلب کا قلعہ شہباء اس قدر بلند ہے کہ اس کے گرد آسمان
انجم الافق حولہا کالنطاق — تارے کمر بند کی طرح گھومتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

حلب کے قضاۃ و حاکم،

حلب کا حاکم ملک الامراء ارغون الدوادار ملک ناصر کے اکبر امراء میں سے اور منجملہ فقہائے رجال کے نہایت عادل ہے، لیکن بہ نسبت اور امراء کے اس میں کسی قدر بخل کا مادہ ضرور ہے، یہاں چار مذاہب کے چار قاضی ہیں، مذہب شافعی کے قاضی کمال الدین زملکانی شافعی المذہب ہیں آپ بہت بڑے عالی ہمت کبیر القدر کریم النفس و خوش خلق اور بہت بڑے عالم متبحر جملہ علوم میں مہارت رکھتے ہیں، آپ کو ملک ناصر نے اپنے دار السلطنت میں قاضی القضاۃ مقرر کرنے کے لئے بلایا تھا۔ لیکن اس کی نوبت نہ آئی، اور آپ نے راستہ میں ہی مقام بلبیس میں انتقال فرمایا۔ جس زمانے میں آپ حلب کے قاضی مقرر ہوئے تو دمشق اور دیگر مقامات کے شعرا نے آپ کی خدمت میں قصائد

پیش کئے تھے، چنانچہ ان شعراء میں سے شام کے ایک شاعر شہاب الدین ابوبکر محمد ابن الشیخ المحدث شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن نباتۃ القریشی الاقوی الفارقی بھی ہیں، جنہوں نے ایک بہت طویل قصیدہ پیش کیا تھا۔

یہ قصیدہ پچاس بیتوں سے بھی زیادہ تھا۔ جب یہ کمال الدین کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کے صلہ میں شاعر مذکور کو خلعت اور درہم و دینار سے نوازا گیا۔ اس قدر دانی سے شعرائے عہد رشک و حسد کے مارے جل گئے، اور اس کے اشعار پر بایں الفاظ تنقید شروع کی کہ آغاز میں لفظ افسوس لانا طرز قصیدہ گوئی کے خلاف ہے ابن جزی کی بھی یہ رائے ہے کہ قصیدہ مذکور دیگر قصائد سے نسبتاً اکمل نہیں ہے، ہاں مقطعات میں یہ شاعر بیشک زبردست اور بلاد شرقیہ میں اپنے وقت کا ملک الشعراء ہے، اور خطیب ابو یحییٰ عبدالرحیم بن نباتہ خطبات مشہورہ کے منشی کی اولاد میں سے ہے۔ اس کے مقطعات جو وصف تور یہ میں ہیں۔

بحر کامل (۱)

ملقہا عیداء حالیۃ العلی	میں ایسی زبردست معشوقہ کے عشق میں گرفتار ہوا جو اپنے عاشق کی
تجنی علی عقل المحب و قلبہ	عقل اور قلب کو محبت کا مجرم ٹھہراتی ہے،
بخلت بلؤلؤ ثغرہا عن لاثم	اپنے مجرم عشق کے حق میں اپنے گوہر دندان سے اس قدر بخل پر،
نفدت مطوقۃ بما بخلت بہ	کمربستہ ہونے کی وجہ سے اسکے گلے میں موتیوں کا طوق ڈالا گیا۔

حلب کے قاضیوں میں سے قاضی القضاۃ الحنفیہ الامام المدرس ناصر الدین بن العدیم حسن صورۃ، حسن سیرۃ دونوں خوبیوں میں ممتاز اور حلب ہی کے قدیم باشندہ ہیں، اشعر ذیل ان کے حسب حال ہے۔

بحر طویل (۱)

تراہ اذا ماجئتہ متہلل لا	تو جب تابانی کو اپنی کو اپنی طرف آتا دیکھے گا، تجھ پر سائل
کانک تعطیہ الذی انت سائلہ	کے آثار نمایاں ہوں گے، اور وہ دینے والا معلوم ہوگا۔

رہے وہاں کے قاضی القضاۃ مالکیہ ان کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا ہاں اتنا ضرور ہے کہ مصر میں انکا بڑا وثوق تھا، اور اس عہدہ کو انہوں نے بلا استحقاق حاصل کیا تھا، قاضی القضاۃ حنابلہ کا بھی نام مجھے یاد نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ صالحیہ دمشق کے باشندوں میں سے تھے، یہاں کے نقیب الاشراف بدر الدین ابن الزہرا ہیں اور فقہاء میں سے شرف الدین ابن عجمی ان کے عزیز و اقارب بھی اس شہر حلب کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔

سے کچھ دیر تھی، بیٹھ جھک گئی تھی، اور اچھی طرح کھڑے ہونے کی قوت نہ تھی، جو شخص ان دونوں باپ بیٹوں کو دیکھتا ہے، باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ سمجھتا ہے،

ایک ناقابل تسخیر اور محکم ترین قلعہ میں داخلہ

بعد میں حصن بغراس میں آیا۔ یہ بہت بڑا اور نہایت مستحکم قلعہ ہے، اس کا فتح کر لینا وہم میں بھی نہیں آتا، قلعہ میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں، یہیں سے بلاد سیس کو راستہ جاتا ہے۔ یہ تمام شہر ارمنی کافروں کے ہیں، لیکن سب ملک ناصر کی رعایا ہیں۔ اور اسے خراج دیتے ہیں، یہاں کے درہم بہت کھری چاندی کے ہوتے ہیں۔ ان کا نام "بغلیہ" ہے۔ اس حصن بغراس میں دبیز یہ کپڑا بنا جاتا ہے، قلعہ کا حاکم صارم الدین ابن الشیبانی ہے۔

ارمنی عیسائیوں کی سازش ایک بہترین مسلمان کے خلاف

ایک مرتبہ ان ارمنی عیسائیوں نے امیر حسام الدین پر کچھ جھوٹی اور خلاف باتیں گھڑ کر الزام لگایا۔ اور ملک ناصر سے شکایت کی، ملک مذکور نے ان کی باتوں میں آکر حلب کے امیر الامراء کے نام حکم جاری کیا کہ امیر حسام الدین کو پھانسی دی جائے، جب حلب کے امیر الامراء نے تعمیل حکم کا ارادہ کیا تو امیر حسام کے ایک دوست کو بھی جو ملک ناصر کے بہت بڑے امراء میں سے تھا، خبر پہنچی، اس نے ملک ناصر سے جاکر کہا کہ عالی جاہ، امیر حسام الدین ملک کے خیار امراء میں سے ہے اور مسلمانوں کا بڑا ہمدرد اور خادم ہے۔ راستوں کی خوب حفاظت کرتا ہے، اور بہت بڑا بہادر اور جوانمرد ہے، ارمنی ہمیشہ سے فتنہ و فساد کے خوگر ہیں۔ یہی ہے جو ان کو فوراً دبا دیتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ یہ قوم چاہتی ہے، کہ کسی طرح امیر حسام الدین کو قتل کر دیا جائے، تاکہ اسلامی شوکت میں ضعف آجائے۔ اس کے بعد ملک موصوف نے امیر حسام الدین کے متعلق ایک دوسرا حکم بایں الفاظ جاری کیا کہ یہ رہا کر دیا جائے، اور اس کو خلعت مرحمت ہو، اور اپنی جگہ پر مامور ہو، یہ حکم ملک مذکور نے ایک ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔ جس کا نام اقوش تھا، جو سخت اور اہم کاموں میں بھیجا جاتا ہے، اسے یہ بھی حکم کیا کہ جس قدر عجلت اور تیزی کے ساتھ ہو یہ حکم فوراً جاکر حلب میں پہنچا دے، چنانچہ اس کے پانچویں ہی دن اسے حلب میں پہونچا دیا۔ حالانکہ مصر سے حلب تک ایک مہینہ کی مسافت تھی اور اس وقت عین موقع پر جاکر دیا، جب امیر حسام الدین کو حاضر کر کے پھانسی گھر لیے جاتے تھے۔ اللہ نے اس حکم کے عین وقت پر پہنچ جانے سے

قافلۂ سفر

بے زاد مرحلہ رواں دواں ہے

میرا سفر برابر جاری رہا، یہاں تک کہ ایک دن شہر تزین پہنچا۔ یہ شہر قنسرین کے راستے پر واقع ہے۔ ابھی ابھی بسا ہے، اسے ترکمانوں نے آباد کیا ہے۔ یہاں کے بازار بھی نہایت خوش وضع اور مسجدیں نہایت مستحکم اور عمدہ ہیں۔ اور شہر کے قاضی بدرالدین عسقلانی تھے، تزین سے پھر میں نے رخت سفر باندھا اور قنسرین پہنچا۔ یہ شہر بہت قدیم ہے کسی زمانے میں بہت بڑا تھا۔ اب تو بالکل ویران ہے، صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

شہر انطاکیہ اس کے ممیزات اور خصائص، شہر پناہ کا استحکام

پھر شہر انطاکیہ پہنچا یہ بہت بڑا اور قدیم شہر ہے، اور اس کی شہر پناہ تو اس قدر مضبوط و مستحکم ہے کہ ملک شام کے شہروں میں سے کسی شہر کی فصیل اس کے ٹکر کی نہیں، جس زمانہ میں ملک ظاہر نے یہ شہر فتح کیا تھا تو اس کی فصیل گرادی تھی۔ اس کی آبادی بہت بڑی اور مکانات نہایت خوش قطع و سراپا خوبی و رعنائی ہیں، باغوں اور نہروں کی یہاں بڑی کثرت ہے، شہر کے باہر نہر عاصی رواں ہے،

ایک بزرگ کا مزار:- زیارت اور حصول برکت

یہیں حضرت حبیب النجار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے، اس کے ساتھ ایک زاویہ بھی ملحق ہے جس میں زائرین اور یہاں کے ساکنوں کو کھانا ملتا ہے، اس زاویہ کے شیخ نہایت صالح اور معمر ہیں ان کا نام محمد ابن علی تھا، عمر کچھ اوپر سو برس کی ہوگی۔ لیکن قویٰ نہایت درست تھے۔ مجھے ایک دن شیخ مذکور کے باغ میں جو شہر سے باہر تھا، جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا آپ نے لکڑی کا ایک گٹھا باندھا اور کندھے پر لاد کر اپنے مکان تک جو اندرون شہر تھا لے آئے۔ آپ کے بیٹے کو بھی میں نے دیکھا ہے، انکی عمر ۸۰ سال

امیر مذکور کو پھانسی سے بچا دیا۔ اور امیر مذکور اپنی جگہ پر واپس ہوگیا۔

میری حسام الدین سے عمق میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت اس کے ساتھ بغراس کا قاضی شرف الدین الحموی بھی تھا۔ یہ مقام انطاکیہ اور تیزین کے مابین واقع ہے، باقی رہا بغراس یہاں ترکمان لوگ اپنے مویشی لے کر اترا کرتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ اور وسیع چراگاہ ہے، پھر میں حصن القصیر ہوتا ہوا حصن الشغر پہونچا،

ایک زبردست قلعہ میں میری آمد، حاکم قلعہ کا حال

یہ نہایت زبردست قلعہ ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے، قلعہ کے حاکم سیف الدین الطنطاش ہیں، یہ بڑے فاضل شخص ہیں، اور قلعہ کے قاضی جمال الدین اصحاب تیمیہ میں سے ہیں۔

صہیون:۔ ایک جنت نگاہ شہر میں ورود، نہروں کی کثرت

پھر شہر صہیون میں میرا گذر ہوا۔ یہ نہایت خوبصورت شہر ہے، یہاں بکثرت نہریں جاری ہیں، اور ہرے بھرے درختوں کی بھی یہاں بہت بہتات ہے۔ یہاں ایک بڑا اور مستحکم قلعہ بھی ہے، یہاں کے امیر کا نام ابراہیمی اور یہاں کے قاضی محی الدین حمصی ہیں،

ایک زاویۂ تصوف کی زیارت، زائروں کیلئے آسائش کا انتظام

شہر سے باہر باغ کے وسط میں زاویہ ہے جہاں ہر زائر اور یہاں کے رہنے والے کو کھانا ملتا ہے خانقاہ صالح و عابد عیسیٰ البدوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے متعلق ہے میں اس مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہوا ہوں۔

بعد ازاں یہاں سے میں حصن القدموس آیا۔
پھر اس کے بعد حصن المنیقہ میں آیا۔

خنناض بار و حصار — اور — مقامات کی سیر

احوال و کوائف

فرقۂ اسماعیلہ کا تذکرہ

پھر میں قلعہ علیقہ میں پہونچا، وہاں سے قلعہ مصیاف، پھر قلعہ کہف تک میری رسائی ہوئی، یہ سارے قلعے فرقہ اسمٰعیلیہ کے قبضہ میں ہیں، ان کا لقب فداویہ بھی ہے، ان قلعوں میں صرف وہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں جو اسمٰعیلی فرقہ میں شامل ہوں، [1]

اس فرقہ کے افراد گویا ملک الناصر کے تیر ہیں، جہاں کہیں عراق وغیرہ میں ملک مذکور کا کوئی دشمن ہوتا ہے وہ ان کا نشانہ بنتا ہے، ان سب کے سلطان کے یہاں سے وظائف مقرر ہیں، جب سلطان اپنے کسی دشمن کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، تو ان میں سے کسی کو آمادہ کر دیتا ہے، اور خاص اس کام کے لئے جو مقررہ رقم منظور ہوتی ہے، اگر وہ اپنا کام کر کے زندہ بچ آیا تو اسے، ورنہ اس کی اولاد یا پس ماندہ ورثاء کو دی جاتی ہے، ان کے پاس زہر آلود خنجر رہتے ہیں، جس کے قتل کے لئے یہ مامور ہوتے ہیں، اسے اپنے خنجر سے قتل کر دیتے ہے، کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے داؤں گھات میں کامیاب نہیں ہوتے اور خود ہی قتل ہو جاتے ہیں، امیر قراسنقور کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جو یہ ہے کہ جب امیر عراق کی طرف بھاگ گیا تو ملک ناصر نے اس کے قتل کرنے کیلئے چند اسمٰعیلیوں کو تعاقب میں روانہ کیا۔ لیکن وہ بڑا چوکنا رہتا تھا۔ لہٰذا قتل نہ ہو سکا۔

---

[1] اس فرقہ کی تاریخ لرزہ خیز واقعات سے پُر ہے، نظام الملک طوسی، شہاب الدین غوری، سلطان صلاح الدین ایوبی، کس پر انھوں نے حملہ نہیں کیا، اور بعض کو قتل بھی کر دیا، آغا خان اس فرقہ کے رہنما ہیں، انگریزی اور عربی میں اس فرقہ کی تاریخ پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔

(رئیس احمد جعفری)

اتنے بڑے بادشاہ سے جنگ کرنا خلاف مصلحت ہے، جب سب اپنی اپنی رائے کا اظہار کر چکے تو مہنا نے کہا کہ میں مہمان کی مرضی کے مطابق کروں گا۔ اور اسے سلطان عراق کے پاس ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اس اثناء میں یہ خبر موصول ہوئی کہ قراسنقور کے بال بچے ڈاک چوکی سے مصر بھیج دیئے گئے، اس واقعہ کے بعد مہنا نے قراسنقور سے کہا کہ آپ کے متعلقین کے ہاتھ آنے کی اب کوئی تدبیر نہیں آتی ہاں اتنی بات ضرور ہاتھ میں ہے، کہ آپ کا جو مال و اسباب حلب میں ہے، اس کی خلاصی کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں، پس مہنا کی زیر اطاعت سب کو تیاری کا حکم دے دیا، اور پندرہ ہزار نفر ساتھ لیکر حلب پہنچا اور وہاں جاکر قلعہ کا دروازہ پھونک دیا۔ اور اس پر متصرف ہوگیا۔ قلعہ میں جتنا مال و اسباب تھا۔ وہ بھی سب قراسنقور کا تھا۔ اور جو کچھ بھی اس کے متعلقین باقی تھے۔ ان سب کو وہاں سے لے کر اپنے ہمراہ لے آیا۔ بس صرف اتنے پر اکتفا کیا۔ اب یہ پھر مہنا اور اس کے ساتھ امیر حمص الافرم ملک عراق کے پاس روانہ ہوئے۔ عراق کا سلطان ملک محمد خدا بندہ اس وقت قرا باغ میں تھا۔ یہ مقام سلطانیہ اور تبریز کے درمیان واقع ہے، اور موسم گرما میں سلطان یہیں رہا کرتا ہے، ان سب کا سلطان نے نہایت عزت و احترام سے استقبال کیا، اس کے بعد مہنا کو عراق عرب کا ملک دیا اور قراسنقور کو شہر مراغہ۔ یہ مقام عراق و عجم سے ہے اسے دمشق صغیر بھی کہتے ہیں۔ اب رہا افرم اسے ہمدان کا ملک دیا۔ یہ سب مدت دراز تک اسی سلطان کے پاس رہے۔ امیر حمص الافرم نے یہیں وفات پائی۔ اس کے بعد ملک ناصر سے مہنا نے بہت کچھ عہد و پیمان لئے، اور پھر وہاں سے ملک مذکور کے پاس واپس آگیا۔ اور قراسنقور بدستور وہیں رہا۔ ملک ناصر ہمیشہ اس تاک میں لگا اور موقعہ کا منتظر رہا برابر فرقہ اسمعیلیہ کے لوگوں کو اس کو قتل کرانے کی تدبیریں بھیجتا رہتا۔ چنانچہ کچھ فدائی[1] قراسنقور کے محل میں پہونچ گئے، لیکن دھوکہ کھاکر بجائے اس کے دوسرے کو قتل کر دیا۔ ایک مرتبہ یہ سواری کی حالت میں تھا کہ کچھ فدائی اس پر ٹوٹ پڑے کہ قتل کر ڈالیں۔ الغرض فدائیوں کا ایک بڑا گروہ قراسنقور کے قتل کے جھگڑے میں مارا گیا۔ لیکن یہ اس قدر محتاط تھا کہ کسی وقت بھی اپنے تن سے زرہ جدا نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ لکڑی یا لوہے کے مکان میں سویا کرتا۔

---

[1] فدائیوں کا یہ گروہ اپنی جان فدا کر کے اپنے امیر کے حکم کی بے چون و چرا اطاعت کرتا تھا۔ اور مرنے پر ہر وقت تیار رہتا تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

امیر الامراء قراسنقور کے حالات پر ایک نظر

قراسنقور کبار امرائے مصر میں سے تھا، جو لوگ ملک الاشرف شاہ ناصر کے بھائی کے قتل میں شریک تھے، ان میں یہ بھی شامل تھا۔ جب ملک الناصر کے ہاتھ میں ملک کی زمام آئی، اور اس کی حکومت پورے طریقہ پر جم گئی، اور سب پر اس کی سطوت و سلطنت کا اثر غالب ہو گیا، تو اپنے بھائی کے قاتلوں کو تلاش کرنے لگا، ایک ایک کو پکڑ کر اپنے بھائی کا قصاص لیتا، ساتھ ہی یہ مصلحت بھی تھی۔ کہ کہیں یہ لوگ میرے ساتھ بھی ویسا ہی نہ کریں، جیسا میرے بھائی کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس زمانہ میں قراسنقور، حلب کا امیر الامرا تھا، ملک مذکور نے تمام ممالک کے امرا کے نام یہ حکم صادر فرمایا کہ اپنے ماتحت امرا کو عام تیاری کا حکم دیدیں، اور ایک میعاد مقرر کر دیں، کہ اس وقت تک حلب میں تمام افواج جمع ہو جائیں، اور ایسی تدابیر عمل میں لائیں کہ قراسنقور گرفتار ہو جائے، چنانچہ جب افواج حلب پہونچ گئیں تو قراسنقور کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اس کے آٹھ سو ذاتی غلام تھے، یہ ان کی معیت میں صبح کے وقت سوار ہو کر نکلا ملک الناصر کی تمام فوج کی تعداد بیس ہزار تھی۔ لیکن تمام فوج کو چیرتا پھاڑتا اور نیچا دکھاتا نکل آیا اور امیر العرب مہنا ابن عیسیٰ جو شکار پر گیا تھا۔ اس کے یہاں قراسنقور گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی پگڑی اپنے گلے میں ڈال کر یہ الفاظ فریاد کی "الجوار یا امیر العرب"

ایک عرب خاندان کی آن اور پاس عہد کا عجیب واقعہ

اس وقت یہاں ام الفضل مہنا کی بیوی اور اس کی بنت عم موجود تھی، اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو پناہ دی" سنقور نے عرض کیا کہ "میں بال بچوں اور تمام اسباب کو یہیں طلب کئے لیتا ہوں" ام الفضل نے کہا "اس کا آپ کی مرضی پر انحصار ہے آپ یہاں ہماری پناہ میں ٹھہر سکتے ہیں"

چنانچہ قراسنقور وہاں ٹھہر گیا۔ جب مہنا شکار سے واپس آیا تو اس قراسنقور کی نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مہمان نوازی اور تواضع و مدارات کی۔ اور بال بچوں اور مال و اسباب کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حلب سے سب یہیں میرے پاس آجائیں؟ مہنا نے اپنے حقیقی اور چچازاد بھائیوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ بعض نے رائے دی قراسنقور کا ساتھ دینا چاہیے، اور بعض نے کہا ہم چونکہ ملک شام کے ملک ناصر کی عملداری میں رہتے ہیں۔ اس لئے

زمانہ ایک بار پھر پلٹا کھاتا ہے، قراسنقور کی خود کشی

جب سلطان محمد خدا بندہ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور اس کا بیٹا ابو سعید والی مملکت ہوا، تو جوبان کا جو سلطان ابو سعید کے امرا میں سے تھا۔ اور اس کے بیٹے دمرطاش کا ملک ناصر کے پاس جانے کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے، اس واقعہ کے پیش آنے سے سلطان ابو سعید اور ملک ناصر کے مابین مراسلت شروع ہوئی، اور یہ امر طے پایا کہ سلطان ابو سعید ملک الناصر کے پاس قراسنقور کا سر اور ملک ناصر ابو سعید کے پاس دمرطاس کا سر بھیج دے، چنانچہ ملک ناصر نے ایسا ہی کیا۔ جب قراسنقور کو اپنے متعلق فیصلہ کا علم ہوا۔ تو اس نے اپنی انگوٹھی کا زہر میں بجھا ہوا نگینہ چوس لیا اور راہی ملک عدم ہوا۔ سلطان ابو سعید نے اس واقعہ کی ملک ناصر کو اطلاع دے دی اور سر بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھی،

فدائیوں کے قلعے سے ہوتا ہوا میں شہر جیلہ آیا۔ اس شہر میں نہریں بکثرت جاری ہیں، اور درخت سرسبز و شاداب ہیں۔ دریا یہاں سے ایک میل کی مسافت پر ہے۔

زیارت مزار حضرت ابراہیم ادہمؒ

اسی شہر میں ولی صالح حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا مزار مبارک ہے، ان کے متعلق مشہور ہے کہ سلطنت کو خیر آباد کہہ کر دنیا سے منہ موڑ لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا لوگوں کا گمان ہے یہ شہزادے نہ تھے، بلکہ ان کے والد ماجد ادہمؒ بھی فقرائے صالحین میں سے بڑے سیاح عابد زاہد، متقی اور ماسوا اللہ سے منقطع تھے۔ البتہ ابراہیم کو سلطنت وراثۃً اپنے نانا کی طرف سے بیشک پہنچی تھی۔ اس اعتبار سے یہ بادشاہ ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی سیرت و شخصیت کا تذکرہ

کہا جاتا ہے کہ ایک دن ادہمؒ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گذر ہوا۔ آپ ایک باغ کی نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنے لگے کہ دیکھا ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے، خیال کیا کہ اسے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اٹھا کر کھا لیا۔ جب کھا چکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی، اور ناجائز طریقہ پر کھا لیا ہے، اس خیال سے مالک باغ کے پاس گے

کو جاکر اسے اطلاع دے دیں تاکہ اس کی اجازت سے حلال ومباح ہو جائے۔ چنانچہ باغ کے دروازے کو یہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا کھٹکھٹایا آواز سنکر ایک لڑکی باہر آئی۔ آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے بھیج دے، اس نے عرض کیا وہ تو عورت ہے۔ آپ نے کہا اچھا اس سے پوچھ لے میں خود حاضر ہو جاؤں۔ چنانچہ اجازت مل گئی۔ اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے، اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ خاتون مذکور نے جواب دیا کہ باغ نصف تو میرا ہے، اور نصف سلطان کا ہے، اور وہ یہاں نہیں ہیں، بلخ تشریف لے گئے ہیں۔ جو دس دن کی مسافت پر ہے، اس نے اپنے سیب کا نصف حصہ تو معاف کر دیا۔ اب باقی رہا دوسرا نصف آپ سے معاف کرانے بلخ تشریف لے گئے۔ جب یہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جا رہی تھی۔ اسی حالت میں آپ نے سارا واقعہ کی بادشاہ کو خبر دی، اور نصف کی معافی کے طالب ہوئے۔

بادشاہ ادہم سے اپنی لڑکی بیاہ کر معافی دیتا ہے

بادشاہ نے فرمایا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا۔ کل میرے پاس تشریف لائیے۔ اس کی ایک نہایت حسینہ جمیلہ لڑکی تھی، اور بہت سے شاہزادوں کی نسبت کے پیغام اس کے آ چکے تھے، لیکن بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا۔ کیونکہ لڑکی عابدہ اور نیکوکار لوگوں کو بہت دوست رکھتی، اس کی خواہش تھی کہ زاہد سے نکاح کرے، جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہم کا سارا قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں نے ایسا متورع شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرنے بخارا سے آیا ہے، جب اس لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا۔ جب دوسرے دن ادہمؒ بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کریں گے میں آپ کو نصف سیب معاف نہ کروں گا۔ ادہمؒ نے کمال انکار کے بعد چار و ناچار نکاح منظور کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادہمؒ کیساتھ نکاح کر دیا۔ جب ادہمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے، تو دیکھا لڑکی نہایت آراستہ و پیراستہ ہے، اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی۔ نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے، ادہمؒ ایک گوشہ میں جاکر نماز میں مصروف ہو گئے، حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہو گئی متواتر سات شبیں اسی طرح گذر گئیں۔ اب تک سلطان نے انہیں سیب کا نصف حصہ معاف نہیں کیا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو بطور یاد دہانی کہلا بھیجا کہ اب وہ معاف فرما دیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ

جب تک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع نہ ہوگا۔ میں معاف نہ کروں گا۔ آخر کار شب ...
ادہم اپنی بیوی کے ساتھ جتماع پر مجبور ہوئے، آپ نے غسل کیا، نماز پڑھی، اور ...
مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو ادہم مردہ تھے۔ بعدازاں اس لڑکی سے ...
پیدا ہوئے، یہ بچہ ابراہیم کے نانا کے کوئی ... لئے سلطنت ابراہیم کو بلخ آپ کے ...
چھوڑنے کا جو واقعہ مشہور ہے، اس کی اصل بھی یہی ہے ۔[1]

ابراہیم ادہم کے مزار پر ایک نہایت عمدہ زاویہ بنا ہے، اس میں پانی کا ایک حوض بھی ...
یہاں ہر زائر اور مقیم کو کھانا دیا جاتا ہے، اس زاویہ کے مہتمم ابراہیم العجمی کیا۔ صالحین میں سے ...
یہاں نصف ماہ شعبان کو لوگوں کا بکثرت اژدہام ہوتا ہے، لوگ تمام اطراف ملک شام سے آتے ...
اور تین دن یہاں رہتے ہیں اس زمانے میں شہر کے باہر بہت بڑا بازار لگایا جاتا ہے، اور ہر طرح ...
کی اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے، اس زمانہ میں تمام اطراف واکناف عالم سے بہت سے فقرا ...
مشائخ اور متجردانِ دین آکر جمع ہوتے ہیں، جو شخص مزار مبارک کی زیارت کے لئے آتا ہے وہ مجاور ...
مزار کو کچھ موم ضرور پیش کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے بہت بڑے انبار ہوجاتے ہیں۔ اس شہر ...
کے باشندے اکثر نصیریہ فرقہ کے ہیں۔

فرقہ نصیریہ اور اس کے احوال وکوائف

اس فرقہ والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خدا ہیں، یہ لوگ
نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ طہارت کرتے، نہ روزہ رکھتے ہیں۔ جب ملک الظاہر نے انہیں مجبور کیا کہ اپنے
مواضعات میں مسجدیں بنائیں۔ تو ہر گاؤں میں مسجد تو بنالی لیکن آبادی سے بہت دور، نہ ان مساجد میں
کبھی جاتے، اور نہ انہیں آباد کرتے، بلکہ اکثر مسجدوں میں مویشی اور جانور رہا کرتے تھے، جب کبھی کوئی
غریب الوطن اترتا اور اذان دیتا تو وہ لوگ کہتے، ہنہنا تا کیوں ہے، گھاس آتی ہے، اس فرقہ کے
لوگ کافی تعداد میں ہیں

---

[1] اس سلسلہ میں بہت سی متضاد اور بعض خلاف قیاس روایتیں مشہور ہیں، لیکن ان سب کا قدر مشترک یہ ہے
کہ یہ بات مصدقہ ہے کہ حضرت ادہم بہت بڑے ولی تھے۔

(رئیس احمد جعفری)

لاذقیہ

ایک قدیم شہر

شہر جبلہ سے میں لاذقیہ آیا یہ ایک قدیم شہر ہے، جو دریا کے ساحل پر واقع ہے، لوگ کہتے کہ لاذقیہ ہی شہر ہے جس کے بادشاہ کا کلام اللہ میں ان الفاظ میں ذکر ہے، یاخذ کل سفینۃ غصبا[1] یعنی ہر کشتی کو غصب کر لیا کرتا تھا اس شہر میں ولی صالح عبدالحسن اسکندری سے ملنے گیا، لیکن جب پہنچا تو موجود نہ تھے۔ حجاز تشریف لے گئے تھے۔ ان کے بعض اصحاب شیخ صلاح بجائی، اور شیخ یحیی سلاوی سے ملاقات ہوئی۔ ان ہر دو شیوخ کا قیام علاؤالدین ابن البہا کی مسجد میں تھا۔ یہ شخص فضلائے شام میں سے ہے، اور اس ملک کے کبار اشخاص میں شمار ہوتا ہے اس کے یہاں ہر وقت صدقات وجود و سخا کا بازار گرم رہتا ہے، مسجد کے نزدیک اس نے ایک زاویہ بھی بنایا تھا۔ جس میں ہر آنیوالے اور رہنے والے کو کھانا ملتا تھا۔ اس شہر کا قاضی بہت بڑا فقیہ اور فاضل المسمیٰ بہ جلال الدین عبدالحق مصری، اکی نہایت کریم اور لطیلان کے ملک الامرا علاقہ داروں میں سے تھا۔ اسی وجہ سے اس نے لاذقیہ میں اسے قاضی مقرر کیا تھا۔

ایک ملحد اور بے دین شخص کی گرفتاری، پھر قتل

شہر لاذقیہ میں ایک شخص ابن الموئید الہجار نام کا تھا۔ اس کی زبان سے کسی کو امان نہ تھی، اس کا مذہب بھی متہم نہ تھا۔ لیکن اپنا الحاد چھپائے رکھتا تھا۔ اتفاقاً طیلان کے

---

[1] اشارہ ہے قصہ خضر و موسیٰؑ کی طرف، خضرؑ نے بظاہر بغیر کسی سبب کے کشتی غرق کر دی حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا تو حضرت خضرؑ نے مذکورہ الفاظ میں جواب دیا۔

(رئیس احمد جعفری)

امیر الامرا سے اس کا کوئی کام پڑا۔ لیکن جب اس کی غرض نہ نکلی تو اس کا دشمن ہو گیا اور یہ مصر ہوا اور اسے امور شنیعہ سے متہم کر کے پھر لاذقیہ واپس آیا۔ طیلان نے قاضی جلال الدین کو کہا کہ کوئی شرعی سبب نکال کر ابن المویّد کو قتل کر دو۔ چنانچہ قاضی مذکور نے ابن المویّد کو اپنے گھر بلایا۔ اور دونوں میں باہم بحث ہوئی۔ اس کے دل میں جو ابن المویّد کی الحاد کی باتیں تھیں۔ انہیں گفتگو ہی گفتگو میں ظاہر کر دیا۔ اس سلسلہ میں ابن المویّد نے اور بھی بڑی بڑی بے دینی کی باتیں ظاہر کیں، اور وہ ایسی تھیں۔ جن کی ادنیٰ سزا قتل ہو سکتی تھی۔ قاضی نے پس پردہ چند گواہ بھی بٹھا رکھے تھے، اور انہوں نے ابن المویّد کی کل تقریر قلمبند کر لی تھی۔ جب قاضی پر اس کا الحاد ثابت ہو گیا تو اسے قید کر دیا۔ اور سارا واقعہ ملک الامرا طیلان کو لکھ بھیجا اس کے بعد اسے پھانسی دے دی۔

انقلاب امارت و اقتدار کا کرشمہ

ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ امیر الامرا طیلان طرابلس کی حکومت سے معزول کر دیا گیا اور اس کے بجائے الحاج قرطیہ کو جو کبار امرا میں سے تھا۔ طرابلس کی حکومت سپرد ہوئی اور طیلان سے پہلے بھی طرابلس کا امیر الامرا رہ چکا تھا۔ چنانچہ اس کے اور طیلان کے مابین عداوت تھی، اس لئے موقع ملا۔ اور طیلان کے عہد حکومت کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر خرابیاں نکالنے لگا۔ موقع پا کر متوفی ابن المویّد کے بھائیوں نے بھی اپنے بھائی کا معاملہ قرطیہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قاضی جلال الدین اور ان گواہوں کو جنہوں نے متوفی مذکور کے بارہ میں شہادت دی تھی۔ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ سب حاضر ہوئے تو قرطیہ نے حکم دیا کہ ان سب کو شہر کے باہر جہاں لوگوں کو پھانسی دی جاتی ہے، لے جا کر پھانسی دے دی جائے، یہ پھانسی کے نیچے بٹھلائے گئے۔ اور ان کے عمامے اتار لئے گئے، اس ملک کے امرا کا چونکہ یہ دستور تھا کہ جب کسی کو پھانسی کا حکم دیتے تو اس جگہ کا حاکم امیر کے دربار سے گھوڑا دوڑاتا ہوا پھانسی دیئے جانے کے مقام پر آتا، اور پھر واپس جا کر مکرر امیر سے پھانسی دیئے جانے کی اجازت مانگتا۔ حتیٰ کہ اسی طرح تین مرتبہ امیر کے پاس آمد و رفت کرتا، اگر تیسری مرتبہ بھی امیر پھانسی دینے کی اجازت دے دیتا تو پھانسی دی جاتی۔ چنانچہ قاضی جلال الدین اور

س کے ساتھی کے قتل کے معاملہ میں بھی حاکم لاذقیہ نے ایسا ہی کیا۔ جب تیسری مرتبہ حاکم لاذقیہ امیر کے پاس جازت لینے گیا۔ تو تمام حاضرین دربار نے اپنی پگڑیاں اتار ڈالیں، اور عرض کیا! یا امیر الاسلام کی اس میں سخت توہین اور بدنامی ہے کہ قاضی اور شاہدوں کو پھانسی دی جائے۔ امیر نے ان کی شفاعت قبول کر لی، اور قاضی کو مع گواہوں کے رہا کر دیا۔

دیر فاروص کے مسیحوں کا برتاؤ مسلمانوں سے

شہر لاذقیہ کے باہر ایک بہت بڑا دیر ہے، جس کا نام دیر فاروص ہے، یہ دیر ملک شام کے تمام دیروں سے بڑا ہے یہاں بڑے بڑے راہب رہا کرتے ہیں، اور مسیحی بہت دور دور سے اس کی زیارت کو آتے ہیں، یہاں مسلمانوں میں سے جو اترتا ہے، اس کی مسیحیوں کی طرف سے روٹی، پنیر، زیتون، سرکہ اور کھیر سے پذیرائی ہوتی ہے۔

شہر لاذقیہ کا لنگر گاہ ملک شام کے تمام لنگر گاہوں سے اچھا ہے، اس پر دو برج بنے ہوئے ہیں، ان کے درمیان ایک بہت بڑی زنجیر لگی رہتی ہے، جب تک یہ زنجیر نہیں گرائی جاتی اس وقت تک نہ کوئی لنگر گاہ میں آ سکتا ہے، اور نہ جا سکتا ہے۔

قلعہ کرک سے ملتا ہوا ایک مستحکم قلعہ، اور اس کے اندرونی حالات

پھر قلعہ مرقب آیا۔ یہ کبار قلعہ جات میں سے ہے، اس کی وضع قطع قلعہ کرک سے ملتی جلتی ہے، یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر بنا ہوا ہے، اس کے باہر ایک مسافر خانہ ہے، یہیں مسافر رہتے ہیں، اور قلعوں کے اندر نہیں جانے پاتے۔ اسے رومیوں سے ملک منصور قلاوون نے فتح کیا تھا، اور اب اس پر اس کے بیٹے ملک ناصر کی حکومت ہے، قاضی قلعہ برہان الدین مصری ہیں، جو بڑے پایہ کے عالم اور صاحب لطف و کرم شخصیت کے مالک ہیں۔

جبل لبنان و بعلبک

وہاں کے چشمے، نہریں، صُلحاء و فُقراء اور عجیب حالات

اب میں نے پھر رختِ سفر باندھا، اور رخصت ہو کر جبل اقرع آیا، یہ ملک شام کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ بلند اور برتر ہے، یہاں دریا جاری ہیں، بکثرت چشمے رواں ہیں، نہریں بہتی ہیں۔ یہاں کے باشندے ترکمان کہلاتے ہیں۔

جبل لبنان میں آمد، دنیا کا سب سے زیادہ سرسبز و شاداب پہاڑ

اب میں جبل لبنان آیا۔ یہ بہت بڑا اور تمام دنیا کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب پہاڑ ہے اس میں طرح طرح کے میوہ جات پیدا ہوتے، پانی کے چشمے رواں ہیں اور سایہ دار درخت بیحد ہیں۔ یہ پہاڑ زاہدوں، صالحوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے لئے دنیا کو خیر باد کہہ دیا ہے، کبھی خالی نہیں رہتا، مجھے خود ایسے صالحوں کے ایک گروہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، جنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور ماسوا اللہ سے ترک تعلق کر کے صرف اسی کے ہو رہے تھے، یہ ایسی گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کے نام تک سے کوئی آگاہ نہیں[1]

لبنان کا ایک چھپا ہوا مردِ حق آگاہ

بعض سالکین سے اس پہاڑ پر مجھے بھی شرفِ نیاز حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں ہم اس

---

[1] فرانسیسی سامراج نے اپنے دورِ حکومت میں یہاں عیسائیوں کی اکثریت پیدا کر دی ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

پہاڑ پر فقرا کی ایک جماعت کے ساتھ شدید سرما میں رہ رہے تھے۔ سردی سے بچاؤ کے لئے آگ روشن کر رکھی تھی۔ اور بیٹھے تاپ رہے تھے، اس اثنا میں حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آگ تو ایسی ہے کہ اگر اس میں کوئی جانور بھونا جاتا تو خوب لطف آتا۔ یکایک فقرا میں سے ایک فقیر نے جو بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا تھا۔ اور نظروں میں کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔ کہا میں عصر کے وقت حضرت ابراہیم ادہم کی عبادت گاہ میں تھا۔ (جو ایک مستبعد سی بات تھی) وہاں دیکھ آیا ہوں کہ ایک گورخر برف میں پھنسا ہوا ہے، اور ہر طرف سے برف نے اسے ایسا دبالیا ہے کہ اسے جنبش کی طاقت نہ تھی، اگر تم وہاں جا کر اسے پکڑ لاؤ تو اس کا گوشت آگ میں بھون سکو گے۔ وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ، اس درویش کے فرمانے سے ہم پانچ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے، اور وہاں گئے، دیکھا تو واقعی جیسا درویش نے بیان کیا تھا ویسی ہی پایا۔ اسے ہم پکڑ کر اپنے دوستوں کے پاس لائے، اور اسے ذبح کر کے اس کا گوشت آگ پر بھوننا شروع کیا پھر گورخر کی خبر دینے والے درویش کو ہم نے کتنا ہی تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا اس واقعے سے ہمیں سخت تعجب ہوا۔

جبل لبنان سے ہم شہر بعلبک پہونچے، یہ بہت قدیم اور ملک شام کے بہترین شہروں میں سے ہے اس کے ہر چہار اطراف نہایت اعلیٰ باغات اور اچھی اچھی پھلواریاں ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ شہر باغات اور پھلواریوں کا مرکز ہے، جابجا جاری چشموں کی وجہ سے اس شہر میں بڑی رونق رہتی ہے۔ اگر ان خوبیوں کے باعث دمشق کا ہم پلہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بادشاہوں کی نظر میں تو یہ ہمیشہ محبوب رہا ہے۔ یہاں ایک طرح دبس یعنی "رقوام" بنتا ہے اسے "دبس بعلبکی" کہتے ہیں، یہ ایک قسم کا شیرہ ہے، جو انگور سے بنتا ہے، یہاں ایک قسم کی مٹی ہوتی ہے، اسے اس انگور کے شیرہ میں رکھ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا سیال پن کم ہو جاتا ہے، اور وہ جم کر ایک ڈھیلے کی طرح ہو جاتا، پھر اس میں پستے اور بادام ڈال کر ایک قسم کا حلوا بناتے ہیں۔ اس کا نام "ملبن" ہے یہاں دودھ بکثرت ہوتا ہے اور اسے تجارت کے طریقہ پر دمشق بھی لے جاتے ہیں۔ تیز رفتار شخص کے لئے بعلبک اور دمشق کے مابین ایک روزہ مسافت ہے، لیکن آہستہ رو بعلبک سے ایک چھوٹے سے شہر میں ٹھہر جاتے ہیں اس کا نام زبدان ہے،

بعلبک کی مخصوص مصنوعات، پیداوار، اور اشیاء

زبدان میں میووں کی خوب کثرت ہے۔ پھر یہاں سے دوسرے دن دمشق میں داخل ہوتے

ہیں۔ بعلبک میں ایک خاص قسم کا کپڑا بنا جاتا ہے۔ اسے بعلبکی کہتے ہیں۔ یہاں لکڑی کے برتن اور
چمچے ایسے بنائے جاتے ہیں۔ جن کی دوسرے شہروں میں نظیر نہیں ملتی۔ یہاں کے لوگ پیالوں کو
"دسوت" کہتے ہیں۔ میں نے بعض کاریگروں کو دیکھا ہے کہ ایک بڑے پیالے میں ایک کے اندر ایک
پورے دس پیالوں کا اس طرح سیٹ بناتے ہیں کہ اوپر سے دیکھنے والا ایک پیالہ سمجھتا ہے، یہی حال چمچوں
کا بھی ہے کہ ایک کے اندر ایک دس چمچوں کا سیٹ بناتے ہیں کہ وہ بھی بظاہر اوپر سے دیکھنے میں، ایک چمچہ معلوم ہوتا ہے
اس کے لئے ایک چمڑی کا غلاف بھی بناتے ہیں جس میں رکھ کر ان سب کو اپنے توشہ دان میں رکھ لیتے ہیں جب
دستر خوان بچھتا اور سب ساتھی کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو اس چمچہ کو نکال کر دستر خوان پر رکھ
دیتے ہیں۔ اوپر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ اس قدر آدمیوں میں صرف ایک چمچہ رکھا ہے، لیکن اس
کے جوف سے یکے بعد دیگرے نو چمچے اور نکل آتے ہیں۔ جب میں بعلبک پہونچا تھا تو شام ہو گئی
تھی۔ اور دمشق دیکھنے کا اشتیاق زیادہ دامنگیر تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن میں دمشق روانہ ہوگیا۔

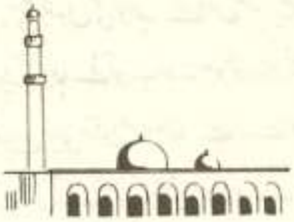

جنّت الشرق
دمشق
دنیا کا سب سے زیادہ حسین و جمیل خطۂ رعنا ؎

دمشق میں میرا داخلہ ۹ رمضان المعظم ۷۲۶ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) کو ہوا، یہاں کے ایک مدرسہ مالکیہ میں جو شرالبشیہ کے نام سے عام طور پر معروف ہے، مقیم ہوا۔

دمشق کو بغیر کسی مبالغہ کے بالکل بجا طور پر حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی اور سحر طرازی کے باعث دنیا کے تمام شہروں پر تفوق اور برتری حاصل ہے زیادہ سے زیادہ تطویل اور تفصیل کے ساتھ بھی گر اس کے محاسن بیان کئے جائیں، اور جو بظاہر یکسر غلط معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ درحقیقت اصل خوبیوں سے کم ہی ہوں گے، کون زبان ہے جو اس کی تعریف کر سکتی ہے؟ اور کون قلم ہے جو اس کی مدح سرائی کا حق ادا کر سکتا ہے؟ مشہور سیاح عالم ابن جبیرؒ نے دمشق کے محاسن کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ حرف آخر ہے، میں کہنا چاہوں تو بھی اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔

دمشق کے بارے میں مشہور سیّاح ابن جبیر کے تاثرات

ابن جبیر کہتے ہیں:۔

دمشق جنت الشرق اور نور مشرق کا مطلع ہے، جہاں تک بلاد اسلامیہ کے متعلق جانتا ہوں، اس شہر سے بڑھ کر کوئی شہر نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے تمام شہروں کو جہاں تک میں نے دیکھا ہے یہ اپنی زینت و آراستگی، دلچسپی، و دل آویزی اور کمال حسن و خوبی میں ایک دلہن یا اس حسین آدمی کے مانند ہے، جو پھولوں اور کلیوں کے زیورات سے سجا ہوا ہو اس کے باغات اور سبزہ زار گویا سبز لباس

حسان تمیں دادی آشی نزیل تونس نے دمشق کی خوبیاں فرماکر ابن جبیر کے کلام کی تصریح فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جس ڈھنگ سے ابن جبیر نے دمشق کی تعریف کی ہے، اور جس طرز سے اس کا حال بیان کیا ہے اس سے ایک جوش امنگ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے،

دمشق کی تعریف میں شعرائے بھی جولانئ طبع کا مظاہرہ کیا ہے شرف الدین بن الحسن کہتے ہیں:۔

بلاد بها الحصباء درو تربها — یہ ایسا شہر ہے جہاں سنگریزے گوہر کا حکم رکھتے ہیں جس
عبیر وأنفاس الشمال شمول — کی خاک عبیر اور باد شمال شراب کی تاثیر رکھتی ہے۔

ابوالحسن غرناطی کا کلام ہے:۔

الغصن راقصة والطير مادحة — وہاں کے بستان کے درختوں کی لچک گیا ہے ایک رقص سے پرندے
والزهر مرتفع والماء منحدر — زمزمہ سنج ہیں کلیاں بلند شاخوں پر رونما ہیں، اور پانی جاری ہے۔

باشندگان دمشق کا معمول کہ ہفتہ کے روز کوئی کاروبار نہیں کرتے، اور سب لوگ سیر گاہوں اور باغات میں جاکر جاری چشموں کے کنارے پھول دار درختوں کے سایہ میں میلہ لگاکر جمع ہوتے ہیں۔ اور شام تک عیش ونشاط اور تفریح وانبساط میں بسر کرتے ہیں۔

دمشق کی یگانہ روزگار، مسجد جامع یعنی جامع بنی امیہ

یہ مسجد تمام روئے زمین کی مسجدوں میں سب سے بڑی ہے، اور بلحاظ کاریگری کے تمام دنیا کی مساجد میں اتقان صناعت، براعت حسن اور بہجت کمال کے لحاظ سے فائق ہے نہ دنیا کی کوئی مسجد اس کی نظیر ہے، اور نہ مشابہ امیر المومنین ولید ابن عتبہ بن عبدالملک ابن مروان نے تیار کرانے کا بار اپنے ذمہ لیا تھا۔ جب امیر کو اس مسجد کی تیاری کا خیال ہوا تو اس نے روم کے بادشاہ کے نام بایں امر تحریر بھیجی۔ کہ فن معماری کے بہترین ماہر میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ حسب الحکم بارہ ہزار چیدہ چیدہ معمار امیر کے پاس روانہ کئے گئے، اب جس مقام پر یہ مسجد واقع ہے، وہاں اس سے پہلے مسیحوں کا بہت بڑا گرجا تھا۔ جب مسلمانوں نے دمشق فتح کیا تو یوں ہوا کہ ایک طرف سے حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوئے، اور برابر نصف کنیسہ تک چلے گئے چنانچہ نصف حصہ تو ان کے قبضہ میں بزور شمشیر آیا، اور ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہ دمشق کی مغربی سمت سے برنبائے صلح داخل ہوئے، اس طرح باقی نصف کنیسہ جو برنبائے شرائط صلح مسلمانوں کے تصرف میں آیا تھا۔ اس پر انہوں نے مسجد بنائی اور باقی نصف حصہ جو برنبائے شرائط صلح مسلمانوں کے

میں ملبوس ایک پراز حسن وخوبی معشوق ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان اور بلند پائگاہ مکانات نے اس ایک جلوہ پیدا کر دیا ہے، اور مکانات بھی ایسے کہ جن میں زینت وآراستگی اور سجاوٹ کی انتہا کر دی گئی ہو۔

عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کا مولد دمشق ہی تھا

اس شہر کی عظمت اس سے اور بھی دوبالا ہو گئی ہے، کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام و... والدہ حضرت مریم علیہا السلام نے ایک ایسی جگہ پر مقام قیام کیا ہے، جو ایک عمدہ شیریں چشمہ... مشتمل اور جس کے ہر چہار اطراف درخت لہلہا رہے ہیں، اور درمیان میں آب سبیل ہے... میں صرف نیک صفات اور خوشخصال آدمیوں کا گذر ہے، برے یہاں سے اس قدر خوف... ہو کر بھاگتے ہیں، جس طرح موذی سانپ لوگوں کو دیکھ کر راستہ سے بھاگ جاتا ہے۔ یہاں کی آب... اس قدر پاکیزہ اور اعلےٰ ہے کہ اگر کوئی مرتا ہوا آدمی بھی آ جائے تو اس کی جان میں جان آ جائے، تمام شہر ایسی خوبی اور آب وتاب اور چمک دمک سے معمور ہے، کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ صیقل کیا ہوا... اور اس قدر دامنگیر اور جاذب قلوب ہے کہ گویا ناظرین سے بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ بس یہی تمہارا ملجاؤ ماویٰ ہے، اس سے بڑھ کر تمہیں کوئی آرام گاہ نہ ملے گی۔ چشموں اور نہروں سے یہاں کی سرزمین ایسی آسودہ اور سیراب ہے کہ اگر اس کی حقیقت دریافت کرنے کا اشتیاق اور تشنگی پیدا ہو تو عجب نہیں۔ یہاں کی پتھریلی زمین بھی اپنی شادابی کے باعث بآواز بلند پکار پکار کہہ رہی ہے کہ اگر تمہیں نہانے دھونے اور پینے کے لئے ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہے تو ذرا پاؤں سے مجھے ٹھکرا دو پھر قدرت خداوندی کا تماشا دیکھو۔

اس چمکتے دمکتے شہر کے اطراف میں سبزہ زار وباغات اس خوبی سے واقع ہوئے ہیں کہ گویا چاند کے گرد ہالہ یا جس طرح رسیلا پھل اپنے پوست کے غلاف میں ہوتا ہے، اس کے مشرق میں جہاں زمین کا نشیب واقع ہے، جہاں تک نگاہ جاتی ہے، عجیب دلچسپ منظر ہے اسی طرح یہاں جس خطے اور مقام کو دیکھئے حد نظر تک سوائے سرسبزی اور شادابی کے اور کچھ نہیں نظر آتا۔ کیا مجال کہ کمال تازگی اور دلچسپی کے باعث دیکھنے والا پلک تک تو مارلے۔ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں اگر جنت ہے تو بس دمشق کے سوا کوئی اور کہیں نہیں۔ اور اگر عالم بالا میں ہے تو اسی دمشق کی طرح۔

ابن جزی کا قول ہے کہ ہمارے شیخ محدث وسیاح شمس الدین ابو عبداللہ محمد ابن جابر ابن

تصرف میں آیا تھا۔ وہ بدستور گرجا رہا[1]

جب ولید نے مسجد میں وہ نصف گرجا بھی شامل کرنے کا ارادہ کیا تو شاہ روم سے کہا کہ آپ نصف حصہ کو میرے ہاتھ فروخت کر ڈالیے۔ اور جس قدر قیمت مانگئے میں دینے کو تیار ہوں شاہ روم نے ولید کی اس خواہش کو مسترد کر دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا کسی طرح تصفیہ نہیں تو پھر اسے جبر یہ لے لیا[2] مسیحیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس گرجا کو جو منہدم کرے گا۔ مجنوں ہو جائے چنانچہ اس امر کا لوگوں نے ولید سے بھی تذکرہ کیا کہ لوگ اسے منہدم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ سن کر ولید نے خود کدال لی۔ اور یہ کہہ کر گرجا منہدم کرنا شروع کر دیا۔ "دیکھو میں خدا کی راہ میں پہلے مجنوں ہونے کو تیار ہوں!"

جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو اس کی اتباع میں سب نے کھودنا شروع کیا۔ اور مسیحیوں کا زعم باطل کر دیا۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تو ولید نے طرح طرح کے طلائی نگینوں سے میں طرح طرح کی رنگ آمیزی سے خوب سجایا

مسجد کی تعمیر کی خوبیاں اور فن کاریاں

طولاً مشرق سے مغرب کی سمت اس کی وسعت دو سو قدم ہے۔ جو تین سو گز کے قریب ہوتے اور قبلہ کی جانب جوف تک چوڑائی ایک سو پینتیس قدم ہے، جو دو سو گز کے برابر ہوتے ہیں۔ اس کی کھڑ رنگین بلور کی ہیں جن کی تعداد چوہتر ہے، اس میں شرقاً و غرباً تین مستطیل فرش ہیں، ہر فرش کی چوڑائی قدم ہے، مسجد چون ستونوں پر قائم ہے، جن کے درمیان آٹھ گچکاری کے پیل پائے ہیں۔ اور چھ سنگ کے یہ عمدہ رنگین پتھروں سے مرصع ہیں نگینوں کی مرصع کاری سے ان میں محرابوں وغیرہ کے خوبصورت نقشے بنائے ہیں۔ انہی چھ پیل پاؤں پر اس سیسہ کے برج کا بار ہے، جو محراب کے سامنے واقع ہے اور جسے "قبۃ النسر" کہتے ہیں۔ مہندسوں (انجینیروں) نے مسجد کی عمارت اس طرز پر بنائی ہے کہ اگر پوری عمارت پر نظر ڈالی جائے تو "نسر طائر" کی شکل کی معلوم ہوتی ہے، اور قبہ بجائے سر کے نظر آتا ہے

---

[1] مسلمانوں کی رواداری کی یہ ایسی مثال ہے، جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

[2] ولید چونکہ صحیح اسلامی خلیفہ نہیں تھا۔ لہٰذا اس کا یہ فعل نہ اسلام کے مطابق تھا نہ سند کا دے سکتا ہے۔۔ (رئیس احمد جعفری)

یہ برج بھی دنیا کی عجیب و غریب عمارتوں میں سے ہے، اور دمشق کی تمام عمارتوں سے بلند ہے، خوبی یہ ہے کہ اسے جس رخ سے دیکھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نسر طائر پرواز میں ہے، صحن مسجد میں تین سنگین فرش ہیں، جو شرقاً و غرباً اور جنوباً و شمالاً گھومے ہوئے ہیں۔ ہر فرش دس قدم عریض ہے، ان سنگین فرشوں پر بھی چودہ ستون اور تینتیس پلپائے نصب ہیں، کل صحن کی بحیثیت مجموعی سو گز چوڑائی ہے اور صحن بھی نہایت عمدہ مناظر میں سے ہے، جس کی خوبصورتی بدرجہ اتم ہے، صحن میں شام کو مغرب کے وقت کیا قاری اور کیا محدث سب ہی جمع ہوتے ہیں، نماز عشاء پڑھ کر اپنے اپنے مکانات کو واپس جاتے ہیں۔ ان میں سے جو کوئی فقہا اور محدثین میں سے کسی بڑے کو دیکھتا ہے، تو اس کی طرف اشتیاق سے نہایت عجلت کے ساتھ جاتا۔ اور ادباً اپنا سر جھکا لیتا ہے۔

قبہ حضرت عائشہ رضؓ و قبہ حضرت زین العابدین

صحن میں تین قبے ہیں جو غربی جانب ہے، وہی سب سے بڑا ہے اور قبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشہور ہے، قبہ سنگ رخام کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے، ہر ستون طرح طرح رنگین نگینوں سے مرصع کار ہے، اور چھت سیسہ کی ہے، کہتے ہیں کہ مسجد کا مالی خزانہ اسی قبہ میں رہا کرتا تھا۔ لوگ مجھ سے کہتے تھے کہ مسجد کی متعلقہ جائداد کی پچیس ہزار دینار طلائی سالانہ کی آمدنی ہے، اس صحن کی شرقی جانب ایک اور قبہ ہے، یہ غربی جانب کے قبہ سے گو چھوٹا ہے، لیکن اس کی وضع قطع اسی کی سی ہے، یہ سنگ رخام کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے اسے قبہ زین العابدین کہتے ہیں، تیسرا قبہ وسط صحن میں ہر دو مذکورہ قبوں سے چھوٹا ہے، اس کی سنگ رخام کی ہشت پہل عمارت اور نہایت شوخ سنگ سرخ چار ستونوں پر قائم ہے، قبہ کے نیچے لوہے کا ایک کٹہرا ہے، اس میں پیتل کا ایک نل لگا ہوا ہے، اس سے ایک فوارہ جاری ہے، یہ نہایت صفائی کیساتھ بہت بلند ہو کر گرتا ہے، اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا چاندی کی جریب کھڑی ہے، یہاں کے لوگ اس کٹہرے کو "قفص الماء" یانی کا پنجرہ" کہتے ہیں، اور اس میں منہ لگا کر پانی پینا اچھا سمجھتے ہیں اس صحن کی شرقی جانب ایک دروازہ ہے۔

مشہد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

اس دروازہ میں جانے سے آدمی ایک اور مسجد میں جا پہونچتا ہے جو نہایت بدیع الوضع ہے اسے مشہد

علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں، دروازہ کے مقابل غربی جانب غربی اور جنوبی ہردو ستو
نوں کے مقام اتصال پر ایک اور مقام ہے، اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے حدیث روایت کی ہے، مسجد کے قبلہ کے رخ ایک بہت بڑا مقصورہ
جس میں شافعی امام امامت کرتا ہے،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مصحف کریم

اس درجہ کے شرقی رکن میں محراب کے مقابل ایک بہت بڑا حجرہ ہے جس میں وہ قرآن
رکھا ہوا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ملک شام روانہ فرمایا تھا۔
یہ حجرہ ہر جمعہ کو بعد نماز کھولا جاتا ہے۔ اس کلام مجید کی زیارت کرنے والوں کا بڑا ہجوم رہتا ہے
اسے چومتے ہیں، اور اسی مقام پر قرضہ داروں اور مدعا علیہم سے حلف لیتے ہیں۔

محراب صحابہ کے بارے میں ایک بیان

اس درجہ کے بائیں جانب "محراب الصحابہ" ہے مورخین کہتے ہیں کہ یہ پہلی محراب ہے جو
اسلام میں بنائی گئی ہے، اس درجہ میں مالکی امام امامت کرتا ہے

محراب الحنفیہ، حنفیوں کی محراب

اس درجہ کے داہنی جانب "محراب الحنفیہ" ہے اس میں امام الحنفیہ امامت کرتا ہے۔

محراب الحنابلہ، حنبلی مسلک کے لوگوں کی محراب

اس درجہ سے ملی ہوئی "محراب الحنابلہ" ہے یہاں امام الحنابلہ کرتا ہے،

مسجد کے مینار اور ان کی کیفیت!

مسجد ہذا سے متعلق تین مینار ہیں، ایک جانب مشرق ہے، یہ مسیحیان روم کی عمارات میں سے
ہے، اس کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے، اس کے پیچھے طہارت گاہ اور وضو کے لئے بہت سے
مقامات بنے ہیں۔ یہاں معتکفین اور متعلقین مسجد نہاتے اور وضو کرتے ہیں۔ دوسرا مغربی جانب

ہے یہ بھی مسیحیان روم کی عمارت میں سے تیسرا شمال کی طرف مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے۔
اس کے موذنوں کی تعداد تقریباً ستر ہے، اس کے شرقی جانب ایک بہت بڑا مقصورہ سوڈان کے طائف زیالدہ کا ہے اس میں پانی کا تالاب ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا مبینہ مزار

وسط مسجد میں حضرت ذکریا علیہ السلام کا مزار مبارک ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دو ستونوں کے درمیان ایک زرجھا تابوت ہے، جس پر سیاہ ریشم کا غلاف پڑا ہوا ہے، اور سفید ریشم سے یہ عبارت کڑھی ہوئی ہے۔ یٰازکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیٰی (اے ذکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔)

مسجد دمشق کے فضائل و برکات و محاسن

اس مسجد کے فضائل مشہور ہیں۔ چنانچہ میں نے دمشق کے فضائل میں پڑھا ہے، حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ مسجد دمشق میں ایک نماز پڑھنے سے ستر نمازوں کا ثواب ملتا ہے، ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمام دنیا کے اجڑ جانے کے بعد بھی اس مسجد میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے گی۔ یہ کہتے ہیں کہ اس مسجد کی قبلہ رویہ دیوار حضرت ہود علیہ السلام نے بنائی تھی۔"

حضرت ہود علیہ السلام کا مبینہ مزار مبارک

حضرت ہود علیہ السلام کا مزار مبارک بھی اسی دیوار میں ہے، لیکن ظفار الیمن کے قریب ایک شہر ہے جسے وہاں کے باشندے "احقاف" کہتے ہیں وہاں میں نے ایک مکان دیکھا ہے جس میں ایک مزار تھا۔ اور اس پر عبارت ذیل لکھی ہوئی تھی۔ ھٰذا قبر ھود بن عابر صلے اللہ علیہ وسلم (یہ ہود بن عابر صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے)۔

اس مسجد کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ قرأت قرآن شریف اور ادائے نماز سے بہت کم خالی رہتی ہے، چنانچہ اس کا آئندہ ذکر آئے گا۔

مشہد امام حسین علیہ السلام !

دروازہ کی بائیں جانب ایک بہت بڑا مشہد ہے، اسی میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس میں پانی کا ایک چشمہ بھی ہے، اس سنگین فرش کے مکان کے سامنے نہایت ترتیب سے بنی ہوئی سیڑھیاں ہیں، ان سے اترنے کے بعد ایک دہلیز کے پاس باؤلی ہے، جو ایک بڑی خندق کے مانند ہے، ایک بہت بڑے دروازے سے جاکر ملتی ہے جس کے نیچے کھجور کے درخت کی طرح بہت طویل ستون ہے، دہلیز کے ہر دو جانب بھی بہت سے ستون ہیں جن پر چکر دار راستے بنے ہوئے ہیں، ان راستوں پر بزازوں وغیرہ کی دکانیں ہیں، اور ان پر جو مستطیل راستے ہیں ان پر جوہریوں اور کتب فروشوں اور عجیب وغریب شیشہ آلات کے کاریگروں کی دکانیں ہیں پہلے پھاٹک سے متصل ایک کشادہ صحن میں بڑے بڑے شاہدوں کی بیٹھکیں ہیں ان میں شافعی المذہب گواہوں اور باقی کل مختلف مذاہب والوں کی نشست گاہ ہیں پانچ پانچ چھ چھ عادل گواہ اور نکاح پڑھنے والے قاضی کی طرف سے مقرر ہیں ان تمام گواہوں کے شہر میں حلقے ہیں ان دکانوں کے قریب کاغذی بازار ہے، یہاں کاغذ اور قلم روشنائی وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔

دہلیز کے درمیان سنگ رخام کا ایک حوض بنا ہوا ہے اور اس پر بغیر چھت کا ایک قبہ سنگ رخام کے ستونوں پر بنا ہے۔ حوض کے وسط میں ایک برنجی نل ہے، جو پوری قوت سے پانی کی قد آدم چادر کو ہوا میں اچھالتا ہے کہ وہ منظر بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اسے فوارہ کہتے ہیں۔

گھڑیالی دروازے کے عجیب خصائص

باب جیرون کے باہر کی طرف وہ گھڑیالی دروازہ ہے، جس کی شکل ایک بڑی کھڑکی کی ہے، ان میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں اور ان میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان کھڑکیوں کی تعداد دن کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر ہے یہ ساری کھڑکیاں رنگین ہیں۔ اندر سے سبز رنگ کی ہیں باہر سے زرد رنگ کی جب دن کا ایک گھنٹہ گذر جاتا ہے، تو اندرونی سبز رنگ کا حصہ باہر ہو جاتا ہے، اور بیرونی زرد رنگ اندر ہو جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس بڑی کھڑکی کے اندر جہیں یہ چھوٹی کھڑکیاں ہیں کوئی شخص مقرر ہے جو گھنٹے گذرنے کے بعد ان کا رنگ اپنے ہاتھ سے بدلتا رہتا ہے، لہ

لہ بقول ابن جبیر اندلسی یہ پانی کی گھڑی ہے۔

مسجد میں ذکر و شغل اور عبادت کی کثرت

روزانہ لوگ نماز صبح کے بعد اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اور قرآن شریف کی منزل پڑھتے ہیں اور عصر کی نماز کے بعد "قرأت کوثریہ" کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور سورت کوثر سے آخر قرآن تک ختم کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو قرأت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان کے لئے وظائف مقرر ہیں ان خوار لوگوں کی تعداد چھ سو ہے ان پر خفیہ نولیس بھی مقرر ہیں، جو وظیفہ خوار ختم میں غیر حاضر ہوتا ہے لکھ لیتے ہیں جب وظیفہ تقسیم ہوتا ہے تو غیر حاضری کا وظیفہ کاٹ لیا جاتا ہے،

مسجد ہذا میں مجاوروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتے اور ہر وقت نماز و قرأت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، اور اس شغل سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے اور شرقی مینار کے نیچے والی طہارۃ گاہ میں جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں، وضو کرتے ہیں اور باشندگان شہر ان لوگوں کی بلا ان کی درخواست کے کھانا اور کپڑے سے مدد کرتے ہیں۔

مسجد کے دروازے، حضرت خالد سیف اللہ کا پرچم

اس میں چار دروازے ہیں پہلا مغرب رو ہے اسے "باب الزیادۃ" کہتے ہیں، دروازہ ہذا پر برچھی کا ٹکڑا ہے جو حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے پرچم میں لگی تھی۔ دروازہ کے آگے وسیع دالان ہے جس پر مختلف پیشہ وروں کی دکانیں ہیں اسی دروازہ سے دار الخلیل کی طرف جاتے ہیں جب اس سے نکلتے ہیں تو بائیں جانب ٹھٹھیروں کا بازار پڑتا ہے یہ بازار بہت بڑا اور دور تک مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے، اس کا دمشق کے بہترین بازاروں میں شمار ہوتا ہے۔

وہ خرابہ جہاں امیر معاویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ رہتے تھے،

اب جہاں یہ بازار ہے پہلے یہاں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے خاندان کے مکانات تھے، اور اس زمانہ میں اس کا نام "خضراء" تھا۔ اسے بنی عباس نے ڈھا دیا تھا۔ اور وہاں بازار بن گیا مسجد کا مشرقی دروازہ اس کے تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ اسے "باب جیرون" کہتے ہیں اس کی ایک بہت بڑی دہلیز ہے، پھر اس سے نکل کر ایک بہت بڑا صحن ملتا ہے، جس کے آگے پانچ دروازے ہیں، اور چھ بڑے بڑے ستون ہیں۔

مشہد امام حسین علیہ السلام!

دروازہ کی بائیں جانب ایک بہت بڑا مشہد ہے، اسی میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب ہے، اس میں پانی کا ایک چشمہ بھی ہے، اس سنگین فرش کے مکان کے سامنے نہایت ترتیب سے بنی ہوئی سیڑھیاں ہیں، ان سے اترنے کے بعد ایک دہلیز کے پاس باؤلی ہے، جو ایک بڑی خندق کے مانند ہے، ایک بہت بڑے دروازے سے جا کر ملتی ہے جس کے نیچے کھجور کے درخت کی طرح بہت طویل ستون ہے، دہلیز کے ہر دو جانب بھی بہت سے ستون ہیں جن پر چکردار راستے بنے ہوئے ہیں، ان راستوں پر بزازوں وغیرہ کی دکانیں ہیں، اور ان پر جو مستطیل راستے ہیں ان پر جوہریوں اور کتب فروشوں اور عجیب وغریب شیشہ آلات کے کاریگروں کی دکانیں ہیں پہلے پھاٹک سے متصل ایک کشادہ صحن میں بڑے بڑے شاہدوں کی بیٹھکیں ہیں ان میں شافعی المذہب گواہوں اور باقی کل مختلف مذاہب والوں کی نشست گاہ ہیں پانچ پانچ چھ چھ عادل گواہ اور نکاح پڑھنے والے قاضی کی طرف سے مقرر ہیں ان تمام گواہوں کے شہر میں حلقے ہیں ان دکانوں کے قریب کاغذی بازار ہے، یہاں کاغذ اور قلم روشنائی وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔

دہلیز کے درمیان سنگ رخام کا ایک حوض بنا ہوا ہے اور اس پر بغیر چھت کا ایک قبہ سنگ رخام کے ستونوں پر بنا ہے۔ حوض کے وسط میں ایک برنجی نل ہے، جو پوری قوت سے پانی کی قدآدم چادر کو ہوا میں اچھالتا ہے کہ وہ منظر بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اسے فوارہ کہتے ہیں۔

گھڑیالی دروازے کے عجیب خصائص

باب جیرون کے باہر کی طرف وہ گھڑیالی دروازہ ہے، جس کی شکل ایک بڑی کھڑکی کی ہے، ان میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں، اور ان میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان کھڑکیوں کی تعداد دن کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر ہے یہ ساری کھڑکیاں رنگین ہیں۔ اندر سے سبز رنگ کی ہیں باہر سے زرد رنگ کی جب دن کا ایک گھنٹہ گذر جاتا ہے تو اندرونی سبز رنگ کا حصہ باہر ہو جاتا ہے، اور بیرونی زرد رنگ اندر ہو جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس بڑی کھڑکی کے اندر کہیں یہ چھوٹی کھڑکیاں ہیں کوئی شخص مقرر ہے جو گھنٹے گذرنے کے بعد ان کا رنگ اپنے ہاتھ سے بدلتا رہتا ہے، [1]

---

[1] جیسا کہ ہمارے زمانہ میں اندلسی ہیروں کی گھڑی ہے۔

مسجد میں ذکر و شغل اور عبادت کی کثرت

روزانہ لوگ نماز صبح کے بعد اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اور قرآن شریف کی منزل پڑھتے ہیں اور عصر کی نماز کے بعد "قرأت کوثریہ" کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور سورت کوثر سے آخر قرآن تک ختم کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو قرأت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان کے لیے وظائف مقرر ہیں، ان وظیفہ خوار لوگوں کی تعداد چھ سو ہے ان پر خفیہ نویس بھی مقرر ہیں، جو وظیفہ خوار ختم میں غیر حاضر ہوتا ہے لکھ لیتے ہیں جب وظیفہ تقسیم ہوتا ہے تو غیر حاضری کا وظیفہ کاٹ لیا جاتا ہے،

مسجد ہذا میں مجاوروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتے اور ہر وقت نماز و قرأت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، اور اس شغل سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے اور شرقی مینار کے نیچے والی طہارۃ گاہ میں جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں، وضو کرتے ہیں اور باشندگانِ شہران لوگوں کی بلا ان کی درخواست کے کھانا اور کپڑے سے مدد کرتے ہیں۔

مسجد کے دروازے، حضرت خالد سیف اللہ کا پرچم

اس میں چار دروازے ہیں پہلا مغرب رو ہے اسے "باب الزیادۃ" کہتے ہیں، دروازہ ہذا پر برچھی کا ٹکڑا ہے جو حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے پرچم میں لگی تھی۔ دروازہ کے آگے وسیع در ہے جس پر مختلف پیشہ وروں کی دکانیں ہیں اسی دروازہ سے دار الخلیل کی طرف جاتے ہیں جب اس سے نکلتے ہیں تو بائیں جانب مٹھیروں کا بازار پڑتا ہے یہ بازار بہت بڑا اور دور تک مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے، اس کا دمشق کے بہترین بازاروں میں شمار ہوتا ہے۔

وہ خرابہ جہاں امیر معاویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ رہتے تھے،

اب جہاں یہ بازار ہے پہلے یہاں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے خاندان کے مکانات تھے، اور اس زمانہ میں اس کا نام "خضراء" تھا۔ اسے بنی عباس نے ڈھا دیا تھا۔ اور وہاں بازار بن گیا۔

مسجد کا مشرقی دروازہ اس کے تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ اسے "باب جیرون" کہتے ہیں اس کی ایک بہت بڑی دہلیز ہے، پھر اس سے نکل کر ایک بہت بڑا صحن ملتا ہے، جس کے آگے پانچ دروازے ہیں، اور چھ بڑے بڑے ستون ہیں۔

جیسے عربی دروازہ کا نام "باب البرید" یعنی ڈاک کا پھاٹک ہے۔

مدرسہ شافعیہ کی ہیئت اور کیفیت

دروازہ کی بیرونی جانب داہنی طرف "مدرسہ شافعیہ" ہے جس کی ایک دہلیز سے اس ... فروشوں کی دکانیں ہیں، اور میوہ فروشوں کی دکانوں کی بھی ایک قطار ہے۔ اس کی اوپر دو جانب ایک ... بڑا پھاٹک ہے اس میں سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس پھاٹک کے ستون بہت بلند ہیں، اندر دائیں بائیں گول ستادے ہیں

جہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ رہا کرتے تھے،

باب الجوفی کی جو باب الناطفانیین کے نام سے مشہور ہے، دہلیز بہت بڑی ہے۔ اس دروازے سے باہر نکلتے ہوئے داہنی طرف ایک خانقاہ بھی پڑتی ہے۔ اس کا نام "الشمیعانیۃ" ہے اس کے وسط میں ایک تالاب ہے، اور اس میں بہت سی طہارت گاہیں ہیں جن میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے، کہتے ہیں کہ اسی مقام پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔ مسجد کے چاروں دروازوں پر وضو کے لئے ایک ایک مقام بنا ہوا ہے اور ہر مقام نیز سو سو حجرے ہیں، ان میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے،

مختلف اور متعدد فقہی مسلک رکھنے والے اماموں کا تقرر

اس مسجد میں تیرہ امام ہیں پہلا "امام شافعیؒ" ہے جب میرا اس مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا تھا، تو قاضی القضاۃ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن القزوینی امام الشافعیہ تھے۔ یہ بہت بڑے فقہا میں سے ہیں، اور اس مسجد کے خطیب تھے۔ "دارالخطابۃ" میں رہا کرتے تھے، اور مقصورہ کے پاس جو آہنی دروازہ ہے اس سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ وہی دروازہ ہے جس سے امیر معاویہ باہر نکلا کرتے تھے[1] اس کے بعد جلال الدین مذکور کو بلاد مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا چونکہ قاضی مذکور دمشق میں ایک لاکھ درہم کے قرضدار تھے، اس لئے جب ملک الناصر نے انہیں بلاد مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تو پہلے ان کا قرضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا تھا۔

---

[1] یہ پہلی بدعت تھی جس کا اظہار کسی امیر المومنین کی طرف سے ہوا تھا۔ ورنہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ مسجد میں ہی شہید ہوئے مگر انہوں نے یہ احتیاط بھی گوارا نہ کیں،

(رئیس احمد جعفری)

شافعیوں کا امام سب سے پہلے نماز پڑھاتا تھا۔ جب یہ سلام پھیر چکتا تھا تو مشہد علی والا امام نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا۔ اس کے سلام پھیرنے کے بعد مشہد امام حسین والا امام نماز شروع کرتا۔ بعد ازاں امام الکلاسہ، پھر مشہد ابی بکر والا پھر مشہد عمر والا پھر مشہد عثمان والا، پھر مالکی امام۔

جب میں یہاں آیا تو مالکی امام فقیہ ابو عمر بن ابو الولید ابن الحاج التجیبی تھے، جو قرطبہ کے رہنے والے ہیں، غرناطہ جن کا مولد ہے اور اب دمشق میں بود باش رکھتے ہیں۔ یہ اور ان کی شرکت میں ان کے بھائی باری باری امامت کرتے تھے۔ حنفی امام میرے زمانہ میں فقیہ عماد الدین الحنفی المعروف بابن الرمی تھے، جو بہت بڑے صوفی و نفت بھی تھے، اور خانقاہ خاتونیہ کے شیخ آپ ہی تھے، آپ کی بہت بڑی ذاتی خانقاہ بھی تھی۔ امام حنابلہ شیخ عبداللہ الکفیف یکے از قاریان دمشق تھے ائمہ مذکورہ کے ماسوا قضا فوائیت کے لئے پانچ امام رہتے تھے، یہاں آغاز روز سے ثلث لیل تک برابر نمازیں ہوتی رہتی تھیں۔ اسی طرح قرأت قرآن مجید کی بھی یہی حالت تھی، یہ ہیں اس جامع مبارک کے مفاخر،

مدرسین و معلمین اور انداز و اصول تعلیم و تدریس

اس جامع میں فنون مختلفہ کی تدریس کے بہت سے حلقے منعقد رہتے ہیں۔ محدثین حدیث کی کتابیں بلند کرسیوں پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اور قرآن پڑھنے والے صبح و شام نہایت خوش آوازی سے تلاوت قرآن کیا کرتے ہیں۔ یہاں صرف قرآن پڑھانے والوں کی کئی جماعتیں ہیں۔ ہر استاد مسجد کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے، بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا ہے، یہ تختیوں پر قرآن شریف لکھانے کی مشق بہ پاس تنزیہہ نہیں کراتے تھے، بلکہ پڑھ کر سکھلاتے تھے۔ جو لکھنا سکھانے والا تھا۔ وہ کتابوں سے اشعار وغیرہ لکھ کر لکھنے کی مشق کراتا تھا۔ اس طرح پہلے تو کلام مجید کی تعلیم بچہ حاصل کرتا ہے، اور پھر منشی کے پاس لکھنے جاتا ہے۔ کیونکہ لکھانے والے اشخاص صرف لکھانا ہی جانتے تھے، اس لئے جو طلبا انکے پاس خطاطی سیکھتے تھے، ان کا خط نہایت اچھا ہو جاتا تھا۔

یہاں کے مدرسین میں سے عالم و صالح برہان الدین ابن الفرکاح الشافعی و عالم صالح نور الدین ابو الیسر بن الصائغ فضل و صلاح میں مشہور ہیں جس زمانہ میں جلال الدین القزینی کو مصر کے عہدہ قضا پر مامور کیا گیا تو ان کی جگہ نور الدین ابو الیسر کو دمشق کے عہدۂ قضا پر مامور کیا گیا۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا یہاں کے علماء میں شہاب الدین بن جہبل کبار علماء میں سے ہیں۔ جب ابو الیسر نے عہدۂ قضا کے منظور

کرنے سے انکار کردیا۔ توبہ دمشق سے باں خوف بھاگ کھڑے ہوئے کہ کہیں اس عہدہ کا طوق پھر گلے میں نہ ڈال دیا جائے جب ملک الناصر کو یہ خبر پہونچی تو دمشق کی قضات پر دیار مصر کے شیخ الشیوخ قطب العارفین۔ لسان المتکلمین علاؤ الدین القونوی کو مامور کیا۔ آپ کبار فقہا میں سے تھے، امام ناصر بدر الدین علی السخاوی المالکی بھی بڑے پایہ کے عالم ہیں۔

قضاۃ دمشق؛ حنفی قاضی کے رعب وادب کا عالم

دمشق کے شافعی قاضی القضاۃ کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ جلال الدین محمد بن عبد الرحمٰن قزوینی تھے، اب رہے مالکی قاضی سوان کا نام شرف الدین ابن خطیب الفیوم ہے آپ نہایت حسن الصورۃ اور رؤسائے کبار اور شیخ الشیوخ صوفیہ میں سے ہیں، عہدۂ قضاۃ میں ان کے نائب شمس الدین ابن القفصی ہیں، مدرسہ صمصامیہ میں عدالت کیا کرتے تھے، عائلی مقدمات انہی کے اجلاس میں ہوا کرتے تھے ان کا رعب وہیبت کا یہ حال تھا کہ جس سے یہ کہہ دیا جاتا تھا۔ کہ تمہیں عماد الدین کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ بے چارہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے ہی آدھا رہ جاتا تھا۔ حنابلہ کے قاضی امام صالح بن ابن مسلم ہیں، آپ نہایت اعلیٰ قاضیوں میں سے تھے، عدالت سے اپنے دولت خانہ پر خچر پر سوار ہو کر واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حجاز تشریف لے گئے۔ تو مدینہ طیبہ پہنچ کر وفات پائی۔

امام ابن تیمیہ کے فتور دماغی کی شکایت

دمشق میں کبار فقہائے حنابلہ میں امام تقی الدین ابن تیمیہ کا شمار ہوتا ہے، عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے، گو بہت سے فنون میں انہیں قدرت تکلم تھی۔ لیکن دماغ میں کسی قدر فتور آگیا تھا۔[1] اہل دمشق ان کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتے یہ منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ کوئی ایسا مسئلہ بیان فرمایا جس کی فقہائے وقت نے سخت مخالفت کی[2] اس پر ملک الناصر کی طرف سے آپ کے نام احکام صادر ہوئے کہ مع اپنے متبعین کے قاہرہ میں حاضر دربار ہوں، اور دربار میں بہت سے قانونی

---

[1] اصل عربی عبارت یہ ہے: "انّ فی عقلہ شیئًا"! (رئیس احمد جعفری)

[2] ان امور کا تعلق امام صاحب کے مجتہدات سے تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

...بھی بلائے گئے، ان میں سے شرف الدین الزواوی المالکی بھی تھے۔ زواوی نے کہا یہ شخص یہ کہتا ہے اور یہ کہتا ہے، اس طرح کئی الزامات لگائے دیگر فقہا نے جو اعتراضات کیئے اور آپ کے خلاف ... قدم کیئے تھے سب بیان فرمائے اور قاضی القضاۃ دربار کے سامنے الزام مذکور کے متعلق ایک ... تحریر پیش کی۔ اسے دیکھ کر قاضی القضاۃ نے ابن تیمیہ سے فرمایا کہ آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا ... فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"، قاضی القضاۃ نے پھر مکرر دریافت فرمایا ... آپ نے پھر یہی جواب دیا۔ آخر ملک الناصر نے انہیں حوالہ زندان کر دیا۔ چنانچہ آپ کئی سال تک قید ... خانہ میں رہے، یہیں چالیس جلدوں میں ایک قرآن شریف کی تفسیر لکھی، جس کا نام البحر المحیط رکھا۔

امام ابن تیمیہ کے اجتہاد، اور انتہاپسندی کی حیرت انگیز مثال

ایک مرتبہ ابن تیمیہ کی والدہ ملک الناصر کے دربار میں تشریف لائیں، اور آپ نے بیٹے کی رہائی کے متعلق عرض کیا، چنانچہ ملک الناصر نے آپ کو رہا کر دیا۔ لیکن رہائی کے بعد پھر آپ سے وہی مختلف فیہ باتیں سرزد ہوئیں۔ جب یہ دوسرا واقعہ ہوا تو میں دمشق میں موجود تھا۔ ایک مرتبہ میں ابن تیمیہ کے پاس جمعہ کے دن گیا۔ یہ جامع مسجد میں بیٹھے وعظ فرما رہے تھے، آپ نے کہا خدائے برتر آسمان سے دنیا پر اس طرح اترتا ہے، جس طرح دیکھو یہ میں ممبر سے اترتا ہوں[1]، ایک زینہ اتر کر بتایا، اس پر ایک مالکی فقیہ جس کا نام ابن الزہرا تھا۔ مخالفت میں کھڑا ہو گیا۔ تمام اس فقیہ پہ ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر گھونسوں اور جوتوں سے پیٹا کہ اس کا عمامہ گر پڑا۔ اور سر پر ریشمی ٹوپی دکھائی دینے لگی، لوگوں نے اس کا استعمال ناجائز قرار دیا۔ اور اسے سب لوگ عزیز الدین بن مسلم قاضی حنابلہ کے گھر پکڑ کر لے گئے جس نے اسے جیل خانہ بھیجنے کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن فقہائے مالکیہ اور شافعیہ نے یہ سزا ناجائز تصور کی۔ اور ملک الامراء سیف الدین تنکیز کی عدالت میں مرافعہ دائر کیا۔ جو صلحی، اور خیار امراء میں سے تھا۔ اس نے ملک الناصر کو ایک تحریر بھیجی اور ابن تیمیہ کے امور منکرہ کے متعلق ایک فہرست روانہ کی، ان کے امور منکرہ میں سے ایک یہ امر بھی تھا۔ کہ اگر یہ کہا جائے کہ "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" تو صرف ایک طلاق پڑتی ہے[2]۔ دوسرا یہ امر تھا کہ اگر کوئی شخص زیارت مزار مبارک رسول اللہ صلعم

---

[1] امام صاحب کی انتہاپسندی ایک مسلم حقیقت ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] یہ بھی امام صاحب کا اجتہاد تھا۔ اور جیسا کہ ابو زہرہ نے بتایا ہے شیعی فقہ کے بسیط و عمیق مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ اور میرے خیال میں امام صاحب کا یہ اجتہاد عین مقتضائے اسلام تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

علیہ وسلم کے لئے سفر کرے تو اسے قصر نماز نہ پڑھنی چاہئے[1]۔ علاوہ ازیں اور بھی ایسے ہی امور ا
نے لکھ کر ملک الناصر کو بھیجے۔ ملک مذکور نے انہیں ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن تیمیہ کے قلعہ میں قی
رہنے کے متعلق احکام صادر فرمائے چنانچہ آپ قلعہ میں قید کر دیئے گئے، اور یہیں انتقال فرمایا۔

دمشق کے مدارس کی ضروری تفصیل

دمشق میں شافعیہ کے بہت سے مدرسے ہیں۔ ان میں سے عادلیہ سب سے بڑا ہے اس مد
میں قاضی القضاۃ کا اجلاس ہوتا ہے، اسی کے مقابلہ میں مدرسہ ظاہریہ ہے۔ اس میں ملک الظا
کی قبر ہے، اور نائب القاضی کا اجلاس ہوتا ہے، نائبان قاضی میں سے فخر الدین العقبل ہیں۔ ان
کے والد قبط کے منشیوں میں سے تھے۔ لیکن مشرف باسلام ہو گئے تھے، نیز نائبان قاضی میں سے
جمال الدین ابن جملہ بھی ہیں۔ آپ قضاۃ شافعیہ کے عہدۂ قضا کے متولی بھی ہو گئے
تھے۔ لیکن ایک عجمی شخص ظہیر الدین کے ساتھ جور و ستم کرنے کے الزام میں ملک الناصر
نے معزول کر دیا تھا۔

دمشق کے مدرسہ حنفیہ اور دوسرے فقہی مدارس

دمشق میں حنفیہ کے بہت سے مدرسے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا مدرسہ سلطان نور الدین کا ہے۔ اس
میں قاضی القضاۃ حنفیہ کا اجلاس ہوتا ہے، اور مالکیہ کے تین مدرسے ہیں، ان میں سے ایک صمصامیہ ہے
جس میں قاضی القضاۃ مالکیہ رہتا ہے، اور اجلاس بھی یہیں کرتا ہے۔ دوسرا مدرسہ نوریہ ہے، اسے نور الدین
محمود زنگی[2] نے بنوایا تھا۔ تیسرا مدرسہ شرابشیہ ہے، اسے شہاب الدین الشرابشی تاجر نے تعمیر کرایا تھا۔ حنابلہ کے

---

[1] یہ امام صاحب کی انتہا پسندی کی افسوسناک مثال ہے، وہ زیارت قبور کے سفر کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور جو سفر زیارت
روضۂ رسول کے لئے کیا جائے، وہ بھی ان کے نزدیک سفر نہ تھا، لہٰذا وہ رخصت و سہولت جو شرع نے مسافر کو دی ہے
اس سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] سلطان صلاح الدین ایوبی کا آقا بہت بڑا مجاہد، بہت بڑا مسلمان، بہت بڑا متقی بادشاہ ہونے کے باوجود رزق
روزی خود کماتا تھا، صلیبی جنگوں کا ریلا نہ روکتا۔ تو بیت المقدس اور شرق اردن کے علاقے عیسائیوں کے تصرف میں
آجاتے۔ (رئیس احمد جعفری)

بہت سے مدرسے ہیں، ان میں سب سے بڑا مدرسہ نجیبہ ہے۔

شہر دمشق کے آٹھ دروازے ہیں۔ باب الفرادیس، باب الجابیہ، باب الصغیر۔ ان دونوں دروازوں کے مابین ایک بڑا گورستان ہے، جس میں بے شمار[1] صحابہ اور شہدا رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مزارات ہیں۔

دمشق کے اہم اور قابلِ ذکر مشاہد و مزارات کے حالات و کوائف

مزاراتِ ام المومنین ام حبیبہؓ امیر معاویہؓ بلال مؤذن رسول ؐ صحابی جلیل القدر کعب بن احبارؓ اویس قرنی وغیرہ

وہ قبرستان جو باب الجابیۃ اور باب الصغیر کے مابین واقع ہے، اس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور آپ کے بھائی امیر المومنین، امیر معاویہؓ۔ حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہ صلعم اویس القرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور کعب الاحبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزارات ہیں۔ جن کی مجاحد التفصیل یہ ہے۔

حضرت اویس قرنیؓ اور حضرت کعب بن احبار وغیرہ کی تربت

میں نے قرطبی کی کتاب "المعلم فی شرح صحیح مسلم" میں دیکھا ہے کہ اویس القرنی صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے شام روانہ ہوئے تھے کہ راستہ ہی میں ایک میدان میں نہ جہاں کوئی عمارت تھی اور نہ پانی انتقال فرمایا۔ تمام گروہ کے لوگوں کو بڑی سخت پریشانی دامنگیر ہوئی کہ کیا کیا جائے چار و ناچار اتر پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں تو حنوط۔ کفن اور پانی سب کچھ موجود ہے، بڑے متعجب ہوئے۔ آپ کو نہلایا، کفنایا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ ابھی قافلہ والے سوار ہو کر تھوڑی ہی دور بڑھے تھے۔ کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ آپ کا مزار بغیر نشان کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ یہ کہہ کر جب اسی مقام پر واپس آئے، تو مزار کا کوئی نشان نہ پایا۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے "یہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ

---

[1] اصل عبارت ہے، "العدد الجم"۔ (رئیس احمد جعفری)

کے ساتھ قتل کئے گئے، یہی صحیح تر ہے [1]

باب الجابیہ سے متصل باب شرقی ہے، اس کے قریب ایک صحرا ہے، اس میں ابی کعب رح رسول اللہ صلعم کے صحابی کا مزار ہے، اور یہیں عابد و صالح رسلان المعروف بہ باز کا مزار ہے۔

ان صحابہ کی قبریں جنہوں نے دست رسولؐ پر بیعت رضوان کی تھی!

دمشق کی مغربی جانب ایک صحرا ہے، جسے "صحرائے قبور شہداء" کہتے ہیں، اس میں حضرت ابی الدرداء، آپ کی بیوی حضرت ام الدرداء، حضرت فضالۃ بن عبید، ثلثہ بن الاسقع اور سہل بن حنظلہ کے مزارات ہیں "یہ لوگ مبایعین تحت الشجرہ" میں سے ہیں، رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین [2]

صحابی رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قبر

دمشق میں ایک موضع ہے جس کا نام بلدۃ الشرقی ہے، اس سے چار میل کے فاصلے پر حضرت سعد ابن عبادہؓ کا مزار ہے، اور ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی ہے، مزار مبارک کے سرہانے ایک پتھر پر یہ عبارت تحریر ہے،

هذا قبر سعد بن عبادة الخزرجی صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیما ۔

یہ سعد ابن عبادہ سردار قبیلہ خزرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا مزار ہے۔ [3]

مشہد حضرت ام کلثوم بنت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما

شہر مذکور سے قبلہ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر ام کلثوم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور

---

[1] یہ حضرت علی کے جانثاروں اور فدائیوں میں تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] ان سب نے ایک موقع پر جب یہ مشہور ہوگیا تھا کہ کفار مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے، جان دے دینے کی بیعت رسول اللہ ص کے دست مبارک پر کی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] جلیل القدر صحابی رسول ص تھے، انصار میں سے تھے، زندگی بھر رسول اللہ کے جاں نثار اور فدائی رہے۔ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی صاحبزادی کا مزار ہے، کہتے ہیں کہ آپ کا اصل نام زینب تھا، چونکہ اپنی خالہ ام کلثوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے زیادہ مشابہ تھیں، اس لئے آپ نے اپنی کنیت ام کلثوم کر دی تھی، یہاں ایک اعلیٰ درجہ کی مسجد بنی ہے، اور اس کے گردو مکانات ہیں اور مصارف کے لئے اوقاف ہیں، اسے دمشق والے "قبر الست ام کلثوم" کہتے ہیں۔

حضرت سکینہ بنت حسین بن علی علیہ السّلام کی قبر

یہاں ایک اور مزار بھی ہے کہتے ہیں کہ یہ مزار مبارک حضرت سکینہ بنت حسین ابن علی علیہ السّلام کی صاحبزادی کا ہے۔

قبر مریمؑ ودیگر اکابر اسلام، ونقش قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام

دمشق کے مضافات میں ایک موضع ہے، اس کے مشرقی جانب ایک مکان میں ایک مزار ہے کہتے ہیں کہ یہ مزار ام مریم علیہا السّلام کا ہے۔

شہر سے مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے، جسے "دریا" کہتے ہیں، یہاں ابی المسلم الخولانی اور ابی سلیمان الدارانی رضی اللہ عنہا کے مزارات ہیں۔

دمشق کے مشہور بابرکت مشاہد میں سے "مسجد الاقدام" ہے یہ شہر دمشق سے قبلہ کی جانب دو میل کے فاصلہ پر اس بڑی سڑک کے کنارے واقع ہے جو حجاز شریف، بیت المقدس اور دیار مصر کو گئی ہے، یہ بہت بڑی اور کثیر البرکت مسجد ہے اس کے مصارف کے لئے بہت سے اوقاف ہیں، اور اہل دمشق اس کی بہت بڑی عظمت کرتے ہیں، وہ اقدام جن کی طرف یہ مسجد منسوب ہوکر "مسجد الاقدام" کہلاتی ہے، ان کی یہ صورت ہے کہ قدموں کے نشانات ہیں۔

اس مسجد میں ایک چھوٹا سا حجرہ ہے، اس میں ایک پتھر پر یہ عبارت مرقوم ہے:۔

کان بعض الصالحین یری المصطفٰی علیہ السلام فی النوم فیقول لہ ھھنا قبر اخی موسٰی علیہ السّلام۔	یعنی بعض صالحین نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں ہمارے بھائی موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔

بالکل قریب راستہ پر ہی ایک مقام ہے جسے "کثیب الاحمر" کہتے ہیں، بیت المقدس اور اریحا کے قریب ایک موضع بھی "کثیب الاحمر" نام سے معروف ہے، جس کی بہو دہت

عزت کرتے ہیں۔

مسجد کی برکت سے طاعون کی وبار دور ہوگئی

ایک مرتبہ دمشق میں بڑا طاعون پھیلا تھا۔ اس زمانہ میں جیسی میں نے اہل دمشق کو اس مسجد
کرتے دیکھا۔ اس سے مجھے بڑا ہی تعجب ہوا۔ ماہ ربیع الثانی کا آخری زمانہ ۷۴۹ھ (مطابق
۱۳۴۸ء) تھا کہ ملک الامراء ارغون شاہ نے منادی کرنے والے سے یہ تشہیر کرائی کہ دمشق میں
آدمی تین دن تک روزہ رکھیں، اور بازاروں میں دن کے کھانے کے لئے ہرگز کوئی چیز نہ پکا
جائے۔ بعدازاں امراء، شرفا، قاضی، فقیہ اور مختلف درجوں کے آدمی جامع مسجد دمشق
جمع ہوئے، شب جمعہ کو سب وہیں شب باش ہوئے، کوئی نماز میں مصروف
کوئی دعا کرتا تھا، اور کوئی ذکر میں مشغول تھا۔ فجر کے وقت سب نے با جماعت نماز فجر ادا کی اور
کے سب اس صورت سے پیادہ پا نکلے کہ ہاتھوں میں قرآن شریف تھے، یہود اور النصاری توراۃ
انجیل لئے اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر نکلے اور سب روتے اور گریہ وزاری کرتے اپنے
اور انبیاء کا توسل کرتے ہوئے "مسجد الاقدام" کی طرف روانہ ہوئے، اور دوپہر تک وہاں تضر
و دعا میں مصروف رہے۔ پھر واپس آکر جمعہ کی نماز دمشق کی جامع مسجد میں پڑھی اللہ برتر نے
کے صلہ میں جہاں دمشق میں دو ہزار اموات روزانہ ہوتی تھیں۔ اور قاہرہ اور مصر میں چوبیس ہزار
روزانہ اموات کی نوبت پہونچ گئی تھی، اس بلا کو رفع کر دیا۔

دمشق کا مینارۂ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

دمشق کے باب شرقی میں ایک سفید مینار ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی مینار ہے جس پر حضرت عیسیٰ
علیہ السّلام دمشق میں اتریں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے۔ [1]

دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے اس کا نام قاسیون ہے، اور صالحیہ اس کے دامن میں واقع ہے۔
شہر بہت بارکت مشہور ہے کیونکہ انبیا علیہم السّلام کا یہاں سے گذر ہوا ہے،

---

[1] گو یہ روایت صحیح مسلم میں ہے، لیکن قطعاً مجروح ہے اور ہرگز اس کی حجیت مستند نہیں ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

وہ غار جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کو پہچانا ؟

اس پہاڑ کی زیارت گاہوں میں سے وہ بڑا پہاڑ بھی ہے جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ یہ غار تنگ مستطیل شکل کا ہے۔ اس غار کے قریب ایک مسجد ہے، اور اس سے ملحق ایک بہت بڑا عبادت خانہ ہے۔ یہ وہی غار ہے، جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں، ماہتاب اور آفتاب کو دیکھا تھا جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے، غار کے باہر وہ مقام بھی بنا ہے جہاں آپ نکل کر تشریف لائے تھے۔

میں بلاد عراق میں بھی ایک موضع میں گیا ہوں، جس کا نام برمس تھا۔ جو حلہ اور بغداد کے درمیان واقع ہے، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جائے ولادت ہے۔ یہ موضع ذوالکفل علیہ السلام کے شہر کے قریب ہے اور یہیں ان کا مزار بھی ہے۔

داستان ہابیل قابیل:۔ وہ مقام جہاں ہابیل کا خون موجود ہے

یہاں کے مشاہد میں سے مغرب کی طرف مغارۃ الدم ہے اور اس سے اوپر کی طرف ہابیل بن آدم علیہ السلام کا خون ہے، جس کا سرخ رنگ کا اثر اللہ برتر نے ایک پتھر پر باقی رکھا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انہیں ان کے بھائی نے قتل کیا تھا۔ اور اسی غار میں گھسیٹ کر ڈال دیا تھا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس غار میں ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، ایوب، اور لوط صلے اللہ علیہم اجمعین نے اللہ برتر کی عبادت کی ہے، یہاں ایک نہایت عمدہ مسجد بنی ہے۔ جس میں جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں۔ مسجد میں بہت سے حجرے اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے آبدار خانے بھی بنے ہیں، یہ ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو کھولی جاتی ہے اور غار میں شمعیں اور چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔

وہ غار جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے

منجملہ مشاہد متبرکہ کے ایک غار بھی ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، اسے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس پر بھی عمارت بنی ہوئی ہے۔

"الصالحیہ" میں تعلیم بالغاں کا مکمل انتظام

شہر کے شمال کی طرف "ربعض الصالحیہ" ہے، یہ اچھا خاصا بڑا شہر ہے اس کے بازار ا[illegible] ہیں کران کی نظیر نہیں ملتی۔ اس میں ایک جامع مسجد شفاخانہ اور مدرسہ ہے، اسے لوگ "[illegible] ابن عمر" کہتے ہیں۔ سن رسیدہ اور متوسط العمر لوگ جو یہاں قرآن شریف پڑھنا سیکھ[illegible] ان کے لئے یہ مدرسہ وقف ہے، یہاں کے معلموں اور طالب علموں کے لئے کھان[illegible] اور کپڑے کے مصارف مقرر ہیں۔ دمشق کے اندر بھی ایک ایسا ہی مدرسہ ہے اس[illegible] "مدرسہ ابن منجا" ہے۔ صالحیہ کے جتنے رہنے والے ہیں سب امام احمد بن حنبل کے مذ[illegible]

دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے، اس کا نام قاسیون ہے اور صالحیہ اس کے دامن میں واقع [illegible] شہر بہت بابرکت مشہور ہے، کیونکہ انبیا علیہم السلام کا یہاں گذر ہوا ہے۔

سرزمین انبیاء ورسل:۔ مشاہدات اور مزارات،

کہتے ہیں کہ باب الفرادیس اور جامع قاسیون کے درمیان سات سو انبیاء اور بعضوں کا قول [illegible] ستر ہزار انبیا مدفون ہیں۔

شہر دمشق کے باہر ایک بہت بڑا پرانا قبرستان ہے، جس میں بہت سے انبیاء اور صا[illegible] کے مزارات ہیں۔ اس کے ایک جانب جو باغات سے متصل ہے، پست زمین کا ایک حص[illegible] جس میں اب پانی بھرا رہتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ستر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا مدفن تھا۔ چونکہ عرص[illegible] دراز سے یہاں پانی بھرا رہتا ہے۔ اس لئے کوئی دفن نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی اقامت گاہ "ربوہ"

"ربوہ" کے مکان و مکیں، حمام اور باغات، نہریں اور قدرت کی حیرت انگیز کارفرمائیا[illegible]

کوہ قاسیون کے قریب ایک چھوٹی سی متبرک پہاڑی ہے، جسے اللہ برتر نے کلام مجید میں [illegible] "قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ" فرمایا ہے[1]، یہ پہاڑی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام اور آپ کی والدہ کے [illegible]

---

[1] وَاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔

کا مقام تھا۔ اس مقام سے زیادہ خوش منظر اور قابل سیر دنیا میں کوئی جگہ نہیں، اس پر بڑے بڑے عالیشان اور نہایت نادر مستحکم محل تھے، اور عجیب وغریب پرفضا اور دل چسپ باغات ہیں، جو مقام ان دونوں کے بننے کا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا غار ہے، جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا حجرہ بنا ہے اسی کے مقابل ایک اور حجرہ ہے کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے، لوگ یہاں نماز پڑھنے کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس غار میں ایک چھوٹا سا لوہے کا دروازہ ہے جس کے چاروں طرف ایک مسجد گھیرے ہوئے ہے۔ اور اس مسجد کے بہت سے گھومنے راستے ہیں، اس مسجد کا سقایہ نہایت خوبصورت ہے۔ اس میں پانی اوپر سے ایک چھتہ میں جو دیوار کے اندر بنا ہوا ہے، اُن کر حوض میں گرتا ہے، یہ حوض سنگ رخام کا ہے، اور اس قدر خوب صورت اور نادر الوضع ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں اس حوض کے قریب وضو کے لئے جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ خود بخود پانی جاری رہتا ہے، یہ ربوۂ مبارک دمشق کے تمام باغات کی چوٹی ہے اس ربوہ پر جس قدر پانی خرچ ہوتا ہے، اس کا منبع ایک ہی جگہ ہے، جہاں سے سات نہروں میں پانی منقسم ہوتا ہے اور ہر نہر کا رخ علیحدہ علیحدہ ہے، جس جگہ سے نہریں نکلی ہیں اس کا نام "مقاسم" ہے۔ اور سب سے بڑی نہر کا نام "تورۃ" ہے، اس نہر نے پہاڑ کے سخت پتھر کو گھس کر اندر ہی اندر ایک غار بنا لیا ہے، اور اسی سے پانی کے باہر نکلنے کا راستہ ہے، جب کوئی تیرنے والوں میں سے ہمت والا خود ربوہ کی چوٹی سے نہر میں کودتا ہے، تو پانی میں ڈبکی لگا کر اندر ہی اندر پانی کو اوپر کی طرف پھاڑتا ہوا ربوہ کے نیچے جا کر نکلتا ہے، یہ بڑے خطرے کا کام ہے۔

شہر دمشق کے جتنے باغات ہیں، وہ سب ربوہ کے گرداگرد ہیں۔ اس پہاڑی کے حسن ونزہت سے نگاہ کو جو فرحت ہوتی ہے، اور دوسری جگہ نصیب نہیں۔ اس کی ساتوں نہریں مختلف راہوں سے جاری ہیں۔ ان کا ایک جگہ جمع ہونا پھر علیحدہ علیحدہ راہوں سے جاری ہونا، اور ان کے پانی کا گرنا کچھ ایسا منظر ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، ربوہ کا جمال اور اس کا حسن ایسا نہیں جسے الفاظ میں بیان کیا جا سکے۔

اس کے لئے کاشتوں، باغات اور چمن بندیوں سے بکثرت اوقاف ہیں جن سے امام مؤذن رہنے والے اور آنے والے کو وظائف ملتے ہیں۔ ربوہ کے نیچے ایک گاؤں ہے، جس کا نام "نیرب" ہے اس میں بکثرت باغات اور سایہ دار درخت ہیں۔ درخت اس قدر گھنے ہیں کہ ان چند عمارتوں کے سوا جو بہت زیادہ بلند ہیں، اور باہر سے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں

جیسے وہ لوگ "صحن" کہتے ہیں، گر کر ٹوٹ گئی تھی، اس کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ رکابی کے تمام ٹوٹے ہوئے ٹکڑے چن لے، اور برتنوں کے متولی اوقاف کے پاس لے جا۔ اس نے ایسا ہی کیا، متولی نے غلام کو اتنی قیمت جتنے میں رکابی آتی تھی دے دی، اور کہا جا کر ایسی ہی دوسری "صحن" لے لے، یہ نہایت اچھا کام ہے، ورنہ غلام کا آقا تو اسے مارتا یا ڈانٹتا، دمشق کے لڑکے کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ اس وقف کی غایت ٹوٹے ہوئے، دلوں کو سہارا دینا ہے للہ اس شخص کو جزائے خیر دے جس نے اپنی اعلیٰ ہمتی سے ایسا وقف قائم کیا۔

دمشق سب کا میزبان ہے، وہاں ہر ایک کے روزگار کا بندوبست ہو جاتا ہے

دمشق والے عام طریقہ پر مسجدوں، زاویوں، مدرسوں اور زیارت گاہوں کی عمارتیں بنانے کی طرف بہت مائل ہیں، مغرب[1] کے باشندوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ مال و دولت۔ گھر بار۔ بال بچوں سب پر ان کی دیانت و امانت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور ان پر انہیں بڑا اطمینان ہے، اگر دمشق کے اطراف میں سے کوئی کہیں سے بھی آ جاتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کے گذارے کی صورت قائم کر دیتے ہیں، کہیں مسجد کی امامت، مدرسہ کی مدرسی۔ مسجد کی کوئی اور ملازمت۔ قرأت قرآنی کا سلسلہ یا مشاہد میں سے کسی مشہد کی خدمت یا اگر صوفیوں میں سے ہے، تو کسی نہ کسی خانقاہ سے اس کے کھانے کپڑے کا سامان ہو جاتا ہے، الغرض جس مسافر میں کوئی صفت ہوتی ہے، وہ دریوزہ گری کی بے عزتی سے محفوظ رہتا ہے، اور جو مزدوری کرنے اور پیشہ ور مسافر آتے ہیں، ان کے لئے زندگی بسر کرنے کے دوسرے اسباب ہیں، کوئی باغ کی حفاظت پر مقرر ہو جاتا ہے، کسی کو چکی گھر میں آٹا پیسنے پر نوکر رکھ لیتے ہیں، اور بہت ان لڑکوں کی حفاظت پر مامور ہو جاتے ہیں، جو مدرسوں میں صبح و شام پڑھنے کے لئے آیا جایا کرتے ہیں، اور جو شخص طالب علمی کرنا یا عبادت کرنے کے لئے فراغ و اطمینان چاہتا ہے، تو بھی اس کی پوری مدد کی جاتی ہے۔

اہل دمشق کے عادات و اطوار: کوئی تنہا روزہ افطار نہیں کرتا

اہل دمشق کے فضائل میں سے یہ امر بھی ہے کہ ان میں سے رمضان کے مہینہ میں کوئی بھی تنہا روزہ

---

[1] اہل افریقہ و بربر مسلمان (رئیس احمد جعفری)

کے حمام بلیغ اور جامع بدیع کی تعریف نہیں ہوسکتی جس کا تمام صحن سنگ رخام کے نگینوں سے مفروش ہے، مسجد ہٰذا کا سقایہ بھی نہایت عمدہ ہے وضو کرنے کے لئے بہت سے مقامات بنے ہیں جن میں پانی جاری رہتا ہے۔

وہ جگہ جہاں آذر بت تراشا کرتا تھا

دمشق کے اکثر مواضعات میں حمام جامع مسجدیں اور بازار واقع ہیں، اور ان مواضعات کے باشندوں کی معاشرت شہریوں جیسی ہے، دمشق کے مشرق میں ایک موضع موسومہ بیت الابر ہے جس میں ایک کنیسہ بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ آذر اسی گرجے میں پتھروں کے بت تراشا کرتا تھا جنہیں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام توڑ ڈالا کرتے تھے، کنیسے کو اب ایک بدیع جامع مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جس میں رنگ برنگ کے سنگ رخام کے نگینوں کے جڑاؤ کا نہایت عمدہ کام ہے۔ ان پتھروں کے جڑاؤ کے جوڑ ایسی ترتیب سے کئے ہیں کہ نہایت نادر اور خوش نما معلوم ہوتے ہیں۔

دمشق کے بے اندازہ اوقاف، امور خیر اور رفاہ عام کے لئے

دمشق میں اوقاف کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصر ممکن نہیں، نہ ان کے مصارف کا اندازہ ہو سکتا ہے بعض اوقاف ان لوگوں کے لئے ہیں جو حج کرنے سے معذور ہیں، اور ان کی طرف سے حج کرنے کے لئے مصارف دیئے جاتے ہیں۔ بعض اوقاف ان غربا اور مساکین کے لئے ہیں، جو مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتے۔ ان اوقاف کے مصارف پر ان کے نکاح کا بندوبست اور سامان جہیز وغیرہ موقوف ہے، بعض اوقاف قیدیوں کے آزاد کرنے کے لئے ہیں، بعض مسافروں کے لئے ہیں، جن سے انہیں کھانا کپڑا اور زاد راہ دیا جاتا ہے، بعض سڑکوں اور پٹڑیوں کے درست کرنے کے لئے ہیں، دمشق کے راستے ایسے ہیں کہ داہنے اور بائیں پٹڑیاں پیدل چلنے والوں کے لئے ہیں۔ اور بیچ میں سواروں کے چلنے کا راستہ ہے، علاوہ ازیں امور رفاہ عام کی اور بھی بہت سی مدات کے لئے اوقاف موجود ہیں۔

میرا ایک ذاتی مشاہدہ: حیرت انگیز اور مسرت بخش

میں دمشق کی ایک گلی میں پہنچا، وہاں ایک غلام لڑکا دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے ایک چینی کی رکابی

یہیں افطار کرتا۔ جو لوگ امراء قاضیوں اور بڑے لوگوں میں سے ہیں، وہ اپنے ساتھ روزہ افطار کے لئے اپنے دوستوں اور فقیروں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور جو تاجر اور بڑے دکانداروں میں سے ہیں کا بھی یہی حال ہے، اور جو مسکین اور دیہاتی ہیں، وہ سب اپنوں میں سے کسی گھر یا مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، ہر ایک کے پاس جو افطار کرنے کے لئے ہوتا ہے، اپنے ساتھ لاتا ہے، اور سب مل کر روزہ کھولتے ہیں۔ جب میں دمشق میں آیا تھا تو میری نور الدین سخاوی مدرس مدرسہ مالکیہ سے بڑی مجلس رہا کرتی تھی۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ میں رمضان میں اس کے ساتھ روزہ افطار کیا کروں۔ چار دن میں اس کے پاس روزہ افطار کرنے کے لئے گیا ہی تھا کہ مجھے بخار آگیا۔ اس لئے نہ جا سکا۔ اس پر اس نے مجھے بلا بھیجا، میں نے عرض کیا کہ میں مریض ہوں۔ لیکن میرے عذر کی کوئی پیش نہ گئی، اور مجھے اس کے پاس جانا ہی پڑا اور وہیں شب باش رہا۔ جب میں نے صبح کو اپنے جائے قیام پر آنے کا ارادہ کیا تو مجھے باصرار تمام روکا اور کہا کہ جا کر کیا کیجئے گا میرا گھر اپنا یا اپنے باپ کا یا بھائی کا گھر سمجھے۔ طبیب کو بلوایا اور حکم دیا کہ طبیب کی ہدایت کے مطابق میرے لئے دوا اور پرہیزی کھانا تیار کیا جائے۔ اس صورت سے عید الفطر تک رہا اور دوگانہ عید کیلئے عیدگاہ گیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے مجھے تپ سے شفا دی۔ اس اثنا میں میرے پاس جو کچھ تھا وہ سب صرف ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا تو میرے سفر کے لئے اونٹ کرایہ کر دیئے اور کل سفر خرچ بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے خرچ دیا۔ اور کہا جو بھی آپ کو ضرورت ہو سب میرے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

دمشق کے فضلا میں سے الصاحب "عزالدین قلانسی" ہیں۔ صاحب مآثر و مکارم اور فضائل بزرگ ہیں، ساتھ ہی ساتھ بلند درجہ دولت مند بھی کہتے ہیں، کہ جب ملک الناصر دمشق میں آیا تھا تو آپ نے اس کی اور اس کے تمام ممالیک، خواص اور اصحاب دولت کی تین دن تک برابر دعوت کی۔ اسی وجہ سے سلطان ناصر نے آپ کو "صاحب" کے لقب سے ملقب کیا۔

دمشق اور دیگر بلاد کی مذہبی خصوصیات،

دمشق اور دیگر کی ایک رسم یہ بھی ہے کہ لوگ عرفہ کے دن نماز عصر کے بعد باہر نکلتے ہیں بیت المقدس کی مسجد جامع بنی امیہ اور دیگر مساجد کے صحنوں میں ننگے سر کھڑے ہو کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ طلب برکت کے لئے دعائیں کرتے ہیں، اور اس وقت کے منتظر رہتے ہیں جبکہ حجاج بیت اللہ عرفات میں پہونچیں اور برابر بتوسل حجاج بیت اللہ خشوع و خضوع کے ساتھ غروب آفتاب تک دعا اور بارگاہ میں التجا میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر جس طرح حاجی عرفات میں واپس ہوتے ہیں، اسی طرح یہ بھی نالاں گریاں

اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں کہ وقوف عرفات سے محروم رہے اور اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ انہیں وہاں پہنچنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ اور خطاکاریوں کے باعث محروم نہ رکھے۔

جنازہ کی مشایعت کا طریقہ اور تلاوت قرآن کا اہتمام

یہاں جنازوں کی ہمراہی بھی عجیب شان کی ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے آگے آگے چلتے ہیں، اور قرآن پڑھنے والے نہایت خوش الحانی سے اور سوز و گداز سے پڑھتے ہیں کہ جیسے روح پرواز کر جائیگی مقصورہ کے سامنے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں، اگر جنازہ جامع مسجد کے کسی امام، مؤذن یا خادم کا ہے تو نماز پڑھنے کی جگہ تک تلاوت جاری رکھتے ہیں، اور اگر کسی اور کا ہو تو مسجد جامع کے دروازے تک قرأت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جب جنازہ مسجد میں داخل کرتے ہیں تو تلاوت کلام مجید موقوف کر دیتے ہیں، بعض اشخاص کے جنازہ کی یہ صورت ہوتی ہے، کہ باب البرید کے قریب صحن کے مغربی جانب سب آدمی بیٹھ کر قرآن شریف کا ایک ایک پارہ لے کر پڑھتے ہیں، اور جو کوئی بھی شہر کے بڑے لوگوں یا اعیان میں سے ماتم پرسی کے لئے آتا ہے تو اس کا نام بہ آواز بلند پکارتے ہیں۔ جب تلاوت ختم ہو جاتی ہے۔ تو مؤذن کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ اب فلاں نیک اور عالم کی نماز پڑھ کر غور کر اور عبرت حاصل کرو۔ جو ان صفات حسنہ سے متصف تھا پھر نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کرنے کی جگہ لے جاتے ہیں۔ اہل ہند کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

دمشق کے شیوخ حدیث میری سماعت اور حصول اجازہ

میں نے جامع مسجد بنی امیہ میں کہ اللہ برتر ہمیشہ اسے اپنے ذکر سے معمور رکھے۔ پوری صحیح بخاری ملحق الاصاغر بالاکابر شہاب الدین احمد ابن ابی طالب بن ابی النعم بن حسن بن علی بن بیان الدین مقریٔ الصالحی المعروف بابن الشحنۃ الحجازی سے چودہ نشستوں میں سنی۔ سماعت کا آغاز سہ شنبہ کے دن نصف ماہ رمضان المعظم ۷۲۶ھ (مطابق پندرھویں اگست ۱۳۲۶ء) سے ہوا اور اٹھائیس کو ختم ہوا۔ صحیح مذکور کے قاری امام و حافظ ملک شام کے مؤرخ علم الدین ابی محمد القاسم ابن محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی۔ دوسرے شیخ الامام شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی ہیں، آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۶۵۲ھ میں ہوئی۔ تیسرے شیخ الامام الصالح عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن النجدی تھے، چوتھے امام الائمہ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ابن الزکی عبدالرحمٰن بن یوسف المزیٰ الکلبی

حافظ الحفاظ ہیں، پانچویں شیخ الامام علاء الدین علی بن یوسف بن محمد بن عبد اللہ الشافعی ہیں، چھٹے شیخ الامام الشریف محی الدین یحییٰ بن محمد بن علی العلوی ہیں، ساتویں شیخ الامام المحدث مجد الدین القاسم بن عبد اللہ بن ابی عبد اللہ المعلی الدمشقی ہیں۔ آپ کا سال ولادت ۶۵۴ھ ہے آٹھویں شیخ الامام العالم شہاب الدین احمد بن ابراہیم ابن فلاح بن محمد الاسکندری ہیں۔ نویں شیخ الامام ولی اللہ تعالیٰ شمس الدین بن عبد اللہ بن تمام ہیں، دسویں دو نوں برادر شیخ شمس الدین محمد اور کمال الدین عبد اللہ ہیں۔ یہ دو حضرات ابراہیم بن عبد اللہ بن ابی عمر المقدسی کے صاحبزادے ہیں، گیارہویں شیخ العابد شمس الدین محمد بن ابی الزہر ابن سالم المکاری ہیں بارہویں شیخۃ الصالحۃ ام محمد عائشہ بنت محمد بن مسلم بن سلامۃ الحرانی ہیں، تیرہویں شیخۃ الصالحۃ مسندۃ رحلت الدنیا زینت بنت کمال الدین احمد بن عبد الرحیم بن عبد الواحد بن احمد القدسی ہیں، ان سب سے میں نے اجازت حاصل کی[1]

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی خواتین بھی فن حدیث اور دیگر علوم میں کتنا درک رکھتی تھیں یہ مستفیدین کو اجازت تک دیتی تھیں۔ (رئیس احمد جعفری)

مدینۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

مقامات راہ، قلعہ کرک، مقام تبوک، وادی عطاس وغیرہ

اسی سال جب شوال کا چاند نمودار ہوا تو حجاز جانے والوں کا قافلہ دمشق سے باہر نکلا، موضع کسوہ میں پڑاؤ ہوا۔ میں بھی اسی کے ساتھ شریک ہوگیا، امیر قافلہ سیف الدین جوبان تھے، جو کبار امراء میں شمار ہوتے ہیں، قاضی کارواں شرف الدین الاذرعی حورانی تھے، صدر الدین الغماری مدرس مالکیہ نے بھی اس سال حج کیا۔ میرا یہ سفر عرب کے ایک طائفہ کے ساتھ تھا جسے عجارمۃ کہتے تھے، ان کا امیر محمد بن رافع امراء میں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا۔

پھر ہم موضع مذکور سے موضع ضمین میں آگئے یہ ایک بڑا موضع ہے۔

بعد ازاں ہم شہر زرعۃ پہنچے حوران کے شہروں میں سے یہ ایک چھوٹا شہر ہے، ہم قریب ہی اترے۔

وہ مقام جہاں خدیجہ رض کے وکیل تجارت بن کر آپ تشریف لائے تھے

پھر ہم شہر بصری میں آئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس قافلہ کا یہ دستور تھا کہ بصری میں چار دن قیام کیا کرتا تھا۔ تاکہ جو اہل دمشق اپنی بعض ضروریات کی بنا پر پیچھے چھوٹ گئے ہوں، اس عرصہ میں ساتھ آملیں۔ یہ وہی بصری ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی تجارت کے لئے تشریف لے گئے تھے، جہاں آپ نے سانڈنی بٹھائی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کرادی گئی ہے، اہل ران کا اس شہر میں اجتماع ہوتا ہے، اور تمام حاجی اپنے زاد راہ کا یہیں سے بندوبست کرتے ہیں۔

پھر یہاں سے برکتہ زیرہ (زیرا) جاتے ہیں اور یہاں ایک دن ٹھہرتے ہیں۔
پھر لجون روانہ ہوئے، یہاں جاری پانی ملتا ہے۔

قلعہ کرک جو مصیبت زدہ ملوک و سلاطین کی پناہ گاہ بنا رہا

پھر قلعہ کرک جاتے ہیں، یہ قلعہ تمام قلعوں میں عجیب تر اور محفوظ و مشہور تر ہے، اسے قلعہ غراب بھی کہتے ہیں ایک وادی اس قلعہ کو ہر چہار اطراف سے گھیرے ہوئے ہے، قلعہ مذکور کا صرف ایک دروازہ ہے اس میں داخل ہونے کا راستہ ایک سخت پتھر کے نیچے سے تراش کر نکالا گیا ہے، اور اس کی دہلیز میں جانے کا دروازہ ہے، اس کا بھی یہی حال ہے،

مصیبت کے وقت ملوک و سلاطین اس قلعہ میں پناہ لیتے رہے ہیں۔ ملک الناصر نے بھی اس میں پناہ لی تھی۔ کیونکہ یہ بچپن میں ہی تخت نشین ہوگیا تھا۔ اس کا ایک غلام سلار نام کا تھا۔ وہ اس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اس کی صغر سنی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ بہت غالب ہوگیا تھا۔ ملک ناصر کو اندیشہ ہوگیا۔ اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اس نے حکمت عملی سے حج کو جانے کا ارادہ کیا، اور دیگر امرا نے بھی اتفاق کیا۔ چنانچہ سلطان جب حج کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایلا گھاٹی پر پہونچا یہاں سے یہ قلعہ قریب تھا۔ اس میں چلا گیا، اور کئی سال تک پناہ گزیں رہا۔ یہاں تک کہ تمام امرائے شام نے اس پر چڑھائیاں کیں، اور تمام ممالک نے اس پر حملے کیے، اس اثناء میں بیبرس الششنکر تمام ملک پر قابض ہوگیا، یہ شخص اس کے باورچی خانہ کا سردار اور ملک المظفر کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔ یہ وہی بیبرس ہے جس نے اس خانقاہ سعید السعداء کے قریب خانقاہ بیبرسیہ قائم کی تھی۔ جسے صلاح الدین ابن ایوب نے بنایا تھا۔ ملک الناصر نے بیبرس پر لشکر لے کر حملہ کیا۔ یہ تاب مقاومت نہ لاکر صحرا کی طرف جا گا ملک ناصر کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا، اور اسے گرفتار کر لیا، اور لا کر پیش کیا۔ اس نے اس کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ سلار بھی گرفتار ہوا، اور کنویں میں قید کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ یہیں بھوک کے مارے اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ یہی کہتے ہیں کہ اس نے نعوذ باللہ کوئی مردار چیز بھی کھالی تھی۔

صوان کی گھاٹی کا خطرناک جنگل

کرک کے باہر ایک موضع ہیں جس کا ثنیئہ نام تھا، چار دن تک قافلہ ٹھہرا رہا، اور پھر میدان

داخل ہونے کا بندوبست کیا۔

پھر ہم شہر معان پہونچے۔ یہ شام کے شہروں میں سے آخری شہر ہے، صوان کی گھاٹی سے ہم اس جنگل میں بھی گئے، جس کی نسبت مشہور ہے،

یعنی اس میں داخل ہونے والا گم ہوجاتا ہے، اور جو نکل آئے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔

پھر دو دن چلنے کے بعد ہم ذات حج میں پہونچے یہ ایسا ریگستان ہے جس میں کہیں آبادی کا پتہ نشان نہیں ہے۔

پھر وادی بلدح میں آئے اس میں پانی کا پتہ نشان بھی نہ تھا۔

تبوک میں داخلہ: جہاں معجزہ سے آپ ؐ نے چشمہ جاری کیا تھا

پھر ہم مقام تبوک میں پہونچے یہ وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جنگ کی تھی، یہاں ایک چشمہ ہے، جس میں بہت تھوڑا پانی رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے، اور آپ ؐ نے اس چشمہ میں وضو کیا تو شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا اور اب تک آپ کی برکت سے بدستور جاری ہے،

شام کے حاجیوں کا دستور ہے کہ جب منزل تبوک پر پہنچتے ہیں تو اپنے ہتھیار نکال لیتے ہیں اور ننگی تلواریں لے کر اس منزل پر حملہ کرتے، اور وہاں کے درختوں پر سیف زنی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسی طرح رسول اللہ صلعم یہاں داخل ہوئے تھے۔

اس چشمہ پر بہت بڑا قافلہ اترتا ہے، سب اسی سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ اور اونٹوں کو ستانے اور سیراب کرنے کے لئے یہاں چار دن تک مقیم رہتے ہیں۔ چونکہ علاء اور تبوک کے مابین ایک خوفناک دشت پڑتا ہے، اس لئے یہیں سے سفر کے لئے پانی کا بندوبست بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں کے سقوں کا یہ دستور ہے کہ چشمہ کے کنارے اترتے ہیں۔ انہوں نے بھینسوں کے چمڑے کے بڑے بڑے تالابوں کی طرح بہت سے حوض بنا رکھے ہیں۔ انہیں میں سے اونٹوں کو پانی پلاتے ہیں، اور مشکوں اونٹوں پر لادنے کی پانی کی پکھالوں کو پانی سے بھر لیتے ہیں۔ یہاں ہر امیر اور بڑے آدمی کی طرف سے ایک حوض بنا ہے، جس سے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے اونٹوں کو پانی پلایا جاتا ہے، اور پکھالیں لے چلنے والے اونٹوں کی پکھالوں میں بھی اس حوض سے پانی بھر لیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ان سقوں کے ساتھ اور لوگ بھی اپنے اپنے مشکیزے کچھ درہم دے کر ان حوضوں

میں سے بھر لیتے ہیں، پھر یہاں سے قافلہ روانہ ہو جاتا ہے، چونکہ یہ دشت نہایت خوفناک ہے
لئے برابر رات دن منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں [1]

ہولناک وادی جہاں پیاس سے تڑپ تڑپ کر بہت سے لوگ مر گئے

اس دشت کے وسط میں ایک وادی ہے جسے وادی اخیضر کہتے ہیں، خدا پناہ میں رکھے
وادی تو جہنم کا ٹکڑا ہے، کسی سال حاجیوں کو یہاں کی باد سموم کی وجہ سے اس قدر مصیبت
پڑی کہ ان کی مشکوں کا پانی بالکل خالی ہو گیا، اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک گلاس پانی ہزار
تک میں بک گیا۔ الغرض خرید و فروخت کرنے والوں کا سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ اس وادی کے
بعض پتھروں پر کندہ ہے،

یہاں سے روانہ ہو کر لوگ برکۃ المعظم پر اترے یہ بہت بڑا بدکر ہے، اور او لاد ایوب میں
جو ملک المعظم کی طرف منسوب ہے، اس میں کسی سال تو بارش کا پانی ہو جایا کرتا ہے، اور کبھی
خشک ہو جایا کرتا ہے،

تبوک سے پانچ دن راستہ طے کرنے کے بعد بڑا الحجر حجر ثمود پہ پہونچتے ہیں اس میں
پانی بھرا ہوا ہے، لیکن باوجود سخت پیاس کے بھی کوئی اس کنویں سے پانی نہیں پیتا
فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ہے، جب غزوہ تبوک میں آپ کا اس کنویں پر
گذر ہوا تھا۔ تو آپ اپنا راحلہ بہت تیزی سے اس مقام سے لے گئے تھے، اور فرمایا تھا کہ
کنویں سے کوئی پانی نہ پیئے، اور جس نے اس کے پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ
کو کھلا دے،

ایک ترقی یافتہ قوم جو غضب الٰہی کا نشانہ بن گئی، اس کے آثار دنقوش

اسی مقام پر پہاڑوں میں سنگ سرخ سے تراشے ہوئے قوم ثمود کے رہنے کے مکان
ہیں ان کی سیڑھیاں نقشی اور ایسی خوبی سے بنی ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ

---

[1] کتنا دشوار گذار تھا۔ اس زمانہ کا حج، نہ آج کی طرح ریل تھی، نہ بحری جہاز، نہ طیارے، اور کتنے
مستحق تھے، یہ لوگ، (رئیس احمد جعفری)

بنائی گئی ہیں۔ ان مکانات کے اندر بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں، جن سے بڑی عبرت ہوتی ہے لہ۔

یہاں دو پہاڑیوں کے درمیان وہ مقام بھی ہے، جہاں حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی بٹھائی تھی۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مسجد کالنشان بھی ہے، وہاں لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں، حجر اور علا کے مابین کم وبیش نصف دن کی مسافت ہے۔

علا دہ ایک بہت بڑا اور اچھا موضع ہے، یہاں کھجوروں کے باغات اور جاری چشمے ہیں، اور حاجیوں کا قافلہ چار دن قیام کیا کرتا ہے، ان چار دنوں میں وہ اپنے زادِ راہ کا بندوبست کر لیتے ہیں، اور کپڑے وغیرہ دھو لیتے ہیں، ان کے پاس جو زیادہ سامان ہوتا ہے وہ علا ہی میں امانۃً چھوڑ جاتے ہیں، اور ضروری سامان واسباب اپنے ساتھ رکھتے ہیں، علا کے باشندے بہت ذہین ہیں شام کے مسیحی تاجر بھی یہاں تک جاتے ہیں، اور پھر اس سے آگے نہیں بڑھتے حاجی جس چیز کو سامانِ سفر میں زائد سمجھتے ہیں، اسے فروخت بھی کر ڈالا کرتے ہیں۔

پھر علا سے چل کر دوسرے دن وادی عطاس میں قافلہ پہونچتا ہے، یہ نہایت گرم مقام ہے اور یہاں بہت سخت بادِ سموم چلتی ہے، جس سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں، بعض سالوں میں یہاں اس قدر بادِ سموم چلی کہ اس سے سوا اس کے جس پر خدا کی مہربانی تھی، سارا قافلہ ہلاک ہو گیا، جس سال یہ واقعہ گذرا اسے "سنۃ امیر الجالقی" کہتے ہیں۔

پھر یہاں سے مقام ہدیہ میں اترتے ہیں یہ ایک وادی میں واقع ہے، تھوڑی سی ریت کھودنے سے پانی نکل آتا ہے۔ لیکن شور ہوتا ہے۔

لہ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے اِنَّ فِی ذَالِکَ لَعِبْرَۃً

دیارِ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ، مسجد نبوی، آثار رسالت مآبؐ دیگر اہم اور ضروری حالات

یہاں سے رخصت ہو کر تیسرے روز آدمی شہر مقدس، مدینہ طیبہ کی بیرونی آبادی میں پہونچ جاتا ہے۔

جس روز حاضر ہوئے، اسی دن شام کو ہم حرم شریف میں داخل ہوئے، اور مسجد کو سلام کرتے ہوئے باب السّلام میں ٹھہرے، روضۂ نبویؐ، اور منبر نبویؐ کے مابین نماز ادا اور ستون حنانہ کے باقی ماندہ حصّہ کو بوسہ دیا، یہ ستون مابین روضۂ نبویؐ اور منبر ایک ... کے ساتھ دائیں طرف قبلہ رخ رقائم ۱[1]ہے، اور سید الاولین والآخرین شفیع المذ... والمذنبین الرسول العنبی الہاشمی الابطحی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً وشرف وکرم نیز آپ کے ہر دو پہلو صحابہ کرام ابی بکر الصدیق اور ابی حفص عمر الفاروق رضی اللہ عنہما حق سلام ادا کیا، اور خوشی خوشی اس نعمت عظمٰی اور نعمت کبریٰ کی کامیابی سے اپنی ... پر اللہ برتر کی حمد کرتے ہوئے واپس آئے کہ ہمیں امکنۂ متبرکہ شریفہ اور مشاہد عظیمہ بلند مرتبہ کی زیارت سے مشرف کیا، اور یہ دعا کرتے ہوئے کہ بارخدایا ہم پھر آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوں، اور اللہ تعالےٰ نے ہماری اس زیارت کو قبول فرمائے، اور ہمارا یہ سفر اللہ کے راستے میں لکھا جائے۔

مسجد نبویؐ، روضۂ نبوی، اور بیت فاطمہ الزہرہؓ کی ضروری تفصیل

مسجد معظم مستطیل ہے، اور اس کے ہر چہار اطراف سے سنگین فرش گھومے ہوئے ... اس کے وسط میں ایک صحن ہے، جس پر کنکریاں اور ریت بچھی ہوئی ہیں، مسجد کے گر...

---

[1] ستون حنانہ لکڑی کا تھا، روایت ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد اس نے گریہ کیا۔

ایک سنگین فرش کا گھوما ہوا راستہ ہے، جس کا ایک دوسرے سے پتھر جڑا ہوا ہے، اور روضہ مقدس صلوات اللہ وسلامہ علی ساکنہا قبلہ کی طرف مسجد مکرم کے مشرقی جانب سے ملا ہوا ہے، روضہ اقدس کی شکل ایسی نادر واقع ہوئی ہے، کہ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے عمارت رخام بدیع کی گول وضع کی ہے، پتھروں کا جڑاؤ نہایت نادر و پاکیزہ اور مصفاؤ شگفتہ ہے، جس کا گارہ مشک اور دیگر خوشبوؤں سے آمیختہ۔۔ ایسی خوبی سے لگا ہوا ہے کہ باوجود امتداد زمانہ کے اب تک اس کے استحکام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے صفحہ قبلہ میں روئے مبارک کے مقابل ایک چاندی کی میخ گڑی ہوئی ہے، یہیں لوگ عرض سلام کے لئے روئے مبارک کی طرف رُخ کر کے اور پشت بقبلہ ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ سلام پڑھتے ہیں پھر اپنی داہنی جانب حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، آپ کا سر مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس ہے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ، کی طرف پھرتے ہیں، آپ کا سر مبارک ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ کے شانہائے مبارک کے قریب ہے۔

روضہ کے جوف میں ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا حوض ہے، جس کی جانب قبلہ بشکل محراب واقع ہے، کہتے ہیں کہ یہاں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسبیحا کا مکان تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آپ کا مزار ہے واللہ اعلم۔

بیت حضرت ابوبکرؓ، بیت عمرؓ، اور امام مالک کے مکان کا تذکرہ

وسط مسجد میں سطح زمین سے مسطح ایک تہ خانہ کے منہ پر گول ڈھکنا ڈھکا ہوا ہے، اس تہ خانہ میں سیڑھیاں ہیں، جس کا سلسلہ مسجد سے باہر حضرت ابوبکرؓ کے مکان تک چلا جاتا ہے، اسی تہ خانہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا اپنے والد کے گھر تشریف لے جایا کرتی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہی خوخہ ہے، جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے باقی رکھنے اور اس کے علاوہ بند کر دینے کا حکم صادر کیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے مکان کے مقابل حضرت عمرؓ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکانات ہیں۔

مسجد کی مشرقی سمت امام المدینۃ ابی عبداللہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا مکا[ن]
اور باب السلام کے قریب ایک سقایہ ہے جس میں لوگ سیڑھیوں سے اترتے ہیں [ا]ور
پانی جاری اور نام "عین الزرقا" ہے۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور خلفائے ثلاثہ وامیر معاویہ کا رویہ

منبر نبوی کی تین سیڑھیاں تھیں رسول اللہ صلعم سب سے اوپری حصہ پر بیٹھا کرتے اور دونوں پائے مبارک وسط سیڑھی پر رکھا کرتے تھے، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ [کا عہد] خلافت آیا تو آپ بیچ کے درجہ پر بیٹھا کرتے تھے، اور آخری درجہ پر پاؤں رکھا کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ کا عہد خلافت آیا تو آپ نے پہلے درجہ پر نشست اختیار کی، پاؤں زمین پر رکھتے تھے، حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے شروع عہد خلافت میں [ایسا] کیا، پھر آخر میں اوپر کے زینے پر بیٹھنے لگے۔

جب امیر معاویہؓ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے منبر کریم کو شام میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا، اس پر لوگوں نے بہت شور غوغا کیا، اور ایک نہایت تیز آندھی آئی، سورج گرہن [ہوا]، دن کو تارے نظر آنے لگے، اور زمین اس قدر تیرہ و تار ہوگئی، کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے [ٹکرا]تھا، اور راستہ نظر نہ آتا تھا، جب معاویہ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے اس فعل سے باز رہا لیکن [منبر کے] نیچے کی جانب سے چھ درجے اور بڑھائے، چنانچہ کل نو درجات ہو گئے،

مسجد نبوی کے خطبائے کرام اور ائمہ عظام

مدینہ طیبہ میں میری حاضری کے وقت مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بہاء الدین سلا[ر] کبار اہل مصر میں سے تھے، اور ان کے نائب عالم صالح زاہد اور بقیۃ المشائخ عزیز الدین [...] تھے، خدا آپ کی ذات بابرکات سے فیض پہنچاتا رہے، آپ سے پہلے مسجد کی خطابت اور قضا[ت] [...]

---

[1] آگے ابن بطوطہ نے مسجد نبوی کی تاسیس اور آغاز کا ذکر کیا ہے جس میں نہ کوئی ندرت ہے نہ جسے پایۂ استناد حاصل ہے، نیز اس موضوع پر کتب سیرت میں اتنا مواد موجود ہے کہ ہر شخص جسے مطالعہ کا ذرا بھی ذوق ہے، واقف ہے [...] یہ غیر ضروری تفصیل نظر انداز کر دی گئی ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

کو کام سراج الدین عمر المصری سے متعلق تھا۔
مذکور ہے کہ یہ سراج الدین عہدۂ قضاءت مدینہ اور خطابت مسجد شریف پر تقریباً چالیس سال قائم رہے پھر جب آپ نے یہاں سے مصر جانے کا ارادہ کیا تو تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک سے خواب میں مشرف ہوئے، ہر مرتبہ آپؐ جانے سے منع فرماتے، اور ارشاد کرتے کہ تمہاری موت کا زمانہ قریب ہے، لیکن یہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے، اور چلے گئے. ابھی مصر پہنچے بھی نہ تھے کہ تین منزل اسی طرف مقام سویس میں انتقال فرمایا، خدا ایسے سوء خاتمہ سے پناہ میں رکھے، آپ کی نیابت فقیہ ابوعبداللہ محمد بن فرحون رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے، ان کی اولاد اب تک مدینہ شریفہ میں موجود ہے، وہ ابومحمد عبداللہ مدرس مالکیہ اور نائب الحکم ہیں، یہ تونسی ہیں۔

مسجد شریف نبوی کے خادم اور مؤذن

مسجد شریف کے خدام نوجوان حبشی اور دوسری اقوام جو نہایت حسین پاکیزہ صورت اور خوش لباس لوگ ہیں، ان سب کے افسر اعلیٰ کو ”شیخ الخدام“ کہتے ہیں۔ اس کی ہیئت اور وضع امرائے کبار جیسی ہے، ان کے لئے مصر و شام میں وظائف مقرر ہیں، جو انہیں ہر سال پہنچائے جاتے ہیں۔ حرم شریف کے مؤذنوں کے سردار امام فاضل محدث جمال الدین المطری موضع مطریہ کے جو مصر میں ہے رہنے والے ہیں، اور ان کے صاحبزادے فاضل عفیف الدین عبداللہ اور شیخ المجاور الصالح ابوعبداللہ محمد بن الغرناطی المعروف بالتراس قدیمی مجاوروں میں سے ہیں یہ اپنی خواہش نفس کے فتنہ کے خوف سے آختہ ہو گئے تھے۔

مسجد نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاورین کرام

ان میں سے ایک شیخ الصالح الفاضل ابوالعباس احمد بن محمد مرزوق ہیں، کثیر العبادت الصائم الدہر بزرگ ہیں، صبر و اخلاص کی صفات سے متصف، کافی مدت مکہ معظمہ کی مجاورت میں بھی بسر کی ہے۔ میں نے آپ کو ۷۲۸ھ (مطابق ۱۳۲۸ء) میں مکہ معظمہ میں دیکھا تھا۔ تو تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ طواف کرنے والا پایا، مجھے آپ کے اس قدر طواف کرنے سے سخت تعجب تھا، کیونکہ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، اور مطاف سیاہ

پتھروں سے مفروش تھا، اور دھوپ سے تو اس قدر گرم جیسے تاؤ دیا ہوا پتھر۔ سقہ
آنکھ سے دیکھا کہ سقے پانی ڈالتے تھے، لیکن جہاں پانی گرتا تھا، وہاں سے آگے
اور اسی جگہ گرمی کی شدت کے باعث جذب ہو جاتا تھا، فرش اس قدر گرم تھا، کہ لوگ
پہن کر طواف کرتے تھے، لیکن باوجود اس حالت کے ابو العباس ابن مرزوق برہنہ پا طواف
کرتے تھے، ایک دن میں نے آپ کو طواف کرتے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ ان کے
طواف کروں، جا کر طواف میں آپ کے ساتھ مل گیا، اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ
مجھے ان پتھروں کی ایسی جھڑک لگی، کہ ایک مرتبہ بوسہ دینے کے بعد پھر میں طواف کر
حجر اسود کی طرف دوبارہ بوسہ دینے کے لئے باوجود کوشش بسیار کے نہ پلٹ
چنانچہ میں نے واپسی کا ارادہ کر لیا، اور اس طرح رواق تک واپس آیا کہ راستے میں
بچھاتا تھا، اور اس کے اوپر چلتا تھا۔

اس زمانہ میں غرناطہ کے وزیر اور یہاں کے بڑے بڑے لوگوں میں ابو القاسم محمد
محمد ابن الفقیہ ابی الحسن سہل بن مالک الازدی تھے، یہ روزانہ ستہ اسبوع یعنی
طواف کرتے تھے، لیکن دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے طواف نہ کر سکتے تھے
ابن مرزوق کی یہ حالت تھی، کہ باوجود گرمی کی شدت کے بھی دوپہر کے وقت ان سے
زیادہ طواف کیا کرتے تھے۔

مدینہ کے مجاورین میں سے شیخ صالح عابد سعید المراکشی الکفیف اور شیخ ابو مہدی
بن حزردان المکناسی ہیں۔

مدینہ شریف کے مجاورین میں سے ابو محمد الشروی قراء محسنین میں سے تھے، ا
انہوں نے بھی مکہ کی مجاورت کی تھی، اور یہیں قاضی عیاض کی کتاب الشفاء نماز ظہر کے
پڑھایا کرتے تھے، اور یہیں نماز تراویح کی امامت بھی کرائی تھی۔

دوسرے مجاورین میں سے فقیہ ابو العباس الفاسی ہیں، جو یہاں کے مدرسں مالکیہ بھی تھے، ا
شادی شیخ الصالح شہاب الدین الزرندی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

چچا کو قتل کر کے اس کے خون سے وضو کرنیوالا امیر شہر

مدینہ کا امیر کبیشی بن منصور بن جماز تھا، اس نے اپنے چچا مقبل کو قتل کر دیا، اور کہتے

مقتول کے خون سے وضو کیا، ایک دن کبیشی ۲۰۶ھ (مطابق ۸۲۱ء) کی شدید گرمی میں میدان کی طرف نکلا، اور اس کے ساتھی بھی اس کی معیت میں تھے، گرمی نے بہت پریشان کیا چنانچہ سارے ساتھی درختوں کے سایہ میں منتشر ہو گئے، اسی اثنا میں مقبل (مقتول کے بیٹے) اپنے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ للکارتے ہوئے آئے، اور کبیشی ابن منصور کو قتل کر ڈالا، اور اس کا خون چاٹ لیا۔

خارج مدینہ کے بعض مشاہد کریمہ، انکا بیان اور تفصیل

صفیہ بنت عبدالمطلب، ابراہیم ابن رسول اللہؐ اور جعفر بن ابی طالب کی قبریں امہات المومنین، امام حسن، عباس بن عبدالمطلب اور حضرت عثمان بن عفان کے مزارات

ان میں سے ایک بقیع الغرقد مدینہ مکرمہ کی شرقی جانب واقع ہے یہاں کے زائرین جس دروازہ سے نکلتے ہیں اس کا نام "باب البقیع" ہے جو شخص اس دروازہ سے زیارت کے لئے جاتا ہے دروازہ سے نکلتے ہوئے، اس کے بائیں طرف صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ملتا ہے آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتسلیما کی پھوپھی اور زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، آپ کے مزار کے سامنے امام المدینۃ عبداللہ مالک ابن انس رضی اللہ تعالے عنہ کا مزار مبارک ہے، اس پر ایک مختصر سی عمارت کا چھوٹا سا قبہ بھی بنا ہوا ہے، اس مزار کے سامنے خاندان مقدس نبوی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے، اس پر ایک سفید رنگ کا قبہ بنا ہوا ہے، قبہ کے داہنی جانب عبدالرحمٰن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا مزار ہے، آپ ابی شحمہ[1] کے نام سے مشہور تھے اسی کے مقابل عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔ ان کے مقابل ایک روضہ ہے جس میں حضرت عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن ابن علی ابی طالب کے مزارات ہیں یہ گنبد بہت بلند اور نہایت مستحکم بنا ہوا ہے، اور باب البقیع سے نکلنے والے کے داہنی طرف پڑتا ہے، حسن علیہ السلام کا سر مبارک حضرت عباس علیہ السلام کے

---

[1] ابی شحمہ کے بارے میں روایت ہے کہ زنا کاری کے جرم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے انہیں اتنے کوڑے مارے کہ جان بحق ہو گئے۔ (رئیس احمد جعفری)

قدموں کی جانب ہے۔ ان ہر دو حضرات کے مزارات زمین سے بہت بلند اور وسیع بنے
ہیں، اور ان پر نہایت خوبی سے جوڑ ملا کر تختے جڑے ہیں، اور ان پر پیتل کے پتر چڑھائے
جن پر نہایت نادر کام کیا ہوا ہے، نیز بقیع میں مہاجرین و انصار اور کل صحابہ رضوان اللہ
تعالےٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں، جن میں سے اکثر کا پتہ نہیں آخر بقیع میں امیرالمومنین
عمر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، اس پر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے، اور
کے قریب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم علیؓ ابن ابی طالب کی والدہؓ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک
ہے، مشاہد کریمہ میں سے قبا بھی ہے، جو سمت قبلہ کی طرف مدینہ سے تقریباً دو میل کے
فاصلہ پر واقع ہے، مدینہ طیبہ اور قبا کے درمیان کا راستہ نخلستان میں سے ہو کر گیا ہے
یہاں وہ مسجد واقع ہے، جس کے متعلق کلام پاک میں وارد ہوا ہے، کہ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنا
تقویٰ اور رضواں پر ہے، جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی مسجد "قبا"، ابوایوب انصاری کا مکان، وہ کنواں جہاں حضرت عثمانؓ سے خاتم نبوی گری اور پھر نہ ملی ؟

یہ مسجد مربع شکل ہے، اس میں ایک سفید رنگ کا اتنا بلند مینار ہے، کہ بہت دور سے نظر آتا
اس کے وسط میں وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی بٹھائی تھی، لوگ یہاں
تبرکاً نماز پڑھتے ہیں، اس کے صحن میں قبلہ کی طرف چبوترہ پر ایک محراب واقع ہے، یہ وہ مقام ہے، جہاں
پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، قبلہ کی جانب ایک مکان بھی ہے، جو ابوایوب الانصاری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا تھا، اس مکان کے پاس اور بھی بہت سے مکانات تھے، جو ابوبکر، عمر، فاطمہ، عائشہ رضی
اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں، مقابل میں "بئر اریس" ہے، یہ وہ کنواں ہے جس کا پانی پہلے کھاری تھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اس کی برکت سے شیریں ہو گیا، اور اسی
میں حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم کریم گری تھی، مشاہد میں سے مدینہ شریف کے باہر
قبہ حجر الزیت ہے، کہتے ہیں کہ یہاں نبی کے لئے پتھر سے روغن زیت ٹپکا تھا۔ اس کنویں کے شمال کی
طرف "بئر بضاعۃ" ہے، اور اس کنویں کے مقابل "جبل الشیطان" ہے، جہاں یوم احد میں شیطان
نے چلا کر کہا کہ تمہارے نبی قتل کر دیئے گئے۔ اس خندق کے لب پر جسے رسول اللہ صلعم نے جنگ
احزاب کے دن کھدوایا تھا، ایک ویران قلعہ ہے جسے لوگ "حصن الغرب" کہتے ہیں

اس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "عزاب مدینہ" کے لئے بنوایا تھا۔ قلعہ مذکور کے سامنے جانب مشرق میں "بئر رومۃ" ہے۔ یہ وہ کنواں ہے جس کا نصف امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا۔

جبل اُحد کی زیارت، عم رسولؐ حمزہؓ کا مزار، مسجد علیؓ، شہدائے غزوہ اُحد کے مزارات

مشاہد کریمہ میں سے ایک احد بھی ہے۔ یہ وہ جبل مبارک ہے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں" اور مدینہ شریفہ کی وادی میں آبادی سے ایک فرسخ فاصلہ پہ واقع ہے، اس پہاڑ کے مقابل شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں حمزہؓ کا مزار مبارک ہے، اور آپ کے مزار کے گردان صحابہ کے مزار ہیں، جو یوم احد میں شہید ہوئے تھے، یہ کل مزارات احد کے قبیلہ کی طرف واقع ہیں، احد کے راستہ میں ایک مسجد تو علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے، اور ایک اور مسجد ہے، جو حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، اور ایک "مسجد الفتح" بھی اسی راستہ پہ واقع ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر "سورۃ الفتح" نازل ہوئی تھی۔

اس مرتبہ مدینہ شریفہ میں میرا چار دن قیام رہا۔ ہر شب مسجد نبوی میں گذرتی تھی۔ صحن میں لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے، اور بکثرت شمع روشن کرتے تھے، کچھ تو قرآن کریم کے پارے لے کر تلاوت کرتے تھے، کچھ اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے، اور کچھ لوگ تربت طاہرہ نبوی کے دیدار میں بسر کرتے تھے، ہر طرف سے خوش آواز لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدحیہ قصائد ترنم سے پڑھتے تھے، لوگوں کا یہ معمول تھا کہ ان مبارک راتوں میں مجاوروں اور محتاجوں کو بکثرت صدقات دیتے، اور ان کے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے تھے۔ اس مرتبہ میرے ساتھ شام سے مدینہ شریف تک ایک ایسا شخص رہا، جو وہیں کا رہنے والا تھا۔ یہ بہت بڑا فاضل شخص تھا، اس کا نام منصور بن شکل تھا۔ اس نے میری ضیافت بھی کی تھی۔ اور پھر اس کا ساتھ حلب اور بخارا میں بھی رہا۔ میری صحبت میں قاضی الزیدیہ شرف الدین قاسم ابن شنان بھی تھے اور غرناطہ کے صلحاء فقراء میں سے ایک صاحب علی بن حجر الاموی بھی تھے۔

جب ہم مدینہ پہنچے تو مجھ سے علی حجر نے بیان کیا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں سن اور یاد کرلے۔

هنيئا لكم يا زائرين ضريحه — اے ضریح محمدؐ کے زائر مبارک ہو کہ تم نے قیا
امنتم به يوم المعاد من الرجس — کے دن ہر قسم کی آلودگی سے نجات پا لی اور
وصلتم إلى قبر الحبيب بطيبة — قبر حبیب تک پہنچ گئے، اس شخص کو مبارک ہو
فطوبى لمن يضحى بطيبة او يمسي — صبح و شام وہاں بسر ہوتی ہے۔

یہ میرے ساتھ مدینہ طیبہ تک آئے، پھر ہند کے دار السلطنت دہلی کو ۷۴۳ھ مطابق ۱۳۴۲ء میں روانہ ہو گئے۔ اور میرے پڑوس میں فروکش ہوئے، میں نے ان کے خواب کا قصہ بادشاہ کے حضور میں بیان کیا۔ اس پر اس نے آپ کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے حاضر ہو کر خود واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ کو یہ واقعہ بہت پسند آیا۔ اس نے زبان فارسی میں بکمال اخلاق گفتگو کی اور حکم دیا کہ آپ کی مہمان نوازی کی جائے۔ اور تین سو طلائی تنکے عطا کیے۔ مغربی دیناروں کے وزن کے لحاظ سے ایک تنکہ کا وزن ڈھائی دینار ہوتا ہے، نیز ایک گھوڑا جس کی زین و لگام زر نگار تھی اور ایک خلعت عطا کی۔ اور روزانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ ان کے ساتھ غرناطہ کا ایک اچھا فقیہ بھی تھا جس کی پیدائش بجایا کی تھی، اور وہاں جمال الدین المغربی کے نام سے مشہور تھا۔ علی ابن جبیر نے کہا کہ میں اپنی بیٹی آپ سے بیاہ دوں گا۔ چنانچہ اپنے گھر سے علیحدہ انہیں ایک چھوٹے سے گھر میں اتارا۔ اور ایک چھوکری اور چھوکرا خریدا اور وہ دینار جو بادشاہ نے انہیں عطا کیے تھے اپنے بستر ہی میں رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ کسی پر انہیں اطمینان نہ تھا۔ چھوکرا اور چھوکری دونوں نے باہم مل کر اس سونے کو اڑا لیا، اور بھاگ کھڑے ہوئے، جب یہ مکان واپس آئے تو دونوں کا کوئی پتہ نشان نہ پایا، اور سونا غائب اس غم میں کھانا پینا چھوٹ گیا۔ بیمار پڑ گئے، میں نے یہ سارا واقعہ بادشاہ سے جا کر بیان کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اتنی ہی رقم اور دے دی جائے، چنانچہ رقم مقررہ ایک شخص کے ہاتھ جو ابن جبیر سے واقف تھا۔ ان کے پاس بھیج دی گئی، لیکن جب یہ شخص مکان پر ہو گیا تو مر چکے تھے۔ خدا رحم کرے۔

مدینہ منوّرہ سے مکّہ معظّمہ کی طرف

مقامات راہ، زیارات مشاہد و مزارات و قبور

مکۂ معظمہ کا ارادہ کر کے ہم مدینہ سے نکلے، پہلا پڑاؤ مقام ذی الحلیفہ پہ ہوا، یہی جگہ ہے، جہاں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احرام باندھا کرتے تھے، مدینہ کا فاصلہ یہاں سے پانچ میل ہے، یہی مقام منتہائے حرم مدینہ ہے، یہاں سے بہت قریب وادی عقیق ہے۔ یہاں میں نے سلا ہوا لباس اتارا، غسل کیا، احرام باندھا، دو رکعت نفل پڑھی، اور احرام حج باندھ کر ہر میدان، ہر پہاڑ، ہر نشیب، اور فراز پر تلبیہ[1] کہتا رہا۔

شعب حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے مقامات عالیہ

آخر میں حضرت علی کی گھاٹی (شعب) پر پہونچا، اور یہیں شب باش ہوا۔ پھر یہاں سے رخصت ہو کر مقام روحا میں آیا، یہاں ایک کنواں ہے، جسے ”بئر ذات العلم“ کہتے ہیں مشہور ہے کہ اس جگہ علی علیہ السلام نے جن سے مقاتلہ کیا تھا۔

پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم مقام صفراء میں پہونچے، یہ ایک آباد وادی ہے، یہاں پانی بھی ہے، کھجوروں کے درخت بھی اور عمارتیں بھی، جن میں حسنی شرفا رہتے ہیں، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی آباد ہیں۔ وہاں ایک بڑا قلعہ بھی ہے، جس کے پاس چھوٹے چھوٹے کئی قلعے ہیں قریب ہی گاؤں بھی آباد ہیں۔

---

[1] یہ فقہی اصطلاح ہے، تلبیہ مخفف ہے، اس کا مفہوم، ”لبیك لبیك اللهم لبیك“ (رئیس احمد جعفری)

سے حوض بھروا دیتے ہیں، اور لوگ پیتے ہیں۔ لوگ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم اسی مقام سے گذرے تھے، اور صحابہ کے پاس کھانا نہ تھا۔ آپ نے یہاں کی ریت لے کر انہیں دے دی۔ انہوں نے کھول کر پایا تو وہ ستو تھے۔

پھر ہم برکتہ خلیص میں اترے۔ یہ ایک ہموار زمین پر واقع ہے، یہاں کھجوروں کے باغات بکثرت ہیں، اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے، نیچے زمین پر بھی ایک قلعہ ہے جو اجاڑ پڑا ہے، اور پانی کا ایک چشمہ بھی جوش زن ہے، جسے کاٹ کر نہریں اور نالیاں بنائی ہیں، جن سے اراضیات سیراب کی جاتی ہیں۔ صاحب خلیص ایک شریف حسنی النسب شخص ہیں، اس اطراف کے عرب یہاں بہت بڑا بازار لگاتے ہیں۔ جہاں بھیڑ بکریاں پھل پھلاری اور اقسام نان و خورش لے جاتے ہیں۔

پھر ہم مقام عسفان میں آئے۔ یہ مقام مسطح زمین پر پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں میٹھے پانی کے کنویں بھی ہیں، جن میں سے ایک کی عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔

مقام مدرج بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے یہ خلیص سے نصف یوم کی مسافت پر واقع ہے، اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ مقام ہے، جہاں کے ایک مقام پر سیڑھیوں اور طرز عمارت کے طور پر ایک سنگین فرش بنا ہوا ہے، یہاں ایک کنواں بھی ہے جو علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہتے ہیں کہ وہ کنواں آپ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ عسفان میں ایک پرانا قلعہ اور ایک مستحکم برج بھی ہے، جسے اب ویرانگی نے کمزور کر دیا ہے یہاں مقل کے درخت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

پھر ہم بطن مر میں آئے جسے مر الظہران بھی کہتے ہیں، یہ ایک زرخیز وادی ہے جس میں خرموں کے درخت بکثرت ہیں، اور جاری پانی کا ایک چشمہ جوش زن ہے جو اس کے اطراف کو سیراب کرتا ہے، اس وادی سے لوگ تمام فوکہات اور سبزی مکہ لے جاتے ہیں، پھر رات ہی کو ہم اس وادی مبارک سے روانہ ہو گئے، ہمارے قلوب مارے خوشی کے اب چھوے نہیں سماتے تھے کیونکہ منزل مقصود سامنے تھی۔

بدر: جہاں حق و باطل کی جنگ ہوئی تھی، جہاں صنادید قریش کھیت رہے تھے، جہاں خدا کا وعدہ پورا ہوا

صفراء سے ہم بدر میں اترے جہاں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی تھی، اپنے وعدہ کریمہ کا ایفا کیا تھا۔ یہ ایک موضع ہے، جس میں نزدیک نزدیک کھجوروں کے باغات ہیں، اس میں ایک نہایت بلند قلعہ ہے جس میں جانے کا راستہ اس وادی میں سے ہے جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے، بدر میں ایک ابلتا ہوا چشمہ بھی ہے، جس کا پانی برابر جاری رہتا ہے، اور وہیں وہ تالاب یا غار بھی ہے جس میں اللہ کے دشمن مشرکین گھسیٹ گھسیٹ کر پھینکے گئے تھے، اس مقام پر ایک ... ہے جس کے پیچھے شہداء رضی اللہ عنہم کا مقام ہے، جبل رحمت جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ... سے داخل ہونے والے کے بائیں طرف ہے، اور اس جبل کے مقابل جبل الطبول ہے، اس پہاڑ کی قطع ریت کے ٹیلے جیسی ہے، جس کا دور تک سلسلہ چلا گیا ہے، وہاں کی آبادیوں کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہر جمعہ کی شب کو یہاں دھوسوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور یہیں وہ مقام بھی ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر کے دن عرش پر تشریف فرما اور اپنے اللہ سے ایفائے وعدہ کے طلبگار تھے، یہ مقام عریش جبل الطبول کے رخ کے متصل مقام واقعہ جنگ کے سامنے ہے نخل القلیب کے پاس ایک مسجد ہے جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبیؐ کے اونٹنی بٹھانے کی جگہ تھی، اور بدر صفراء کے مابین ڈاک کے فاصلہ (۱۲ میل) پر پہاڑوں کے وسط میں ایک وادی ہے جہاں بکثرت چشمے جاری ہیں، اور کھجوروں کے باغات کا ایک دوسرے سے تسلسل چلا گیا ہے۔

بدر سے ہم نے ایک صحرا کی طرف کوچ کیا۔ جس کا نام قاع البزواد ہے۔ یہ ایسا صحرا ہے جس میں بڑے بڑے راہ دان راستہ بھول جاتے ہیں، اور دوست دوست کو بھول جاتے ہیں اس صحرا کی مسافت تین میل کی ہے۔

پھر وادی رابغ ہے، اس وادی میں بارش کے موسم میں بہت سے تالاب بھرے رہتے ہیں اور عرصہ دراز تک ان میں پانی قائم رہتا ہے۔ یہاں سے مصر اور مشرق ...

یہاں سے عقبۃ السویق میں آئے یہ خلیص سے نصف میل کی مسافت پر واقع ہے اس مقام پر ریت بہت ہے، حاجی یہاں ستو پینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس رسم کے ادا کرنے کے لئے مصر و شام سے ستو اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ اور یہاں شکر ملا کر پیتے ہیں۔ امراء لوگ ستوؤں

فطری طریقہ پر راغب ہوتے ہیں، اور مقامات شریفہ میں حاضر ہونے کے شائق رہتے ہیں، اس کا متبرک سرزمین آنکھوں کی پتلی ہے، اور اس کی محبت قلوب کی سرشت میں داخل ہے، یہ اللہ برتر کی حکمت بالغہ اور اپنے خلیل علیہ السلام کی تصدیق دعوت ہے، قلب کو جب اس کا دیدار منظور ہوتا ہے تو ہر طرح کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کر لیتا ہے، اور بہت سے ضعیف ایسے ہیں جو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں، اور راستہ ہی میں جان بحق ہونا گوارا کر لیتے ہیں، اور جب خدا یہاں پہنچا دیتا ہے، تو اتنے مسرور اور خوش ہوتے ہیں کہ گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی، بس یہ ایک اسرار الٰہی، صنع ربانی اور یہ ایک ایسی دلیل ہے، جس کے ساتھ نہ کسی وسوسہ کا لگاؤ ہے اور نہ شبہ کا تعلق اور نہ کسی بناوٹ کو دخل ہے اصحاب بصیرت کو بصیرت اور اصحاب نظر کو عبرت حاصل ہوتی ہے، اللہ کے فضل سے جس کی یہاں تک رسائی ہو گئی۔ گویا بارگاہ ایزدی سے بڑا انعام اور فلاح دارین حاصل ہو گئی۔

مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیما کا تذکرہ،

یہ ایک بڑا مستطیل شہر ہے مکانات قریب قریب ہیں یہ ایک وادی کے درمیان واقع ہے، جسے ہر طرف پہاڑوں نے ڈھانپ لیا ہے، اسی وجہ سے آج تک آدمی پہنچ نہ جائے۔ یہ شہر نظر نہیں آتا۔ یہ پہاڑ جنہیں اگر آبریز کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ بہت بلند نہیں ہیں جنوب کی طرف جبل ابی قبیس اور جبل قعیقعان ہیں۔ اور شمال کی طرف جبل احمر ہے۔ جبل ابی قبیس کی طرف دو گھاٹیاں ہیں۔ جنہیں اجیاد اکبر اور اجیاد اصغر کہتے ہیں۔ اور جبل خندمہ جس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ تمام مناسک، منیٰ۔ عرفہ۔ المزدلفہ۔ مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالےٰ کی شرقی جانب واقع ہوئے ہیں۔ شہر کے تین دروازے ہیں۔ فراز شہر کا دروازہ باب المعلاۃ کہلاتا ہے، اور نشیب شہر کا دروازہ باب الشبیکیۃ ہے اس کو باب الزاہر اور باب العمرا بھی کہتے ہیں، یہ دروازہ شہر کی غربی جانب ہے، مدینہ منورہ مصر، شام، اور جدہ کا راستہ اسی دروازہ سے ہے، نیز تنعیم میں جانا ہو تو بھی اسی راستے سے جاتے ہیں۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ باب المسفل جنوب کی طرف ہے، اس دروازہ سے فتح مکہ شرفہا اللہ کے دن خالد ابن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ داخل ہوئے تھے۔

خدا نے اپنی کتاب میں اپنے نبی خلیل علیہ السلام کی زبان سے وادیٔ غیر ذی زرع

بیت اللہ

مکہ معظمہ میں داخلہ، اس شہر کے فضائل، تاثر مشاہد مزارات خدیجۃ الکبریٰ وغیرہ

حطیم کعبہ، حجر اسود، باشندگان مکہ، یہاں کے عوائد، رسوم اور حالات

صبح ہوتے ہوتے ہم بلد امین مکہ مکرمہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے حرم الٰہی، مقام ابراہیم خلیل اللہؑ اور مبعث محمد (صلے اللہ علیہ وسلم میں) پہونچے۔ پھر ہم باب میں داخل ہوئے،[1] جہاں داخل ہونے والے کو خدا نے مامون قرار دیا ہے۔ باب بنی شیبہ سے حاضر ہوئے، کعبہ شریف زادہا اللہ تعظیما کا دیدار کیا، جو ایک عروس کی طرح جلال پر متجلی، اور بردِ جمال میں لپٹا ہوا۔ اور خدائے رحمٰن ورحیم کے پرستاروں کے شوق سے وابستہ اور جنت رضوان میں پہونچانے کا بہترین وسیلہ ہے۔ سب سے پہلے ہم طواف قدوم سے فارغ ہوئے پھر حجر کریم کو بوسہ دیا، مقام ابراہیم پر دو نفلیں پڑھیں۔ پھر باب کعبہ اور حجر اسود کے مابین ملتزم کے قریب پردۂ کعبہ پکڑ کر دست دعا بلند کیے کہ یہاں مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے، پھر آب زمزم پیا۔ قول رسولؐ ہے کہ جس نے جس ارادے سے زمزم سے پیا وہ حاصل ہوئی۔ بعد ازاں صفا ومروہ کے مابین دوڑ لگائی، اور باب ابراہیم کے متصل ایک مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی عجائب کار فرمائیوں میں سے یہ ہے کہ ان مشاہد منیفہ و عظیمہ کی جانب تکو

---

[1] لیکن امویوں کے دور میں بیت اللہ کی حرمت قائم نہ رہی۔ کیونکہ انہوں اس پر سنگ باری تک سے دریغ نہ کیا۔ نہ رہنے والا مامون رہا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے یہاں جو سلوک ہوا وہ اوراق تاریخ میں محفوظ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

یعنی بنجر وادی کا ذکر فرمایا ہے، لیکن آپ کی دعا کا یہ اثر ہے۔ کہ وہاں ہر طرف سے ... پہنچ جاتی ہیں۔ ہر قسم کے پھل اور میوہ ہائے تر شلاً انگور۔ انجیر۔ شفتالو، اور خرما ... نظیر دنیا میں نہیں میں نے وہاں کھائے ہیں۔ اسی طرح یہاں ایسے عمدہ خربوزے آتے ہیں ... وشیرینی کو مدنظر رکھتے ہوئے، دیگر مقامات میں نایاب ہیں، یہاں کا گوشت نہایت فربہ ... خوش ذائقہ ہوتا ہے، اسی طرح وہ مال واسباب بھی جو دوسرے شہروں میں متفرق ... پر پہنچتے ہیں، یہاں مجتمع اور اکٹھا ہوتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کی سبزی اور ترکاری بھی طائف وادی نخلہ اور بطن مر سے بکثرت آتی ہیں۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے، جو حرم کے ساکنین ... عتیق کی مجاورین کے حق میں مبذول ہے۔

مسجد حرام شرف اللہ وکرمہ کی کیفیت اور ہیئت

شہر کے وسط میں مسجد حرام واقع ہے، جو نہایت وسیع ہے، ازرقی کہتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اس کا طول چار سو گز ہے، اور تقریباً اتنا ہی عرض ہے۔ کعبہ معظمہ اس کے وسط میں واقع ہے، اس کا منظر نہایت خوشنما، اور شان دلربایانہ ہے۔ زبان اس کے وصف بدائع کی تعریف نہیں کر سکتی۔ نہ مدح گو اس کے کمال حسن کو بیان کر سکتا ہے، دیواریں تقریباً بیس گز اونچی ہیں، اور چھت جو تین صفوں میں ہے بلند ستونوں پر نہایت خوش اسلوبی سے قائم ہے، اس کے تینوں سنگین فرش ایسے نظم سے منتظم ہیں۔ گویا ایک فرش ہے، اس کے چار سو اکیانوے ستون تو صرف سنگ رخام کے ہیں۔ اس کے علاوہ اور ستون گچکاری کے ہیں۔ جو دارالندوۃ میں واقع ہے، یہ مکان گو مسجد حرام میں بعد میں شامل کر لیا گیا ہے، لیکن شمال کی جانب جو سنگین فرش ہے، اس میں داخل ہے، اس کے مقابل جو مقام ہے اس میں رکن عراقی شامل ہے، اس دارالندوۃ کی فضا مسجد حرام سے متصل ہے، اور اسی فرش سے دارالندوۃ میں داخل ہوتے ہیں، اس فرش کی دیوار سے ملی ہوئی دکانیں ہیں، جن پر ڈھالو سائبان واقع ہے، ان دکانوں میں مقری، نساخ اور خیاط بیٹھتے ہیں۔ اس فرش کے مقابل جو فرش ہے اس کی دیوار سے متصل بھی ویسی ہی دکانیں ہیں، لیکن ان پر سائبان نہیں۔ مغربی فرش پر آمد ورفت کی جگہ باب ابراہیم کے پاس ہے، یہاں سارے ستون گچکاری کے ہیں۔

خلیفہ المہدی محمد ابن الخلیفہ ابوجعفر المنصورؒ کے احکام اور آثار توسیع مسجد کے سلسلے میں ابھی موجود ہیں، غربی فرش کی دیوار کے سرے پر یہ کتبہ ہے۔

امر عبداللہ محمد بن المہدی امیر المومنین اصلحہ اللہ تعالیٰ بتوسعۃ المسجد الحرام الحاج بیت اللہ وعمارتہ فی سنۃ سبع وستین ومائۃ۔

(اللہ بر تر امیر المومنین عبداللہ محمد بن المہدی کا انجام بخیر کرے، جنہوں نے مسجد حرام کی وسعت کا حکم نافذ فرمایا۔ تاکہ حج کرنے والوں کو آسائش پہنچے چنانچہ تعمیر ہذا ۱۶۷ھ (مطابق ۷۸۳ء) میں ہوئی۔)

کعبہ شریف زادہا اللہ تعظیماً وتکریماً کا بیان

کعبہ شریف وسط مسجد میں ایک جانب کو کسی قدر خم کھایا ہوا واقع ہے، اس کی عمارت مربع اور تین جانب سے بلندی میں تقریباً اٹھائیس گز ہے، چوتھی جانب حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین واقع ہے۔ اس کی بلندی تقریباً انتیس گز ہے اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے حجر اسود تک ہے، تقریباً چون بالشت ہے، اسی طرح مقابل والے پہلو کا عرض ہے، جو رکن یمانی سے رکن شامی تک ہے، اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے، داخل حجرے سے اڑتالیس بالشت ہے، اسی قدر اس پہلو کا عرض ہے، جو رکن شامی سے رکن عراقی تک ہے خارج حجر اکیس بیس گز ہے، یہیں طواف ہوتا ہے، اس کی بنا بڑے بڑے ٹھوس پتھروں کی ہے جن کا جوڑ نہایت استحکام اور سخت پائیداری کے ساتھ لگایا گیا ہے، کہ امتداد زمانہ کا کوئی اثر نہیں پہونچ سکتا۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ اس پہلو میں واقع ہوا ہے، جو حجر الاسود اور رکن عراقی کے مابین ہے، اس کے اور حجر الاسود کے درمیان دس بالشت کا فاصلہ ہے، اس جگہ کا نام ملتزم ہے، یہیں دعا مستجاب ہوتی ہے، زمین سے دروازہ کی بلندی ساڑھے گیارہ بالشت ہے، چوڑائی آٹھ بالشت اور طول تیرہ بالشت ہے، اور دیوار کے دروازہ کا عرض پانچ بالشت کا ہے، اس دروازہ میں تمام پتر چاندی کے نہایت کاریگری سے جڑے ہوئے ہیں، اور دروازے کے دونوں بازو بھی چاندی کے پتروں سے نہایت کمال کیساتھ آراستہ ہیں۔ اور اسی طرح عتبہ علیا پر بھی چاندی کے پتر چڑھے ہیں، یہاں چاندی کے دو دو بڑے بڑے تقائے رکھے ہیں، جو مقفل ہیں۔

باب کریم کے کھلنے کا روح پرور منظر اور عوائد و مراسم

باب کریم ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اور آں حضرتؐ کی ولادت باسعادت کے دن
جاتا ہے۔ اور دروازہ کھولنے کی رسم یہ ہے کہ ایک کرسی جو منبر سے مشابہ ہوتی ہے
جس میں سیڑھیاں اور لکڑی کے پائے ہوتے ہیں، اور ان پایوں میں چار پہیے لگے ہوتے ہیں
یہ کرسی گھسیٹی جاتی ہے۔ اسے کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دیتے ہیں۔ اس وقت اوپر کا
کعبہ شریف کے دروازہ کی چوکھٹ سے متصل ہو جاتا ہے، شیبی خاندان کا سب سے
اس پر چڑھتا ہے۔ بیت اللہ کی کلید مبارک اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ
بھی ہوتے ہیں۔ کعبہ کے دروازہ پر جو پردہ لٹکا ہوا ہے اسے اٹھاتے ہیں۔ اسے برقع
ہیں۔ جب تک رئیس الشیبین دروازہ کھولتا رہتا ہے یہ خدام اس برقع کو اٹھائے ہی رہتے
ہیں، جب دروازہ کھول لیتا ہے تو پہلے یہ رئیس آستانہ عالیہ کو چومتا ہے اور پھر اندر داخل
ہو کر دروازہ بند کر لیتا ہے اور دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں جس قدر وقفہ ہوتا ہے
قیام کرتا ہے، پھر دوسرے شیبی اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے ہیں پھر دروازہ کھول
اور تمام لوگ اندر داخل ہونے میں سبقت کرتے ہیں، اور اس اثنا میں کہ وہ دروازہ کھولیں
یہ سب باب کریم کی طرف رخ کئے ہوئے، نیچی نگاہیں کئے ہوئے خشوع و خضوع
جناب الٰہی میں ہاتھ پھیلائے کھڑے رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو تکبیر
باآواز بلند یہ الفاظ کہتے ہیں۔

اللھم افتح لنا ابواب	بارالٰہا، ہمارے لئے اپنی
رحمتك ومغفرتك	رحمت اور مغفرت کے دروازے
یا ارحم الراحمین	کھول دے۔

کعبہ کی حیرت انگیز نشانیاں، عجائب و واقعات، میزاب مبارک

کعبہ کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت اس کا دروازہ کھولا جاتا ہے حرم شریف
میں اتنی مخلوق ہوتی ہے کہ سوا خالق و رازق کے اس کی کوئی تعداد نہیں جانتا۔ یہ سب کے سب
کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ کوئی تنگی یا کوتاہی نہیں آتی۔

یہ بات بھی از عجائبات ہے کہ طواف سے شب و روز کسی وقت بھی خالی نہیں ہوتا ایسی آج تک کوئی شہادت نہیں موجود ہے۔

یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ باوجود مکہ معظمہ میں کبوتروں کی، اور دوسرے پرندوں کی بہتات کے بکعبہ پر کوئی آکر بیٹھتا ہے، اور نہ کوئی اوپر سے اڑکر گذرتا ہے۔ بلکہ جب کوئی پرند کعبہ کی طرف اڑتا ہوا سیدھا آتا ہے، تو قریب آکر دائیں بائیں کترا کر نکل جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی پرندہ بیمار ہوتا ہے، تو کعبہ شریف پر آکر بیٹھتا ہے، اگر موت آگئی ہے تو اسی وقت مرجاتا ہے، اور تکلیف سے نجات پاتا ہے، اگر زندگی باقی ہے، تو چنگا ہو کر اڑ جاتا ہے۔

میزاب مبارک کعبہ شریف کے اس پہلو پر قائم ہے، جو حجر پر ہے یہ سونے کا بنا ہوا اور ایک بالشت چوڑا ہے، اور تقریباً دو گز باہر نکلا ہوا ہے، وہ جگہ جو میزاب مذکور کے نیچے ہے اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اجابت دعا کا مقام ہے،

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہؓ کے مزارات

میزاب کے نیچے زیر سنگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارک ہے، اس کے اوپر مستطیل شکل سبز رنگ کا سنگ رخام محراب کی شکل کا ہے، اور ایک اور دوسرے سبز رنگ کا سنگ رخام سے ملا ہوا ہے، جو متدیر ہے ان دونوں پتھروں کی چوڑائی تقریباً ڈیڑھ بالشت ہے یہ دونوں پتھر مل کر ایک مربع خوش منظر شکل بن جاتی ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے ایک جانب رکن عراقی کے قریب آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہما السلام کا مزار مبارک ہے، اس کی علامت ایک مستدیر سبز رنگ کا سنگ مرمر ہے اس کی بھی ڈیڑھ بالشت کی چوڑائی ہے، ہر دو مزارات کے مابین سات بالشت کا فاصلہ ہے،

حجر اسود کی کیفیت تذکرہ رسم تقبیل، ہجوم عام

حجر اسود زمین کی سطح سے چھ بالشت کی بلندی پر واقع ہے، لمبا آدمی اگر اسے بوسہ دینا چاہے تو اسے جھکنا پڑتا ہے، اور پست قد شخص کو بوسہ دینے کے لئے کسی قدر طویل ہونا، اور کھچنا پڑتا ہے اس کی چوڑائی تین بالشت اور لمبائی ایک بالشت ایک انگل ہے اس کے ایک ہی

ملے ہوئے چار ٹکڑے ہیں کہتے ہیں کہ القرمطیؒ نے اللہ کی اس پر لعنت ہوا سے توڑا تھا کہتے ہیں اس پر کسی نے دھوبن مارا تھا۔ جس سے اس کے چار ٹکڑے ہوگئے، لوگوں نے توڑنے والے کے قتل کے لئے سبقت بھی کی تھی۔ اور اسی جرم کے باعث مغاربہ کا ایک گروہ گروہ قتل کردیا گیا۔[1]

حجر اسود کو چاندی کے ایک پترے سے خوب کس دیا ہے۔ اس پر یہ چاندی کی سفیدی بڑا لطف دیتی ہے، اس کے بوسہ دینے سے ایسی عجیب لذت ہوتی ہے کہ اسے منہ جدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حجر اسود سے جس مقام پر بوسہ دیتے ہیں، اس کی داہنی جانب سے قریب ایک محراب میں ایک نہایت چھوٹا دمکتا ہوا سفید نقطہ ہے۔ جتنا اس صحیفۂ نورانی کا خال ہے، بوسہ دینے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا ہے۔[2]

حجر اسود سے کعبہ کے طواف کا آغاز کرتے ہیں۔ یہی وہ پہلا رکن ہے جسے طواف کرنے والا پہلے عمل میں لاتا ہے۔

کتب خانہ حرم کعبہ اور اس کے نوادر مخطوطات و صحائف

یہاں مصاحف شریف بھی رکھے جاتے ہیں۔ اور حرم شریف کا متعلقہ کتب خانہ بھی ہے۔ اسی میں وہ تابوت بھی رہتا ہے، جس میں وہ قرآن شریف رکھا ہے، جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتسلیماً کی وفات کے بعد ۱۸ھ میں مقدسہ میں نقل کیا تھا۔ اہل مکہ جب کسی قحط یا سختی میں مبتلا ہوتے ہیں، تو اس مصحف کو نکال لیتے ہیں، اور کعبہ کا دروازہ کھول کر آستانہ مبارک پر رکھ دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ مقام ابراہیم علیہ السلام پر بھی لاکر رکھتے ہیں، اور سب لوگ برہنہ سر جمع ہو کر نہایت تضرع کے ساتھ مصحف کریم اور مقام کے توسل کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ وہاں اپنے لطف و کرم سے ڈھانپ لیتا ہے۔

---

[1] اسماعیلیوں کا ایک گروہ قرامطہ کے نام سے مشہور ہے، حسن بن صباح وغیرہ اسی میں گذرے ہیں۔ د رئیس احمد جعفری

[2] کعبہ کی تفصیلات جو عام کتب میں ملتی ہیں قلمزد کر دی گئی ہیں، ہر سفرنامہ حج میں ان کا ذکر تفصیل سے ہے۔ د رئیس احمد جعفری

مسجد حرام سے متصل مشاہد کریمہ، اور آثار نادرہ و نقوش ماضیہ

مشاہد کریمہ میں سے جو مسجد الحرام کے قریب ہیں۔ زبیدہ اہلیہ ہارون رشید کا مکان ہے
قبہ ہوئی ہے، پھر خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا دولت خانہ ہے، جو باب النبی صلعم سے
بہت قریب ہے اس گھر میں ایک چھوٹا سا قبہ ہے، جہاں فاطمہ علیہ السلام پیدا ہوئی تھیں
اسی کے قریب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا دولت خانہ ہے۔ اس کے مقابل ایک
دیوار ہے جس میں حجر مبارک ہے، اور اس کا ایک سرا دیوار مذکور سے نکلا ہے۔ لوگ اس
سنگ مبارک کو بوسہ دیتے ہیں۔ مذکور ہے کہ سنگ مذکور نبیؐ پر سلام عرض کرتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن
آپ ابی بکر الصدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئے، وہ موجود نہ تھے، نبیؐ نے پکارا تو سنگ مذکور بایں الفاظ گویا
ہوا۔ اے رسول اللہؐ وہ دولت خانہ پر موجود نہیں ہیں۔ [1]

مکہ کا قبرستان باب معلی کے باہر ہے۔ اس مقام کو حجون کہتے ہیں۔
قبرستان میں بہت سے صحابہ تابعین، علماء، صالحین اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات
ہیں لیکن یہ سارے مشاہد بہت پرانے اور بے نشان بن گئے ہیں، اسلئے اہل مکہ کو انکا پتہ تک نہیں سوا چند مشاہد متبرکہ کے،

مزار ام المومنین خدیجۃ رضی اللہ عنہا

ان میں سے ایک ام المومنین اور وزیرہ سید المرسلین، خدیجہ بنت خویلد ام اولاد نبی صلعم تسلیماً کا
مزار مبارک ہے، اس کے ماسوا ابراہیمؑ اور جدۃ السبطین الکریمین (حضرت حسن و حسین) صلوٰۃ اللہ
وسلام علی النبی صلعم تسلیماً و علیہم اجمعین کے مشاہد متبرکہ ہیں۔
اسی کے قریب خلیفہ امیر المومنین ابی جعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس
رضی اللہ عنہم اجمعین کا مزار ہے۔

جہاں عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش لٹکائی گئی تھی

اس قبرستان میں وہ مقام، جہاں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مصلوب کیا گیا تھا۔ اس

---

[1] یہ سب بالکل ضعیف روایتیں ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

مقام پر ایک مکان بھی بنا ہوا تھا جسے باشندگان طائف نے اس غیرت کیوجہ سے منہدم کر دیا۔ ان کو ان کے حجاج ملعون کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی قبرستان مذکور کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے ہوئے داہنی طرف ایک ویران مسجد ہے کہتے ہیں کہ یہ وہ مسجد ہے کہ جس میں رسول اللہ سے جن نے بیعت کی تھی، اسی قبرستان پر سے ایک راستہ طائف کی طرف دوسرا عراق کی طرف جاتا ہے

ابولہب اور اس کی زوجہ کی قبریں

حجون کے راستے میں ایک مقام پر پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہے جسے راہ گیر پتھروں سے سنگسار کیا کرتے ہیں کہ یہ ابولہب اور اس کی بیوی حمالۃ الحطب کی قبریں ہیں۔

مکہ معظمہ سے قریب جو مقدس پہاڑ ہیں ان کا تذکرہ جبل ابو قبیس

ان پہاڑوں میں ایک جبل ابوقبیس ہے جو مکہ معظمہ حرسہا اللہ کی جہت جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک مسجد، رباط اور عمارت کا نشان ہے، ملک الظاہر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تعمیر بھی کرنا چاہا تھا۔ کوہ مذکور حرم شریف پر آب ریز ہے، جس سے مکہ کا حسن، حرم اور اس کی ہمواری کا جمال اور کعبہ کی زینت دوبالا ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب اللہ برتر نے پہاڑ پیدا کیے تو پہلے کوہ ابو قبیس کو پیدا کیا تھا۔ زمانہ طوفان میں حجر اسود اسی میں امانت رکھا گیا تھا۔ قریش اس پہاڑ کو الامین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس نے حجر الحجر کو جو اس میں امانت رکھا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو دے دیا۔

وہ پہاڑ جہاں معجزہ شق القمر صادر ہوا

یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کا مزار یہیں ہے۔ اس پہاڑ پر وہ مقام متبرک بھی ہے جہاں معجزہ شق القمر کے وقت نبی صلعم قیام پذیر رہے تھے۔

کوہ حرا۔ جہاں آپ عزلت گزیں رہے تھے اور جہاں پہلی وحی آئی تھی

جبل حرا۔ یہ مکہ شرفہا اللہ کے شمال میں تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اس کی چوٹی بہت بلند ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما تھے کہ اس نے

جنبش کی آپؐ نے فرمایا کہ ٹھہر ارہ کیونکہ تجھ پر ایک نبیؐ ایک صدیقؓ اور ایک شہید ہے، اس میں اختلاف ہے کہ اس واقعہ کے دن آپ کی معیت میں کون تھا، ایک روایت تو یہ ہے کہ اصحاب عشرہ مبشرہ آپ کے ہمراہ تھے۔

جبل ثور:۔ جہاں مکہ سے ہجرت کرتے وقت رسول اللہ پناہ گزیں ہوئے

جبل ثور:۔ مکہ سے یمن کے راستہ میں ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے، یہیں وہ غار بھی ہے جہاں آپ مکہ سے ہجرت کر کے نکلے تو پناہ گزیں ہوئے، آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے، خدا کے حکم سے مکڑی نے غار کے دروازہ پر جالا تن دیا، کبوتروں نے اس پر گھونسلہ بنا دیا، اور انڈے دے دیئے، جب مشرکین نشانات پا کے ماہروں کے ساتھ غار مذکور تک پہنچے تو کہنے لگے کہ یہاں تک نشانات ملتے ہیں لیکن دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے کبوتروں نے انڈے دیئے ہوئے ہیں، اس میں کوئی کیونکر داخل ہو سکتا ہے، آخر واپس ہو گئے، لوگ اس غار کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اور اس دروازہ سے تبرکاً داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں جس سے نبیؐ داخل ہوئے تھے، ان میں بعض تو داخل ہو جاتے ہیں، اور بعض نہیں داخل ہو سکتے اور پھنس جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کو بڑی مشکل سے کھینچ کر باہر نکالا جاتا ہے، کچھ لوگ غار کے سامنے ہی تبرکاً نماز پڑھتے ہیں اور اس میں داخل نہیں ہوتے، یہاں کے لوگوں میں مشہور ہے کہ حلالی تو اس غار میں داخل ہو جاتا ہے، لیکن حرامی نہیں داخل ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سے لوگ داخل ہونے کا ارادہ نہیں کرتے کہ اگر اندر نہ جا سکے تو شرمندگی اور رسوائی ہوگی۔ ؎ۡ

مکہ کے دو حاکم بھائی، اور ان کی سرگذشت

میرے ورود مکہ کے زمانے میں یہاں کی امارت دو شرفائے اجل سے متعلق تھی جو آپس میں حقیقی بھائی تھے، ایک کا نام اسد الدین رمیثہ تھا، اور دوسرے کا سیف الدین عطیفہ۔ رمیثہ عمر میں بڑے تھے لیکن دعا میں پہلے عطیفہ کا نام اس کے عادل ہونے کی وجہ سے لیا جاتا تھا، رمیثہ کے بیٹے ہیں احمد اور عجلان جو فی الحال امیر مکہ ہیں، نیز نقیبہ استد اور ام قاسم بھی، اور عطیفہ کی اولاد

؎ۡ یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں جنہیں کوئی پایہ استناد حاصل نہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

لیکن جہاں تک ہو سکے گا، خوشبو ضرور خریدیں گی، ہر شب جمعہ کو خانہ کعبہ طواف کے لئے جاتی ہیں، اس وقت ان کے جسم پر نہایت اچھی پوشاک ہوتی ہے، اور تمام حرم ان کی خوشبو سے مہکنے لگتا ہے، اگر ایک عورت بھی طواف کے لئے آتی ہے، اور طواف کر کے چلی جاتی ہے، تو اس کے جانے کے بعد بہت دیر تک وہاں خوشبو بسی رہتی ہے،

مکہ کے قاضی، خطیب، امام الموسم، اور علماء و صلحاء کا ذکر جمیل

مکہ کے قاضی العالم الصالح العابد نجم الدین محمد بن الامام العالم محی الدین الطبری ہیں، بہت صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ مجاورین کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں، کعبہ شریف کا بہت طواف کرتے، اور اکثر حاضر باش رہنے والے ہیں، مواسم معظمہ میں لوگوں کو بہت کھانا کھلایا کرتے ہیں، اور خاص کر رسول اللہ کی ولادت باسعادت کے دن تو دستر خوان نہایت وسیع ہوتا ہے، تمام شرفاء مکہ یہاں کے تمام اکابر کے خادم اور کل مجاورین کی نہایت دھوم دھام سے دعوت ہوتی ہے۔ سلطان المصر الملک الناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا ہے، اس کے امراء کے کل صدقات آپ ہی کے توسط سے جاری ہوتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے شہاب الدین فاضل ہیں، جو اب مکہ کے عہدۂ قضاء پر متمکن ہیں۔

مکہ کے خطیب مقام ابراہیم علیہ السلام کے امام نہایت فصیح و بلیغ اور یکتائے زمانہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی بہاؤالدین الطبری ہے، آپ ان خطیبوں میں سے ہیں، کہ معمورۂ عالم میں ان کی مثال بلاغت اور حسن بیان میں نہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ ہر جمعہ کو ایک نیا خطبہ لکھتے ہیں اور پھر اسے کبھی نہیں پڑھتے۔

حرم شریف میں امام الموسم اور امام المالکیہ شیخ الفقیہ العالم الصالح الخاشع الشہیر ابو عبداللہ محمد بن الفقیہ الامام الصالح الورع ابی زید عبدالرحمٰن المشتہر بخلیل ہیں۔ آپ دراصل افریقیہ میں بلاد الجرید کے رہنے والوں میں سے ہیں، آپ قبیلہ بنی حیون کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کی اور آپ کے والد کی ولادت مکہ میں ہوئی، کبار مکہ میں یہ فرد فرید ہیں، آپ تمام گروہوں کے متفقہ طور پر قطب ہیں، باوجود اس کے جمیع اوقات میں عبادت میں مستغرق رہتے۔ باحیاء، کریم النفس، با اخلاق اور مہربان شخصیت رکھتے ہیں، کسی سائل کو آپ نے محروم واپس نہیں کیا۔

میں جن زمانہ میں مکہ کے مدرسہ مظفریہ میں سکونت پذیر تھا تو خواب میں رسول اللہ صلعم کی زیارت

محمد۔ مبارک اور مسعود۔ ان بڑے بھائی کا دولت خانہ المروہ کی داہنی طرف ہے، اور چھوٹے بھائی رمیثہ کا مکان رباط الشرابی ہیں باب نبی شبیہ کے پاس ہے، ان دونوں بھائیوں کے دروازوں پر روزانہ مغرب کے وقت نقارہ بجتا ہے،

اہل مکہ کے افعال جمیلہ، مکارم تامہ، اور اخلاق حسنہ کی تفصیل

اہل مکہ، افعال جمیلہ، مکارم تامہ، اور اخلاق حسنہ کے مالک ہیں، ضعفا، اور درماندہ لوگوں، ہمسایوں اور غربا کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کے مکارم میں یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی ولیمہ کرتا ہے تو پہلے مساکین وغیرہ کو نہایت مہربانی، رفق اور حسن خلق سے دعوت دیتا ہے، پھر بڑی خاطر تواضع سے انہیں کھانا کھلاتا ہے، اکثر فقراء کا وہیں اجتماع کرتا ہے۔ جہاں لوگوں کا مطبخ ہوتا ہے، جہاں کسی نے اپنے لئے روٹی پکوائی اور مکان لے چلا یہ مساکین ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ حصہ رسد دے دیتا ہے، کسی کو محروم نہیں واپس کرتا۔ اگر اس کے پاس ایک ہی روٹی ہے، تو اس میں سے تہائی یا نصف نہایت خوشی کے ساتھ خیرات کر دیتا ہے، پیشانی پر بل نہیں آتا۔

ان کے افعال حسنہ میں سے یہ بھی شامل ہے کہ چھوٹے یتیم بچے بازاروں میں آ بیٹھتے ہیں ہر ایک کے پاس بڑی اور چھوٹی ٹوکریاں ہوتی ہیں۔ لوگ بازار میں سودا لینے آتے ہیں۔ غلہ گوشت سبزی خریدتے ہیں، اور اس لڑکے کو دے دیتے ہیں، ایک ٹوکری میں غلہ بھر لیتا ہے، اور گوشت سبزی دوسرے میں رکھ لیتا ہے، اور خریدار کے گھر پہنچا دیتا ہے، اور خریدار طواف کرنے یا کسی دوسرے کام سے چلا جاتا ہے، آج تک ان لڑکوں کی خیانت کا کوئی واقعہ نہیں سنا گیا۔ بلکہ جو جنس جس طریقہ پر دی جاتی ہے، پوری کی پوری پہنچا دیتا ہے، اس کے لئے ایک معین اجرت مقرر ہے۔

اہل مکہ نہایت خوش پوشاک ہوتے ہیں، اور اکثر سفید لباس پہنتے ہیں، خوشبو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ سرمہ بہت لگاتے ہیں۔ اور مسواک بکثرت کرتے ہیں، جو سبز اراک (پیلو) کی جڑ کی ہوتی ہے۔

مکہ کی عورتیں بڑی خوبصورت اور نہایت حسین وجمال والی صلاح وعفت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں۔ خوشبو کا بکثرت استعمال کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ چاہے گھر میں کھانے کو نہ ہو

سے مشرف ہوا۔ آپ مدرسۂ مذکور کی ایک مجلس تدریس میں اس کھڑکی کے پاس تشریف فرماتے جہاں سے کعبہ شریفہ نظر آتا تھا، اور لوگ آپ سے بیعت کررہے تھے، میں نے شیخ عبداللہ کو دیکھا کہ آئے اور آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، اور اپنے ہاتھ کو رسول اللہؐ کے دست مبارک میں دے دیا، اور فرمایا: میں آپ سے اس اس عہد پر بیعت کرتا ہوں، اور منجملہ بہت سی چیزوں کے یہ بھی تھی کہ اپنے گھر سے کسی مسکین کو محروم نہ پھیروں گا، یہ آپ کا آخر عہد تھا، میں انکے اس عہد پر متعجب تھا، کیونکہ مکہ یمن زیالع عراق عجم اور مصر و شام میں فقرا کی بڑی کثرت ہے، اس وقت آپ ایک چھوٹا سا جبہ جسے القفطان کہتے ہیں پہنے ہوئے تھے،[1] نماز صبح کے بعد میں نے اپنا خواب بیان کیا، سن کر بہت خوش ہوئے، اور روئے اور فرمایا کہ وہ جبہ صالحین میں سے کسی صالح نے میرے دادا کو بدیۃً عطا کیا تھا، کبھی کبھی میں بھی تبرکاً پہن لیا کرتا ہوں۔ اس خواب کے بعد میں نے کبھی آپ کے پاس سے کسی سائل کو محروم ہوئے نہیں دیکھا، آپ نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا، کہ روٹیاں اور کھانا پکاکر روزانہ مخاطر عصر کے بعد ان کے پاس لایا کرو، اہل مکہ روزانہ نماز عصر کے بعد دن میں صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھایا کرتے اور اسی پر دوسرے دن کی نماز عصر کے وقت تک اکتفا کیا کرتے ہیں۔ دن میں کسی کو بھوک لگتی ہے، تو خرما کھالیتا ہے، اسی وجہ سے تندرستی اچھی رہتی ہے اور مرض اور کسل میں کم مبتلا ہوتے ہیں۔

الشیخ خلیل کو القاضی نجم الدین الطبری کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ ان کی طلاق میں کچھ شک واقع ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے مفارقت اختیار کر لی تھی۔ اور پھر بعد میں الفقیہ شہاب الدین النویری سے جو کبار مجاورین میں سے صعید مصر کے رہنے والے تھے، شادی کر دی۔ ان کی زوجیت میں کئی سال رہیں، اور ان کے ساتھ مدینہ بھی گئیں ساتھ ان کے بھائی شہاب الدین بھی تھے لیکن طلاق میں حانث ہوتے اور اس کے حق میں بخیل ہونے کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر الفقیہ خلیل نے کئی سال کے بعد طلاق سے پھر رجوع کر لیا۔

مکہ کے مشاہیر میں سے امام الشافعیہ شہاب الدین البرہان ہیں۔

نیز امام الحنفیہ شہاب الدین احمد بن علی مکہ کے کبار ائمہ اور فضلا میں سے ہیں۔ مجاورین اور مسافرین کو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔ مکہ کے معزز ترین فقہا میں ہیں۔ اور ہر سال چالیس پچاس ہزار درہم خیرات کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرضدار بھی ہو جایا کرتے تھے، اللہ قرضہ کی ادائیگی کی سبیل بھی کر دیا کرتا تھا

---

[1] اصل عبارت یہ ہے:۔ جبّۃ بیضاء قصیرۃ من ثیاب القطن المدعوۃ بالقطفان۔

ترک امراء آپ کی بہت عظمت کیا کرتے، اور آپ کے ساتھ حسن ظن رکھا کرتے تھے کیونکہ
ان کے امام تھے۔
نیز امام الحنابلہ المحدث الفاضل محمد بن عثمان تھے، آپ بغدادی الاصل اور مکی المولد ہیں۔ قاضی نجم الدین کے نائب اور تقی الدین المصری کے قتل کے بعد عہدہ محتسب پر بھی مامور رہے لوگ آپ کی سطوت سے بہت ڈرتے تھے۔

مکہ معظمہ کے مجاورین ان کے عادات و خصائل، اور اطوار و شمائل

مجاورین مکہ میں سے الامام الصالح الصوفی المحقق العابد عفیف الدین عبداللہ بن اسعد الیمنی ثم الشافعی بیاربا فعی ہیں۔ آپ کا شبانہ روز طواف ہی میں گذرتا تھا، جب نیند آنے لگتی سر کے نیچے پتھر رکھ کر کچھ دیر آرام کر لیتے۔ پھر تازہ وضو کر کے اس طرح طواف میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ صبح کی نماز میں شرکت فرماتے آپ کی شادی الفقیہ العابد شہاب الدین بن البرہان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس وقت آپ بہت صغیر سن تھیں۔ اور ہمیشہ آپ کے بارے میں بے توجہی کی شکایت اپنے والد سے کرتی رہتی تھیں۔ اور آپ کے والد آپ کو صبر کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ اس صورت سے کئی سال گذر گئے۔ آخر کار انہوں نے طلاق لے لی۔

ایک اور الصالح العابد نجم الدین الاصفونی ہیں۔ آپ بلاد الصعید میں خدمت قضا پر مامور تھے۔ پھر مجاورت اختیار کر لی۔ روزانہ التنعیم سے عمرہ کیا کرتے۔ اور رمضان میں دن میں دو مرتبہ عمرہ کیا کرتے، کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

پھر الشیخ الصالح برہان الدین العجمی الواعظ ہیں، آپ کے لئے کعبہ کے روبرو کرسی رکھی جاتی اس پر بیٹھ کر وعظ کہتے۔ جس کا مجمع کے قلوب پر بہت اثر ہوتا۔

پھر الفقیہ الصالح الزاہد ابوالحسن علی بن رزق اللہ الانجری ہیں، آپ طنجہ کے کبار صالحین میں سے ہیں کئی سال مکہ میں مجاورت کی اور یہیں وفات پائی۔ آپ میں اور میرے والد میں پرانی دوستی تھی۔ حتّٰی کہ آپ ہمارے شہر طنجہ میں جب تشریف لاتے تو ہمارے یہاں اترتے۔ آپ کا مدرسہ مظفریہ میں بھی ایک مکان تھا۔ وہاں درس دیتے، اور شب کو اپنے مسکن میں جو رباط ربیع میں تھا تشریف لے آتے۔ رباط مکہ کی تمام رباطوں میں اچھی ہے۔ اس کے اندر شیریں پانی کا ایسا

کنواں ہے، کہ مکہ میں ویسا کوئی کنواں نہیں۔ اس کے رہنے والے تمام صالح لوگ ہیں، دیار حجا[ز کے]
باشندے اس رباط کی بہت تعظیم کرتے اور اس کیلئے نذریں مانتے ہیں، اور طائف کے ا[ہل]
اس کیلئے پھل وغیرہ بھیجا کرتے ہیں۔ باشندگان طائف کے یہاں یہ رسم بھی ہے کہ جس شخص کا کھج[ور]
شفتالو، اور انجیر کا باغ ہے، اسکی پیداوار کا دسواں حصہ اس رباط کے لئے نکال لیتا ہے [اور]
اونٹوں پر لاد کر یہاں پہنچا دیتا ہے۔ طائف اور مکہ کے مابین دو دن کی مسافت ہے جو ا[یسا]
ایفا نہیں کرتا۔ اگلے سال اس کے باغ کی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔

تغلق کی عربوں سے بے پناہ عقیدت، ایک عرب سے اپنی بہن کی شادی کر د[ی]

شیخ سعید رباط ربیع کے شیخ تھے۔ جی چاہا ہندوستان کے شہنشاہ کی خدمت میں باریاب [ہوں]
چنانچہ محمد شاہ تغلق[1] کے پاس تشریف لائے، اس نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور دولت فراواں عطا کی کر یہ مال [لے]
لے کر واپس مکہ آئے تو امیر عطیفہ نے انہیں قید کر دیا، اور حکم دیا کہ جو دولت تم بادشاہ کے پاس سے لا[ئے]
ہو۔ مجھے دیدو، آپ نے انکار کر دیا، اس پر اس نے آپ کے پاؤں کس کر بہت اذیت دی، آ[خر]
آپ نے پچیس ہزار نقرئی درہم امیر کو دیئے، پھر ہندواپس چلے آئے۔ میں آپ [سے]
ہندوستان میں ملا ہوں۔

الامیر سیف الدین غدا ابن ہبتہ اللہ بن عیسیٰ بن مہنی امیر عرب الشام کے دولت کدہ [پر]
شیخ سعید مقیم ہوئے، جن سے تغلق نے بہن کی شادی کر دی تھی[2] آگے ان کا ذکر آئے گا، پھر شاہ [ہند]
نے الشیخ سعید کو تمام مال جو آپ سے الامیر عطیفہ والی مکہ نے لے لیا تھا عطا فرما دیا، پھر یہ وشل کے سا[تھ]
جو امیر کے آدمیوں میں سے تھا، روانہ ہوئے، امیر نے وشل کو کچھ آدمی لانے کے لئے بھیجا تھا، اور ا[ن]
کے ساتھ بہت سامان اور تحفے بھی تھے، ان میں وہ خلعت بھی تھی، جو ملک ہند نے اپنی [بہن]
کو شب زفاف میں پہنائی تھی، خلعت نیلے ریشم کی تھی، جس پر سنہرا کام بنا ہوا تھا، او[ر]

---

[1] ہندوستان کا جیالا من موجی، اور نہایت بہادر شہنشاہ جس کی رواداری ضرب المثل ہے، اور عدل و انصاف کی دھوم ہے
اور جس کے نظم مملکت کو اب بھی دلیل راہ سمجھا جاتا ہے، (رئیس احمد جعفری)

[2] اس سے تغلق کی مذہبیت ظاہر ہوتی ہے کہ عربوں کا اس درجہ احترام کرتا تھا، کہ ایک معمولی عرب سے اپنی بہن بیاہ دی
جس کی شادی کسی بڑے بادشاہ سے ہو سکتی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

جواہرات جڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جواہرات کی کثرت کی وجہ سے اس کا رنگ نہ نظر آتا تھا، اور وشل کو پچاس ہزار درہم بھی نفیس گھوڑے خریدنے کے لئے دیئے تھے۔

الغرض الشیخ سعید وشل کے ساتھ روانہ ہوئے، اور ان دونوں نے متفقہ طور پر جو مال ان دو حضرات کے پاس تھا۔ اس کا تجارتی مال خریدا۔ جب یہ دونوں جزیرہ سقطر پہونچے، تو ان پر بحری قزاقوں نے ڈاکہ مارا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا، اور دونوں جانب کے بہت سے آدمی کام آئے، چونکہ وشل تیر انداز تھے، اس لئے بہت سے ڈاکو قتل ہوئے۔ پھر ڈاکو ان پر غالب آگئے، اور وشل کو ایسا کاری طور پر زخمی کیا کہ جانبر نہ ہو سکے۔ جو کچھ پاس تھا سب چھین لیا، صرف سواری مع اس کے آلات اور زادِ راہ کے چھوڑ دی، آخر کار سب عدن پہونچے اور یہیں وشل نے انتقال کیا۔

ان قزاقوں کا یہ اصول ہے کہ جب تک دوسرا ان پر قاتلانہ حملہ نہ کرے، نہ یہ کسی کو قتل کرتے ہیں اور نہ اسے غرق کرتے ہیں، بلکہ صرف مال لے کر اسے مع اس کی سواری کے چھوڑ دیتے ہیں، اور غلاموں پر بھی ہاتھ نہیں ڈالتے، کیونکہ یہ بھی ان کی جنس میں سے ہوتے ہیں۔

خلیفۂ عباسی سے شہنشاہ ہند[1] تغلق کی عقیدت و محبت کی کیفیت

الحاج سعید نے بادشاہ سے یہ بھی سنا تھا کہ اس کا ارادہ ہے کہ اپنے شہر میں دعوت عباسیہ کا اظہار کرے جیسا کہ اس سے قبل شاہان ہند مثلاً سلطان شمش الدین[2] للمش[3]۔ اس کے بیٹے ناصر الدین سلطان علاء الدین فیروز شاہ[4] اور سلطان غیاث الدین بلبن[5] نے کیا تھا۔ اور بغداد سے ان کے پاس خلعتیں آئی تھیں، جب وشل نے انتقال کیا تو سعید مصر میں الخلیفہ ابی العباس بن الخلیفہ ابی الربیع سلیمن العباسی[6]

---

[1] تغلق کی انتہائی مذہبیت کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے، ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] بادشاہ ہند۔

[3] التمش

[4] عادل حکمران نہایت عابد و زاہد۔ (رئیس احمد جعفری)

[5] بہت اچھا فرماں روا تھا۔

[6] خلافت عباسیہ بغداد کی تباہی کے بعد مصر میں پناہ گزیں تھی، جس کے پاس نہ فوج تھی، نہ خزانہ لیکن تغلق کی عقیدت غیر متزلزل تھی۔

(رئیس احمد جعفری)

کے پاس تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے اپنے دست خاص سے بلاد ہند میں شیخ کو
نیابت کا پروانہ لکھا۔ شیخ سعید نے خط لیا۔ اور یمن تشریف لے گئے، وہاں جا کر
خلعتیں خریدیں اور جہاز پر سوار ہو کر ہند روانہ ہوئے۔ جب کھنبایت[1] پہونچے
دار السلطنت دہلی سے چالیس منزل کی مسافت پر ہے، تو وہاں کے خبر رساں نے بادشاہ
دربار میں سعید کی تشریف آوری کی اطلاع بھیجی، اور یہ بھی تحریر کیا کہ ان کے پاس خلیفہ
چنانچہ بادشاہ ہند تغلق کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ ان کو احترام کے ساتھ دربار میں روانہ کرو۔ جب
دار السلطنت کے قریب پہونچے تو امراء، قضاۃ اور فقہا کو آپ کی پیشوائی کے لئے بھیجا، پھر بادشاہ بہ
نفیس پیشوائی کے لئے تشریف لے گئے، چنانچہ جا کر الشیخ کا استقبال اور ان سے معانقہ کیا
نے جو پروانہ لائے تھے، پیش کیا شاہ نے اسے بوسہ دیا، اور اپنے سر پر رکھا۔ اور جس صندوق میں خلعتیں
رکھی تھیں، انہیں میں رکھ دیا، اور صندوق کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کئی قدم چلے، ان خلعتوں میں سے
ایک خلعت نکال کر زیب تن کی۔ اور دوسری خلعت امیر غیاث الدین محمد بن عبد القادر بن یوسف
بن عبد العزیز الخلیفہ المستنصر العباسی[2] کو پہنائی، جو بادشاہ ہند کے پاس مقیم تھا۔ ان کا عنقریب
ذکر آئے گا۔ تیسری خلعت میر قبولہ المقلب بالملک الکبیر کو پہنائی۔ یہ بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہو کر
چنور ہلایا کرتا تھا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا تو الشیخ سعید اور آپ کے ہمراہیوں کو خلعتیں پہنائی گئیں
آپ کو ہاتھی پر سوار کرا دیا، اور اسی طرح شہر میں داخل کیا۔ سلطان گھوڑے پر سوار آپ کے آگے تھا
آپ کے دائیں اور بائیں دو امراء تھے، جنہوں نے عباسیہ خلعتیں پہنی تھیں۔ طرح طرح سے شہر
سجایا گیا تھا۔ لکڑی کے گیارہ قبے بنائے گئے تھے۔ ان میں ہر قبہ چار منزلوں کا تھا۔ ہر منزل
پر گویئے مرد اور عورتیں، اور رقاصائیں تھیں۔ یہ سب بادشاہ کے ملازم تھے، اور قبہ زردوزی
کے کپڑوں سے اوپر سے نیچے تک اور اندر سے باہر تک سجا ہوا تھا۔ ہر قبہ میں بھینسوں کے
چمڑے کے تین تین حوض بنے ہوئے تھے، جن میں عرق گلاب ملا ہوا پانی بھرا ہوا تھا۔ ...

---

[1] بمبئی کے قریب ایک ساحلی ریاست جس کا فرمانروا مسلمان تھا۔ در جسے اب حکومت ہند نے ختم کر دیا
(رئیس احمد جعفری)

[2] اسے تغلق نے شاہانہ خدم وحشم کے ساتھ مدت مدید تک اپنا مہمان رکھا۔ محض اس لئے کہ خاندان
خلافت سے اسے نسبت ہے۔
(رئیس احمد جعفری)

جانے والے کو اجازت تھی کہ بلاروک ٹوک پیے اور جوان ہیں سے بیتا تھا۔ اسے نہایت اعلیٰ مصالحہ دار بندرہ گلوریاں ملتی تھیں، ان کے کھانے سے چہرہ پر تازگی اور ہونٹوں میں سُرخی پیدا ہوتی تھی، اور معفرانیت و نابود ہوجاتا تھا۔ اور جو کھانا کھایا ہوتا تھا۔ ہضم ہوجاتا تھا۔

مکہ معظمہ کے ایک فریبی مجاور کی شہنشاہ کے دربار میں منزلت و اکرام

جب الشیخ سعید ہاتھی پر سوار ہوتے تو ریشمی کپڑے شہر کے دروازہ سے لے کر محل سلطان تک بچھائے جاتے تھے، شیخ جس مکان میں اتارے گئے تھے، وہ بادشاہ کے رہنے کے محل سے بہت قریب تھا۔ شیخ کے لئے بادشاہ بہت سامان بھجوایا کرتا۔ اور وہ تمام کپڑے جو قبوں میں لگائے اور بچھائے جاتے تھے، اہل عرب اور اہل صناعات اور خدام احواض وغیرہ لے لیتے، وہ سلطان کے توشہ خانے میں واپس نہ جاتے، یہی اسوقت بھی ہوتا تھا جب بادشاہ سفر سے تشریف لایا کرتے تھے،

خلیفہ کے دربار میں تغلق کا قاصد اور گراں بہا تحفے

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ خلیفہ کا فرمان ہر جمعہ کو دونوں خطبوں کے مابین پڑھا جایا کرے، شیخ سعید کا ایک ماہ قیام رہا۔ پھر بادشاہ نے ان کے ہاتھ خلیفہ کو تحفے بھیجے، جب آپ کھنبایت تک پہنچے تو وہاں کچھ قیام کیا۔ یہاں تک کہ دریائی سفر کا سامان تیار ہوگیا۔

تغلق نے اپنے یہاں سے بھی ایک قاصد خلیفہ کے پاس بھیجا تھا، یہ شیوخ صوفیہ میں سے الشیخ رجب برقعی باشندہ شہر قرم تھے، جو صحرا قبجق میں سے ہے، اور آپ کے ہاتھ خلیفہ کے لئے بہت سے ہدیے بھی بھیجے تھے، جن میں سے ایک سنگ یاقوت تھا۔ اس کی پچاس ہزار دینار قیمت تھی، اور بایں مضمون ایک تحریر بھیجی تھی کہ اپنی طرف سے بلاد ہند اور سندھ میں کوئی نائب مقرر کرکے بھیج دیجئے یا آپ کے سوا کوئی ایسا شخص بھیج دیجئے، جو اس منصب کا حامل ہو، مقصود یہ تھا کہ خلافت کے معاملے کی بابت اعتقاد اور نیک نیت ہے [1]

شیخ رجب کا ایک بھائی دیار مصر میں تھا، جسے الامیر سیف الدین الکاشف کہتے تھے۔ جب

---

[1] یہ حسن اعتقاد کی انتہا ہے، ورنہ وہ خلیفہ جو خود بے بس تھا۔ اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا؟ اور نہ وہ خود ہی ہندوستان کما بنا اقتدار وسیع کرنے کا متمنی تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

جب رجب خلیفہ کے پاس پہنچا تو اس نے شاہ ہند کی تحریر پڑھنے کی اجازت دی، نز بلاد
کئے۔ اور یہ شرط کی کہ الملک الصالح اسمٰعیل بن الملک الناصر کی موجودگی میں یہ ساری باتیں عمل میں لائی جا
اس پر سیف الدین علی نے اپنے بھائی رجب سے کہا کہ یہ پتھر بیچ دیجئے۔ انہوں نے فروخت کر
اور اس کی قیمت تین لاکھ درہم ملی، جس سے چار پتھر اور خرید لئے، اور ملک الناصر کے حضور میں حا
بادشاہ ہند کی تحریر اور اُن پتھروں میں سے ایک پتھر پیش کیا، اور باقی پتھر الملک کے امراء کو دیدیئے
سب کا اس امر پر اتفاق ہوا۔ کہ الملک ہند کو پروانہ نیابت دے دیا جائے، خلیفہ کے حضور میں گواہ پیش
کئے، اور اس نے بہ نفس نفیس اس امر کو موکد کیا کہ میں نے اپنی طرف سے بلاد ہند پر اسے مقرر کر دیا ہے
اور ملک الصالح مذکور نے اپنے دربار کے ایک قاصد یعنی مصر کے شیخ الشیوخ رکن الدین العجمی اور
آپ کی معیت میں شیخ رجب اور صوفیہ میں سے ایک جماعت کو بھیج دیا، اور بحر فارس میں الجر سے
ہرمز تک سفر کرتے رہے، اس زمانہ میں یہاں کا بادشاہ قطب الدین تمتمن طوران شاہ تھا۔ اس
نے ان کا بہت اعزاز کیا۔ اور سفر ہند کا بندوبست کر دیا چنانچہ یہ شہر کھنبایت پہنچ گئے، اس زمانہ
میں شیخ سعید یہیں تھے، اور یہاں کا امیر مقبول التلنکی بادشاہ ہند کے خواص میں سے تھا، شیخ رجب
اس امیر سے ملے، اور اس کے گوش گذار کیا کہ شیخ سعید نے آپ کو دھوکا دیا، اور جو خلعتیں اس نے
پیش کی تھیں، وہ عدن کی خریدی ہوئی تھیں، اس لئے مناسب ہے کہ اسے گرفتار کر کے خوند عالم کے
پاس یعنی سلطان کے پاس بھیج دو۔ اس پر امیر نے کہا کہ بادشاہ کے نزدیک شیخ سعید کی بڑی عظمت ہے
اس کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں اسے آپ کے ساتھ روانہ کر دوں پھر سلطان
کو اختیار ہے، جیسا مناسب سمجھے کرے، اور یہ سارا حال امیر مذکور نے بادشاہ کو تحریر کر دیا۔ اور اخبار
نویس نے بھی کل کیفیت لکھ بھیجی۔ اس سے بادشاہ کے دل میں بڑا تغیر پیدا ہوا وہ شیخ رجب سے
ناراض ہوا، کیونکہ انہوں نے سارا واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ اب سلطان شیخ سعید کی اور
بھی عظمت کرنے لگا۔ اور رجب کو آنے سے روک دیا، اور شیخ سعید کا اعزاز و اکرام اور زیادہ
کر دیا۔ اور جب شیخ الشیوخ بادشاہ کے حضور میں تشریف لائے، تو بادشاہ نے اُٹھ کر آپ کی تعظیم
کی، اور آپ سے معانقہ کیا، اور جب بھی شیخ الشیوخ تشریف لے جاتے، تو وہ تعظیماً آپ کے
لئے کھڑا ہو جایا کرتا تھا، شیخ سعید ہندوستان میں نہایت عزت و احترام سے رہے، اور میں نے
آپ کو ۷۴۸ھ (مطابق ۱۳۴۷ء) میں یہیں چھوڑا تھا۔

جس زمانہ میں مکہ میں میرا قیام تھا تو وہاں ایک شخص حسن المغربی المجنون تھا۔ اس کی شان

نہایت عجیب تھی۔ اور اس سے عجیب عجیب باتیں سرزد ہُوا کرتی تھیں، یہ اس سے پہلے صحیح العقل اور ولی اللہ تعالےٰ نجم الدین الاصفہانی کا خادم تھا۔

خانہ کعبہ میں شافعی، مالکی، حنبلی، اور حنفی مسلک کے لئے الگ الگ مصلے

باشندگان مکہ کا دستور یہ ہے کہ پہلے امام شافعیہ نماز پڑھتا ہے، اور بادشاہ کی جانب سے یہی مقدم ہے، اس کی نماز مقام ابراہیمؑ کے پیچھے ایک نہایت خوبصورت حطیم یا کٹہرہ میں ہوتی ہے، مکہ کے اکثر لوگ اسی مذہب پر ہیں، کٹہرہ دو جڑی ہوئی سیڑھی کے مشابہ لکڑیاں ہیں، جن کے بین ایک گز کا فاصلہ ہے، اور اسی طرح ان کے مقابل دو لکڑیاں اور ہیں، یہ چاروں لکڑیاں گچکاری کے چار پاؤں پر جمی ہوئی ہیں، سب سے اوپر کی لکڑی پر ایک اور بینڈی لکڑی لگی ہے، اس میں لوہے کے آنکڑے لگے ہیں، جن میں شیشے کی قندیلیں لٹکائی جاتی ہیں، جب امام شافعی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے، تو امام مالکیہ اس محراب میں نماز پڑھتا ہے، جو الرکن الیمانی کے سامنے اس کے مقابل واقع ہے، ——— پھر حنفی امام میزاب کے سامنے اس حطیم کے نیچے نماز پڑھتا ہے، ——— جو اس کے لئے بنا ہے، ان اماموں کے سامنے ان کی محرابوں میں شمع رکھی جاتی ہے، یہ تو ان کی چار نمازوں کی ترتیب تھی، رہی مغرب کی نماز سو یہ ہر امام اپنے مقتدیوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھتا ہے، اس وجہ سے مقتدیوں میں سہو اور تخابط واقع ہو جاتی ہے، یعنی اکثر مالکی شافعی مقتدیوں کے ساتھ رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ [1]

خطیب کے برآمد ہونے کی شان، اس کا باوقار انداز اور عوائد و رسوم

جمعہ کے دن منبر مبارک دیوار کعبہ کے اس حصہ سے ملا کر رکھا جاتا ہے، جو حجر اسود اور رکن عراقی کے درمیان ہے، اور خطیب کا رخ مقام ابراہیم کی طرف ہوتا ہے، جب خطیب نکلتا، اور آگے آتا ہے، تو سیاہ لباس میں ملبوس ہوتا ہے، اور سر پر سیاہ عمامہ ہوتا ہے، اور اس پر ایک سیاہ رنگ کا جبہ ہوتا ہے، یہ سارا لباس الملک الناصر کی طرف سے ملتا ہے، اس پر نہایت وقار

---

[1] سلطان ابن سعود کے زمانہ سے یہ رسم ختم ہوگئی ہے، اب ایک ہی مصلا ہے، اور ایک ہی امام (حنبلی) نماز پڑھاتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

اور متانت طاری ہوتی ہے اور نہایت آہستہ آہستہ دو سیاہ جھنڈیوں کے درمیان چلتا ہے
مؤذنوں میں سے دو آدمی لئے ہوتے۔ اس کے آگے ایک مؤدب چلتا ہے، جس کے ہاتھ میں
ہوتا ہے، جس کے ایک سرے پر باریک، بنا ہوا چمڑا لگا ہوتا ہے، اسے یہ جھٹکا
جس سے آواز بلند ہوتی ہے، جو حرم کے اندر اور باہر سب کو سنائی دیتی ہے، تاکہ لوگوں کو
کے نکلنے کا علم ہو جائے، مؤدب کا برابر یہ فعل جاری رہتا ہے، حتیٰ کہ امام منبر کے قریب پہنچ
ہے، پہلے حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتا ہے، پھر منبر کی طرف
اور مؤذن الزمزمی جو تمام مؤذنوں کا سردار ہے، سیاہ لباس میں ملبوس اس کے سامنے رہتا
کندھے پر تلوار رکھے ہوتا ہے، جس کا قبضہ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اور دونوں جھنڈے
منبر کے دونوں طرف نصب کر دی جاتی ہیں، جب یہ منبر کے درجوں میں سے پہلے
پر چڑھتا ہے تو مؤذن مذکور وہ تلوار اسے دے دیتا ہے، یہ پہلے درجہ پر اس قدر زور سے
نوک مارتا ہے کہ آواز سب کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر دوسرے درجے اور تیسرے
پر اسی طرح ہوتا ہے، جب سب سے بلند درجہ پر پہنچتا ہے تو چوتھی مرتبہ نوک مارتا ہے اور
قبلہ رخ ٹھہر کر آہستہ آہستہ دعا مانگتا ہے، پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے داہنے بائیں سلام
ہے، لوگ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، پھر بیٹھ جاتا ہے، تو سارے مؤذن زمزم کے
کے اوپر ایک ہی وقت میں اذان دیتے ہیں، جب اذان ہو چکتی ہے، تو خطیب خطبہ
ہے، اور اس میں نبی صلعم پر درود کی کثرت کرتا ہے، اور اسی اثنا میں کہتا ہے۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد — خدایا محمدؐ اور آل محمدؐ پر جب تک کوئی طواف کرنے والا
ماطاف بھذا البیت طائف — گھر کا طواف کرتا رہے رحمت بھیجا کر۔

اور اپنی انگلی سے بیت کعبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور

اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد — اے اللہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر اس وقت تک رحمت نازل کر
ما وقف بعرفۃ واقف — جب تک کوئی وقوف کرنے والا عرفات میں وقوف کرے۔

اور خلفائے اربعہ تمام اصحاب آنحضرتؐ کے دونوں چچا۔ آپ کے دونوں نواسوں
ان کی ماں اور ان کی نانی خدیجہ سب پر ترضیہ اور سلام جیسا موقع ہوا کرتا ہے، پھر الملک
پھر السلطان المجاہد نور الدین علی بن ملک المؤید داؤد بن ملک المظفر یوسف بن علی بن رسول
پھر السید بن الشریفین الحسنین ہر دو امیر مکہ سیف الدین عطیفہ کا جو دونوں بھائیوں

ے چھوٹے ہیں، ان کے عدل کی وجہ سے نام مقدم کرتا ہے، پھر اسدالدین رحمیتہ کا نام لیتا
ے یہ دونوں ابی نمی سعد بن علی بن قتادہ کے بیٹے ہیں، ان سب کے لئے دعا کرتا ہے، ایک
رجب سلطان عراق کے لئے بھی دعا کی تھی، لیکن پھر موقوف کردی، جب خطبہ سے فارغ
ہوتا ہے تو نماز پڑھتا ہے، اور بعد فراغ اسی طرح واپس ہوتا ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں
جھنڈیاں ہوتی ہیں، اور ڈنڈا سامنے ہوتا ہے جس سے نماز ہو چکنے کی اطلاع مقصود ہوتی ہے پھر
منبر اپنی جگہ پر مقام کریم سے جاکر رکھ دیا جاتا ہے،

مکہ معظمہ میں ماہ مبارک رمضان کا عقیدت مندانہ استقبال

جب رمضان کا چاند دیکھا جاتا ہے، تو امیر مکہ کے یہاں نقارے اور ڈھونسے بجائے جاتے،
مسجد حرم میں فرش بچھا کر بکثرت شمعیں اور مشعلیں روشن کر کے زیبائش کردی جاتی ہے،
جس سے تمام حرم نور اور جگمگاہٹ کا منظر بن جاتا ہے، تمام امام اپنے مقتدیوں کو لے کر
جدا ہوجاتے ہیں، شافعی، حنفی، حنبلی، زیدی، مالکی کے چار قرا جمع ہوتے ہیں، جو قرات
میں نیابت کرتے ہیں، شمعیں جلائی جاتی ہیں، اور حرم میں کوئی زاویہ اور جانب باقی نہیں رہتی
جس میں کوئی قاری جماعت کے ساتھ نماز میں نہ مشغول ہو، الغرض تمام مسجد قاریوں کی آواز سے
گونج اٹھتی ہے، دل بھر آتے ہیں، حضور قلب حاصل ہوجاتا ہے، اور آنکھوں سے بے اختیار
آنسو جاری ہوجاتے ہیں، ایسے لوگ بھی ہیں، جو منفرد طریقہ پر طواف اور مسجد میں نماز ہی پڑھنے پر
انحصار کرتے ہیں، تمام اماموں میں شافعی امام اس امر میں سعی بلیغ کرتے ہیں، ان کی عادت
یہ ہے کہ جب تراویح ختم کرتے یعنی بیس رکعتیں پڑھ لیتے ہیں، تو ان کا امام اور مقتدی سب کے
سب طواف کرنے لگتے ہیں، جب الاسبوع سے فارغ ہوجاتے ہیں، تو ڈنڈا جھنکارا جاتا ہے، یہ
نماز کی طرف عود کرنے کی علامت ہوتی ہے، پھر دو رکعتیں پڑھ کر السبوع کرتے ہیں، اسیطرح
سے اور بیس رکعتیں ختم کرتے ہیں، پھر شفع اور وتر پڑھتے ہیں، اور واپس ہوجاتے ہیں، اور
اس عادت پر کچھ زیادتی نہیں کرتے۔

جب سحری کا وقت آتا ہے، تو المؤذن الزمزمی سحر کا اس صومعہ میں اہتمام کرتا ہے، جو الحرام
کے الرکن الشرقی میں ہے، کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے، اور سحری کرنے کی یاد دلاتا ہے، اور تاکید
کرتا ہے، اسی طرح تمام صوامع میں مؤذن کرتے ہیں، جب ان میں سے کوئی بولتا ہے، تو اس

کے جواب میں اس کا دوسرا ساتھی بولتا ہے، ہر صومعہ کے اوپر ایک لکڑی نصب
اور اس کے اوپر ایک اور بینڈی لکڑی لگاتے ہیں، اس میں دو بڑی بڑی شیشے کی قند
ہوتی ہیں۔ جب فجر کا وقت قریب ہو جاتا ہے، اور قطع سحر کا اعلان کر دیا جاتا ہے
دیگرے دونوں قندیلیں گرا دی جاتی ہیں، اور موذن اذان دینا شروع کر دیتے ہیں، اور ایک
کا جواب دینے لگتا ہے، مکہ کے مکانات چھت دار ہیں، جن کے مکانات اس قدر دور
اذان نہیں سن سکتے تو وہ قنادیل مذکور کو جب تک نظر آتی رہتی ہیں، دیکھ کر سحری کرتے
ہیں، اور جب نظر آنا بند ہو جاتی ہیں، تو کھانا بند کر دیتے ہیں۔

رمضان کی دس آخر راتوں میں سے ہر طاق رات میں قرآن ختم کرتے ہیں، اس ختم
قاضی فقہا اور بڑے لوگ حاضر رہتے ہیں، اور ان کے ساتھ ختم قرآن کرنیوالا اہل مکہ کے
لوگوں میں سے کسی کا لڑکا ہوتا ہے، جب ختم کر چکتا ہے، تو اس کے لئے منبر ریشم سے
رکھتے ہیں، اور شمعیں جلاتے ہیں، یہ خطبہ پڑھتا ہے، اور جب اس سے فارغ ہوتا ہے
شخص کا باپ اپنے گھر میں لوگوں کو بلا کر لے جاتا ہے، اور انہیں خوب کھانا اور میٹھی چیزیں کھلا
اس طرح تمام طاق راتوں میں عملدرآمد کرتے رہتے ہیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو
ہوتا ہے، جس میں کل راتوں سے زائد اہتمام عمل میں لاتے ہیں، المقام الکریم کے پیچھے
قرآن کا ختم کرتے ہیں، اور حطیم الشافعیہ کے مقابل بڑی بڑی بلیاں کھڑی کرتے ہیں
کا سلسلہ حطیم تک پہونچ جاتا ہے، ان کے درمیان لمبی لمبی لوحیں لٹکاتے ہیں، جن
تین درجے بنائے جاتے ہیں، ان پر شمعیں اور شیشہ کی قندیلیں روشن کرتے ہیں، جن کی
سے آنکھیں چکا چوندھ ہو جاتی ہیں۔ امام آگے بڑھ کر آخری عشا کا فریضہ ادا کرتا ہے، اور
سورۃ القدر پڑھنا شروع کرتا ہے، شب گذشتہ میں جتنے امام ہوتے ہیں، سب کی
قراءت سورۃ القدر تک ہی ہوتی ہے، اس وقت کل امام مقام ابراہیمی میں ختم کیوجہ سے
تراویح نہیں پڑھتے۔ بلکہ اسی جگہ تبرکاً حاضر رہتے ہیں، امام دو سلاموں میں ختم کرتا ہے
کی طرف رخ کر کے خطیب کھڑا ہوتا ہے، جب اس سے فارغ ہو جاتا ہے، تو تمام امام اپنی
کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اور یہ مجمع ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر انتیسویں شب کو المقام المالکی میں بظاہر ایک مختصر سا لیکن باو
اور شاندار مجمع ہوتا ہے، اس میں بھی ختم کرتے ہیں، اور پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

ماہ مبارک شوال کا اہتمام وانصرام باشندگان مکہ کی طرف سے

ماہ شوال کہ حج کے مہینوں کا آغاز ہے، اس کی چاند رات کو مشعلیں جلاتے ہیں، اور دھوم دھام سے چراغاں کیا کرتے ہیں، کل اطراف کے صوامع میں چراغاں کرتے ہیں، اور کل سطح حرم مسجد میں روشنی کرتے ہیں، جوابی قبیس کے اوپر ہے اس شب کو تمام مؤذن اور دوسرے لوگ تہلیل و تکبیر اور تسبیح طواف نماز اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہیں، جب صبح کو نماز سے فارغ ہوتے ہیں، تو عید کے شایان لباس میں ملبوس ہوتے ہیں، اور حرم شریف میں اپنی اپنی جگہ لینے کے لئے سبقت کرتے ہیں، اور وہیں نماز عید پڑھتے ہیں، کیونکہ اس سے افضل اور کوئی مقام نہیں ہے سب سے پہلے صبح کے وقت مسجد شیبی میں پہنچ جاتے ہیں، اور کعبۃ المقدس کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ ان میں سے جو سب سے بڑا ہوتا ہے،

ط تاریخ کا نادر، حیرت انگیز، اور ناقابل فراموش واقعہ، !

آنحضرتؐ کو جب کفار مکہ تکلیف اور اذیت دیتے تھے، ان میں اس خاندان کا سربراہ بھی تھا، وہ بھی دعوت اسلام کا بدترین مخالف، اور داعی اسلام کا بدترین دشمن تھا، یہ خانۂ کعبہ کا کلید بردار بھی تھا۔

ایک دن آنحضرتؐ تشریف لائے، اور آپ نے اس سے کہا ؟

"کعبہ کا دروازہ کھول دو، !"

اس نے انکار کردیا، آپؐ نے فرمایا:۔

"ایک دن یہ کنجی میرے قبضہ میں ہوگی، اور میں جسے چاہوں گا۔ دوں گا۔

اس نے زہر خند کرتے ہوئے کہا۔

"کیا اس دن جوانان عرب مر چکے ہوں گے"، ؟

بات ختم ہوگئی، !

مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر آپؐ نے ہجرت کی، اور مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ پھر وہ دن آیا جب فاتح کی حیثیت سے آپؐ کا گو کعبۂ اجلال مکہ میں داخل ہوا ہے -

فتح مکہ کا دن، !

آپ خانہ کعبہ میں پہنچے، اس وقت کا آنے والا وہ نہیں تھا۔ جو مجبور ہوکر ہجرت کر گیا تھا، اب وہ فاتح تھا، (باقی صـ ۱۸۳ پر

وہ اس کے آستانہ مبارک پر بیٹھ جاتا ہے، اور باقی کل اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر کہ امیر مکہ آتا ہے، اور وہ سب اس سے ملاقات کرتے ہیں، یہ خانہ کعبہ کے سات طواف کرتا ہے، اور المؤذن الزمزمی قبہ زمزم کی چھت پر حسب معمول بلند آواز سے اس کی اور اس کے ... ثنا، اور ان کے لئے دعا کرتا ہے پھر اسی طرح خطیب دو سیاہ جھنڈیوں کے درمیان ... المقام الکریم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، پھر منبر پر چڑھ کر بلیغ خطبہ پڑھتا ہے، جب اس سے فارغ ہو تو ایک دوسرے سے سلام اور مصافحہ اور استغفار کرتا ہے، پھر سب کعبہ کا ارادہ کرتے ہیں، اور جوق در جوق داخل ہوتے ہیں، لبعدازاں باب المعلی کی قبرستان میں تبرکاً کہ صحابہ اور صدر ... وہاں مدفون ہیں، اُن کی زیارت کو جاتے ہیں، اور پھر واپس ہو جاتے ہیں۔

ذی قعدہ کی ستائیسویں تاریخ کو کعبہ شریف کے پردے ڈیڑھ قدادم کے برابر کر دیئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں۔ کہ ان پر کہیں کچھ نہ لے لے، اسے لوگ احرام کعبہ کہتے ہیں، یہ دن حرم شریف میں حاضری کا ہوتا ہے، اس دن کے بعد مدت وقوف عرصہ گذر جانے تک کسی دن کعبہ نہیں کھولا جاتا۔

(لبقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ ۱۸۱ کا) کشورکشا تھا، سارے مکہ کی قسمت اسکے ہاتھ میں تھی، جملہ باشندگان مکہ کی زندگی اور موت کا وہ مالک تھا، شیبی آپؐ کو دیکھتے ہی خانہ کعبہ کی کنجی لینے اندر گیا، بیوی سے نکالنے میں دیر ہوئی تو اس سے الجھ پڑا، آخر کنجی لے کر باہر آیا، اور آپؐ کے سامنے پیش کر دی۔

آپؐ نے فرمایا:۔

الیوم یوم البر والاحسان، ! ــــ "آج نیکی اور حسن سلوک کا دن ہے!!"

پھر ارشاد فرمایا:۔

"یہ کنجی تم اپنے پاس رکھو، اور جو یہ کنجی تم سے یا تمہارے خاندان سے لے گا، وہ ظالم ہوگا!"

وہ دن ہے، اور آج کا دن ملت اسلامیہ میں ایک سے ایک شقی، جابر، سفاک، خون آشام حاکم و فرمانروا آئے، لیکن، ۔

لیکن کلید کعبہ، اب تک اسی خاندان میں ہے، صلے اللہ علیہ وسلم

ـــــــــ (رئیس احمد جعفری)

سلطان مصر کی بیوی لڑکی داماد، ارغون اور مصری قافلہ کا مشاہدہ

پہلے پہل میرا وقفہ پنج شنبہ ۲۶ء ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) کو واقع ہوا تھا۔ اس دن مصری قافلہ کا امیر
ارغون الدوادار جو الملک الناصر کا نائب تھا۔ اسی سال الملک الناصر کی لڑکی نے بھی حج کیا تھا۔
جو ارغون کی بیوی تھی، نیز الملک الناصر کی بیوی نے بھی حج کیا تھا۔ اس کا نام خوندۃ تھا،
یہ السلطان المعظم محمد اندر ملک السدا اور خوارزم کی لڑکی تھی۔ اور اکرب الشامی کا امیر سیف الدین
جوبان تھا۔ جب، عزوب آفتاب ۔۔ واقع ہوا تو ہم عشاء آخرۃ کے قریب مزدلفہ
پہنچے، مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی، یہ سنت رسول اللہ ؐ کے مطابق تھا۔

کسوت[1] کعبہ کی مصر سے آمد اور اسکے چڑھانے کی رسم اور داد و دہش

قربانی کے دن یہ قافلہ کسوت لے کر آتا ہے، یہ پہلے تو اس کی چھت پر رکھا جاتا ہے،
پھر یوم قربانی تیسرے دن شیبیوں میں سے کوئی کعبہ شریف پر لٹکانے کیلئے اسے لیتا ہے،
یہ لباس گہرے سیاہ رنگ کے حریر کا ہوتا ہے، درمیان میں کتان کا بھراؤ ہوتا ہے، اس کی اعلیٰ
طرف میں ایک سفید تحریر پڑھی ہوتی ہے کہ "جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً
الآیۃ (اللہ تعالےٰ نے کعبہ کو بیت الحرام قیام کے لئے بنایا) پھر تمام اطراف میں قرآن
کی سفید کڑھی ہوئی آیتیں ہوتی ہیں سیاہی پر یہ ایسا چمکتا ہے کہ آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، اور
جب پہنا دیا جاتا ہے، تو اس کے دامن لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہنے کیلئے چن دیئے جاتے ہیں،
وہ الملک الناصر ہی ہے، جو ہر سال کعبہ کا کسوت (غلاف) بھیجتا ہے، نیز قاضی، خطیب، ائمہ
مؤذنوں و فراشوں اور منتظموں کے لئے وظائف روانہ کرتا ہے، نیز حرم شریف کی دیگر ضروریات
بھی مثلاً شمع اور زیت سب یہی بھیجتا ہے، [2]
اس زمانہ میں کعبہ روزانہ عراقیوں، خراسانیوں وغیرہ کے لئے جو قافلہ عراقی کیساتھ ہوتے ہیں،

---

[1] یعنی غلاف کعبہ۔
[2] چند سال پہلے تک مصر کی یہ روش قائم رہی، مگر اب کہ حجاز میں پٹرول کا سمندر نکل آیا ہے، اور اس کا میزانیہ کروڑوں سے تجاوز ہے، یہ سارے کام خود حکومت سعودی کرتی ہے،
(رئیس احمد جعفری)

کھولا جاتا ہے، اس عرصہ میں مجاورین وغیرہ پر بہت کچھ صدقات کرتے ہیں، یہ میری بڑ
بات ہے کہ شب کے وقت الحرام میں طواف کرتے وقت مجاوروں یا مکہ والوں میں سے کوئی
جائے، تو اسے چاندی اور پارچے دیتے ہیں۔ اسی طرح زائرین کعبہ کو بھی عطا کرتے ہیں، اور جو
انہیں کوئی سوتا ہوا آدمی مل جاتا ہے، تو اس کے منہ میں سونا، اور چاندی بھر دیتے ہیں
سے وہ بیدار ہو جاتا ہے، جب میں ان کے ساتھ عراق سے ۷۲۶ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) میں
تو انہوں نے یہ کام بہت زیادہ کیا، اور اس قدر صدقہ دیا کہ مکہ میں سونے کا بھاؤ گر گیا، اور
مثقال کی قیمت اٹھارہ نقری درہم تک، بہت زیادہ سونا صدقہ کرنے کے باعث پہنچ گیا
سال السلطان ابی سعید ملک العراق کا منبر اور قبہ زمزم پر نام لیا گیا۔

مکہ سے پھر مدینہ کی طرف کوچ

قافلوں کی روانگی کا منظر عجیب حالات، حیرت انگیز واقعات

شاہ عراق، ابوسعید کے بذل وعطا اور جود وسخا کی نادر اور شاندار کہانی

بیسویں ذی الحجہ ختم کر کے ہیں امیر قافلہ عراق محمد حو یم کے ساتھ جو باشندگان موصل میں سے تھا مکہ سے روانہ ہوا۔ امارۃ الحاج کا عہدہ اسے الشیخ شہاب الدین قلندر کی وفات کے بعد ملا تھا۔ شہاب الدین بہت سخی اور فاضل شخص تھے۔ سلطان ان کی بہت حرمت کیا کرتا تھا طریقہ قلندریہ کے لحاظ سے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں منڈایا کرتے تھے۔ جب میں مکہ سے روانہ ہوا تو آپ نے بغداد تک نصف راحلہ میرے لئے لیا، اور اس کا کرایہ بھی اپنے پاس سے ادا کیا، اور مجھے اپنے پاس اتارا اور طواف الوداع کے بعد بطن مر تک ہم عراقیوں، خراسانیوں، فارسیوں اور عجمیوں کے جم غفیر کیساتھ نکلے یہ لاتعداد لوگوں کا مجمع تھا۔ ان سے زمین موجیں مارتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، اور دل بادل کی طرح چلتے ہوئے نظر آتے تھے، جو شخص قافلہ سے کسی ضرورت کیلئے نکلا، اور اس نے اپنی جگہ کے لئے کوئی علامت نہ مقرر کر لی تو لوگوں کی کثرت کیوجہ سے گم ہو گیا، قافلہ میں مستحق مسافرین کے لئے بہت سے اونٹ تھے، پانی اٹھائے ہوئے زاد صدقہ کے باربردار اور ان لوگوں کیلئے دواؤں اور شربت سے لدے ہوئے جو بیمار ہو جائیں۔

جبکہ یہ قافلہ اترتا تھا۔ تو بڑی بڑی تانبے کی دیگوں میں جنہیں دسوت کہتے ہیں، کھانا پکایا جاتا تھا جن کے ساتھ زاد نہیں تھا، اس قافلہ میں ایک گردہ خالی اونٹوں کا تھا، ان میں سے کسی اونٹ پر اس شخص کو سوار کر دیتے تھے، جو چلنے سے معذور ہوتا تھا۔ یہ سب السلطان ابی سعید کے صدقات اور بخشائشوں میں سے تھا۔

اس قافلہ میں بازار بھی ساتھ تھے، جن میں ہر طرح کی چیزیں، طرح طرح کے کھانے اور پھل پھلاری ملتے تھے، قافلہ رات کے وقت چلتا تھا، قطاروں کے آگے مشعلیں روشن ہوتی تھیں جس سے زمین سرتاپا نور بن جاتی تھی، اور رات دن کا منظر پیش کرتی تھی۔

پھر ہم بطن مر سے روانہ ہو کر مقام عسفان میں داخل ہوئے، پھر یہاں سے روانہ ہو کر مقام خُلیص میں پہونچے۔

پھر برابر چار دن تک چلتے رہے، اور وادی السمک میں آئے۔

بعدازاں پانچ منزلیں طے کر کے بدر میں آئے، یہ کوچ روزانہ دو مرتبہ ہوا کرتے تھے ایک صُبح صبح کے بعد ہوتا تھا۔ اور دوسرا عشا کے بعد

پھر الصفرا میں آئے اور یہاں ایک دن آرام کیا، یہاں سے مدینہ طیبہ تین دن کی مسافت پر ہے۔

یہاں سے چل کر ہم مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے، اور دو مرتبہ زیارت رسول اللہ صلعم سے مشرف ہوئے، مدینہ شریفہ میں ہمارا چھ دن قیام رہا۔ پھر یہاں سے قافلہ کے ساتھ تین دن کی مسافت کا پانی لے کر روانہ ہوئے۔

مشهد علی کی طرف کوچ

اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے دیدار کا شوق!

مدینہ سے روانہ ہو کر تیسرے دن میں وادی العروس میں وارد ہوا، یہاں کی زمین ریتلی ہے، لیکن کھودنے سے پانی نکل آتا ہے اور شیریں ہوتا ہے۔

اس منزل سے آگے بڑھے اور نجد پہنچے۔ یہ حد نظر تک وسیع میدان ہے۔ یہاں کی موج نسیم سے تازگی اور فرحت حاصل کرنے کے بعد ہم نے چار منزلیں طے کیں، اور عسیلہ پہونچے جو پانی کا ایک گھاٹ ہے۔

بعد ازاں ایک اور آب گاہ پہ پہونچے جس کا نام النقرہ ہے، یہاں بڑے بڑے تالابوں کے بہت سے آثار پائے جاتے ہیں، جنہیں اگر بڑی بڑی جھیلوں سے تشبیہ دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

زبیدہ زوجہ خلیفہ ہارون رشید کی انسانیت دوستی کی یادگاریں

اب نقرہ سے رخصت ہونے کے بعد ہمیں ایک اور آب گاہ ملی جسے القارورۃ کہتے ہیں یہاں بڑے بڑے تالاب بنے ہوئے تھے جن میں بارش کا پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ زبیدہ بنت جعفر رحمہا اللہ کے بنوائے ہوئے تھے، اللہ اسے اس کار خیر کی جزائے خیر دے۔ یہ مقام سرزمین نجد کے وسط میں بہت پر فزا، خوشگوار آب و ہوا، نہایت اچھی مٹی، ہر فصل میں معتدل پھر القارورۃ سے روانہ ہو کر ہم الحاجر میں پہنچے، یہاں بھی تالاب بنے ہوئے ہیں، جب کبھی خشک ہو جایا کرتے ہیں، تو گڑھے کھود کر ان میں سے پانی نکالا جاتا ہے، یہاں سے کوچ کر کے ہم سمیرۃ میں آئے، یہ فراخ اور ہموار زمین نشیب میں واقع ہے، اس میں مکان کے مشابہ ایک قلعہ بنا ہوا ہے، جس میں لوگ رہا کرتے ہیں یہاں بہت سے کنویں ہیں جن میں سوتوں سے پانی نکلتا ہے اس سرزمین میں عرب بھیڑ بکریاں گھی اور دودھ لاتے ہیں اور ان چیزوں کو حاجیوں کے ہاتھ کورے کپڑے کے عوض فروخت کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی چیز کے عوض نہیں بیچتے، پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر الجبل المحروق پہونچے

یہ ایک میدان میں واقع ہے، اس کے اوپر بڑے بڑے سوراخ ہیں جن میں سے ہوا نکلا کرتی ہے
پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم وادی الکروش پہنچے، یہاں پانی بالکل نہیں ہے، پھر رات ہی رات
کوچ کرکے صبح ہوتے ہوئے ہم حصن فیدا گئے۔

ایک خطرناک مقام، جہاں عرب گھات میں رہتے، اور چھاپہ مارتے ہیں!

یہ زمین کی فراخی میں ایک بہت بڑا قلعہ ہے، اور اس کے اطراف ایک شہر پناہ بھی ہے جس
میں عربوں کی بود و باش ہے، حاجیوں کے ساتھ فروخت اور تجارت پر زندگی بسر کرتے ہیں، جب
حاجی عراق سے مکہ جانے لگتے ہیں، تو جو سامان ان کے پاس زائد ہوتا ہے، یہیں چھوڑ جاتے ہیں
جب واپس آتے ہیں، تو اپنا سامان لے لیتے ہیں، یہ مکہ سے بغداد کی مسافت کے نصف پر واقع ہے
اور کوفہ یہاں سے بارہ دن کی مسافت پر ہے، یہاں کے ہموار راستہ میں تالاب اور کنویں ہیں
قافلہ کی عادت ہے کہ جب اس مقام میں داخل ہوتا ہے، تو نہایت ہوشیاری اور جنگ جیسی تیاری
کے ساتھ داخل ہوتا ہے تاکہ یہاں عربوں کے گروہ پر خوف طاری رہے، اور یہ لوگ لوٹ
مار کے لئے طمع کے باعث دست درازی نہ کرسکیں۔ یہیں ہماری عرب امیروں سے ملاقات
ہوئی ہے، جن کا نام فیاض اور حیار تھا۔ یہ دونوں امیر مہنی بن عیسٰے کے بیٹے ہیں۔ ان کے
ساتھ بہت سے عربی گھوڑے اور پیادے تھے، جن کی تعداد احاطۂ شمار سے باہر تھی
ان دونوں کی ذات سے حاجیوں اور مسافروں کی حفاظت اور امن کا خود بخود بندوبست ہوگیا
یہاں عرب اونٹ اور بھیڑیں بکثرت لائے ہیں جو لوگ خرید سکتے تھے، انہوں نے خریدے
بھی تھے، اور پھر مقام احفرا آئے یہ مقام جمیل اور ثبینہ[1] دو عاشقوں کے نام کی وجہ سے شہرت
رکھتا ہے، پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم البیداء میں آئے، اور یہاں سے رات ہی رات چل کر
زرود میں وارد ہوئے، یہ زمین کا ایک وسیع ٹکڑا ہے، جس میں روان ریگ تھی۔ اور قلعہ کی
شکل کے چھوٹے چھوٹے گھر بنے تھے، گو یہاں کنویں بکثرت تھے لیکن ان کا پانی شیریں نہ

---

[1] عشاق عرب میں جمیل کا نام غیر فانی حیثیت رکھتا ہے، اسے ایک لڑکی ثبینہ سے عشق تھا، لیکن نہایت صالح قسم کا
اغانی میں خود ثبینہ کی زبانی منقول ہے کہ ہم گھنٹوں اور پہروں سنسان اور تنہا مقامات پر بیٹھے رہتے تھے اور باتیں
کیا کرتے تھے، مگر کیا مجال جو کبھی جمیل نے کبھی کوئی ناشائستہ بات کہی ہو۔

پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم ثعلبیہ میں پہنچے۔

راستہ کی منزلیں، مقامات، لوگوں کے رہن سہن کا اندازہ،

یہاں ایک اجاڑ قلعہ بھی ہے، اور اس کے سامنے ایک بڑا ہولناک تالاب اس میں سیڑھیوں سے اترتے ہیں، اور اس میں اس قدر بارش کا پانی بھرا رہتا ہے، کہ قافلہ کے لئے کافی ووافی ہوتا ہے، اس مقام پر عربوں کا بڑا زبردست اجتماع ہوتا ہے، وہ اونٹ بھیڑیں، گھی اور دودھ بیچتے ہیں۔ اس مقام سے کوفہ تین منزل کی مسافت پر ہے،

پھر ہم برکتہ المرجوم آئے یہ مقام سرراہ واقع ہے، اور یہاں ایک بہت بڑے پتھروں کا ڈھیر ہے، اس کے پاس سے جو گذرتا ہے، اس میں رجم کرتا ہے، کہتے ہیں کہ جسے رجم کرتے ہیں، یہ ایک رافضی[1] تھا، جو حج کرنیکے ارادے سے قافلہ کے ساتھ جارہا تھا، اس کے اور اتراک اہل سنت کے مابین کچھ نزاع پیدا ہوئی، صحابہ کو گالی دے بیٹھا، انہوں نے پتھروں سے مار ڈالا، یہاں عربوں کے بہت سے مکانات ہیں، یہ قافلہ کے لئے دودھ، گھی وغیرہ لایا کرتے ہیں، اور ایک بہت بڑا تالاب بھی ہے، جس کا پانی قافلہ کے لئے کافی ہوتا ہے، اسے زبیدہ رحمتہ اللہ علیہا نے بنوایا تھا، اور مکہ اور بغداد کے مابین راستہ میں جتنے تالاب حوض یا کنویں ہیں وہ سب حاکم وقت کی یادگاریں۔ اللہ اسے جزائے خیر دے، اگر اس راستہ پر اس کی عنایت نہ مبذول ہوتی تو اس پر کوئی نہ چلتا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم مقام مشقوق میں آئے، یہاں بھی دو تالاب تھے، جن میں شیریں پانی بھرا تھا۔ لوگوں کے پاس جو کچھ بھی پانی تھا وہ سب یہاں پھینک دیا، اور نیا پانی بھر لیا، پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم مقام التنانیر پہونچے، یہاں بھی ایک پانی سے بھرا ہوا تالاب تھا، پھر یہاں سے راتوں رات روانہ ہوکر کچھ دن چڑھے مقام زبالہ میں پہونچے یہ ایک آباد گاؤں ہے۔ اور عرب کا ایک محل بنا ہوا ہے، پانی کے لئے دو تالاب اور بکثرت گڑھیاں بنی ہیں، یہ اس راستہ کے آب خوروں میں سے ہیں، پھر روانہ ہوکر ہمارا اور ود الہیثمین میں ہوا۔ یہاں بھی پانی کے لئے دو تالاب بنے ہوئے ہیں۔ پھر یہاں سے کوچ کرکے ہم اس گھاٹی

---

[1] رافضی ۔ مراد شیعہ نہیں ہے، بلکہ انتہاپسند قسم کے تبرے باز ہیں، تاریخوں میں شیعہ انہی لوگوں کو کہتے ہیں۔

کے قریب اترے جو "العقبۃ الشیطان" کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں دوسرے دن
اتفاق ہوا۔ اس راستہ میں ماسوا اس راستے کے کوئی راستہ نہ دشوار گذار تھا اور نہ طول
راستہ کو طے کرکے ہم مقام واقصہ میں اترے اس میں ایک بہت بڑا قصر ہے، اور بہت
پانی کے لئے تالاب بنے ہوئے ہیں، اور آبادی عربوں کی ہے، یہ اس راستہ کا آخری
ہے، اہل کوفہ حاجیوں سے ملتے ہیں، جو آٹا، روٹی، کھجور اور پھل پھلاری لاتے ہیں
میں لوگوں کی نہایت حسن اخلاق سے مزاج پرسی کرتے ہیں، اور دوسرے کو سا
باد دیتے ہیں، پھر مقام مذکور سے روانہ ہوکر ہمارا نزول لورۃ میں ہوا۔ یہاں بھی ایک
بڑا پانی کے لئے تالاب تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم مقام المساجد میں پہنچے، یہاں
تالاب بنے تھے، بعدازاں یہاں سے کوچ کرکے ہم مقام المنارۃ القرون میں پہونچے، یہاں
میں ایک بہت بلند منار بنا ہوا ہے، اور اس پر اس قدر ہرنوں کے سینگ لگے ہوئے
کہ گویا ان کی جھول پڑی ہوئی تھی، ان کے اطراف کوئی عمارت نہ تھی، پھر یہاں سے روانہ
مقام عذیب میں وارد ہوئے، یہ ایک شاداب وادی ہے، اس پر ایک عمارت اور اس کے
سبزہ زار میدان ہے، جس کے دیکھنے سے آنکھوں میں تراوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہاں سے
روانہ ہوکر ہم قادسیہ گئے

سعد ابن وقاص رضؓ کا فتح کیا ہوا شہر قادسیہ

یہ وہ مقام ہے، جہاں کا واقعہ قرس مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں دین اسلام ظاہر کیا
آگ کے پرستار مجوسیوں کو ایسا ذلیل وخوار کیا کہ پھر اس کے بعد ان کی کوئی حکومت نہ رہی
خدائے برتر نے ان کی ساکھ کی بیخ کنی کردی۔ اس زمانہ میں امیر المسلمین سعد بن ابی وقاص رضی
تعالیٰ عنہ تھے، قادسیہ بہت بڑا شہر تھا[1]، جسے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کیا تھا، اب دیکھو
اس کی آبادی ایک بڑے گاؤں جیسی رہ گئی ہے، اس میں کھجوروں کے باغات اور ضرورت کے
نہریں ہیں، پھر ہم روانہ ہوئے اور نجف اشرف آئے

---

[1] اس شہر کی فتح تاریخ اسلام کے تابناک واقعات میں سے ہے۔

نجف اشرف میں ورود

مشہد علی ابن ابی طالب، روضہ مبارک دوسرے مزارات متعلقہ کو آنف

نجف اشرف حضرت علی ابن ابی طالب کا مشہد ہے۔ یہاں ان کا مزار ہے، یہ شہر حد درجہ خوبصورت اور سخت وہموار تختہ زمین پر واقع ہے، عراق کے شہروں میں اس سے بڑھ کر کوئی شہر نہیں یہاں کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے، اور مکانات بھی بہت مستحکم ہیں، اور بازار نہایت خوبصورت اور پاکیزہ ہیں، اس میں ہمارا دخول باب الحضرۃ سے ہوا، پہلے بقالوں کی دکانیں ملیں، پھر طباخوں، پھر نانبائیوں کی پھر پھل پیلاری کا بازار اس کے بعد عطاروں کا بازار ہے، بعدازاں باب الحضرۃ ہے، جہاں لوگوں کا عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام کا مزار ہے، اس کے مقابل مدرسے اور خانقاہیں اور تکیئے آباد ہیں، ان کی عمارات نہایت اچھی ہیں، اور احاطہ کی دیواریں قاشانی ہیں، جو ہمارے ملک کے زیج کے مشابہ ہیں، لیکن اس کا رنگ زیادہ چمکدار اور نقش بہتر ہیں۔

حضرت علی کے مزار مبارک اور دوسری قبروں کا تذکرہ

ہم باب الحضرۃ سے مدرسہ عظیمہ میں داخل ہوئے، اس بڑے مدرسہ میں شیعہ مذہب کے طلبا اور صوفیہ رہتے ہیں، اور ہر آنے والے کو تین دن تک روٹی، گوشت اور کھجوریں ملتی ہیں، اس مدرسہ سے باب القبہ میں دخول ہوتا ہے، یہاں دروازہ پر حاجب۔ نقیب اور خواجہ سرا ہوتے ہیں، جب کوئی زائر آتا ہے، تو ان میں سے ایک کھڑا ہو جاتا ہے، یا اگر کئی زائر ہوں تو سب کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر زائرین مذکور آستانہ پر ٹھہر کر ان سے بایں الفاظ اذن لیتے ہیں کہ اے امیر المومنین

یہ ضعیف بندہ آپ کے حکم سے روضہ عالیہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہتا ہے، اگر آپ جائز سمجھیں تو داخل ہوکر زیارت والا سے مشرف ہو، ورنہ واپس چلا جائے، گو یہ گنہگار اس لائق نہیں ہے، آپ اہل مکارم اور پردہ پوش ہیں۔ پھر اسے آستانہ بوسی کا حکم دیتے ہیں، آستانہ اور اس کے دونوں بازو چاندی کے ہیں، پھر زائر یا زائرین کا قبہ علیہ میں دخول ہوتا ہے، اس کے اندر طرح طرح کے حریر وغیرہ کے فرش بچھے ہوئے ہیں، اور سونے چاندی کی چھوٹی بڑی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وسط میں ایک لکڑی سے منڈھا ہوا مربع چبوترہ ہے، اس پر سونے کے نہایت پائیداری کے ساتھ منقش پتر چڑھے ہوئے ہیں، جن سے لکڑی کے تختے بالکل ڈھپ گئے ہیں، چبوترے کی بلندی قد آدم کے قریب ہوگی۔ اس پر تین مزار ہیں۔ ان میں سے ایک کے متعلق یہ خیال ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے۔ اور دوسرا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور تیسرا حضرت علی کا، ان کے درمیان سونے چاندی کے طشت، عرق گلاب، مشک، اور انواع و اقسام کی خوشبویات سے بھرے رکھے ہیں، جن میں تبرکاً زائر اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے منہ پر پھیرتا ہے، قبہ علیہ کا دوسرا دروازہ بھی ہے اس کی چوکھٹ بھی چاندی کی ہے، اور اس پر رنگین حریر کے پردے لٹکے ہوئے ہیں، یہ ایک مسجد کی طرف جاتا ہے، جس میں نہایت عمدہ حریر کا فرش اور اس کی دیواریں اور چھت بھی حریر کے پردوں سے ڈھکی ہوئی ہیں، مسجد کے چار دروازے اور کل چوکھٹیں چاندی کی ہیں، اور ان دروازوں پر بھی ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں، شہر کے کل باشندے شیعہ ہیں، اور روضہ ہذا کی بہت سی ایسی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں، جن سے ان کو یہ ثبوت بہم پہونچا ہے کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مزار مبارک ہے،

روضہ علیؓ کی کرامتیں، لیلۃ المحیا، بیماروں اور مریضوں کو صحت حاصل کرنیکی روایات

کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو جسے لوگ "لیلۃ المحیا" کہتے ہیں عراقین، خراسان بلاد فارس اور الروم سے ایسے مریض لائے جاتے ہیں، جن میں کھڑے ہونے تک کی طاقت نہ ہو، ان میں سے تیس یا چالیس عشاء آخر کی نماز کے بعد ضریح مقدس پر ڈال دیے جاتے ہیں اور لوگ ان کے کھڑے ہونے کے منتظر ہوتے ہیں، اس طرح کہ کوئی تو نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاتا ہے، کوئی ذکر میں کوئی تلاوت میں اور کوئی روضہ کے نظارے میں کم و بیش نصف یا ثلث شب گذرنے کے بعد بھلے چنگے تندرست ہوکر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہے۔ "علی ولی اللہ" کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ امر وہاں کا بہت بڑا فیضان تصور کیا جاتا ہے میں نے یہ ثقہ لوگوں سے سنا ہے، گو شب مذکور میں مجھے کبھی حاضری کا موقع نہیں ملا لیکن میں نے مدرسۃ الضیاف میں تین شخصوں کو دیکھا ہے، ایک روم کا باشندہ تھا۔ دوسرا اصبہان کا اور تیسرا خراسان کا یہ کمزوری کی وجہ سے کھڑے نہ ہو سکتے تھے، میں نے ان سے ان کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا کہ ہم "لیلۃ المحیا" سے محروم رہے اس لئے دوسرے سال اس کے آنے کے منتظر ہیں یہ ایسی رات ہے کہ اس میں مختلف بلاد سے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور دس دن تک بڑا بازار لگتا ہے، نہ تو اس شہر میں کوئی حاکم فوجداری ہے اور نہ کوتوال، سب نقیب الاشراف کے زیر حکم ہیں یہاں کے باشندے تجارت پیشہ ہیں، اور روئے زمین میں بہت دور تک سفر کرتے ہیں، سب صاحب شجاعت وکرم ہیں، ان کا ہم سفر کبھی کسی کا ظلم نہیں اٹھا سکتا۔ میں ان حضرات کی صحبت کا بہت ثناخواں ہوں، لیکن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے باب میں بہت ضرورت سے زیادہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ بلاد عراق وغیرہ کے بہت سے ایسے باشندے ہیں کہ ان میں سے جو کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو روضہ ہذا کے لئے نذر مانتا ہے جب اچھا ہو جاتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر کسی سر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو سونے یا چاندی کا سر بنواتے ہیں، اور لے روضہ پر لے آتے ہیں، اسے لے کر النقیب خزانہ میں داخل کر دیتا ہے اور ایسا ہی وہ شخص بھی کر دیتا ہے، جو ہاتھ یا پیر وغیرہ اعضا کے مرض میں مبتلا ہو۔ روضہ کا خزانہ بہت بڑا ہے، اس میں بہت زائد مال ہے، جو باوجود کثرت کے محفوظ ہے۔

نجف اشرف کے نقیب الاشراف کا ذکر

نقیب الاشراف شاہ عراق کی طرف سے ایک سالار ہے بادشاہ کے نزدیک اس کی بڑی وقعت اور اس کا بہت بڑا درجہ ہے، جب سفر میں جاتا ہے تو امراء کبار کی شان و شوکت کے ساتھ جاتا ہے اور نقارے اس کے ساتھ ہوتے ہیں، شام اور صبح اس کے دروازے پر نوبت بجتی ہے، شہر اسی کے زیر حکم ہے، ماسوا اس کے کسی کو سیاہ سپید کا دخل نہیں اور نہ ماسوا اس کے سلطان کی طرف سے یا کسی غیر کی طرف سے یہاں کوئی حاکم ہی ہے، میرے یہاں داخل ہونے کے زمانہ میں نظام الدین حسنی بن تاج الدین الآدی جو عراق عجم کے شہر آوہ کا رہنے والا تھا نقیب تھا۔ اس شہر کے تمام باشندے شیعہ ہیں۔ نقیب کا ایک خاندان ہے اس میں سے جب

نقیب مرجاتا ہے، تو دوسرا النقیب الاشراف مقرر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے۔

۱ - جلال الدین ابن الفقیہ۔

۲ - قوام الدین ابن طاؤس۔

۳ - ناصر الدین مطہر الشریف الصالح شمس الدین محمد الادھری باشندہ عراق عجم میں آپ کو
آپ ہند میں تشریف فرما اور یہاں کے بادشاہ کے ندما کی سلک میں داخل ہیں۔

۴ - ابو عزہ بن سالم بن مہنی بن حجاز بن شیحۃ الحسینی المدنی ہیں

نومسلم راجکمار احمد ایاز کے وسیلہ سے شہنشاہ کا لطف و کرم شیخ سعید پر،

شہر ادجا کے مالک نے ہند کے بادشاہ کو باین مضمون ایک تحریر بھیجی کہ یہاں الشریف ہے، پھر وہ دار الخلافہ دہلی کے لئے روانہ ہوا، اس امیر کا نام کشلی خان تھا۔ ان کے ہاں خان امیر الامراء کو کہتے ہیں، یہ ملتان میں رہا کرتا تھا۔ جو بلاد سندھ کا دار السلطنت ہے، اس کی بادشاہ کے دربار میں بڑی عظمت تھی، اور بادشاہ مذکور اسے چچا کہا کرتا تھا، کیونکہ اس نے اس کے باپ السلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی السلطان ناصر الدین خسرو شاہ[1] کے ساتھ جنگ کے وقت مدد کی تھی، جب امیر مذکور ہند کے دار السلطنت میں پہونچا تو بادشاہ اس کے استقبال کے لئے نکلا اتفاقاً اسی دن یہاں الشریف بھی پہنچ گیا، لیکن یہ امیر سے چند میل آگے اسی طرح نقارے بجاتا ہوا چلا آرہا تھا۔ گو موکب سلطان اس سے دوچار ہوا۔ لیکن اس نے کوئی توجہ اس کی طرف نہ مبذول کی، آخر نقیب مذکور خود ہی سلطان کی طرف بڑھا، اور اسے سلام کیا، اب تو سلطان نے بھی اس کی مزاج پرسی اور آنے کی وجہ دریافت کی چنانچہ اس نے وجہ بیان کر دی، پھر سلطان نے موکب آگے بڑھایا اور کشلی خان سے ملاقی ہوا، اور اپنے دار الامارۃ میں واپس چلا آیا۔ لیکن نہ تو الشریف کی طرف کوئی توجہ مبذول کی، اور نہ اسے یا اس کے سوا کسی کو اتارنے کا حکم دیا۔ اس زمانہ میں سلطان کا ارادہ شہر دولت آباد جانے کا تھا۔ جسے کتکہ یا دیوگیر بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر دہلی سے چالیس دن کی مسافت ہے، جب سلطان سفر کرنے لگا۔ تو الشریف کے پاس پانچ سو درہم بھیجے۔ یہ مؤرخ کہ

---

[1] ناصر الدین خسرو خان قطب الدین خلجی کا نومسلم اور محبوب غلام تھا۔ جو اسے دھوکہ سے قتل کر کے بادشاہ بن بیٹھا اور پھر غیاث الدین تغلق نے اس سے جنگ کر کے اور قتل کر کے خود بادشاہ بن گیا۔

کے حساب سے ایک سو پچیس درہم کے برابر تھے، یہ رقم جس شخص کے پاس بھیجی تھی، اس کے ذریعہ یہ کہلا بھیجا تھا کہ اس سے کہہ دینا کہ اگر اپنے بلاد واپس جانے کا ارادہ ہو تو یہ زاد راہ ہے، اور اگر ہماری معیت میں چلنا ہے، تو یہ خرچ کے لئے ہے، اور اگر دارالسلطنت میں رہنے کا ارادہ ہے تو ہماری واپسی تک اخراجات کے لئے نفقہ ہے، اس سے الشریف کو بہت غم ہوا۔ کیونکہ اس کا غالب ظن تھا کہ سلطان اسے اپنی حسب عادت جیسا اس کے مثل دوسرے لوگوں کو عطا کیا ہے، بہت کچھ عطا کرے گا۔ چنانچہ اس نے سلطان کی معیت میں سفر اختیار کیا۔ اور وزیر احمد بن ایاس[1] المدعو بخواجہ جہاں کے متعلقین کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔

بادشاہ نے اسے اس لقب سے ملقب کیا تھا۔ اور اسی سے مخاطب بھی کیا کرتا تھا۔ اور تمام لوگ بھی اسے اسی لقب سے مخاطب بھی کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی عادت ہے کہ جب بادشاہ کسی کا ایسا نام رکھ دیتا ہے، جو ملک کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ مثلاً عماد۔ ثقہ۔ یا قطب یا کسی ایسے نام کے ساتھ جس کی جہان کی طرف نسبت ہو۔ مثلاً صدر وغیرہ تو اسی سے بادشاہ بھی اسے مخاطب کرتا ہے اور تمام لوگ بھی جو سوا اس لقب کے کسی دوسرے نام سے اسے مخاطب کرتے ہیں، مستحق سزا ہوتے ہیں۔ الغرض وزیر اور الشریف کے مابین مستحکم مودت ہو گئی۔ چنانچہ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا تھا، اور اس کی بہت زائد عزت کرتا تھا۔ اور بادشاہ کو بھی اس پر ایسا مہربان کیا کہ اس کے متعلق اس کا نہایت اچھا خیال ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ اسے مملکت کے آباد حصہ میں دو گاؤں دیئے جائیں، اور اسے وہیں اقامت کا حکم دیا۔ وزیر نہایت ذی فضل، صاحب مروت، متصف بمکارم اخلاق تھا، غرباء سے بڑی محبت تھی، اور ان کے ساتھ بہت احسان کیا کرتا تھا۔ نیک کاموں میں مصروف رہتا کھانا کھلایا کرتا۔ اور تکیئے بنوایا کرتا۔ الشریف ان دونوں مواضعات میں آٹھ سال تک رہا۔ اور اس جاگیر سے بہت مال پیدا کیا۔ پھر جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن یہ امر خارج از امکان تھا۔ کیونکہ یہ سلطان کے ملازموں میں سے تھا۔ اور کسی ملازم سلطان کو بغیر اپنے آقا کی اجازت کے نکلنے کا اختیار نہ تھا۔ سلطان کو غیر ملکی لوگوں سے بڑی محبت تھی، اس لئے انہیں واپس جانے کی بہت کم اجازت دیا کرتا تھا۔

---

[1] یہ دیوگیر کا ایک راجکمار تھا۔ جو خواجہ نظام الدین اولیا کے دست حق راست پر مسلمان ہو گیا تھا۔ غیاث الدین تغلق نے اسے اپنا وزیر اعظم بنا لیا۔ اور "خواجہ جہان" کا خطاب دیا۔

آخر کار نقیب نے براہ ساحل بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اسے وہیں سے واپس کر کے
دارالسلطنت لایا گیا۔ پھر اس نے وزیر سے خواہش ظاہر کی کہ کسی طرح بادشاہ سے
لئے اجازت دلوا دیجئے۔ چنانچہ وزیر نے بادشاہ کو اس معاملہ میں سمجھا بجھا کر راضی
حتّٰی کہ بادشاہ نے اسے بلاد ہند جانے کا پروانہ راہداری دے دیا اور زاد راہ
کے دس ہزار دینار بھی عطا کئے، جو مغربی سونے کے حساب سے ڈھائی ہزار دینار کے
تھے، یہ دینار تھیلی میں لائے گئے، اور انہیں اپنے بستر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ کیونکہ
دیناروں سے بڑی محبت تھی۔ اور انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتا تھا۔ نیز اس خیال
بھی کہ مبادا اس کے ساتھیوں میں سے کوئی کچھ نہ لے لے۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں
تھی۔ ان کے اوپر لیٹنے کی وجہ سے پہلو میں درد اٹھا اور برابر بڑھتا ہی گیا۔ اس کی وجہ
سفر سے بھی باز رہا۔ اور بیسویں دن اس تھیلی کے ملنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اور وصیت
مال الشریف حسن الجرانی کو دے دیا جائے۔ اس نے یہ کل مال ان شیعوں کو خیرات میں
دیا۔ جو باشندگان عراق و حجاز دہلی میں مقیم تھے، کیونکہ اہل ہند اپنے مال کو نہ تو میت
سے لیتے ہیں نہ غیر ملکی لوگوں کے مال سے کوئی تعارض کرتے ہیں، اور نہ ان سے اس مال کے
متعلق کوئی پوچھ گچھ کرتے ہیں، یہی حالت باشندگان سوڈان کی ہے، کہ نہ تو گورے رنگ
کے لوگوں کے مال سے کچھ تعارض کرتے ہیں، اور نہ اسے لیتے ہی ہیں۔ بلکہ متوفی کے ساتھیوں
میں سے جو بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس یہ مال امانت رکھ دیا جاتا ہے یہاں تک
کہ اس کا مستحق آجاتا ہے،

عزم بصرہ[1]

اسلام کے عہد خلافت راشدہ کا بسایا ہوا شہر

امیر المومنین علی علیہ السّلام کے مزار مبارک کی زیارت سے جب ہم فارغ ہوئے، تو قافلہ سوئے بغداد روانہ ہوگیا، لیکن میں نے بصرہ کا عزم کیا۔ خوش قسمتی سے شرفا اور اعیان عرب کی رفاقت میسر آگئی۔ یہ لوگ اہل خفاجہ تھے۔ اور اسی دیار کے رہنے والے صاحب شوکت وہیبت اور بارعب وجلال لوگ تھے، ان اطراف میں اگر سفر جاری رکھا جا سکتا ہے، تو ایسے ہی لوگوں کی رفاقت میں۔ چنانچہ امیر قافلہ شامر بن دراج کے وزلیعہ میں نے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ مشہد علی علیہ السلام سے نکل کر ہم خوانق میں وارد ہوئے۔

---

[1] بصرہ آغاز عہد اسلام ہی، یعنی بر عہد خلافت راشدہ بنا اور بسا پہلے یہ صرف ایک فوجی چھاؤنی تھی، رفتہ رفتہ ایک بہت بڑا اور وسیع شہر بن گیا، صحابہ کی ایک بڑی جماعت بھی یہاں آکر پھیل گئی، اور خود بخود تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بصرہ اس اعتبار سے بھی شہرت رکھتا ہے کہ یہاں کی علمی فضا بھی بہت وقیع تھی، اور اصحاب علم و فضل کے طائفے یہاں موجود رہتے تھے۔ بنی امیہ کے عہد میں یہ شہر بار بار ہدف جور و ستم بنا کیونکہ ان کی حکومت کو لوگوں نے جبرے نہ کہ دل سے قبول کیا تھا۔ زیاد ابن ابیہ نے بھی یہاں خوب خوب ظلم توڑے۔ (رئیس احمد جعفری)

نعمان بن منذر اور اس کے اجداد کا محل قیام اور آثار باقیہ

خوانق، نعمان بن منذر اور اس کے آبا ؤ اجداد کی بود و باش کا مقام۔

یہ نیف ماء السماء کے ملوک تھے، یہاں ابھی کچھ عمارتیں اور ان کے آثار اور کچھ بقایا بڑے بڑے قبے ایک نہر کے کنارے وسیع میدان میں باقی ہیں۔ یہ نہر فرات سے نکلتی ہے پھر ہم یہاں سے کوچ کر کے مقام القائم الواثق میں پہنچے۔

یہاں ایک ویران گاؤں کے آثار اور ایک ویران مسجد ہے، جس کا صرف ایک مینار یا صومعہ باقی ہے، پھر یہاں سے فرات کے کنارے کنارے روانہ ہو کر مقام الغداد میں پہونچے یہ پانی کے وسط میں بانسوں کا ایک جنگل ہے، یہاں دہقانی عرب رہتے ہیں، جنہیں المعادی کہتے ہیں۔ ان کا پیشہ راہزنی اور مذہب شیعہ ہے، ہماری رفاقت سے چھوٹ کر ایک جماعت پیچھے رہ گئی، ان بیچاروں کو ایسا لوٹا کہ جوتے اور کشکولیں تک باقی نہ چھوڑیں۔ یہ اسی جنگل میں پناہ گزیں ہیں جب ان سے تعارض کیا جاتا ہے، اسی جنگل میں بھاگ کر پناہ گزیں ہو جاتے ہیں، جنگل میں درندے بھی بکثرت ہیں، الغداد سے ہمیں تین منزلیں طے کرنی پڑیں۔ پھر ہم شہر واسط میں پہنچ گئے۔

لہ ملوک عرب میں نعمان بن منذر کا پایہ بہت بلند تھا۔ یہ رحم دل بھی تھا۔ اور ظالم بھی خوش خو بھی، اور بدخو بھی، سخی اور جواد بھی، ممسک اور بخیل بھی، لیکن عقصب کا بہادر، بلا کا جیالا، آن پر مٹ جانے والا بات کا دھنی، قول کا پکا۔ عہد کو زندگی کے آخری سانس تک نبھانے والا

اس کے بہت سے دل چسپ، حیرت انگیز اور پر لطف واقعات کتاب الاغانی میں موجود ہیں۔ نیز دوسری کتب محاضرات میں بھی ملتے ہیں۔

مدینۃ واسطؒ

عراق کا خوش منظر، بابرکت، اور مجموعۂ خیر شہر

الغدار سے تین منزلین طے کر کے ہم شہر واسط میں پہنچ گئے، یہ بڑی خوبیوں کا شہر ہے، بات کی تو کوئی انتہا نہیں یہاں ایسے اہل دل اور اہل اللہ موجود ہیں جن کی زیارت کرنے والا راہ خیر پر گامزن ہو جاتا ہے یہاں کے بسنے والوں کو اگر خیار اہل عراق کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ بلکہ یہی بات تو یہ ہے کہ انہیں علی الاطلاق اصحاب خیر و حسنات کہا جا سکتا ہے یہاں کے اکثر باشندے حافظ قرآن ہیں، فن تجوید کے ماہر، اور قرأت صحیحہ میں طاق، بلاد عراق کے لوگ ان کے پاس بغرض حصول علم تجوید و قرأت آتے ہیں، اس قافلہ کے ساتھ بھی لوگوں کی ایک جماعت اسی لئے آئی کہ یہاں کے شیوخ سے علم تجوید القرآن حاصل کریں شہر میں ایک بہت بڑا مدرسہ بھی ہے، جس میں صرف اسی لئے تین سو حجرے بنے ہیں کہ طلبا دور دراز مقامات سے قرآن کی تعلیم کے لئے آئیں۔ وہ اس بورڈنگ میں رہیں، اسے الشیخ تقی الدین بن عبدالمحسن الواسطی نے تعمیر کرایا تھا، جو یہاں کے بڑے اکابر اور فقہا میں سے ہیں۔ ہر طالب علم کو سال میں ایک مرتبہ کپڑوں کے جوڑے اور روزانہ خورد و نوش وغیرہ کی ضروریات فراہم کرتے تھے، یہ خود بھی اور ان کے بھائی اور ساتھی، سب بیٹھ کر مدرسۂ ہذا میں القرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مجھے ان سے شرف

ے یہ شہر بھی عربوں کا بسایا ہوا تھا۔ اور مرکز علم و فن تھا۔ یہاں تصوف کے مختلف زاویے اور رباطیں بھی تھے۔

کراچی سے چند میل کے فاصلے پر عربوں کے عہد حکومت سندھ کے آثار کھدائی سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان میں ایک شہر بھنبھور کے آثار بھی نکلے ہیں۔ جس کے بارے میں خیال ہے کہ اصل دیبل یہی تھا۔ جس کا ذکر تاریخوں میں آتا ہے۔

جسٹس الٰہی بخش غیبانی کی معیت میں مجھے یہ آثار تفصیل سے دیکھنے کا کچھ عرصہ ہوا موقع ملا تھا۔ ان آثار کے تذکرہ کا تو یہ موقع نہیں، لیکن وہاں ایک مسجد بھی نکلی ہے، جس کا نام "مدواسط" ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں بس جانے والے عربوں کو بھی کتنا گہرا لگاؤ واسط سے تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

نیاز حاصل ہے، انہوں نے میری دعوت بھی کی تھی، اور کھجوریں اور بہت سے ز
زاد راہ کے دیئے تھے۔

حضرت احمد رفاعی[1] کا مزار، عرس میں شرکت فقرا، طائفہ کا رقص، آگ میں کودنا، انگارے کھ

جب ہم شہر واسط میں اترے تو ہمارا قافلہ شہر سے باہر تجارت کے لیے تین دن ٹھ
یہاں ہم الولی ابی العباس احمد الرفاعی کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے، م
ایک قریہ موسوم برام عبیدۃ کے قریب ہے، جو واسط سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے
نے شیخ تقی الدین سے عرض کیا کہ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے جو مجھے وہاں پہنچا دے، آپ
میرے ساتھ بنی اسد کے تین عربوں کو کر دیا جو اس طرف کے رہنے والے تھے، اور سواری کے
لیے ایک گھوڑا بھی دیا میں ظہر کے وقت روانہ ہوا، شب کو تو بنی اسد کے پڑاؤ میں آرام کیا
دوسرے دن ظہر کے وقت رواق تک پہنچا۔ یہ ایک بہت بڑی رباط ہے، جس میں ہزاروں فقرا
وہاں الشیخ احمد کوچک ولی اللہ ابی العباس الرفاعی کے پوتے سے جن کی زیارت کو میں جا رہا تھا، شرف
حاصل ہوا۔ آپ بلاد روم میں رہتے ہیں، اب اپنے دادا کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے تشریف
لائے تھے، اور رواق کی شیوخت بھی آپ ہی کو پہونچی تھی۔ جب نماز عصر ہو چکی، تو نقارے
اور دف بجائے گئے، اور فقرا پر کیفیت وجد طاری ہوئی۔ پھر انہوں نے نماز مغرب
ادا کی۔

بعد نماز دسترخوان بچھا۔ جس پر چاول کی روٹیاں، مچھلیاں، دودھ اور کھجوریں تھیں، لوگوں
نے کھانا کھایا، اور نماز عشا سے فارغ ہوئے، اور پھر ذکر میں مشغول ہو گئے، الشیخ احمد اپنے جد بزرگوار
کے سجادہ پر تشریف فرما ہوئے، اور گانا شروع ہوا۔ بوجھوں لکڑیاں لا کر ڈالی گئیں۔ اور ان میں
آگ لگائی گئی، اور فقرا اس کے وسط میں گھس کر رقص اور وجد میں مصروف ہوئے، بعض تو
تو آتش فروزاں میں لوٹتے تھے، اور بعض انگارے کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ ساری آگ بجھ گئی، یہ

---

[1] ابوالعباس سیدی احمد بن ابوالحسن رفاعی قدس اللہ سرہ العزیز نہایت بلند صوفی صافی، اور خدارسیدہ بزرگ تھے
کرامتوں کے بہت سے واقعات تذکروں میں ملتے ہیں۔

[2] مولانا جامی نے اپنی "نفحات الانس" میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

واقف ہے اور یہ امورات اس طائفہ الاحمدیہ کے مخصوصات ہیں، ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو زندہ سانپ کو پکڑ کر دانتوں سے اس کا سر کاٹتے ہیں، حتیٰ کہ علیحدہ کر دیتے ہیں، (فرقہ بیدیہ سے متعلق مشاہدات آگے آئیں گے)

الشیخ ابی العباس الرفاعی کی کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر پھر واسطا آئے تو رفیقان سفر کوچ کر چکے تھے، ان سے راستہ میں جا ملا۔ ہم سب ایک گھاٹ پر پہنچے جسے الھضیب کہتے تھے، پھر وہاں سے کوچ کر کے وادی الکریم میں اترے، وہاں پانی نہ تھا۔ پھر روانہ ہو کر ایک مقام پر پہونچے جسے الشیرب کہتے تھے، پھر وہاں سے کوچ کر کے بصرہ کے قریب اترے پھر یہاں سے کوچ کیا، اور دن چڑھے شہر بصرہ میں داخل ہو گئے!

بصرہ کے محلے، یہاں کے باشندے، ان کے اطوار و خصائل اور عادات و صفات

بصرہ تین محلوں پر شامل ہے، ایک کا نام ہذیل ہے اس محلے کے بڑے شخص کا نام الشیخ الفاضل علاؤالدین بن الاثیر ہے، یہ شخص بڑے کریم اور فاضل لوگوں میں سے ہے میری ضیافت بھی کی تھی، اور میرے پاس کپڑے اور درہم بھی بھیجے تھے، دوسرے محلہ کا نام بنی حرام ہے، یہاں کے بڑے شخص السید الشریف مجدالدین موسیٰ الحسنی صاحب مکارم و فواضل ہیں، آپ نے بھی میری ضیافت کی تھی، اور میرے پاس کھجوریں البسلاق اور درہم بھیجے تھے، تیسرے محلہ کا نام العجم ہے اس کا سب بڑا شخص جمال الدین اللو کی ہے،

مسجد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اس کے خصائص و محاسن عالیہ

اہل بصرہ صاحب مکارم اخلاق اور مسافروں سے انس رکھنے والے اور ان کا پورا حق ادا کرتے ہیں، خاطر و تواضع اور مسافر نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اس لئے ان کے درمیان رہ کر مسافر بالکل نہیں گھبراتا۔ نماز جمعہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مسجد میں جس کا ذکر کر چکا ہوں ادا کرتے ہیں، پھر وہ بند ہو جاتی ہے، سوا دوسرے جمعہ کے درمیان میں کوئی نہیں آتا۔ اس مسجد کا شمار احسن المساجد میں ہے اس کا صحن نہایت فراخ ہے، اور فرش وادی السباع سے جو سرخ کنکریاں آتی ہیں ان سے مفروش ہے اس میں وہ قرآن رکھا ہوا ہے، جس کے پڑھتے وقت عثمانؓ قتل کئے گئے تھے، اور اس ورق میں خون کا متغیر نشان بھی ہے، جس میں اللہ برتر کا یہ قول ہے، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

نیاز حاصل ہے، انہوں نے میری دعوت بھی کی تھی، اور کھجوریں اور بہت سے د[illegible]
زاد راہ کے دیئے تھے۔

حضرت احمد رفاعی[1] کا مزار، عرس میں شرکت، فقرا طائفہ کا رقص، آگ میں کودنا، انگار[illegible]

جب ہم شہر واسط میں اترے تو ہمارا قافلہ شہر سے باہر تجارت کے لئے تین د[illegible]
یہاں ہم الولی ابی العباس احمد الرفاعی کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے [illegible]
ایک قریہ موسوم برام عبیدۃ کے قریب ہے، جو واسط سے ایک دن کی مسافت پر واقع [illegible]
نے شیخ تقی الدین سے عرض کیا کہ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے جو مجھے وہاں پہنچا دے، آپ [illegible]
میرے ساتھ بنی اسد کے تین عربوں کو کر دیا جو اس طرف کے رہنے والے تھے، اور سواری [illegible]
لئے ایک گھوڑا بھی دیا میں ظہر کے وقت روانہ ہوا۔ شب کو تو بنی اسد کے پڑاؤ میں آرام کیا [illegible]
دوسرے دن ظہر کے وقت رواق تک پہنچا۔ یہ ایک بہت بڑی رباط ہے، جس میں ہزاروں فقر[illegible]
وہاں الشیخ احمد کوچک ولی اللہ ابی العباس الرفاعی کے پوتے ہے جن کی زیارت کو میں جا رہا تھا رتبۂ [illegible]
حاصل ہوا۔ آپ بلاد روم میں رہتے ہیں، اب اپنے دادا کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے تشر[illegible]
لائے تھے، اور رواق کی شیوخت بھی آپ ہی کو پہونچی تھی۔ جب نماز عصر ہو چکی، تو نقار[illegible]
اور دف بجائے گئے، اور فقرا پر کیفیت وجد طاری ہوئی۔ پھر انہوں نے نماز مغ[illegible]
ادا کی۔

بعد نماز دسترخوان بچھا۔ جس پہ چاول کی روٹیاں، مچھلیاں، دودھ اور کھجوریں تھیں [illegible]
نے کھانا کھایا، اور نماز عشاء سے فارغ ہوئے، اور پھر ذکر میں مشغول ہو گئے، الشیخ احمد اپنے جد[illegible]
کے سجادہ پر تشریف فرما ہوئے، اور گانا شروع ہوا۔ بوجھوں لکڑیاں لاکر ڈالی گئیں۔ اور ان[illegible]
آگ لگائی گئی۔ اور فقرا اس کے وسط میں گھس کر رقص اور وجد میں مصروف ہوئے، بعض تو [illegible]
تو آتش فروزاں میں لوٹتے تھے، اور بعض انگارے کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ ساری آگ بجھ گئی [illegible]

ؔ ابوالعباس سیدی احمد بن ابوالحسن رفاعی قدس اللہ سرہ العزیز نہایت بلند صوفی صافی، اور خدا رسیدہ بزرگ تھ[illegible]
کرامتوں کے بہت سے واقعات تذکروں میں ملتے ہیں۔

ؔ مولانا جامی نے اپنی "نفحات الانس" میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

واقف ہے اور یہ امورات اس طائفہ الاحمدیہ کے مخصوصات ہیں، ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو زندہ سانپ کو پکڑ کر دانتوں سے اس کا سر کاٹتے ہیں، حتیٰ کہ علیحدہ کر دیتے ہیں، دفرقہ کے متعلق مشاہدات آگے آئیں گے)

بعدہ الشیخ ابی العباس الرفاعی کی کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر پھر واسطآئے تو رفیقان سفر کوچ کر چکے تھے، ان سے راستہ میں جا ملا۔ ہم سب ایک گھاٹ پر پہنچے جسے العقیب کہتے تھے، پھر وہاں سے کوچ کر کے وادی الکریم میں اترے، وہاں پانی نہ تھا۔ پھر روانہ ہو کر ایک مقام پر پہونچے جسے الشیرب کہتے تھے، پھر وہاں سے کوچ کر کے بصرہ کے قریب اترے پھر یہاں سے کوچ کیا، اور دن چڑھے شہر بصرہ میں داخل ہو گئے!

بصرہ کے محلے، یہاں کے باشندے، ان کے اطوار و خصائل اور عادات و صفات

بصرہ تین محلوں پر شامل ہے، ایک کا نام ہذیل ہے اس محلے کے بڑے شخص کا نام الشیخ الفاضل علاؤالدین بن الاثیر ہے، یہ شخص بڑے کریم اور فاضل لوگوں میں سے ہے میری ضیافت بھی کی تھی، اور میرے پاس کپڑے اور درہم بھی بھیجے تھے، دوسرے محلہ کا نام بنی حرام ہے یہاں کے بڑے شخص السید الشریف مجدالدین موسیٰ الحسنی صاحب مکارم و فواضل ہیں، آپ نے بھی میری ضیافت کی تھی، اور میرے پاس کھجوریں البسلاق اور درہم بھیجے تھے، تیسرے محلہ کا نام العجم ہے اس کا سب بڑا شخص جمال الدین اللو کی ہے،

مسجد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اس کے خصائص و محاسن عالیہ

اہل بصرہ صاحب مکارم اخلاق اور مسافروں سے انس رکھنے والے اور ان کا پورا حق ادا کرتے ہیں، خاطر و تواضع اور مسافر نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اس لئے ان کے درمیان رہ کر مسافر بالکل نہیں گھبراتا۔ نماز جمعہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مسجد میں جس کا ذکر کر چکا ہوں ادا کرتے ہیں، پھر وہ بند ہو جاتی ہے، سوا دوسرے جمعہ کے درمیان میں کوئی نہیں آتا۔ اس مسجد کا شمار احسن المساجد میں ہے اس کا صحن نہایت فراخ ہے، اور فرش وادی السباع سے جو سرخ کنکریاں آتی ہیں ان سے مفروش ہے اس میں وہ قرآن رکھا ہوا ہے، جس کے پڑھتے وقت عثمانؓ قتل کئے گئے تھے، اور اس ورق میں خون کا متغیر نشان بھی ہے جس میں اللہ برتر کا یہ قول ہے، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

بصرہ جو علم نحو اور اس کے اصول و فروع کا مرکز تھا، اب وہ نہ رہا جو پہلے تھا

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں مسجد علی میں نماز جمعہ میں شریک تھا جب خطیب کھڑا ہو کر پڑھنے لگا تو خوب زور زور سے گاگا کر پڑھتا تھا، اس کی اس حرکت سے مجھے تعجب ہوا اس واقعہ کا قاضی حجۃ الدین سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اب یہاں کوئی ایسا شخص نہیں باقی رہا جو کچھ بھی علم نحو سے واقفیت رکھتا ہو۔ یہ اس شخص کے لئے بڑا عبرت آموز واقعہ ہے، کیا شان ہے اشیا میں تغیر کرنے والے اور امور میں تبدیلی کرنے والے خدا نے بے ہتا کی۔ بصرہ کبھی تو نحو کا مرکز اور اس علم کا مقام اصول و فروع تھا۔ اور یہاں کے باشندے اس کے مسلم الثبوت امام تھے، اور اب یہاں کا خطیب جمعہ کا خطبہ بھی ٹھیک طرح سے نہیں پڑھ سکتا۔

حضرت طلحہ، زبیر، انس بن مالک، حسن بصری، مالک بن دینار وغیرہ صحابہ و تابعین کے مزارات

ان مزارات میں ایک طلحۃ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے، آپ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ کے ایک فرد ہیں[1]

یہ مزار شہر کے اندر ہے، اس پر قبہ، مسجد اور زاویہ بنا ہے، زاویہ میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اہل بصرہ اس مزار کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں، اور درحقیقت وہ مستحق بھی اس کا ہے۔

ان ہی مشاہد متبرکہ میں حضرت الزبیرؓ بن العوام کا مشہد مقدس ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور آپ کی پھوپھی کے صاحبزادے ہیں، رضی اللہ عنہما یہ مشہد بصرہ کے باہر ہے اس پر کوئی قبہ نہیں، ہاں ایک مسجد اور زاویہ ضرور ہے، جس میں مسافروں کو کھانا ملا کرتا ہے[2]

نیز یہاں کے مشاہد مقدسہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ کا مزار بھی ہے، آپ رسول اللہ صلعم کی دودھ پلائی یعنی رضاعی ماں تھیں۔

اس مزار کے پہلو میں آپ کے صاحبزادے اور رسول صلعم کے رضاعی بھائی کا مزار ہے،

یہاں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالے عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مقدس بھی ہے، اس پر ایک

---

[1] عشرہ مبشرہ وہ صحابہ ہیں جنہیں دنیا میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

[2] یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، رسول اللہؐ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔

تہ بنا ہوا ہے،

حضرت ابوبکرہؓ کے مزار پرانوار سے چھ میل کے فاصلہ پر صحابی اور خادم رسولؐ حضرت انسؓ بن مالک کا مزار مقدس ہے، اس مشہد کی زیارت کے لئے کوئی راستہ نہیں، اور درندوں کی کثرت اور آبادی نہ ہونے کے باعث بہت سے آدمیوں کا جانا مشکل ہے،

شاہد متبرکہ میں سے الحسن بن ابی الحسن بصری سید التابعین رضی اللہ تعالیٰ ہے، کا مزار مقدس ہے، لہ

یہیں عتبہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے،

نیز حضرت مالک بن دینارؒ کا مزار مقدس بھی ہے،

علاوہ ازیں حبیب العجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے،

پھر سہل بن عبداللہ التستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پرانوار ہے،

ان مزارات میں سے ہر مزار کے تعویذ پر صاحب مزار کا نام اور تاریخ وصال تحریر ہے یہ سب پرانی شہر پناہ میں داخل ہیں، آج اس شہر پناہ اور شہر موجودہ کے مابین تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے، نیز ماسوا مزارات مذکورہ کے اور بھی صحابہ اور ان تابعین کے جم غفیر کے مزارات ہیں، جو یوم الجمل میں شہید ہوئے تھے، رضی اللہ عنہم میرے یہاں وارد ہونے کے زمانہ میں امیر البصرہ رکن الدین العجمی التوریزی تھے، آپ نے میری ضیافت بھی کی تھی، اور بہ حسن سلوک پیش آئے تھے، بصرہ، فرات اور دجلہ کے ساحل پہ واقع ہے، اسمیں مد وجزر ہوتا رہتا ہے، اور اسی طرح مغرب کی وادی سلاویہ ودی کی حالت ہے، جو شور خلیج، بحر فارس سے دس میل کی مسافت پر واقع ہے، جب اسمیں مد ہوتا ہے، تو اسکا شور پانی میٹھے پانی پر غالب ہوجاتا ہے اور جب جزر ہوتا ہے، تو میٹھا پانی شور پانی پر غالب ہوجاتا ہے، اس لئے یہ کہاوت بن گئی ہے ان ما ءھم زعاق (اہل بصرہ کے پانی کی جوش زنی میں کیا فرق ہے) ٹ

لہ حجاج بن یوسف جیسے سفاک کا دور انہوں نے دیکھا ہے، اور اس کی ستم رانیوں کی زد میں بھی آئے ہیں، بہت بڑے صوفی اور ولی اللہ تھے۔

ٹ ابن بطوطہ کی ان تصریحات و مشاہدات سے اندازہ ہوتا ہے، کہ بنوامیہ نے ان صحابہ کرام اور تابعین عظام کی قبروں کا احترام برقرار رکھا، جو محض اسلام کے لئے اور تبلیغ اسلام کے شوق میں آکر بس گئے تھے،

ابن بطوطہ نے تو چند جلیل القدر صحابیوں کا ذکر کیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کوفہ اور بصرہ میں ہزاروں صحابی ایسے تھے حضرت علیؓ کے عہد تک تو اسی احترام و اعزاز کے سزاوار رہے، جس کے مستحق تھے، لیکن اموی حکام و عمال نے انکی توہین کرنے، انہیں ستانے، اور انہیں اذیت دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ یہ ان کی غیر اسلامی حرکتوں پر برسرعام ٹوکتے تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

عمارتوں کے نشانات باقی رہ گئے ہیں جو آج بھی اس کی عظمت رفتہ کی نشان دہی کرتے ہیں،
اس کے بعد ہم بیرون فارس کے خلیج میں ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہوئے جو مغامس نام
کے ابلہ کے ایک باشندہ کا تھا۔ بعد مغرب سوار ہوئے تھے اور ہمیں صبح عباداںؔ میں ہوئی۔
یہ ایک بہت بڑا موضع زمین شور پر واقع ہے، اس میں عمارتیں نہیں ہیں، ہاں مسجدوں
عبادت خانوں اور عابد و صلح بزرگوں کی رباطوں کی بڑی کثرت ہے، اس کے اور ساحل کے
مابین تین میل کی مسافت ہے،

عبادان (آبادان) سے متعلق چند دلچسپ اشعار

ابن جزی کہتے ہیں کہ عبادان زمانہ قدیم میں ایک شہر تھا، یہاں کی زمین قابل زراعت نہیں ہے، اور پانی بھی یہاں بہت کم ہے، اس لئے ضروریات خوردنی اور نوشیدنی دوسری جگہوں سے لاتے ہیں، اس کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

ل: یہ وہی مقام جو اب رفتہ رفتہ "آبادان" بن گیا ہے، اور ایران کے قبضہ میں ہے، اور جہاں پٹرول کے بڑے وسیع کارخانے انگریزوں نے اپنے دور استعمار میں بنائے تھے، اور جنہیں ڈاکٹر مصدق وزیراعظم نے "قومیا" لیا تھا، لیکن انہوں نے شاہ کی ہر دلعزیزی سے ٹکر لی، اس لئے شکست کھا گئے، گرفتار ہو کر سزایاب ہوئے، اور اب گوشۂ خلوت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، لیکن عزم و ارادہ جوانوں سے بھی زیادہ محکم اور اٹل رکھتے ہیں، یہاں ایک زمانے تک عابدوں اور زاہدوں کی کثرت رہی، اسی لئے اس کا نام "عبادان" (اب آبادان) پڑ گیا، یہ شور زمین پر واقع تھا۔ اسی لئے عام لوگ اس طرف کم توجہ کرتے تھے، اور عباد و زہاد یکسوئی سے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے، کسی کو کیا معلوم تھا۔ پٹرول کے باعث ایک زمانہ میں یہ چھوٹی سی پر شور زمین، دنیا کا مشہور ترین اور بے حد نفع بخش مقام بن جائے گی، کوئی شبہ نہیں یہ تصرف انہی عابدوں اور زاہدوں کا ہے، جو یہاں شب و روز وقف عبادت رہتے تھے،

ابوالفدا نے ابن سعید کے حوالہ سے بتایا ہے، کہ عبادان (آبادان) جس جگہ بحر فارس میں دریائے بصرہ گرتا ہے، وہیں عین دہانے پر واقع ہے،

یہ شہر بصرہ سے ڈیڑھ منزل کی مسافت پر ہے،

(رئیس احمد جعفری)

بصرہ سے
فارس کی طرف کوچ

ابلہ اور آبادان میں داخلہ، حالات عجیبہ اور واقعات غریبہ کی داستان

آخر میں ساحل بصرہ سے رخصت ہو کر ایک چھوٹی سی ڈونگی میں بیٹھا، اور ابلہ پہونچا، ابلہ اور بصرہ کے مابین دس میل کی مسافت ہے۔ باغات کا ایک سلسلہ ہے، کہ ختم ہونے میں نہیں آتا، سایہ دار درخت قدم قدم پر، داہنی اور بائیں طرف موجود، درختوں کے سایہ میں خوانچہ فروش اپنے خوانچے سجائے، اور لگائے بیٹھے ہیں، اور روٹی، مچھلی، کھجور، دودھ اور طرح طرح کے پھل پھلاری فروخت کر رہے ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ التستری کا خلوت خانہ اور اس کی کیفیت

بصرہ اور ابلہ کے مابین سہل بن عبداللہ التستریؒ کا خلوت خانہ ہے، جہاں وہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے، جب لوگ کشتیوں میں اس کے سامنے پہونچتے ہیں تو اس کے محاذ میں جو حصہ وادی کا آتا ہے، اس میں پانی پیتے ہیں، اور ان ولی رضی اللہ عنہ کے توسل سے بہبودی کے لئے دعا مانگتے ہیں، ملاح ان مقامات میں کھڑے کھڑے دو دو ندا ری کرتے ہیں۔ ابلہ کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا، جس میں ہند اور فارس کے تاجر بغرض تجارت آیا کرتے تھے[1] اب ویران ہے، اور قریہ بن کر رہ گیا ہے، البتہ ان محلول اور

---

[1] کسی زمانہ میں ابلہ ایک آباد اور بارونق شہر تھا تہذیب و تمدن کا مرکز تھا، ابن حوقل نے بھی اسے ایک مختصر لیکن مستحکم، شہر قرار دیا ہے لیکن مرور ایام اور انقلابات دہر نے اس شہر کی آبادی ختم کر دی اور رونق مٹادی۔

بحر سریع ۱۱

ترجمہ

من مبلغا اندلسا اننی
حلت عبادان اقصی الثرا
اوحشی ما ابصرت لاکننی
نصدت فیہا ذکرہا فی الورا
الخبز فیہا یتہادونہ
وشربۃ الماء بہا تشترا

ہے کوئی جو اندلس والوں کو خبر دے
میں عبادان میں جو دنیا کے سرے پر ہے
مناظر حد درجہ وحشت ناک ہیں۔
میری خواہش ہے کہ دنیا بھر کو اس راز سے آگاہ کر
یہاں روٹی کا یہ حال ہے کہ بدیہ کے طور پر دی جاتی ہے
پانی سو اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

عبادان (آبادان) میں ایک پہنچے ہوئے بزرگ سے ملاقات اور ان کی دعا کی برکت

اس کے ساحل پر ایک کنڈ ہے، جسے خضر والیاس علیہما السلام کا کنڈ کہتے ہیں، اس کنڈ کے مقابل ایک زاویہ ہے، جس میں مع اپنے بال بچوں کے چار فقیر رہتے ہیں، اور کنڈ اور زاویہ کی خدمت کرتے ہیں، ان کی بسر اوقات زائرین کے نذرانوں پر ہے، وہاں سے جو گذرتا ہے انہیں خیرات دیتا ہے، اس خانقاہ کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ عبادان میں ایک کبیر القدر بزرگ ہیں، جو کسی کے ساتھ نہیں رہتے، مہینہ میں ایک مرتبہ سمندر پر آتے ہیں، بقدر ایک ماہ لے جاتے ہیں، پھر مہینہ ختم ہونے کے بعد نظر آتے ہیں، کئی سال گذر گئے ہیں کہ وہ اسی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں، جب ہم عبادان پہنچے تو میرا سوا اس عابد کی تلاش کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ میرے تمام ساتھی تو مسجدوں اور عبادت خانوں میں نماز و عبادت میں مصروف ہوگئے اور میں، اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، حتیٰ کہ میرا ایک ویران مسجد میں گذرا ہوا وہاں دیکھا کہ یہ بزرگ نماز میں مصروف ہے، میں ایک جانب بیٹھ گیا، اُس نے نماز میں اختصار کیا، اور سلام پھیر کر میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ "اللہ دنیا اور آخرت میں تیری مراد پوری کرے" چنانچہ بحمداللہ دنیا میں تو میری مراد پوری ہو گئی، یعنی سیاحت اور اللہ نے مجھے اُن مقامات پر پہنچایا کہ میری دانست میں آج تک وہاں کسی سیاح کے قدم نہیں گئے۔ اب رہی دوسری مراد سو اللہ کی رحمت سے مجھے حصول جنت کے بارے میں کامیاب ہونے کی پوری اُمید ہے۔

جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میں نے اس زاہد شخص کے متعلق انہیں سب کچھ بتایا اور وہ جگہ بتادی، یہ سب لوگ گئے، لیکن نہ تو وہاں وہ ملا، اور نہ اس کا کوئی پتہ چلا، اس پر تعجب

انہیں بڑا تعجب ہوا۔ پھر شام کے وقت ناویہ میں واپس آئے، اور وہیں سوئے، ان چار فقراء میں
سے نماز عشاء آخر کے بعد ایک فقیر آیا۔ اس کی عادت تھی کہ ہر رات کو عبادان جایا کرتا اور تمام مسجدوں
کے چراغ جلایا کرتا، اور پھر خانقاہ مذکور میں واپس آجاتا۔ اس شب کو جب یہ عبادان گیا، تو اس
بزرگ سے ملاقات ہوئی تھی، اس نے اسے تازی مچھلی دی، اور کہا کہ یہ اس مہمان کو دے دینا، جو
آج آیا تھا۔ چنانچہ اس فقیر نے آکر ہم سب سے دریافت کیا۔ "آپ لوگوں میں سے الشیخ سے
آج کون ملا تھا؟" میں نے کہا کہ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔" اس نے کہا، انہوں نے فرمایا ہے،
یہ آپ کی ضیافت کے لئے ہے، اس پر میں نے اللہ برتر کا شکریہ ادا کیا۔ فقیر نے وہ مچھلی ہمارے
لئے پکائی ہم سب نے اسے کھایا، آج تک ایسی عمدہ مچھلی کھاتے میں نہیں آئی تھی۔ میرے دل میں
آیا کہ باقی عمر شیخ ہی کی خدمت میں بسر کر دوں، لیکن نفس لجوج نے مجھے اس سے باز رکھا۔

سیاح فارس پہنچ

فارس کے دیار و امصار، مزارات ائمہ کرام، ملوک و سلاطین

عبادان (آبادان) میں کچھ وقت گزار کر پھر ہم بحری سفر پر تیار ہوئے، اور شہر ماجول کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے، میری کچھ عادت سی بن گئی ہے کہ ایک مرتبہ جس راستے سے گزر لوں پھر دوبارہ حتی الامکان اسے اختیار نہیں کرتا، میری اصل منزل بغداد عراق تھی۔ ایک بصری نے دوران سفر مجھے بتایا کہ پہلے ارض لور جاؤں، پھر عراق عجم، پھر عراق عرب، میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، اور چار دن کے بعد شہر ماجول پہنچا، یہ خلیج فارس پر ایک چھوٹا سا مقام ہے، یہاں کی زمین سراسر شور ہے، کسی طرح کے درخت ہیں نہ نباتات، البتہ ایک بہت بڑا اور وسیع بازار ضرور ہے، یہاں میرا قیام صرف ایک روز رہا، پھر میں نے سواری کرایہ کی، جو ان لوگوں سے بہ آسانی مل گئی، جو اناج فروخت کرنے ادھر سے ماجول آیا کرتے ہیں، تین دن تک صحرا میں بھٹکتا رہا، یہاں کرد رہتے ہیں، ان کے خیمے اون کے ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ دراصل یہ عرب ہیں۔

پھر ہم شہر رامز میں پہنچے، یہ نہایت عمدہ شہر ہے پھل پھلاری کی بہتات ہے، اور نہریں بھی ہیں۔ یہاں قاضی حسام الدین محمود کے یہاں فروکش ہوا۔ اور ایک ذی علم و دیندار، صاحب ورع ہندی شخص سے ملاقات ہوئی، اسے بہاء الدین کہتے تھے، لیکن اصل نام اسماعیل بہاء الدین ہے، ابی زکریا الملتانی کی اولاد میں سے ہے، اور مشائخ توریز وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا۔ شہر رامز میں ایک شب رہا، پھر تین دن تک ہمیں وسیع سرزمین کی مسافت طے کرنی پڑی، اس میں ایک گاؤں تھا جس میں کرد رہتے تھے، اور ہر منزل پر زاویے بنے ہوئے تھے، جن میں آنے والے کو روٹی، گوشت اور حلوا ملتا تھا۔ ان کا حلوہ انگور، شیرہ، آٹے، اور گھی کا بنا ہوا ہوتا، ہر زاویہ میں ایک شیخ، ایک امام، ایک مؤذن...

لنگر کے لئے خادم غلام اور کھانا پکانے والے ملازم رہتے ہیں۔

تستر میں داخلہ خالد بن ولید کا فتح کیا ہوا شہر، عام کیفیت

پھر میں شہر تستر میں داخل ہوا، یہ اتابک کی وسیع سرزمین کا آخر اور کوہستان کا آغاز ہے، شہر بڑا اور پُر رونق و شاداب ہے، باغ نہایت نفیس اور اعلیٰ درجہ کے ہیں، اور بازاروں میں ضرورت کی ہر چیز مہیا ملتی ہے، شہر بہت پرانا ہے، اسے خالد بن ولید نے فتح کیا تھا۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف سہل بن عبداللہ کی نسبت کی جاتی ہے، اس شہر کے اطراف میں ایک نہر ہے جسے الازرق کہتے ہیں، اس کا پانی نہایت صاف اور گرمیوں میں بے انتہا ٹھنڈا ہوتا ہے، میں نے ایسا نفیس پانی ماسوا شہر بلخشاں کے اور کہیں نہیں دیکھا۔ شہر میں مسافروں کیلئے صرف ایک دروازہ ہے، اسے دروازہ دسبول کہتے ہیں، یہ دروازہ اسی کو کہتے ہیں، جسے باب کہا جاتا ہے، اس کے ماسوا اس کے اور دروازے بھی ہیں، جو نہر کی طرف نکلتے ہیں، نہر کے دونوں جانب باغات اور رہٹوں کا سلسلہ چلا گیا ہے، نہر گہری ہے، باب المسافرین پر بغداد اور حلہ کی طرح کشتیوں کا پل ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ بعض شعرا کا اس نہر کے متعلق یہ قول ہے،

(بحر کامل)

انظر لشاذروان تستر واعجب — شاذروان کے تستر کو دیکھو اور تعجب کرو
من جمعه ماء لری بلاده — کہ اس نے اپنے متعلقہ بلاد کی سیرابی کیلئے کیسا پانی جمع کیا ہے،
كملك قوم جمعت أمواله — جسطرح کسی قوم کا بادشاہ مال جمع کرتا ہے۔
فغدا يفرقها على اجناده — پھر دوسرے دن اپنے لشکروں پر اُسے تقسیم کر دیتا ہے

شہر تستر میں فواکہات کی بڑی کثرت ہے، اور کل خوبیاں گویا وہاں ارزاں اور لاانتہا ہیں، اور اس کے بازاروں کا خوبصورتی میں تو کہیں مثل ہی نہیں۔

زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تربت

شہر کے باہر ایک مزار مقدس ہے، جس کی زیارت کے لئے ان اطراف کے لوگ جاتے، اور وہاں پر نذریں مانتے ہیں، وہاں ایک زاویہ بھی ہے، جس میں فقراء رہتے ہیں، ان کا عقیدہ

ہے کہ یہ زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا مزار مقدس ہے،

امام شرف الدین موسےٰ از احفاد سہل بن عبداللہ

میں شہر تستر میں الشیخ الامام الصالح شرف الدین موسے بن الشیخ الصالح الامام العالم مسل
سلیمان کے مدرسہ میں فروکش ہوا۔ آپ سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے
یہ بڑے بزرگ ہیں اہل علم اور اہل دین اور اہل صلاح اور صاحب ایثار، آپ کا ایک
مدرسہ اور زاویہ بھی ہے، اس کے چار نو جوان خادم، سنبل، کافور، جوہر، اور سرور
میں سے ایک کے تو خانقاہ کے اوقاف سپرد ہیں، اور دوسرے کے متعلق روزانہ خانقاہ
اخراجات وغیرہ کا کام ہے، تیسرے کے متعلق واردین کے سامنے دستر خوان بچھانے اور کھ
وغیرہ کھلانے کا انتظام ہے، اور چوتھے کے متعلق باورچیوں، سقّوں اور فراشوں کی نگرانی ہے
میں آپ کے پاس سولہ دن رہا، جو حسن انتظام آپ کے یہاں دیکھا ویسا مجھے کہیں نظر نہ
اور نہ ایسا خوش ذائقہ کھانا ہی کہیں کھایا، ہر شخص کے سامنے اس قدر فراوانی سے کھانا رکھا
ہے کہ چار آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ کھانے میں بریانی ہوتی ہے، گھی میں بھنا ہوا گوشت ہوتا
بھنا ہوا مرغ ہوتا ہے، روٹی، گوشت اور حلوہ ہوتا ہے،

امام شرف الدین کا وعظ دلپذیر، صلاح وتقویٰ اور کمال افتا

یہ بزرگ نہایت خوب صورت اور سیرت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھے ہوئے ہیں
اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں وعظ کہا کرتے ہیں جب میں نے آپ کی مجالس
وعظ میں شرکت کی تو میں نے جتنے واعظین سے ملاقات ہوئی، آج تک ایسا کوئی
میں ایک دن آپ کی خدمت میں آپ کے باغ میں جو نہر کے کنارے ہے، حاضر ہوا، یہاں شہر
کے تمام فقہا اور بڑے لوگ جمع تھے، تمام اطراف واکناف سے فقرا آئے، ان سب کو کھ
پھر ان کے ساتھ نماز ظہر ادا کی، اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا، اور وعظ بیان کیا۔ اس سے پہلے قاری
نے آپ کے حضور میں رقت بھرے لہجہ میں تلاوت قرآن کی تھی، ان کے نغمے ایسے موثر تھے
دل بھر آتا تھا۔ اور جو خطبہ آپ نے پڑھا تھا، وہ نہایت سکون اور وقار کا حامل تھا، آپ کا فنون
میں بڑا زبردست تصرف تھا کیا کتاب اللہ کی تفسیر میں اور کیا حدیث رسول اللہ صلعم اور

کے مطالب بیان کرتے ہیں، اس کے بعد تمام اطراف کے استفتے آپ کے حضور میں ڈال دیے گئے۔

عجمیوں کا دستور ہے کہ کاغذ پر مسائل لکھتے ہیں، اور واعظ کے سامنے ڈال دیتے ہیں، وہ ان کا جواب دے دیتا ہے، جب آپ کے حضور میں یہ کاغذ ڈالے گئے تو آپ نے اُن سب کو ہاتھ میں جمع کر لیا، اُن میں سے ایک ایک فتویٰ یکے بعد دیگرے نکالتے جاتے اور نہایت اچھا اور عمدہ جواب دیتے جاتے تھے، اس اثناء میں نمازِ عصر کا وقت آگیا، آپ نے تمام لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر وہ سب رخصت ہو گئے، آپ کی مجلس علم۔ وعظ اور برکت کی مجلس تھی، بہت سے لوگ توبہ پر آمادہ ہوئے، آپ نے اُن سے عہد لیا۔ اور اُن کی پیشانی کے بال قطع کر دیے، اس مقصد کے لئے پندرہ طالب علم تو بصرہ سے آئے تھے، اور دس تستر کے عام لوگوں میں سے تھے۔

اتابک افراسیاب کا شہر ایذج، یہاں کی خانقاہیں اور اہل اللہ

پھر ہم شہر تستر سے روانہ ہوئے، اور تین منزل کی مسافت سخت پہاڑوں میں طے کرتے رہے، ہر منزل پر ایک زاویہ تھا، جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اور شہر ایذج میں پہنچے، شہر کا نام مال الامیر بھی ہے، یہ سلطان اتابک[1] کا دارالسلطنت ہے، جب میں وہاں پہنچا تو یہاں کے شیخ الشیوخ، عالم، متورع نورالدین الکومانی سے نیاز حاصل ہوا، تمام زاویے آپ ہی کی نگرانی میں ہیں، جنہیں یہاں مدرسہ کہتے ہیں، سلطان آپ کی عظمت کرتا، اور آپ کی زیارت کو آیا کرتا ہے اسی طرح اسباب دولت اور دربار کے بڑے لوگ بھی آپ کی زیارت کو صبح و شام آیا کرتے ہیں، آپ نے میرا بڑا اکرام کیا۔ اور ضیافت کی۔ اور الدینوری خانقاہ میں مجھے اتارا۔ یہاں میں کئی دن مقیم رہا جب میں یہاں وارد ہوا تھا، تو گرمیوں کا زمانہ تھا۔ ہم رات کی نماز پڑھ کر سب سے اوپر کی چھت پر سویا کرتے تھے، پھر دن چڑھے زاویہ یا مدرسہ میں اتر آتے، میرے ساتھ یہاں بارہ فقیر اور رہتے تھے، ان میں سے ایک امام تھا، اور بڑا جید قاری اور خادم تھا۔ ہم یہاں نہایت اچھی طرح آرام سے رہے۔

---

[1] ایک اور نسخہ میں اس کا نام "اتابک افراسیاب" آیا ہے۔

خاندان اتابک، اس کی فیاضیاں، رعایا پروری اور مذہبیت

جب میں ایذج گیا تھا، تو وہاں کا بادشاہ السلطان اتابک افراسیاب ابن السلطان اتابک
تھا، ان کے یہاں اتابک ہر اس شخص کو کہتے ہیں، جو بادشاہ کی طرف سے ان بلاد کا والی یا حا
اور ان بلاد کو بلاد اللور کہتے ہیں، یہ سلطان اپنے بھائی اتابک یوسف کے بعد ان بلاد کا والی
ہے، اور اتابک یوسف اپنے والد اتابک احمد کے بعد والی ہوا تھا، میں نے ثقہ لوگوں سے
کے بلاد میں سنا ہے کہ احمد مذکور صالح بادشاہ تھا، اور اس نے اپنے بلاد میں چار سو ساٹھ
آباد کئے تھے، ان میں سے صرف اس کے دار السلطنت ایذج میں چوالیس تھے، اپنے بلاد کے
یا آمدنی کو اس نے تین حصوں پر تقسیم کیا تھا، اس میں سے تہائی تو زاویوں اور مدرسوں کے خرچ
آتا تھا اور تہائی فوجی خرچ میں، اور ایک تہائی میں اپنا اور اپنے بال بچوں غلاموں اور خادموں
کا خرچ چلاتا تھا۔ اس کی طرف سے ہر سال بادشاہ عراق کو ہدیہ بھیجا جاتا تھا، اور اکثر خود بھی
جایا کرتا تھا۔ میں نے اس کے بلاد میں خود اس کے آثار صالحہ کا مشاہدہ کیا ہے، کہ اکثر سخت اور
بلند پہاڑوں میں پتھروں اور صحراؤں کے مابین راستے نکالے ہیں، اور یہاں تک وسیع کئے
کہ چوپائے مع اپنے بوجھوں کے بے تکلف چل سکتے ہیں، ان پہاڑوں کا طول سترہ منزل کا ہے
اور عرض دس منزل کا۔ ان کی چوٹیاں گویا ایک دوسرے سے باتیں کر رہی ہیں، ان کو کاٹ کر
نہریں بھی نکالی ہیں، اور ان میں شاہ بلوط کے درخت ہیں، وہاں کے لوگ اس کی لکڑی پیس کر اس کے آٹے کی
روٹی پکاتے ہیں، تمام منازل کی ہر منزل پر ایک زاویہ ہے جسے یہ المدرسہ کہتے ہیں، جب مدرسہ
کوئی مسافر آتا ہے تو اُس وقت جو کھانا ممکن ہو سکتا ہے، اس کے سامنے لایا جاتا ہے اور اس کے جانور کو
گھاس دی جاتی ہے خواہ وہ مانگے یا نہ مانگے، ان کا یہ طریقہ ہے کہ خادم مدرسہ آتا ہے، اور جتنے آدمی اتر
ٹھہرے ہیں، انہیں گن جاتا ہے، اور ہر شخص کے لئے دو روٹیاں گوشت اور حلوا لے آتا ہے، یہ سب
اس خانقاہ پر سلطانی وقف سے ہوتا ہے، السلطان اتابک احمد ایک زاہد اور صالح شخص تھا جیسا
اس کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں، لباس فاخرہ کے نیچے اون کا لباس ہوتا۔

ایک درویش صفت نائب سلطان کا امتحان اور اس کا صلہ

ایک مرتبہ سلطان اتابک احمد۔ بادشاہ عراق ابی سعید کے پاس آیا۔ اس کے خواص نے اس

عرض کیا کہ اتابک آپ کے پاس آرہا ہے، اور زرہ پہنے ہوئے ہے[1]۔ اس خبر دینے والے کو ان اونی کپڑوں سے جو یہ لباس کے نیچے پہنے ہوئے تھا، زرہ کا دھوکا ہوا تھا۔ ابوسعید نے ان لوگوں سے کہا کہ تم ذرا مذاق ہی مذاق میں اسے ٹٹولنا تا کہ امتحان ہو جائے، چنانچہ ایک دن اتابک اس کے پاس گیا، پس الامیر الجوبان جو عظیم امرائے عراق میں سے تھا۔ امیر سوئیتہ امیر دیار بکر اور الشیخ حسن جواب سلطان عراق ہیں، کھڑے ہو گئے، اور مذاق اور ہنسی کے طریقہ پر اتابک کے کپڑے پکڑ لئے، دیکھا تو اُس کے کپڑوں کے نیچے کمبل کے کپڑے تھے، اسے السلطان ابوسعید نے بھی دیکھا کھڑا ہو گیا۔ اس سے معانقہ کیا، اور اپنے پہلو میں بٹھایا، اور بایں الفاظ اس سے مخاطب ہوا "اور سن اطا"[2]، ترکی زبان میں اس کے معنی یہ ہیں کہ تو میرا باپ ہے، اور جو کچھ لے کر گیا تھا، اس سے اسے دوگنا عوض میں دیا، اور اس کے لئے اس امر کا ایک فرمان نافذ فرمایا۔ کہ یہ اور اس کی اولاد آج سے خراج و تحائف وغیرہ پیش کرنے سے آزاد ہے،

والی کے بیٹے کا انتقال، سوگ، ماتم اور نوحہ کی عجیب عجیب رسمیں

اسی سال اس نے وفات پائی، اور اس کا بیٹا اتابک یوسف دس سال تک والی رہا۔ اس کے بعد اس کا بھائی افراسیاب والی ہوا۔ جب میں ایذج میں گیا، تو ارادہ تھا کہ سلطان افراسیاب مذکور کو دیکھوں لیکن چونکہ وہ سوا جمعہ کے دن کے اومان خمر کی وجہ سے باہر نہیں نکلتا اس لئے اسے نہ دیکھ سکا۔ اس کے ایک بیٹا بھی تھا کہ وہی اس کا ولی عہد بھی تھا۔ اور اس کے علاوہ کوئی بیٹا نہ تھا۔ وہ اسی زمانہ میں بیمار ہو گیا تھا، کسی شب کو میرے پاس اس کا ایک خادم آیا، اور میرا حال دریافت کیا، میں نے اسے بتلا دیا، پھر وہ چلا گیا۔ پھر نماز مغرب کے بعد آیا۔ اس کے پاس دو بڑی کشتیاں تھیں، ایک میں تو کھانا تھا، اور دوسری میں فواکہات، اور ایک تھیلی تھی، جس میں درہم تھے، اور ساتھ سازوں کے گانے والے بھی اس کے ساتھ تھے، اُس نے کہا کہ گاؤ تاکہ فقراء جوش میں آئیں، اور سلطان کے بیٹے کے لئے دعا کریں، میں نے اُس سے کہا کہ میرے ساتھیوں کو نہ سماع سے کوئی بہرہ ہے، اور نہ رقص سے ہم نے مل کر سلطان اور اس کے بیٹے کے لئے دعا کی

---

[1] گویا اسے بادشاہ پر اعتماد نہیں تھا۔
[2] جسے اردو میں "تا" کہتے ہیں۔ مثلاً "اتا ترک"

(رئیس احمد جعفری)

اور درہم مذکور فقراء میں تقسیم کر دیئے، جب آدھی رات گذر گئی تو ہمیں نوحہ کی آواز ہمارے کان میں آئی معلوم ہوا کہ مریض مذکور کا انتقال ہو گیا۔

جب صبح ہوئی تو ہمارے پاس الشیخ الزاویہ اور اہل بلد آئے، اور کہا کہ قاضی، فقیہ اور امرا، تمام شہر کے بڑے لوگ سلطان کے مکان پر عزاداری کے لئے گئے ہیں، مناسب ہے کہ تم بھی مع تمام آدمیوں کے چلو، میں نے انکار کر دیا، انہوں نے مجھ سے بہت اصرار کیا، پھر چار و ناچار جانا ہی پڑا۔ چنانچہ میں سب کو اپنے ساتھ لیکر گیا۔ دیکھا کہ تمام سر زمین ایوان سلطانی، غلاموں شاہزادوں، وزراء، اور فوجی افسروں مردوں اور لڑکوں سے بھری ہوئی ہے اور سب سوگ کے لباس میں ملبوس یا گھوڑوں کی جھولیں اوڑھے ہوئے ہیں، اور اپنے سروں پر مٹی اور گھاس ڈالی ہوئی ہے، اور بعضوں نے تو اپنی پیشانی کے بال بھی نوچ ڈالے ہیں، اور یہ سب دو گروہوں میں منقسم ہیں، ایک گروہ تو ایوان سلطانی کی جانب اعلےٰ میں ہے، اور دوسرا گروہ اسفل میں ہے، ہر گروہ اپنی دوسری جانب دوڑتا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے اپنے سینے پر یہ کہہ کر کوٹتے ہیں۔ "خوندکار ما" اس کے معنی یہ ہیں، اے ہمارے آقا یہ میں نے ایسا ہولناک سماں اور خوفناک منظر دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

شاہی خاندان کی میت کو قبرستان تک لے جانے کی عجیب و غریب رسم

یہ ایک عجیب بات ہے جو مجھے پیش آئی، جس دن میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ جملہ قاضی خطیب اور شریف محل شاہی کی دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، اور ہر طرف سے محل ماتم کرنے والوں سے بھرا ہوا ہے، اور اپنے کپڑوں کے اوپر موٹے جھوٹے خراب قسم کے روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

جب میں نے دیکھا کہ محل سلطانی ہر طرف سے لوگوں سے بھرا ہوا ہے تو داہنے بائیں نظر کی کہ کوئی بیٹھنے کی جگہ مل جائے، دیکھا کہ وہاں ایک زمین سے ایک بالشت بلندی پر ایک سائبان ہے، جس کے ایک گوشہ میں صرف ایک شخص لوگوں سے علیحدہ بیٹھا ہے، میں اس شخص کی طرف بڑھ گیا۔ اور میرے ساتھی مجھ سے چھوٹ گئے، جب مجھے لوگوں نے اس طرح جاتے ہوئے دیکھا، تو بڑی متعجبانہ نظروں سے دیکھنے لگے، مجھے اس شخص کے متعلق کوئی علم نہ تھا کہ کون ہے، میں سائبان پر چڑھ گیا، اور اس شخص کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا، اور زمین سے

پر اس طرح اٹھا، کہ گویا کھڑا ہونا چاہتا ہے، میں اس کے مقابل کھمبے کے پاس بیٹھ گیا۔
پھر ایک گھنٹہ کے بعد شیخ المشائخ نورالدین الکرمانی جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، تشریف لائے۔ سائبان کی طرف چڑھے، اور اس شخص کو سلام کیا، اُس نے کھڑے ہو کر آپ کی تعظیم کی۔ پھر آپ میرے اور اُس شخص کے مابین بیٹھ گئے۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شخص سلطان ہی ہے۔ پھر جنازہ لایا گیا۔ یہ ترنج لیموں اور نارنگیوں کے درختوں کے مابین تھا، ان کی شاخیں خوب بار آور تھیں، اور یہ درخت لوگوں کے ہاتھوں میں تھے، گویا جنازہ ایک باغ میں چلتا تھا، اور بڑی لمبی چھڑوں میں روشن مشعلیں اس کے آگے آگے تھیں، اور اسی طرح شمع بھی جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ اور لوگ اس کے ساتھ قبرستان شاہی کی طرف روانہ ہوئے، یہ شہر سے چار میل کے فاصلہ پر مقام بلاطلیجان میں واقع ہے، یہاں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے، اس کے اندر سے پانی کی ایک نہر نکالی گئی ہے، اور اس کے اندر ایک مسجد بھی ہے، جس میں نماز جمعہ ہوا کرتی ہے، اور باہر کی جانب ایک حمام بھی ہے، قبرستان کے ہر چہار اطراف ایک عظیم الشان باغ ہے، جو اسے ڈھانکے ہوئے ہے۔ یہاں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، چونکہ مقام بہت دور تھا، اس لئے میں لوگوں کے ساتھ جنازہ کی تدفین میں شریک نہ ہو سکا۔

شراب نوش بادشاہ کو ملامت میرے اس فعل پر رئیس الفقہا نے میرے جوتے سر پر رکھ لئے اور دعا دی

جب کچھ دن گزر گئے تو سلطان نے میرے پاس اپنا قاصد بلانے کو بھیجا۔ میں اس کے ساتھ اُس دروازہ تک گیا، جسے باب السرور کہتے ہیں، ہم بہت سی سیڑھیاں چڑھ گئے، یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں فرش نہ تھا۔ یہ سوگ کی وجہ سے تھا۔ سلطان ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے سامنے دو ڈھکے ہوئے برتن رکھے تھے، ایک سونے کا تھا، اور دوسرا چاندی کا، اور نشستگاہ میں ایک سبز رنگ کا سجادہ بھی رکھا ہوا تھا۔ میرے لئے وہی سلطان سے قریب بچھایا گیا۔ میں اس پر بیٹھ گیا۔ اس نشست گاہ میں سوا اسکے حاجب اور محمود اور ایک ندیم کے جس کا میں نام نہیں جانتا، اور کوئی نہ تھا۔ سلطان نے مجھ سے میرا حال اور میرے بلاد کے متعلق دریافت کیا، نیز الملک الناصر (سلطان مصر) اور بلاد حجاز کے متعلق بھی سوالات کئے، مجھے اس کا یہ فعل بہت پسند آیا، پھر ایک بڑا فقیہ آیا۔ جو یہاں کے تمام فقیہوں کا سردار تھا۔ سلطان نے مجھ سے کہا، یہ مولانا فضیل ہیں، فقیہ کو تمام بلاد اعاجم میں لفظ مولانا سے مخاطب کرتے ہیں، اور اسی لفظ سے اسے سلطان وغیرہ

بھی مخاطب کرتے ہیں، پھر فقیہ مذکور کی ثنا وصف بیان کرنے لگا، اب مجھے معلوم ہوا کہ نز
پر غالب ہے، اور اس کا تو مجھے علم ہی تھا کہ یہ شراب کی کرشمہ سازی ہے، پھر اس نے تو
زبان عربی میں گفتگو کی جسے یہ خوب بولتا تھا، میں نے عرض کیا کہ اگر آپ توجہ فرمائیں تو گو
کروں، آپ سلطان اتابک احمد کی اولاد ہیں، جو صلاح اور زہد میں مشہور تھا، آپ میں کوئی ا
بات نہیں ہے، جس سے آپ کی سلطنت پر کوئی دھبہ ہو، سوا اس کے اب میں نے اُن دو
برتنوں کی طرف اشارہ کیا۔ سلطان بہت نادم ہوا اور خاموش ہو گیا۔ جب میں نے واپسی کا ارادہ
مجھ سے کہا کہ تشریف رکھئے، اور فرمایا کہ آپ جیسے لوگوں کی تشریف آوری باعث رحمت ہے۔ پھر
دیکھا کہ اس پر نیند غالب آرہی ہے اور سونا چاہتا ہے، چنانچہ میں رخصت ہو کر چلا آیا۔

چونکہ اپنے جوتے دروازہ ہی پر چھوڑ دیئے تھے، واپسی پر دیکھا تو نہ تھے، الفقیہ محمود جوتے
کرنے کے لئے اتر آئے، اور الفقیہ فضیل انہیں نشستگاہ کے اندر تلاش کرنے کے لئے چڑھ گئے
وہاں انہیں وہ ایک طاق میں مل گئے، آپ میرے پاس لے آئے، آپ کی اس تکلیف فرمائی
میں بہت شرمندہ ہوا اور معافی کا طالب ہوا، آپ نے میرے جوتوں کو بوسہ دیا، اور انہیں سر پر رکھ لیا
اور فرمایا جو کچھ آپ نے ہمارے سلطان سے فرمایا۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے، کسی کو اس کے خلاف
کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، بخدا مجھے امید ہے کہ اس کے دل میں آپ کے اس فرمانے کا اثر ہوگا۔

ایذج سے روانگی، راستے کے زاویے، مقامات اور شہر

چند روز بعد میں دار السلطنت ایذج سے روانہ ہوا۔

پھر بلد ستہ السلاطین میں آیا۔ جہاں ان کی قبریں تھیں، اور یہاں بھی چند دن تک مقیم رہا۔ یہاں
سلطان نے میرے پاس کچھ دینار بھیجے، پھر ہم روانہ ہوئے، اور برابر دس دن تک بلند پہاڑوں کی
مسافت طے کرتے رہے، ہر شب کو مدرسہ (زاویہ) میں قیام کرتے وہیں سے کھانا بھی ملتا، ان
میں سے ایسے مدرسے بھی تھے، جو آبادی میں تھے، اور ایسے بھی تھے، جن کے گرد کوئی آبادی نہ تھی لیکن
وہاں تمام ضروریات لاکر مہیا کی جاتی ہیں[1]، دسویں دن ہمارا ورود ایک اور مدرسہ میں ہوا۔

---

[1] اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صوفی دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے تھے، اور یہی تبلیغ اسلام
کا اصل سبب تھا۔
(رئیس احمد جعفری)

اسے مدرسۃ کریوا الرخ کہتے ہیں، یہ اس ملک کا آخر باد ہے، یہاں سے ہم نے ایک وسیع زمین پر سفر کیا، جس میں پانی کی بڑی کثرت اور شہر اصفہان کے مضافات میں سے تھی، پھر شہر اشترکان آئے، یہ ایک اچھا شہر ہے، اور پانی اور باغات کی اس میں بڑی کثرت ہے، اس میں ایک نہایت نادر مسجد بھی بنی ہے، اور اس کے درمیان سے نہر ہو کر نکل گئی ہے۔

پھر ہم شہر فیروزاں میں آئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، نہروں، درختوں اور باغات کی اس میں بڑی کثرت ہے، یہاں ہم نماز عصر کے بعد داخل ہوئے تھے، دیکھا کہ لوگ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے ہیں، اور اس کے پیچھے اور آگے مشعلیں روشن کر رکھی ہیں، اور اس کے پیچھے ساز ندے اور گوئے ہیں، جو طرح طرح کے گیت نہایت اچھی طرح گاتے جا رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر ہم نے بہت تعجب کیا، یہاں ہمارا ایک رات قیام رہا، پھر صبح کے وقت ہمارا گذر ایک گاؤں میں ہوا، اسے نیلان کہتے ہیں، یہ بڑی نہر کے کنارے ایک بڑا گاؤں ہے، اور اس کے ایک طرف ایک انتہائی خوب صورت مسجد بنی ہے، جس پر سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر پہنچتے ہیں، یہ جگہ باغات سے گھری ہوئی ہے، ایک دن ہمیں ان باغات اور اعلیٰ مواضعات میں چلنا پڑا، جن میں کبوتروں کے رہنے کے لئے بکثرت برج بنے ہوئے تھے،

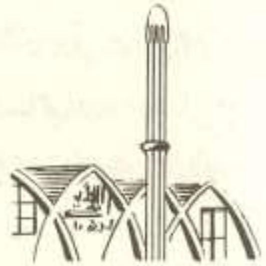

اصفہان میں داخلہ

باشندگانِ اصفہان کے عادات و خصائل، شہر کی خوش منظری اور دلآویزی

نمازِ عصر کے بعد عراق عجم کے مشہور شہر اصفہان[1] میں ہمارا داخلہ ہوا۔

یہ شہر بے انتہا خوب صورت اور حد درجہ وسیع، اور جامع حسنات و خیرات تھا، لیکن اب سنیوں اور شیعوں کے باہمی فتنہ و فساد نے اسے غارت کر کے رکھ دیا ہے[2]، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کشت و خون کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اصفہان میں پھلوں، اور میووں کی افراط اور فراوانی

اس شہر میں پھل پھلاری بکثرت ہیں، ان میں سے کشمش بھی ہے، جس کا نظیر نہیں، اسے لوگ ستر الدین کہتے ہیں، اسے خشک کر کے جمع کر رکھتے ہیں، اس کی گٹھلی میٹھے بادام سے زیادہ شیریں ہوتی ہے، یہاں کی بہی بھی نہایت خوش ذائقہ اور بڑی ہوتی ہے، اس جیسی کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ انگور نہایت اچھے ہوتے ہیں، اور خربوزہ تو نہایت اچھا اور حد درجہ لذیذ ہوتا ہے، سوا بخاری اور خوارزمی خربوزہ کے ویسا کہیں نہیں ہوتا۔ اس کا چھلکا سبز ہوتا ہے، لیکن اندر سے سرخ نکلتا ہے، اور جس طرح الشریحہ المغرب میں جمع کر کے رکھ لیتے ہیں، اسی طرح اسے جمع کر لیتے ہیں، بے انتہا شیریں ہو

---

[1] اصفہان اپنی آبادی، رونق، ثروت، اور خوبیوں کے باعث مشہور آفاق تھا چنانچہ اس کا نام ہی پڑ گیا تھا، "اصفہان نصف جہان" یعنی جس نے اصفہان کی سیر کر لی، اس نے آدھی دنیا دیکھ لی۔

[2] مسلمانوں کی حرب عقائد نے نہ صرف بہت سے شہر ویران کر دیئے، بلکہ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ان کی ملی قوت کم ہو گئی اور جو قومیں ان کے نام سے دبتی تھیں، وہ ان پر شیر ہو گئیں، جو ان کے حملہ کے وقت سے لرزہ براندام رہتی تھیں۔ لشکرے کر چڑھائیاں کرنے لگیں۔

(رئیس احمد جعفری)

ہے، جو اس کا عادی نہ ہو تو پہلی مرتبہ کھانے سے دست آنے لگتے ہیں، چنانچہ جب میں نے اسے اصفہان میں کھایا تھا، مجھے بھی اسہال کی شکایت ہو گئی۔

اہل اصفہان کی مہمانداری اور مسافر نوازی کے عادات حسنہ

باشندگان اصفہان نہایت خوب صورت گورے چٹے ہوتے ہیں، اور سرخ وسفید ہوتے ہیں، شجاعت وبہادری میں یکتا ہیں، ساتھ ہی ساتھ بڑے کریم النفس اور نہایت خوش غذا ہوتے ہیں۔ ان کی خوش غذائی کے عجیب وغریب واقعات ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی بایں الفاظ دعوت کرتے ہیں، آیئے تشریف لایئے ہمارے ساتھ نان ماس نوش فرما لیجئے۔ ان کی زبان میں نان روٹی کو کہتے ہیں، اور ماس دودھ کو، جو مدعو رہتا ہے، اسے طرح طرح کے کھانے کھلاتے ہیں، اور ہر پیشہ والا اپنے میں سے ایک کو بڑا یا چوہدری مانتا ہے، اسے "کلو" کہتے ہیں، شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی بھی جو پیشہ والے نہیں ہیں، یہی حالت ہے، یہاں نوجوانوں کے بکثرت جلسے ہوتے ہیں اور یہ جماعتیں آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتی ہیں، ایک دوسرے کی حتی الامکان نہایت تکلف سے دعوت کرتا ہے، اور کھانے پینے کے تکلفات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا مجھ سے بیان کیا گیا کہ ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی دعوت کی تو شمع کی آگ سے کھانا پکایا پھر دوسرے نے دعوت کی تو ریشم کی آگ سے کھانا پکایا

اصفہان میں میرا قیام اس زاویہ میں ہوا جو شیخ علی بن سہل حضرت جنید بغدادی کے مرید کی طرف منسوب ہے، یہ بڑی باعظمت جگہ ہے، یہاں دنیا جہاں کے لوگ آیا کرتے، اور زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں، یہاں ہر وارد اور صادر کو کھانا دیا جاتا ہے، یہاں ایک نہایت عمدہ حمام ہے جس کا فرش سنگ رخام کا اور دیواریں کاشان کی ہیں، یہ وقف عام ہے جس کا جی چاہے جائے کچھ دینا نہیں پڑتا، اس خانقاہ کے شیخ الصالح العابد الورع قطب الدین حسنی بن الشیخ ولی اللہ شمس الدین محمد بن محمود بن علی المعروف بالرجاد ہیں، اور آپ کے بھائی العالم المفتی شہاب الدین احمد ہیں۔ میں نے اس زاویہ میں چودہ دن قطب الدین کے پاس قیام کیا واقعی آپ بڑے عابد ہیں، فقراء اور مساکین سے محبت کرتے ہیں اور ان کی نہایت تواضع کرتے ہیں۔ آپ نے میری بھی تکریم اور ضیافت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا چھوڑا، اور مجھے نہایت اچھا لباس بھی پہنایا، جس وقت میں زاویہ میں پہنچا، تو میرے لئے کھانا اور وہ تین خربوزے بھیجے جن کی میں ابھی تعریف کر آیا ہوں، ایسے خربوزے نہ

اس سے پہلے میں نے کبھی دیکھے تھے، نہ کھائے تھے،

قطب الدین، ولی کی کرامت

ایک دن شیخ میرے پاس تشریف لائے، یہ مقام شیخ کے باغ کے قریب تھا، میں نے
دن آپ کے کپڑے دھوئے تھے، اور باغ میں پھیلا دیئے تھے، ان کپڑوں میں میں نے ایک
روئی دار جبہ دیکھا جسے "زیر زمینی" کہتے ہیں، وہ مجھے بہت پسند آیا، اور میں نے اپنے دل
کہا کہ کاش ایسا میرے پاس بھی ہوتا! جب شیخ میرے پاس تشریف لائے، تو باغ کے
کی طرف دیکھا، اور اپنے بعض خدام سے کہا، وہ "ہرزمینی" کپڑا میرے پاس لے آؤ، جب
آپ کے پاس لے آئے، تو آپ نے مجھے پہنا دیا، اس پر میں آپ کے قدموں کی طرف
دینے کے لئے جھکا، اور عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی کلاہ مبارک پہنا دیجئے، اور اس کی مجھے اسی
اجازت عطا فرمایئے جس طرح آپ کو اپنے والد نے اپنے شیوخ سے اجازت عطا فرمائی ہے،
شیخ نے مجھے چودہ جمادی الآخر ۷۲۷ھ (مطابق سات مئی ۱۳۲۷ء) کو خانقاہ میں کلاہ اسی طرح
جس طرح انہوں نے اپنے والد شمس الدین محمود سے اور انہوں نے اپنے والد تاج الدین علی
اور انہوں نے الامام شہاب الدین ابی حفص عمر بن عبداللہ السہروردی سے اور انہوں نے شیخ الکبیر
ابی النجیب السہروردی سے اور انہوں نے اپنے چچا الامام وحید الدین عمر سے اور انہوں نے اپنے والد محمد
المعروف بعمویہ سے اور انہوں نے الشیخ اخی فرج الزنجانی سے اور انہوں نے احمد الدینوری سے اور انہوں
نے الشیخ المحقق علی بن سہل الصوفی سے اور انہوں نے ابی القاسم الجنید سے اور انہوں نے سری السقطی
سے، اور انہوں نے داؤد والسلطان سے، اور انہوں نے الحسن بن ابی الحسن البصری سے اور انہوں
امیر المومنین علی بن ابی طالب سے پہنی تھی،

بعد ازاں ہم اصفہان سے الشیخ مجد الدین کی زیارت کے لئے شیراز روانہ ہوئے دونوں کے
دس دن کی مسافت ہے،

شہر کلیل، شہر بصرمار، شہر یزد خاص وغیرہ

ہم شہر کلیل آئے، یہ اصفہان سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے، ایک چھوٹا سا شہر ہے،
اور باغات بکثرت ہیں، اور پھل پھلاری کی بہتات ہے، وہاں میں نے دیکھا کہ سیب

میں ایک درہم کے پندرہ رطل عراقی ملتے تھے، اور ان کے درہم کی قیمت تین نقرہ تھی، وہاں ہم اس زاویہ میں اترے جسے اس شہر کے بڑے آدمی نے جس کا نام خواجہ کافی ہے، تعمیر کیا تھا، یہ بڑا دولت مند شخص ہے، اور اللہ برتر نے اس کے ساتھ بڑا انعام کیا ہے کہ اس کی طبیعت امور خیر میں مال صرف کرنے مثلاً صدقات وغیرہ دینے زاویوں کے تعمیر کرانے اور مسافروں کی کھانے وغیرہ سے خبر گیری کی طرف مائل کی ہے، پھر کلیل سے روانہ ہو کر ہم دو دن تک مسافت طے کرتے رہے، اور ایک بڑے موضع میں پہنچے۔

اسے بعر مار کہتے ہیں، یہاں بھی ایک زاویہ ہے، جس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اسے بھی خواجہ کافی نے تعمیر کرایا تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے۔

اور شہر یزد خاص پہنچے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، لیکن یہاں کی عمارت بہت عمدہ ہے، بازار نہایت اچھے اور جامع مسجد بھی نہایت عجیب وغریب پتھر کی چھت دار بنی ہے، شہر ایک خندق کے کنارے واقع ہے، اس میں باغات اور باغیں ہیں، اور باہر کی طرف ایک سرائے ہے جس میں مسافر اترتے ہیں، اس پر ایک لوہے کا نہایت مضبوط اور روک دار دروازہ ہے، اور اندر کی جانب بکثرت دوکانیں ہیں، جن میں مسافروں کو ہر ضرورت کی چیز مل جاتی ہے، اس رباط کو الامیر محمد شاہ ینجوا سلطان ابی اسحاق ملک شیراز کے والد نے تعمیر کرایا تھا، یزد خاص میں پنیر بنایا جاتا ہے، جو اسی مقام کے لیے مخصوص ہے خوبی میں اس کا نظیر نہیں، ہر ٹکڑے کا وزن دو دو اوقیون[1] سے چار اوقیون تک ہوتا ہے، پھر اس شہر سے ہم روانہ ہوئے۔

اور مایین پہنچے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں نہریں اور باغات بکثرت ہیں، اور بازار نہایت خوب صورت ہیں، یہاں اکثر جوز کے درخت ہیں،

(۱) ایک اوقیہ کا وزن ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

شیراز

شیراز کے صفات و حسنات، سلطان شیراز کا ذکر، شیراز کے اہل اللہ اور اہل کمال

مابین سے روانہ ہو کر ہم شیراز پہنچے، یہ شہرہ آفاق اور پرانا شہر ہے، اس کی قدر و عظمت کے سب ثنا خواں ہیں، عمارتوں کی کثرت سے شہر پٹا پڑا ہے، اور یہ عمارتیں بھی بہت خوب صورت اور مستحکم ہیں، ہر پیشہ کے لئے الگ الگ بازار ہیں، جن میں کوئی اور پیشہ ور نہیں بیٹھ سکتا، یہاں کے لوگ حسین و جمیل، خوش وضع اور خوش پوشاک ہیں، سارے مشرق میں بس ایک دمشق تو ہے جو باغات و انہار وغیرہ میں شیراز سے ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے، ورنہ کوئی اور شہر اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا،

شہر شیراز ایک وسیع قطعۂ ارض پر آباد ہے، جسے ہر جہت سے باغوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے، اندرون شہر سے ہو کر پانچ نہریں نکلی ہیں، ایک نہر "رکن آباد" کے نام سے مشہور ہے، اس کا پانی حد درجہ شیریں ہوتا ہے، موسم سرما میں گرم، اور موسم گرما میں سرد، اس نہر کا سرچشمہ ایک پہاڑ کے کنارے ہے جسے القلیعہ کہتے ہیں، یہ وہیں سے نکلی ہے،

یہاں کی تمام مساجد میں جو بڑی مسجد ہے اسے المسجد العتیق کہتے ہیں، یہ حد درجہ وسیع، بے حد مضبوط اور انتہائی خوب صورت ہے، اس کا صحن بہت کشادہ ہے، اور سنگ مرمر کا ہے، گرمی کے موسم میں شب کے وقت تمام صحن دھویا جاتا ہے، اور شہر کے تمام بڑے لوگ شام کے وقت اس میں جمع ہوتے ہیں، اور مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا کرتے ہیں، جانب شمال ایک دروازہ

ہے باب حسن کہتے ہیں، اس سے میوہ منڈی میں راستہ جاتا ہے، یہ بازار نہایت عجیب ہے میں اسے دمشق کے باب البرید کے بازار پر فضیلت دوں گا۔

شیراز کی دیندار، پاکباز، اور باحیا عورتیں، وہاں کے لوگوں کی مذہبیت

باشندگان شیراز اہل صلاح و دین وعفاف ہیں، اور خاص کر عورتیں تو ان صفات سے بہت زیادہ متصف ہیں، ان کا دستور یہ ہے کہ سب موزے پہنتی ہیں، اور اس طرح اوڑھ لپیٹ کر اور برقعہ پہن کر باہر نکلتی ہیں، کہ کوئی حصہ جسم کا نہیں دکھائی دیتا، صدقے اور ایثار کرنے میں بہت بڑی بڑھی ہیں، ان کی ایک عجیب و غریب بات یہ ہے، کہ سب جامع مسجد میں دو شنبہ پنج شنبہ اور جمعہ کو وعظ سننے کے لئے جمع ہوتی ہیں، اکثر ان کا ہزار ہزار دو، دو ہزار کا اجتماع ہوجاتا ہے، ہر عورت کے ہاتھ میں ایک پنکھا ہوتا ہے، جسے یہ سخت گرمی میں اپنے جھلتی رہتی ہیں میں نے اس قدر عورتوں کا کسی شہر میں مجمع نہیں دیکھا۔

شیراز کا ایک مرد مومن اور اس کے جلال و جمال کی کیفیت

میرا شیراز جانے کا مقصد وحید الشیخ القاضی الامام قطب الاولیاء فرید الدہر۔ صاحب کرامات ظاہرہ مجد الدین اسماعیل بن محمد خداداد کی زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ خداداد کے معنی عطیۂ الٰہی کے ہیں، چنانچہ میں اس مقصد کے حصول کے لئے مدرستہ المجدیۃ گیا، جو آپ ہی کی طرف منسوب ہے، اس میں آپ کا مسکن بھی ہے، اور آپ ہی نے اسے قائم بھی کیا ہے، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے ساتھ تین شخص اور تھے، اور چوتھا میں تھا۔ دیکھا کہ فقہا اور شہر کے بڑے لوگ آپ کے انتظار میں ہیں، چنانچہ نماز عصر کے لئے باہر نکلے، آپ کے ساتھ محب الدین اور علاؤ الدین آپ کے دونوں بھتیجے اور سگے بھائی روح الدین تھے، ان میں سے ایک داہنی طرف تھا، اور دوسرا بائیں طرف چونکہ ضعف بصارت لاحق ہوگیا ہے، اور زیادہ عمر ہوگئی ہے، اس لئے یہ دونوں حضرات قضا میں آپ کی نیابت کرتے ہیں، میں نے سلام کیا، آپ نے مجھ سے معانقہ کیا اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے مصلیٰ تک چلے گئے، پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور اشارہ کیا کہ میں ایک جانب نماز پڑھ لوں، چنانچہ میں نے امتثال امر کیا۔ اور نماز عصر ادا کی، پھر آپ کے سامنے کتاب المصابیح اور صاغانی کی شوارق الانوار پڑھی گئی، اور دونوں نائبوں نے قضا کے متعلق واقعات

بیان کئے پھر شہر کے بڑے لوگ سلام کرنے کے لئے بڑھے، صبح و شام ان کا الشیخ کے ساتھ یہی معمول ہے، پھر آپ نے میرے حالات دریافت فرمائے، اور میرے آنے کی کیفیت پوچھی اور المغرب مصر، الشام اور حجاز کے متعلق بھی استفسار فرمایا، میں نے خدمت عالی میں سارے حالات بیان کر دیئے۔

پھر آپ نے اپنے خدام کو حکم دیا، انہوں نے مجھے مدرسہ کے ایک چھوٹے گھر میں اتار دیا دوسرے دن آپ کی خدمت میں العراق کے بادشاہ السلطان ابی سعید کا قاصد آیا۔ اس کا نام ناصر الدین الدرقندی تھا، یہ کبار امراء میں سے اور خراسانی الاصل شخص ہے، جب یہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو ٹوپی سر سے اتار لی اسے یہ لوگ الکلا[1] کہتے ہیں، القاضی کے پیر دں کو بوسہ دیا اور آپ کے سامنے اپنے کانوں کو پکڑے ہوئے بیٹھا رہا، امراء تاتار بادشاہوں کے سامنے اسی طرح بیٹھتے ہیں، یہ امیر اپنے غلاموں، خادموں، اور ساتھیوں نیز پانچ سو سواروں کے ساتھ آیا، وہ شہر کے باہر اترا تھا، جب القاضی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، تو اس کی معیت میں صرف پانچ ہی شخص تھے اور آپ کے حضور میں ازروئے ادب خود تن تنہا حاضر ہوا تھا۔

ہندوستان سے واپسی دوبارہ حضرت شیخ کی زیارت باسعادت کا شرف

شاہ شیراز نے جو نذرانے پیش کیے تھے، ان میں سے سو مواضعات جمکان کے بھی تھے، یہ دو پہاڑوں کے مابین ایک خندق ہے، اس کا طول چوبیس فرسخ ہے، اور درمیان سے ایک بہت بڑی نہر نکلی ہے، اور اس کے دونوں جانب مواضعات ترتیب سے آباد ہیں، یہ شیراز کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے، اس کے بڑے مواضعات میں سے جو شہروں کے ہم پلہ ہیں، ایک موضع میمن ہے، یہ بھی قاضی صاحب کے لئے ہے، اس مقام کے عجائبات میں سے جو جمکان کے نام سے مشہور ہے، یہ ہے کہ اس کا وہ حصہ جو شیراز سے متصل ہے، جس کی مسافت بارہ فرسخ کی ہے بہت ٹھنڈا ہے، اس میں برف باری ہوا کرتی ہے، اور اس میں اکثر جوز کے درخت ہیں، اور دوسرا نصف حصہ جو بلاد ہنج اور بابال اور ہرمز کے راستہ میں بلاد بالار سے متصل ہے، بہت سخت گرم ہے اس میں اکثر کھجور کے درخت ہوتے ہیں، دوسری مرتبہ بھی مجھے اس وقت قاضی مجد الدین کی زیارت

---

[1] الکلا سے مراد غالباً "کلاہ" ہے! (رئیس احمد جعفری)

ے مشرف ہونے کا اتفاق ہوا، جب میں ہندوستان سے نکلا، اور صرف آپ کی زیارت سے حصولِ
رکت کے لئے ہرمز گیا، یہ واقعہ ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء کا ہے، ہرمز اور شیراز کے مابین پینتیس ۳۵ دن کی
سافت ہے، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بہت زیادہ ضعیف ہونے کی وجہ
ے حرکت سے قاصر تھے، میں نے سلام کیا تو آپ پہچان گئے، میری طرف متوجہاً اُٹھ کھڑے
ہوئے، اور معانقہ کیا، میرا ہاتھ آپ کی کہنی پر پڑا تو میں نے محسوس کیا کہ آپ کا چمڑا ہڈی سے
چپک گیا ہے، اوران میں گوشت کا نام ونشان بھی نہیں ہے، مجھے آپ نے اُس مدرسہ میں
اتارا جس میں پہلی مرتبہ اتارا تھا، پھر ایک دن میں آپ کی زیارت کو گیا تو وہاں شیراز کے بادشاہ
سلطان ابا اسحٰق کو پایا، جس کا ذکر عنقریب ہی آئے گا، یہ آپ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اپنا کان
پکڑے ہوئے بیٹھا تھا، یہ رسم ان کے یہاں انتہائی ادب کی علامت ہے، پھر میں مدرسہ کی طرف
دوسری مرتبہ آیا، تو آپ کا دروازہ بند تھا، میں نے اس کا سبب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ سلطان کی
ماں اور بہن میں میراث کے معاملہ میں کچھ جھگڑا ہوگیا ہے، اس لئے ان کو قاضی مجدالدین کے حضور
میں بھیجا گیا، چنانچہ یہ دونوں خواتین آپ کے پاس مدرسہ میں آئی ہیں، اور آپ کو حکم قرار دیا ہے،
آپ نے ان دونوں میں مطابق شرع فیصلہ کردیا، اہل شیراز آپ کو قاضی نہیں کہتے، بلکہ "مولانا
اعظم" کہتے ہیں، اور اسی طرح دستاویزوں اوران کاغذوں میں لکھتے بھی ہیں، جن میں آپ کے
اسم گرامی کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے، آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کا میرا آخری
زمانہ ماہ ربیع الثانی ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء تھا، آپ کے بہت سے انوار کے پرتو مجھ پر پڑے
بہت سی برکتیں مجھ پر ظاہر ہوئیں، اللہ آپ کی، اور آپ جیسے حضرات کی ذات وبرکات
سے سب کو نفع پہنچائے، آمین،

شاہ شیراز کے عادات وخصائل، دُوراندیشی اور حسن صورت وسیرت کا مشاہدہ

جب میں شیراز گیا تھا، تو وہاں کا سلطان الملک الفاضل ابواسحاق بن محمد شاہ ینجو تھا، اس
کے والد نے اس کا نام الشیخ ابی اسحاق الکازرونی کے نام پر رکھا تھا، یہ نہایت نیکوکار بادشاہوں
میں سے صاحب حسن وسیرت وہیئت، کریم النفس جمیل الاخلاق متواضع صاحب قوت تھا، اس
کا ملک بہت بڑا اور اس کے لشکر میں صرف پچاس ہزار ترک اور عجمی تھے، اہلِ اصفہان پر اسے
بہت اعتماد اور بھروسہ تھا، اور اہل شیراز پر کبھی مطمئن نہ ہوا، نہ انہیں اپنا خادم بناتا تھا، اور نہ

تقرب عطا کرتا تھا، اور نہ ان میں سے کسی کو مسلح ہونے کی اجازت دیتا تھا کیونکہ یہ بہت بڑے
بارعب اور بہادر، سرکش اور باغی فطرت کے ہیں، جس کے ہاتھ میں ہتھیار دیکھتا تھا، سزا دیتا، میں
نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ اُسے سپاہی گھسیٹے لئے جا رہے ہیں، یہ پولیس کے لوگ
تھے، اور اس کی گردن میں رسّی باندھی ہوئی تھی، میں نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت
کیا، انہوں نے کہا کہ رات کو ہاتھ میں کمان لئے ہوئے یہ جا رہا تھا،

اس کا والد محمد شاہ ینجو ملک العراق کی طرف سے شیراز کا حاکم تھا، یہ شخص نہایت حسن صورت
اور سیرت کا جامع تھا، اور یہاں کے باشندوں سے محبت رکھتا تھا، جب اس نے وفات پائی تو سلطان
ابوسعید نے اس کی جگہ پر الشیخ حسین کو جو ابن الجوبان امیر الامراء ہیں مقرر کیا، اور ان کی معیت
میں بہت سا لشکر بھیجا، جب یہ شیراز پہنچا تو یہاں کے محصول ضبط کر لئے، مجھ سے الوزیر
قوام الدین الطمغچی نے بیان کیا، جو یہاں کے خزانہ کے مہتمم تھے، کہ یہاں کی روزانہ دس ہزار
درہم کی آمدنی کی وصولی کا میں ذمہ دار ہوں، مغربی سونے سے اس کی قیمت ڈھائی ہزار دینار ہے، پھر
الامیر حسنی یہاں ایک مدت تک رہے، پھر الملک العراق کے پاس آنے کا ارادہ کیا، تو ابی اسحٰق
بن محمد شاہ ینجو اس کے دونوں بھائیوں رکن الدین اور مسعود بک اور اس کی والدہ طاش
خاتون کو گرفتار کر کے عراق لے جانا چاہا، تاکہ ان سے ان کے والد کا مال طلب کرے،
جب یہ گرفتار شدہ شیراز کے بازار میں پہنچے، تو طاش خاتون نے اپنا منہ کھول
دیا، کیوں کہ اس نے شرم کی وجہ سے برقعہ اوڑھ لیا تھا کہ اسے کوئی اس حالت
میں نہ دیکھ لے، کیونکہ ترک عورتوں میں رسم ہے کہ وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھانکتیں، اور بایں الفاظ اہل
شیراز سے فریاد رسی کی، اے اہل شیراز کیا میں تم میں سے اس طرح جاؤں گی؟ میں فلاں عورت اور
فلاں کی بیوی ہوں، اس پر نجاروں میں سے ایک شخص اٹھا جس کا پہلوان محمود نام تھا،

عوام کی شورش اور بغاوت، بادشاہ کی برہمی اور عتاب، قاضی مجدالدین کی ثالثی

اس نے کہا ہم ہرگز اس طرح اس کو اپنے شہر سے نہ جانے دیں گے، اور نہ اسے پسند کریں
گے، لوگوں نے بھی اس کے اس قول کی اتباع کی، اور عام لوگوں میں شورش پیدا ہو گئی، سب نے
ہتھیار اٹھا لئے، اور بہت سے لشکریوں کو مار ڈالا، ان کا مال چھین لیا، اور اس عورت اور
اس کی اولاد کو چھوڑا لیا، الامیر حسنی اور جو اس کے ساتھی تھے، سب بھاگ کھڑے ہوئے اور

سلطان ابی سعید کے پاس شکست خوردہ آیا، اس نے اس کو بہت سا لشکر دیا، اور کہا، کہ شیراز واپس جاؤ، اور جس طرح چاہو جاکر حکومت کرو، جب یہ خبر باشندگان شیراز کو پہنچی، تو انہیں معلوم ہوا کہ ان میں اب کوئی طاقت نہیں ہے، یہ سب القاضی مجدالدین کے پاس آئے، اور آپ سے التجا کی کہ فریقین کی خونریزی کو رفع دفع کیجئے، اور صلح کرا دیجئے، جب آپ امیر حسنی کی طرف روانہ ہوئے تو امیر مذکور آپ کی وجہ سے گھوڑے سے اتر پڑا، سلام عرض کیا، اور صلح ہو گئی، اس دن امیر حسنی شہر کے باہر اترا تھا، جب دوسرا دن ہوا تو باشندگان شیراز اس کے دیکھنے کے لئے بہت اچھی ترتیب سے نکلے، شہر کو سجایا، اور خوب شمعیں جلائیں، اور امیر حسنی بڑی شان و شوکت اور ہجوم کے ساتھ داخل ہوا، اور ان کے ساتھ بڑے حسن واخلاق سے پیش آیا،

جب السلطان ابو سعید نے وفات پائی، اور اس کا سارا کارخانہ درہم برہم ہوگیا، اور ہر امیر نے بغاوت شروع کر دی، تو الامیر حسنی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے، اس لئے بھاگ کھڑا ہوا السلطان ابو اسحاق شیراز، اصفہان اور بلاد فارس کا والی بن بیٹھا، اس کا ملک ڈیڑھ ماہ کی مسافت تھا، اس نے دوسرے بلاد متصلہ پر بھی اپنی حکومت قائم کر دی، فتوحات کا آغاز پہلے سب سے قریب مقام شہر یزد سے ہوا، یہ شہر نہایت اچھا اور پاکیزہ ہے، اور بازار نہایت عجیب ہیں، نہریں بکثرت جاری اور درخت بڑے سرسبز و شاداب ہیں، یہاں کے باشندے تجارت پیشہ شافعی المذہب ہیں، چنانچہ اس نے محاصرہ کیا، اور متصرف ہوگیا۔

ایک من چلا باغی، جس کی شجاعت کے سامنے سلطان نے سر جھکا دیا اور مالا مال کر دیا

امیر مظفر شاہ ابن الامیر محمد شاہ بن مظفر نے ایک قلعہ میں جاکر پناہ لی جو یہاں سے چھ میل کی مسافت پر اور نہایت بلند اور ریگستان کے درمیان واقع ہے، جب اس قلعہ کا جاکر محاصرہ کیا، تو امیر مظفر سے جو بہادری ظاہر ہوئی، اسے خرقات عادت کہنا چاہیئے، کبھی سننے میں نہ آئی تھی، سلطان ابی اسحاق کے لشکر پر شب خون مارتا رہا، اور جس قدر چاہتا تھا، قتل کرتا تھا، ڈیرے خیموں کو پھاڑ ڈالتا، اور پھر اپنے قلعہ میں چل دیتا، کسی میں جرأت نہ ہوتی، کہ اس کے قریب چلا جائے، ایک مرتبہ السلطان کے خیموں پر شب خون مارا، اور وہاں ایک جماعت کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، اور دس گھوڑے خاص سلطانی پکڑ لئے، اور قلعہ میں لے آیا، اب تو سلطان نے حکم دیا، کہ دس ہزار اسپ سوار ہر شب کو تیار رہا کریں، اور کمین گاہوں میں

چھپ جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، وہ اپنی حسب عادت سو ساتھیوں کو لے کر نکلا، اور لشکر پر شب خون مارا کمین گاہوں کے سواروں نے اُسے گھیر لیا، اور لشکر جا پہنچا، آپس میں خوب کشت و خون کا بازار گرم رہا، لیکن یہ نکل کر اپنے قلعہ میں پہنچ گیا، اس کے ساتھی سواروں میں سے صرف ایک سوار پکڑ کر السلطان ابی اسحٰق کے پاس لایا گیا، سلطان نے اُسے خلعت دیا، اور آزاد کر دیا، اور اس کے ہاتھ مظفر کے لئے ایک امن نامہ بھیجا کہ میرے پاس چلے آؤ، لیکن اُس نے اس سے انکار کر دیا، پھر ان کے مابین خط و کتابت جاری رہی، اور السلطان ابی اسحٰق کے قلب میں اس کی جرأت سے محبت جاگزین ہو گئی، چونکہ اُس نے اس کی مردانگی کا بذات خود مشاہدہ کیا تھا، اس لئے کہا کہ میں صرف آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں، جب دیکھ لوں گا، چلا جاؤں گا، پس سلطان دا... کو قلعہ کے باہر کھڑا ہوا اور امیر مذکور کھڑا اس کے دروازہ پر، اور اُسے سلام کیا، السلطان نے اُس سے کہا کہ آپ کو امان ہے، نیچے تشریف لے آیئے، امیر مظفر نے جواب دیا، کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے، جب تک آپ میرے قلعہ میں نہ داخل ہوں گے، میں نہ اتروں گا، اس نے کہا اچھا بہتر ہے، اور سلطان اپنے دس ساتھیوں کی معیت میں قلعہ میں داخل ہو گیا جب تو کے دروازہ پر پہنچا، تو مظفر پیادہ پا اتر آیا، اور اس کی رکاب کو بوسہ دیا، اور اس کے آگے پیادہ پا چلتا ہوا اسے اپنے مسکن میں داخل کیا، اس کے کھانے میں شرکت کی، اور اس کی معیت میں سوار ہو کر محل سلطانی میں اترا، سلطان نے اُسے اپنے پہلو میں بٹھایا، خلعت اس کے زیب تن کی اور بہت سا مال عطا کیا، اب دونوں میں اتفاق ہو گیا، اور خطبہ میں سلطان اور ابی اسحٰق دونوں کا نام پڑھایا جانے لگا، اور یہاں کی حکومت مظفر اور اس کے باپ کو سونپ دی گئی اپنے بلاد واپس چلا آیا۔

نئے ایوان کسریٰ کی تعمیر، شیراز اور سلطان ہند کے بذل و عطا کا موازنہ

ایک مرتبہ السلطان ابو اسحٰق کی یہ آرزو ہوئی کہ ایک ایوان، ایوان کسریٰ کی طرح بنایا جائے اہل شیراز کو حکم دیا کہ اس کی بنیادیں کھودنے کا کام اپنے ذمہ لیں، چنانچہ اہل شیراز نے امتثال امر کیا، اس کام میں ہر فن والا دوسرے فن والے پر سبقت چاہتا تھا، اور کسی نے کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا، مٹی ڈھونے کے لئے چمڑے کی ٹوکریاں بنوائیں، اور ان پر حریر المزرکش کے غلاف چڑھوائے، اور یہی مٹی ڈھونے والے چوپایوں کے ساتھ بھی کیا، یعنی ان کے لئے

ایسی ہی خور جیاں بنوایئں، اور بعض نے چاندی کے پہاوڑے بنوائے، اور بکثرت شمعیں روشن کیں، کھودنے کے وقت یہ نہایت عمدہ کپڑے پہنتے، اور اپنی کمروں میں ریشم کے پٹکے باندھ کر کھودنے کا کام کرتے، سلطان ان کے یہ سارے فعل ایک مقام خاص سے بیٹھ کر مشاہدہ کرتا تھا، میں نے بچشم خود اس عمارت کو دیکھا ہے، تقریباً زمین سے تین گز بلند ہوئی تھی، جب اس کی بنا پڑ گئی تو سلطان مذکور نے اہل شہر سے بیگار بند کر دی، اور مزدوری دے کر کام کرانے لگا، اس کام کو ہزاروں کاریگر انجام دیتے تھے، میں نے شہر کے والی سے سنا ہے کہ اس کے محاصل کا کثیر حصہ اس عمارت کی تعمیر میں صرف ہوا ہے، اس پر امیر جلال الدین بن الفلکی التوریزی بحیثیت مہتمم مامور تھا، اس کا بڑے لوگوں میں شمار تھا اور اس کا والد مسمی شاہ جیلان السلطان ابی سعید کے وزیر کا نائب تھا، اس امیر جلال الدین الفلکی کا ایک فاضل بھائی بھی تھا، جس کا نام ہبتہ اللہ اور لقب بہاؤ الملک تھا، یہ بھی ملک الہند کے پاس اس وقت گیا تھا، اور ہمارے ساتھ شرف الملک امیر بخت بھی تھے، ملک الہند نے ہم سب کو خلعتیں دیں، ہر شخص اپنے اپنے کار ولقہ کی غرض سے آیا تھا، ہمارے لئے روزانہ مرتب مقرر کیا، اور بہت کچھ احسان سے پیش آیا جس کا انشاء اللہ ہم قریب ہی ذکر کریں گے، یہ السلطان ابو اسحاق، ملک الہند کا عطاؤ کرم میں بہت کچھ تشبہ کیا کرتا تھا، لیکن کجا ثریا کی بلندی اور کجا تحت الثریٰ! ابی اسحٰق کے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ جس کا ہمیں علم ہے، یہ ہے کہ اس نے الشیخ زادہ الخراسانی کو جب یہ ملک ہرات کے پاس سے سفیر ہو کر آیا، تو ستر ہزار دینار عطا کئے تھے، لیکن ملک الہند اس سے دوگنی دوگنی رقمیں جو احاطہ شمار میں نہیں آسکتیں، باشندگان خراساں وغیرہ کو دیا کرتا تھا،

سلطان ہند کی سخاوت کا لاثانی واقعہ، ایک شخص کو تیرہ من سونا عطا کر دیا

خراسانیوں کے ساتھ سلطان ہند کا ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ایک مرتبہ اس کے پاس خراسان کے فقہا میں سے ایک فقیہ جو ہروی المسکن اور خوارزمی الاصل تھا، اسے الامیر عبداللہ کہتے تھے، اسے خاتون ترابک امیر قطلودمور صاحب خوارزم کی زوجہ نے سلطان ہند کے پاس ہدیہ دے کر بھیجا تھا سلطان نے اسے قبول کرلیا، اور اس سے دوگنا عطا کر کے اس کے پاس بھیجا، اور قاصد کو اپنے پاس ٹھہرا کر اپنے ندیموں کے زمرہ میں داخل کیا، ایک دن اس نے اس سے کہا کہ خزانہ میں جاؤ، اور جس قدر تم سے اٹھ سکے سونا اٹھا لاؤ، چنانچہ وہ اپنے گھر گیا، اور تیرہ تھیلیاں اٹھا لایا، اور ہر تھیلی میں جس قدر

کے اوپر واقع ہے، بیٹھی دیکھا کرتی ہے، پھر مزار مبارک کے دروازہ پر طبل، نفیریاں اور قرنا وغیرہ جس طرح بادشاہوں کے دروازوں پر بجائے جاتے ہیں، بجتے ہیں۔

قطب وقت حضرت ابن خفیف کا مزار مقدس، جنہوں نے جزیرہ سراندیپ کا راستہ ظاہر کیا

یہاں کے مشاہدین سے الامام القطب الولی ابی عبداللہ بن خفیف کا مزار مبارک بھی [1] ہے، آپ یہاں کے باشندوں میں الشیخ کے نام سے مشہور اور تمام بلاد فارس کے سردار ہیں، آپ کے مشہد مبارک کی یہ لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں، صبح اور شام حاضری دیتے ہیں، اور اُسے مسح کرتے ہیں، میں نے قاضی مجدالدین کو دیکھا کہ یہاں زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، اور اسے بوسہ دیا کرتے تھے، خاتون ہر جمعہ کی رات کو اس مشہد کی زیارت کے لئے آیا کرتی ہے، اس پر ایک خانقاہ اور مدرسہ بھی ہے، یہاں تمام قاضی اور فقیہ جمع ہوتے ہیں، اور جو کچھ مشہد احمد بن موسیٰ پر کرتے ہیں، وہی یہاں بھی کرتے ہیں، میں ان دونوں مقامات پر حاضر ہوا ہوں، الامیر محمد شاہ ینجو، السلطان ابی اسحاق کے والد کی قبر اسی تربت سے متصل ہے، الشیخ ابو عبداللہ بن خفیف کا اولیاء اللہ میں بہت بڑا مرتبہ ہے، اور آپ کے حالات بہت مشہور ہیں، یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے سرزمین ہند کے جزیرہ سیلون میں جبل سرندیپ کا راستہ ظاہر کر دیا تھا[2]

سیلون کے کفار، کفار ہند کے برعکس مسلمانوں کی نہایت عزت و تکریم کرتے ہیں،

میں اس جزیرہ سیلان میں بھی گیا، یہاں کے تمام باشندے کافر ہیں، لیکن مسلمان فقراء کی بہت عزت کرتے اور انہیں اپنے گھروں میں اتارتے ہیں، کھانا کھلاتے اور انہیں اپنے گھروں میں اپنے اہل و عیال میں رکھتے ہیں، ان کا یہ طریقہ تمام کفار ہند کے خلاف ہے، کیونکہ نہ وہ مسلمانوں کو اپنے پاس آنے دیتے، نہ انہیں اپنے برتنوں میں کھانا کھلاتے، اور نہ پانی پلاتے ہیں، باوجودیکہ نہ یہ انہیں کچھ اذیت پہنچاتے، نہ ان کی کچھ برائی کرتے، اور نہ

---

[1] ان کا ذکر مولانا جامی نے نفحات الانس میں کیا ہے، آپ کے مزار کا شیراز میں ہونا مختلف فیہ ہے، لیکن ابن بطوطہ نے مرحوم پر ظن قائم کیا ہے، (رئیس احمد جعفری)

[2] عرب مورخین اور سیاح "سیلون" کو سیلان کہتے ہیں، (رئیس احمد جعفری)

سونا آسکتا تھا بھرا۔ اور تمام تھیلیاں اپنے اعضا میں سے ہر عضو میں باندھیں یہ چونکہ بہت طاقت
تھا، اس لئے انہیں لے کر کھڑا ہو گیا، جب خزانہ سے نکلا تو گر پڑا، اور اٹھ نہ سکا، سلطان نے
قدر اس نے نکالا تھا، وزن کرایا تو دہلی کے من سے کل تیرہ من تھا، ایک من کا وزن پندرہ رطل
مصری کے مساوی ہوتا ہے، پس حکم صادر کیا کہ یہ سب تمہارا ہے، اس نے لیا، اور لے کر چلا آیا،

ایک مرتبہ امیر بخت الملقب بشرف الدین الخراسانی سلطان ہند کے دربار میں بیمار ہو گئے، سلطان ان
کی عیادت کے لئے آیا، جب ان کے پاس آیا، تو انہوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، سلطان نے قسم
دلائی کہ بستر سے نہ اترو، سلطان کے لئے ایک مونڈھا ڈال دیا گیا، یہ اس پر بیٹھا پھر سونا اور ترازو
منگوایا، چنانچہ لایا گیا، مریض سے کہا کہ ترازو کے ایک پلڑہ میں بیٹھو، انہوں نے کہا اے خوندعالم اگر
مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ ایسا کریں گے، تو میں بہت سے کپڑے پہن لیتا، سلطان نے کہا تو اچھا اب بھی جس
قدر کپڑے تمہارے پاس میں پہن لو، انہوں نے بہت سے ایام سرما کے روئی دار کپڑے پہن لئے، اور
ترازو کے پلڑے میں بیٹھ گئے، دوسرے پلڑے میں اس قدر سونا رکھا گیا کہ سونے والا پلڑا جھک گیا، سلطان
نے کہا کہ یہ لو اور اپنے اوپر سے اسے صدقہ کر دو، اور واپس چلا آیا،

حضرت اخی الرضا علی بن موسٰے رضی اللہ کا مزار پرانوار اور وہاں کے تجلیات و مشاہدات

شیراز کے مشاہد میں سے احمد بن موسیٰ اخی الرضا علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی
طالب رضی اللہ عنہم کا مشہد ہے، اہل شیراز اس مشہد کی بہت تعظیم کرتے اس سے برکت حاصل کرتے
اور اللہ برتر کے فضل کے لئے وسیلہ بتاتے ہیں، اس پر طاش خاتون السلطان ابی اسحاق کی
ماں نے ایک بہت بڑا مدرسہ اور خانقاہ بنوائی ہے، اس میں وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اور قرا
تربت مبارکہ پر ہمیشہ قرآن پڑھتے ہیں، خاتون کی عادت ہے کہ اس مشہد پر ہر دوشنبہ کی شب کو
آتی ہے، اس شب کو تمام قاضی فقیہ اور شریف جمع ہوتے ہیں، شیراز میں شرفا کی کثرت ہے، میں
نے معتمد آدمیوں سے سنا ہے کہ شرفا میں سے وہ لوگ جن کے لئے روزینہ مقرر ہے، چھوٹوں اور
بڑوں میں سے کچھ اوپر ایک ہزار چار سو ہیں، اور ان کا نقیب عضد الدین الحسنی ہے، جب یہ لوگ
مشہد مبارک پر حاضر ہوتے ہیں، تو حاضرین ختم قرآن کرتے ہیں، اور قراء نہایت خوش الحانی کے ساتھ
تلاوت کرتے ہیں، کھانا پھل پھلاری اور حلوہ لایا جاتا ہے، جب سب لوگ کھا چکتے ہیں، تو واعظ
وعظ کہتا ہے، یہ سب نماز ظہر کے بعد سے عشا تک ہوتا رہتا ہے، خاتون ایک کھڑکی میں جو مسجد

انہیں کچھ دکھ دیتے ہیں، جب ہمیں کبھی ان سے گوشت پکوانے کا اتفاق آپڑا ہے، تو وہ ... ہانڈیوں میں گوشت لاکر ہم سے دور بیٹھے ہیں، کیلے کے پتوں پر چاول رکھتے ہیں یہ ان کو ... ہے، اور اس پر کوشاں بھی ڈالتے ہیں، یہ ان کے ساتھ کھانے کی چیز ہے، اور چلے جاتے ہیں، ہم وہ کھاتے ہیں، اور پس خوردہ کتوں کے سامنے ڈال دیا جاتا ہے، اور اُسے ... کھا لیتے ہیں، اگر اس میں سے کسی ایسے چھوٹے بچے نے کھالیا جسے عقل نہیں ہے تو اُسے خوب مارتے ہیں، اور گائے کا گوبر کھلا دیتے ہیں، کیونکہ ان کے عقیدہ کے موافق وہ اس سے پاک ہو جاتا ہے،

حضرت صالح زرکوب کا مزار، شیرازی بڑے خوش الحان قاری ہوتے ہیں گھروں میں قبرستان

یہاں کے مشاہد میں سے الشیخ الصالح زرکوب کا مشہد ہے، اس پر ایک خانقاہ بھی کھانا کھلانے کے لئے بنی ہے، تمام مشاہد شہر کے اندر ہیں، اسی طرح یہاں کے باشندوں کی تمام قابل عظمت قبریں ہیں، کیونکہ ان میں سے جس شخص کا بیٹا یا بیوی مرتی ہے، تو اس کی قبر گھر کے کسی حصہ ہی میں بنا چھوڑتے ہیں، اور پھر اس میں دفن کر دیتے ہیں، اور اُس گھر کو چٹان یا فرش سے مفروش کر دیتے ہیں، میت کے سرہانے اور پائینتی بکثرت شمعیں روشن کرتے ہیں، اس گھر میں گلی کی طرف ایک لوہے کی جنگلے دار کھڑکی لگاتے ہیں، اس سے قراء داخل ہوتے ہیں جو نہایت خوش الحانی سے تلاوت کرتے ہیں، باشندگان شیراز سے بڑھ کر تمام عالم میں خوش الحانی کے ساتھ کوئی قرآن پڑھنے والے نہیں ہیں، گھر والے مزار پر فرش بچھاتے، اور اس پر چراغاں کرتے ہیں، گویا میت بدستور گھر میں ہے، مجھ سے لوگوں نے ذکر کیا کہ وہ روزانہ میت کے لئے کھانا پکاتے ہیں، اور اس کے نام پر اسے صدقہ دے دیتے ہیں،

حضرت شیخ سعدی شیرازی کا مزار، زادیہ، نہر، اور دیگر مناظر

اُن مشاہد میں جو بیرون شیراز واقع ہیں، الشیخ الصالح المعروف بالسعدی کا مزار ہے آپ اپنے زمانہ میں فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے، اکثر اپنے کلام کو زبان عربی سے ...

ے حافظ کا مصرعہ یاد کیجئے، درکنار آب رکن آباد و گلگشت مصلیٰ را، (رئیس احمد جعفری)

خوب چمکتا ہے، آپ کا زاویہ بھی ہے، جسے آپ نے اسی مقام پر تعمیر کرایا تھا، اس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا باغ ہے، زاویہ ایک بڑی نہر کے کنارے واقع ہے جسے رکن آباد کہتے ہیں، یہاں شیخ نے کئی چھوٹے چھوٹے سنگ مرمر کے حوض بھی کپڑے دھوتے کے لئے بنوائے ہیں، لوگ شہر سے نکل کر اس مقام کی زیارت کے لئے آتے ہیں، اسی زاویہ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں، اور اس نہر میں اپنے کپڑے دھوتے ہیں، اور پھر واپس چلے جاتے ہیں، اس زاویہ سے متصل ایک دوسرا زاویہ بھی ہے، اور اس سے ملا ہوا ایک مدرسہ ہے، یہ دونوں عمارتیں شمس الدین السمنانی کے مزار پر بنی ہوئی ہیں، آپ امراء فقہا میں سے تھے، اور وصیت کی تھی کہ میں اسی مقام پر دفن کیا جاؤں۔

شہر شیراز میں کبار فقہا میں سے الشریف مجید الدین ہیں، آپ کا معاملہ کرم عجیب ہے، اکثر ایسا ہوا ہے، کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا، سب خیرات کر دیا، یہاں تک کہ جسم کے کپڑوں تک سے دریغ نہ کیا، اور جو گدڑی آپ کے پاس تھی اوڑھ لی، جب شہر کے بڑے لوگ آپ کے پاس آتے ہیں، اور آپ کو اس حالت میں دیکھتے ہیں تو کپڑے پہنا دیتے سلطان کی طرف سے آپ کے لئے پچاس دینار دراہم وظیفہ مقرر ہے،

شیخ ابو اسحاق کا زاویہ مبارکہ، چین اور ہند کے لوگوں کی بے پناہ عقیدت و عظمت

شیراز سے کازرون پہنچے، اور الشیخ ابی اسحاق کے زاویہ میں اللہ آپ کی ذات سے نفع پہنچائے جا اترے، اور اس رات کو یہیں شب باش رہے، ان کا یہ طریقہ ہے کہ چاہے کوئی بھی وارد ہو آئے ہریسہ جو گوشت، گیہوں اور گھی سے بنتا ہے، کھلاتے ہیں، یہ چپاتی سے کھلایا جاتا ہے، اور جو ان کے یہاں آتا ہے، جب تک اس کی تین دن تک ضیافت نہ کر لیں، سفر کے لئے رخصت نہیں کرتے، وہ شیخ جو زاویہ میں مقیم ہے، اس کے پاس حاجتیں لے کر آتے ہیں، وہ ان فقراء سے تعمیل کے لئے کہتا ہے، جو اس زاویہ میں رہا کرتے ہیں، ان کی تعداد سو سے اوپر ہے، ان میں سے شادی شدہ بھی ہیں، یہ قرآن ختم کرتے ہیں، اور پھر شغل و ذکر ہوتا ہے، پھر اس حاجت مند کے لئے الشیخ ابی اسحاق کی ضریح کے پاس دعا کرتے ہیں، اللہ برتر آپ کے وسیلہ سے اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے،

ان شیخ ابو اسحاق کی اہل ہند اور چینی بڑی عظمت کرتے ہیں، بحر چین میں سفر کرنے والوں کی عادت ہے کہ ہوا میں تغیر ہوتا، اور بحری لٹیروں سے انہیں خوف دامنگیر ہوتا ہے تو ابی اسحق

کے لئے منتیں مانتے ہیں، اور ہر شخص نے جو منت مانی ہے، اسے لکھ لیتا ہے۔ جب سو
سے خشکی پر پہنچ جاتے ہیں، تو زاویہ کے خادم کشتی پر چڑھ جاتے، اور کشتی کی زمام پکڑ لیتے
ہیں، اور ہر نذر ماننے والے کی نذر یا چڑھاوا لے لیتے ہیں، چین یا ہندوستان سے کوئی
ایسا جہاز یا کشتی نہیں آتی، جس میں اس مقصد کے لئے ہزار دل دینار نہ ہوں۔ زاویہ کے
خادم کی طرف سے وکیل آتے ہیں، وہ انہیں لے لیتے ہیں، فقراء میں سے جو الشیخ کے
صدقہ کے طالب آتے ہیں، ان کو یہاں سے ایک تحریر دی جاتی ہے، اور الشیخ کی علامت
چاندی کے قالب میں منقوش ہوتی ہے، اسے سرخ روشنائی سے اس فرمان پر لگا
دیتے ہیں، اس سے اس پر نشان بن جاتا ہے، اُس تحریر کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ جس
کے پاس الشیخ ابی اسحاق کے لئے کوئی نذر ہے، اس میں اس قدر فلاں شخص کو دے دینا
چاہئے، ہزار سے لے کر سو تک اور اس کے مابین دینے کے لئے حکم ہوتا ہے، اور اس
سے زیادہ فقیر کی حاجت پر انحصار ہوتا ہے، جب وہ شخص مل جاتا ہے، جس کے پاس
کچھ نذر ہے، اور اس سے لے لیتے ہیں، تو اس حکم نامہ میں تحریر کے پیچھے جو کچھ اس
سے وصول کیا ہے، لکھ دیتے ہیں، ایک مرتبہ ہندوؤں کے بادشاہ نے ابی اسحاق
کے لئے دس ہزار دینار کی نذر مانی، اس کی خبر زاویہ کے فقراء کو ملی، ان میں سے ایک ہندوستان
آیا، اُسے لیا اور لے کر زاویہ واپس چلا گیا،

اصحابِ رسولؐ حضرت زید بن ثابتؓ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کے مزارات عالیہ

شہر زیدین میں وارد ہوئے، یہ اس نام سے اس لئے مسمی ہے، کہ اس میں زید بن ثابت
اور زید بن ارقم دونوں انصاریوں اور رسول اللہ صلعم تسلیماً کے صحابہ رضی اللہ عنہما کے
مزارات ہیں، یہ شہر نہایت اچھا بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے، اور یہاں کے بازار
بھی نہایت اچھے اور مساجد نہایت عجیب ہیں، یہاں کے باشندے نیکوکار، امانت دار
اور دیانت دار ہیں، یہاں کے خاص رہنے والوں میں سے القاضی نورالدین الزیدانی ہیں
ایک مرتبہ آپ باشندگانِ ہند کے یہاں تشریف لائے تھے، اس وقت یہاں کے
مقام و بلیتہ المہل کے عہدہ قضا کے آپ والی ہوئے تھے، یہ بہت سے جزائر کا نام ہے
جن کا مالک جلال الدین بن صلاح الدین صالح تھا، اس بادشاہ کی بہن کے ساتھ آپ نے

شادی بھی کی تھی، اس کا عنقریب ذکر آئے گا، نیز اس کی لڑکی خدیجہ کا بھی ذکر آئے گا، جو اس کے بعد الجزیروں کی والی ہوئی تھی،، یہیں قاضی نورالدین نے وفات بھی پائی۔

زبیدین سے رخصت ہوکر ہم الحویزا میں وارد ہوئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے یہاں زیادہ تر عجمی بودوباش رکھتے ہیں، اس کے اور بصرہ کے مابین چار، اور اس کے اور کوفہ کے درمیان پانچ منزلوں کی مسافت ہے، یہاں کے بزرگوں میں شیخ صالح جمال الدین حویزائی ہیں جو خانقاہ سعید السعدا کے شیخ ہیں؛!

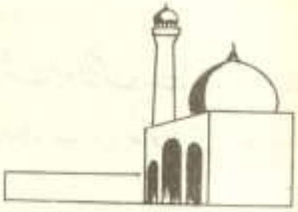

کوفہ

فدائیان حسین کے مآثر و مقابر، شہر کے عام حالات، باشندے اور آب و ہوا

اب ہم نے کوفہ کا رخ کیا، !

دوران سفر میں ایک ایسے دشت ہولناک سے گذر ہوا، جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا، کسی مقام پر، یہاں سے درود کے دوسرے دن ہم کوفہ پہنچ گئے۔

لہ کوفہ بھی ایک نوآباد شہر تھا جو عہد خلافت راشدہ میں بسا تھا،
یہ شہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پایہ تخت خلافت بھی تھا، شورش پسندوں کی بدامنی، ہنگامہ آرائی اور فتنہ و فساد سے آپ مدینۂ منورہ کی خاک پاک کو آلودہ نہیں ہونے دینا چاہتے تھے، چنانچہ آپ نے مرکز خلافت مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا۔
فقہ حنفی کے امام جلیل حضرت امام ابوحنیفہ کا مرکز تحقیق و افتا، اور مرکز اجتہاد و تفقہ بھی یہی شہر تھا اسی مرکز نے امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور فقہ اسلامی کے جلیل القدر ائمہ کو پروان چڑھایا،
حضرت علیؓ کے کوفہ میں قیام فرما ہونے کے بعد صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد یہاں آکر مقیم ہو گئی اور حضرت رسول صلعم کی تبلیغ کو اپنا اسوہ بنا لیا،
یہی سرزمین ہے، جہاں جلیل القدر صحابی رسول حضرت حجر بن عدی قیام فرما تھے، اور جب امیر معاویہ کے حکم سے ہر مسجد میں حضرت علیؓ پر لعن وطعن کا سلسلہ شروع ہوا، تو برداشت نہ کر سکے، اور اس جرم میں امیر معاویہ کے حکم (باقی صفحہ ۲۴۱ پر)

یہ شہر یکے از امہات بلاد عراق ہے، اس کے فضل و مقام بلند کا سبب یہ ہے کہ یہ بہت سے صحابہ اور تابعین کا مرکز اور علما و صالحین کا مقام رہا ہے، مزید برآں علی بن ابی طالب امیر المومنین کا دار الحکومت رہا ہے، لیکن اب سرکشوں کی دست درازی کے باعث ویران ہوگیا ہے، اس کے سارے فساد اور بربادی کا باعث عرب خفاجہ ہیں، جن کی اس جوار میں بود و باش ہے، یہ لوگ راستہ میں ڈاکہ زنی کرتے ہیں،

اس کی کوئی شہر پناہ نہیں، تمام عمارت اینٹ کی ہے، اس کے بازار نہایت خوبصورت ہیں، ان میں اکثر کھجور اور مچھلی بکتی ہے، یہاں کی جامع مسجد بہت بڑی اور شرف والی ہے، اس کے سات درجے ہیں، جو پتھر کے صحیح ترشے ہوئے ستونوں پر قائم ہیں، پتھروں کے نیچے اوپر جوڑوں میں سیسہ پلایا ہوا ہے، یہ بہت طول و طویل ہیں،

اس مسجد کے آثار کریمہ میں سے ایک مکان داہنی طرف دبا ہوا قبلہ رخ ہے، کہتے ہیں کہ یہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی، اسی کے قریب ایک محراب ہے، جس پر ساگوان کی

(گذشتہ صفحہ ۱۳۶ کا حاشیہ)

سے قتل کر دیئے گئے، یہ ایسا حادثہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کانپ اٹھیں، انہوں نے ایک مرتبہ امیر معاویہ سے جب وہ ان سے ملنے آئے تھے، کہا

"معاویہ تمہیں حجر کو قتل کرتے وقت خدا کا خوف نہ آیا"؟

کوفہ کی سرزمین نے عہد اموی کے بڑے بڑے جباروں، قہاروں، سفاکوں، اور انسانی زندگی سے کھیلنے والوں کا شاندار آغاز اور عبرتناک انجام بھی دیکھا ہے،

یہاں ایسے ایسے اصحاب و علم و فضل، ارباب و زہد و ورع، اور حاملان کتاب و سنت نمودار ہوئے، جن کی لسان حق پر وقت کے بڑے بڑے جابر اور جائر سلطان کے سامنے بھی کلمہ حق جاری رہا، گو اس کی سزا دار و رسن ہی کیوں نہ ملی ہو۔

اس سرزمین نے بڑے بڑے آثار چڑھاؤ، انقلاب، اور تغیرات دیکھے ہیں، یہاں مناظروں کی محفلیں جمتی تھیں، یہاں قال اللہ اور قال رسول کے ترانے گونجتے تھے، یہاں فقہہ اسلامی کے حلقے قائم تھے، یہاں تصوف کے زاویے تھے، جو عہد بنو امیہ میں ــــ "ہوگیا مانند آب ارزاں مسلمان کا لہو"!

اور اب! ــــ اب کوفہ ایک معمولی سا شہر ہے، جسے اپنے ماضی سے کوئی نسبت نہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

لکڑی کا بلند حلقہ لگا ہوا ہے، یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محراب ہے یہیں آپ کو اشقی
ملجم نے مارا تھا، لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں، مسجد کے اس درجہ میں ایک زاویہ ہے اس میں ایک
سی مسجد اور بنی ہوئی ہے، اس پر بھی ساگوان کی لکڑی کا ایک حلقہ ہے، کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں
تنور سے طوفان نوح علیہ السلام جوش زن ہوا تھا، اس کی پشت پر مسجد سے باہر ایک مکان ہے
کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کا گھر تھا، اس کے مقابل ایک اور مکان ہے، کہتے ہیں کہ یہ ادریس علیہ
السلام کی عبادت گاہ ہے، اسی سے متصل ایک وسیع جگہ ہے، جو مسجد کی قبلہ رخ دیوار سے ملی ہوئی
ہے، کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اسی جگہ کشتی بنائی تھی، اس وسیع میدان کے آخر میں علی بن ابی
طالب رضی اللہ عنہ کا گھر ہے، اور وہ مکان بھی ہے، جس میں آپ کو غسل دیا گیا تھا اسی کے متصل
ایک مکان ہے، اس کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں، کہ یہ نوح علیہ السلام کا مکان ہے، خدا ہی بہتر جانتا
ہے، یہ ساری باتیں کہاں تک درست ہیں۔

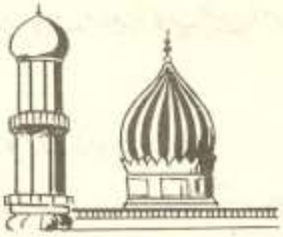

عبرت گاہِ کوفہ

حضرت مسلم بن عقیل، حضرت عاتکہ، حضرت سکینہ کے مزاراتِ عالیہ
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا دار الامارۃ
ابن ملجم کی قبر:- مختار بن عبید کی تربت

مسجد کوفہ کے شرقی جانب ایک بلند مقام ہے جس پر چڑھ کر جانا ہوتا ہے، یہاں مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، یہاں سے قریب ہی حضرت عاتکہ اور حضرت سکینہ کہ دونوں امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادیاں تھیں، گوشہ لحد میں محو استراحت ہیں۔

کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو دار الامارہ بنوایا تھا، اب صرف اس کے کھنڈر رہ گئے ہیں، دریائے فرات اس شہر سے مشرق کی جانب نصف فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں کھجوروں کے باغات ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے چلے گئے تھے، میں نے کوفہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا جو سفید زمین پر نہایت سیاہ دھبہ کی طرح تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم کی قبر ہے، باشندگان کوفہ ہر سال بہت سی لکڑیاں لے آتے ہیں، اور اس کی قبر کے مقام پر سات دن تک جلاتے ہیں، اسی کے قریب ایک قبہ ہے، اس کے متعلق مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ اس میں المختار بن ابو عبید کا مزار ہے، پھر ہم نے کوچ کیا، اور

لہ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نامہ بر بن کر آئے تھے، اگر وقت کی ظالم حکومت نے آپ کو بد عہدی کر کے شہید کر دیا۔
(رئیس احمد جعفری)

بڑ ملاقہ میں اترے، یہ ایک نہایت اچھا شہر کھجوروں کے باغات کے درمیان واقع ہے
اس سے باہر اترا تھا، اندر جانا بہت برا معلوم ہوا، کیونکہ یہاں کے باشندے شیعہ ہیں
یہاں سے روانہ ہو کر ہم شہر حلہ[1] میں وارد ہوئے،

قدیم شہر حلہ:۔ وہاں کے باغات، مذہب شیعہ کے برسرِ پیکار فرقے

یہ ایک بہت بڑا شہر الفرات کے مشرقی کنارے آباد چلا گیا ہے، یہاں کے بازار نہایت اچھے اور ہر قسم کے صنائع اور پسندیدہ چیزوں کے جامع ہیں، یہاں آبادیاں بکثرت اور اندر اور کھجور کے باغات بترتیب قائم ہیں، زیادہ تر مکانات باغوں ہی کے اندر ہیں، یہاں ایک بہت بڑا پل ہے، جو کشتیوں کو دونوں کناروں تک جوڑ کر بنایا گیا ہے، اس کے دونوں کناروں پر لوہے کی زنجیریں تنی ہیں، جو دونوں کناروں پر لکڑی کے زبردست کندوں سے جو ساحل پر ہیں بندھی ہوئی ہیں،

شہر کے تمام باشندے امامیہ اثنا عشریہ ہیں، ان کے دو فریق ہیں، ایک تو اکراد کے نام سے مشہور ہیں، اور دوسرے الجامعین، ان دونوں میں برابر جدال وقتال برپا رہتا ہے۔

شہر کے بڑے بازار کے قریب ایک مسجد ہے، اس کے دروازے پر ایک ریشم کا پردہ لٹکا رہتا ہے، یہاں کے لوگوں نے اس کا نام مشہد صاحب الزماں رکھا ہے، ان کا دستور ہے کہ ہر شب کو سو آدمی اہل شہر سے نکلتے ہیں، یہ سب ہتھیار بند ہوتے ہیں، اور ہاتھ میں ننگی تلواریں لئے امیر شہر کے دروازے پر عصر کی نماز کے بعد آتے ہیں، اس سے ایک زین کسا ہوا اور لگام لگا گھوڑا یا خچر لیتے ہیں، اور اس چوپائے کے سامنے، نقارے، نفیریاں اور قرنا بجاتے ہوئے، ان میں سے پچاس اس کے آگے، اور اتنے ہی پیچھے اور کچھ اس کے داہنے اور کچھ بائیں مشہد صاحب الزماں پر آتے ہیں، اور دروازہ پر ٹھہر کر یہ الفاظ کہتے ہیں،

"اللہ کے نام پر اے صاحب الزماں اللہ کے نام پر! اب ظاہر ہو جیئے۔ فسادات کا ظہور ہے ظلم کی کثرت ہے، یہی آپ کے خروج کا زمانہ ہے، تاکہ آپ کی ذاتِ مبارک سے لوگ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔"

برابر اسی طرح کہتے رہتے ہیں، اور نماز مغرب تک قرنا۔ نقارے اور نفیریاں بجاتے رہتے

---

[1] بہت قدیم شہر ہے، عہد تاریخ سے بھی پیشتر کا گہوارۂ روایات و اساطیر، (رئیس احمد جعفری)

ان کا یہ بھی قول ہے کہ اس مسجد میں محمد بن الحسن العسکری داخل ہوئے تھے، اور اسی میں غائب ہو گئے،[1] اور اب وہ عنقریب نکلنے والے ہیں، اور وہی ان کے نزدیک "الامام المنتظر" یعنی وہ امام ہیں جن کے ظہور یا خروج کا انتظار کیا جا رہا ہے،

شہر حلہ پر سلطان ابوسعید کی وفات کے بعد امیر احمد بن رمیثہ بن ابی نمی امیر مکہ نے قبضہ کر لیا، اور کئی سال تک داد حکمرانی دیتا رہا، یہ سیرت وصفات کے اعتبار سے بہت خوب آدمی تھا، پھر شیخ حسن سلطان عراق نے اس سے مقابلہ کیا، اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر اسے ہلاک کر دیا، اور اس کے پاس جتنا کچھ زر و مال تھا، اور ذخائر گراں بہا تھے لے لئے، !

---

[1] حضرت شیعہ کا مسلک یہ ہے، کہ امام محمد بن عسکری گو زندہ ہیں، لیکن چشم مردم سے نہاں ہیں، جسے وہ اپنی اصطلاح میں غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ !، کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

غیبت صغریٰ ۲۶۶ھ میں یہ عہد خلیفہ معتمد عباسی شروع ہوئی، اور غیبت کبریٰ کا راضی ابن مقتدر عباسی کے دور میں آغاز ہوا،

غیبت صغریٰ میں یہ کتاب اور وکلا، امت کے صالحین اور ائمہ کے مابین واسطہ تھے، اور غیبت کبریٰ میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا، پہلی اور دوسری غیبت کے درمیان ۶۲ سال کی مدت ہے،   (رئیس احمد جعفری)

کربلا

قتل گاہِ حسینؓ

کربلا میں میرا داخلہ، مشہد حسین علیہ السلام کی زیارت ضریح مقدس

حلہ سے روانہ ہوکر ہم کربلا کی طرف روانہ ہوئے، !

شہر کربلا مشہد حسین بن علی علیہما السّلام ہے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، چاروں طرف سے اسے کھجوروں کے درخت ڈھانکے ہوئے ہیں، اسے دریائے فرات کا پانی سیراب کرتا ہے، روضۂ مقدسہ اس کے اندر ہے، اس پر ایک بہت بڑا مدرسہ اور ایک متبرک زاویہ بنا ہوا ہے، اس میں ہر وارد وصادر کو کھانا ملتا ہے، روضہ کے دروازہ پر حاجب اور مؤدب تعنیات رہتے ہیں، ان کی بغیر اجازت کوئی شخص اندر داخل نہیں ہوسکتا، پہلے آستانہ شریف کو بوسہ دیا جاتا ہے، یہ چاندی کا بنا ہوا ہے اور ضریح مقدس پر سونے اور چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، اور دروازوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں، اس شہر کے باشندے دو گروہ ہیں، اولاد رخیک اور اولاد فایزان دونوں گروہوں میں ہمیشہ بازار قتال گرم رہا کرتا ہے، یہ سب امامیہ اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، انہیں کے فتنہ کی وجہ سے یہ شہر ویران ہوگیا ہے، پھر یہاں سے ہم بغداد روانہ ہوئے، !

خاک پاک بغداد

بغداد کے لوگ، وہاں کے حمام، کمالات، مزار مقدسہ، صوفیا، صلحا، خلفائے بغداد اور ائمہ عصر کی تربتیں

بغداد

دارالسلام پایہ تخت اسلام قدرِ شریف اور فضل منیف کا حامل۔ خلفا کا مسکن علماء کا مرکز ہے،

بغداد کے بارے میں مشہور سیّاح عالم ابن جبیر کے تاثرات

ابوالحسین بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ شہر حوادث کا شکار ہونے سے پہلے اس کی جو حالت تھی، اور مصائب کی نظر بد لگنے سے پہلے جو اس کی کیفیت تھی، اس کے لحاظ سے اسے ایک پرانا ٹھیکرا سمجھنا چاہئے، نہ اس میں اب کوئی حسن ہے، جس کی طرف نظر متوجہ ہو، اور نہ کوئی ایسی خوبی ہے، جو دیکھنے والے کو مبہوت بنالے، ہاں اس کے شرق اور غرب کے مابین ایک دجلہ ضرور واقع ہے، جسے اگر یہ کہا جائے کہ دو صفحوں کے مابین ایک آئینہ نمودار ہے تو درست و بجا ہے یا اسے موتی کی لڑی سے تشبیہ دی جائے جو سینہ کے دو پہلوؤں سے نکل گئی ہو، تو راست و بجا ہے، اس کے آب جاری میں کوئی گدلا پن نہیں ہوتا، اور ایسا صیقل کیا ہوا آئینہ ہے، جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتا، گویا کہ یہ حسن حریمی ہے جس کی نشوونما اس کی ہوا اور پانی میں ہے،

بغداد کی مدح و ذم کا ذکر شعروں میں، وہاں کے حسن دلآویزی کی داستان

بہت سے لوگوں نے اس کی مدح و توصیف کی، اور اس کے محاسن کا ذکر کیا ہے،

بغداد کی ہجو بھی بعض شاعروں نے کی ہے، بعض اشعار بھی میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کئی مرتبہ پڑھ کر سنائے۔

بحر بسیط	ترجمہ
بغداد دار لاهل والمال وسعته	بغداد تو مالداروں اور دولت مندوں کا گھر ہے اور
وللصعاليك دار الضنك والضيق	مفلسوں کے لئے جائے مصیبت۔
ظللت امشي مضافاتي ازقتها	میں اس کی گلیوں میں سراسیمہ اور پریشان پھرا
كانني مصحف في بيت زنديق	میری شان زندیق کے گھر میں قرآن کی سی ہے،

بغداد کی تقوی شکن خواتین کا ذکر بھی بعض شعرا نے کیا ہے،

بحر کامل	ترجمہ
آها على بغدادها وعراقها	ہائے بغداد اور عراق،
وظبائها والسحر في احداقها	وہ غزال رعنا، اور وہ ان کی چشم طراز
ومجالها عند الفرات باوجه	دریائے فرات کے کنارے ان کے چہرۂ زیبا کا جلوہ گر
تبدو اهلتها على اطواقها	ہونا ان کی گردنوں کے وہ طوق جو ہلال کی طرح درخشاں ہے
متبخرات في النعيم كانما	اس نعیم (یعنی کنارۂ دجلہ) میں ان کے وہ ناز و انداز
خلق الهوى العذري من اخلاقها	جیسے عذرا کا عشق انہیں کے اخلاق سے وجود میں لایا گیا،

شہر بغداد کے پُل، مدرسے، اور مسجدیں وغیرہ

بغداد میں دو پل ہیں جن پر شبانہ روز مردوں اور عورتوں کی آمد و رفت رہتی ہے، بغداد میں گیارہ مسجدیں ایسی ہیں جن میں خطبہ پڑھا جاتا ہے، اور نماز جمعہ ہوتی ہے، مغربی جانب آٹھ مسجدیں ہیں، اور شرقی جانب تین ان کے سوا اور بھی بہت سی مسجدیں ہیں، یہی حالت مدرسوں کی ہے لیکن ویران ہو گئے ہیں،

بغداد کے سرد و گرم حمام، اور وہاں کے حیرت انگیز انتظامات

بغداد میں حمام بکثرت اور نادر ہیں، اکثر حماموں پر تارکول پھرا ہوا ہے، دیکھنے والے کو خیال ہوتا ہے کہ سیاہ سنگ مرمر کے ہیں، یہ تارکول ایک چشمہ سے نکالا جاتا ہے، جو کوفہ اور بصرہ کے مابین ہے، اس

یں ہمیشہ اس کا سوت چلتا رہتا ہے، اور اس کے اطراف میں مثل گارے کے ہوتا ہے، اس میں سے گھر پچ
کر بغداد میں لاتے ہیں، یہاں کے حمام میں بہت سے خلوت خانے ہوتے ہیں، ہر خلوت خانہ کی سطح
ور نصف دیوار تک تارکول سے اور مابقی اوپر کی نصف دیوار سفید گچ مخلوط سرخی سے پتی ہوتی ہے،
یہ دونوں ایک دوسرے سے خلاف رنگ نظر کے لطف کو دوبالا کرتے ہیں، ہر خلوت خانہ کے اندر
سنگ رخام کا ایک حوض ہوتا ہے، اس میں دو ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں، ایک سے گرم پانی نکلتا ہے، اور دوسری
سے ٹھنڈا، ہر شخص خلوت خانہ میں تنہا ہو کر نہاتا ہے، اس کا اگر کسی کے شریک کرنے کا ارادہ ہو تو خیر ورنہ کوئی
شریک نہیں ہو سکتا، ہر خلوت خانہ کے گوشہ میں ایک حوض نہانے کے لئے اور بھی ہوتا ہے، اس میں بھی گرم اور سرد ٹوٹیاں ہوتی
ہیں ہر داخل ہونے والے کو تین تہبند دیئے جاتے ہیں، ایک باندھ کر نہاتا ہے، دوسرا نہا کر فارغ ہونے کے بعد باندھتا
ہے اور تیسرے سے جسم کا پانی پونچھتا ہے، میں نے شہر بغداد کے سوا اور اس قسم کا کہیں انتظام نہیں دیکھا،

حضرت معروف کرخی اور حضرت عون کے مزارات عالیہ

مغربی جانب کے مشاہد میں سے معروف الکرخی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، یہ محلہ باب البصرہ میں واقع ہے،
اس باب البصرہ کے راستہ میں ایک بہت بڑی عمارت والی زیارتگاہ ہے، اس میں ایک بہت
چوڑے تعویذ کا مزار ہے، اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے، "هذا قبر عون من اولاد علی بن
ابی طالب (یہ عون کا مزار ہے، علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں) یہیں خلیفہ ابو جعفر منصور کی جامع مسجد ہے،

حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کا مزار مبارک

اس جانب حضرت موسیٰ کاظمؑ کا مزار ہے، اس کے ایک جانب جواد کا مزار ہے، یہ دونوں مزارات مقبرے
کے اندر ہیں، ان پر ایک چبوترہ لکڑی کے تختوں سے ڈھکا ہوا ہے، اس پر چاندی کی تختیاں ہیں

بغداد کی شرقی جانب کی عمارتیں، مسجدیں اور مدرسے وغیرہ

بغداد کی اس جہت شرقی میں بہت سے نہایت اچھی ترتیب کے بازار ہیں، ان میں سب سے بڑے
بازار کا نام شوق الثلاثا ہے، اس میں صناعۃ علیحدہ علیحدہ ہے، اس بازار کے وسط میں مدرسۃ النظامیہ[1] ہے،

---

[1] کسی زمانہ میں یہ مدرسہ عالم اسلام کا سب سے بڑا دار العلوم تھا، (رئیس احمد جعفری)

یہ ایسا عجیب ہے کہ اپنی خوبی کی وجہ سے ضرب المثل بن گیا ہے، اس کے آخر میں المدر...
المستنصریہ ہے، اس کی نسبت امیرالمومنین المستنصر باللہ ابی جعفر بن المومنین الظاہر بن امیر...
الناصر کی طرف کی جاتی ہے، اس میں چاروں مذاہب ہیں، ہر مذہب کے لئے علیحدہ علیحدہ ...
ہوئے ہیں، ہر ایک میں مسجد اور درس دینے کی جگہ ہے، مدرس کی نشست گاہ ایک لکڑی کے ...
قبہ میں کرسی پر ہے، جس پر فرش ہوتا ہے، مدرس جب بیٹھتا ہے تو اس کے چہرہ سے اطمینان ...
برستا ہے، سیاہ کپڑے پہنے اور عمامہ باندھے ہوتا ہے، اس کے داہنے اور بائیں دو شخص
اور ہوتے ہیں، جو مدرس کے بیان کئے ہوئے مضمون کو مکرر بیان کرتے ہیں، ان چاروں ...
میں سے ہر نشست کی یہ ترتیب ہے، اس مدرسے کے اندر طالب علموں کے لئے ...
اور وضو کرنے کا مقام ہے۔

شرقی جہت میں ان مساجد میں سے جن میں جمعہ ہوتا ہے، تین مسجدیں اور ہیں، ایک جامع الخلیفہ
ہے، یہ قصر ہائے خلفاء اور ان کے مکانات کے قریب ہے یہ جامع مسجد بہت بڑی ہے اس میں سقا...
اور وضو اور غسل کے لئے بہت سی طہارت گاہیں بنی ہیں،

دوسری جامع الجامع السلطان ہے، یہ بیرون شہر ہے، اس کے متصل محل ہیں، یہ السلطان کی طرف منسوب ہیں۔

تیسری جامع مسجد، جامع الرصافہ ہے اسکے اور جامع السلطان کے مابین تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔

مقابر خلفائے بغداد امام ابوحنیفہ کا مزار، امام حنبل کی تربت، حضرت شبلی کی قبر مبارک

خلفاء عباسیہ[1] کے مزارات زیادہ تر رصافہ میں ہیں، اور ہر مزار پر صاحب مزار کا نام لکھا
ہوا ہے، ان میں سے مہدی، ہادی، امین، معتصم، واثق، متوکل، منتصر، المستعین، المعتز،
المہتدی، المعتمد، المعتضد، المکتفی، المقتدر، القاہر، الراضی، المتقی، المستنجد، المستع...
خلیفہ ہے[1]، اس پر تاتاریوں نے تلوار سے حملہ کیا تھا، اور اسے قتل کر دیا، اور بغداد سے عباسی خاندان
کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دیا، یہ واقعہ ۶۵۶ھ میں ہوا تھا۔

---

[1] سعدیؒ نے بڑا پر درد مرثیہ لکھا تھا، ایک شعر سن لیجئے۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیرالمومنین

(رئیس احمد جعفری)

رصافہ کے قریب الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ، کا مزار ہے، اس پر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے، اور زاویہ بھی ہے، اس میں ہر وارد وصادر کو کھانا ملتا ہے، شہر بغداد میں سوا اس خانقاہ کے آج کوئی ایسی خانقاہ نہیں ہے، جس میں کھانا کھلایا جاتا ہو۔ اللہ برتر کی ذات پاک ہے، جو اشیا کو پیدا کرتی ہے، اور پھر انہیں بدل دیتی ہے، اسی کے قریب امام ابی عبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، کا مزار ہے، اس پر کوئی قبہ نہیں، کہتے ہیں کہ آپ کے مزار پر کئی مرتبہ قبہ بنایا گیا، لیکن ہر مرتبہ خدا کی قدرت سے منہدم ہوگیا، باشندگان بغداد آپ کے مزار کی بہت تعریف کرتے ہیں، اور اکثر آپ ہی کے مذہب پر ہیں، اسی کے قریب ابی بکر الشبلی کا مزار ہے، جو متصوفہ کے ائمہ رحمہ اللہ میں سے ہیں، اور سری السقطی، بشر الحافی، داؤد الطائی اور ابی القاسم الجنید رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات ہیں،

باشندگان بغداد کا ہر جمعہ کا دن ان مشائخ میں سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے مجمع ہوتا ہے، اور دوسرا دن دوسرے شیخ کے لئے، اسی طرح آخر ہفتوں تک سلسلہ چلا جاتا ہے، بغداد میں صالحین اور علما رضی اللہ عنہم کے بہت سے مزارات ہیں،

بغداد کی اس جہت شرقی میں پھل پھلاری نہیں ہوتیں، یہاں جہت غربی سے لاتے ہیں، کیونکہ یہاں باغات اور باغیچے بکثرت ہیں۔

جب میرا بغداد پہونچنے کا اتفاق ہوا تھا، تو ملک العراق یہیں تھا، اس لئے یہاں اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،

عراق وخراسان کے سلطان جلیل ابوسعید بہادر خان کا تذکرۂ جمیل،

وہ السلطان الجلیل ابوسعید بہادر خاں ہے، خان کا لفظ ان کے یہاں بادشاہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ السلطان الجلیل محمد خدا بندہ کا بیٹا ہے، یہ وہ شخص ہے، جو ملوک تاتار میں سے اسلام لایا تھا، اس کے نام کے تلفظ میں اختلاف ہے، انہیں اختلاف کرنے والے گروہ میں سے وہ گروہ بھی ہے، جو اس کا نام خدا بندہ کہتا ہے، جس کے معنی عبداللہ ہیں، کیونکہ زبان فارسی میں لفظ خدا اللہ کا نام ہے، اور بندہ کے معنی غلام یا عبد کے ہیں، خدا بندہ کا بھائی قازغان تھا، لوگ اسے قازان کہنے لگے،

خدا بندہ جب مرگیا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا ابوسعید بہادر خان والی ملک ہوا، یہ بڑا فاضل اور کریم شخص تھا، اور جب برسر اقتدار ہوا ہے، تو بہت کم عمر تھی، جب میں نے اسے بغداد میں دیکھا،

تو یہ جوان اور تمام لوگوں سے بہت زیادہ صاحب جمال تھا، اور اس کے رخسار سے سبزۂ آغاز ہی تھے، اس وقت اس کا وزیر الامیر غیاث الدین محمد بن خواجہ تھا، اس کا باپ ایک یہودیہ کے بطن سے تھا جس نے اپنی قوم سے قطع تعلق کر لیا تھا، اسے السلطان محمد خدا بندہ ابی سعید کے والد نے اپنا وزیر بنایا تھا، میں نے ان دونوں کو ایک دن دجلہ میں دخانی کشتی پر دیکھا تھا جسے لوگ "الشبارۃ" کہتے ہیں، اس کے سامنے دمشق خواجہ، الامیر الجوبان کا بیٹا جو ابی سعید پر متغلب ہوا تھا، بیٹھا تھا، اور اس کے داہنے اور بائیں دو کشتیاں اور تھیں، ان میں ارباب طرب غنا بیٹھتے تھے،

میں نے اس دن اس کی سخاوتوں میں سے دیکھا کہ اندھوں کا ایک گروہ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، اور اپنے ضعف حال کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک جوڑا کپڑے اور ایک غلام عطا کیا کہ جہاں یہ چاہے ہاتھ پکڑ کر لے جایا کرے، اور ہر ایک کے لئے نفقہ بھی جاری کر دیا۔

جب سلطان ابو سعید والی مملکت ہوا، اور وہ صغیر سن تھا، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، تو امیر الامرا الجوبان اس پر غالب ہو گیا، اور بالآخر قتل کر دیا گیا،

جب الجوبان قتل کیا گیا تو اس کی اور اس کے بیٹے کی میتیں عرفات میں لا کر رکھی گئیں، اور پھر اس تربت میں دفن کرنے کے لئے مدینہ لے جائی گئیں، جو الجوبان نے مسجد رسول اللہ صلعم کے پاس اپنے لئے مخصوص کی تھی، چنانچہ اس فعل سے روکا گیا، اور البقیع میں دفن کیا گیا۔ الجوبان وہی شخص ہے جس نے مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں پانی پہنچایا تھا،

جب السلطان ابو سعید الملک کا مستقل مالک ہو گیا تو الجوبان کی لڑکی سے جو سارے بغداد میں حسن میں لاثانی تھی، اسے بغدادی خاتون کہتے ہیں، اور یہ شیخ حسن کے تحت میں تھی، جس نے ابا سعید کے مرنے کے بعد اس کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا، یہ اس کی پھوپھی کا بیٹا تھا، اس نے اسے حکم دیا کہ خاتون مذکور سے دست بردار ہو جائے، چنانچہ اس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر ابو سعید نے اس کے ساتھ شادی کر لی، اس کے لئے یہ تمام عورتوں میں زیادہ اقتدار والی تھی۔ اور اتراک اور تاتاریوں کی خواتین کا بہت اقتدار مانا جاتا ہے، چنانچہ جب یہ کوئی حکم نامہ لکھتے ہیں، تو یہ لکھتے ہیں، السلطان اور خواتین کی طرف سے، اور تمام خاتونوں کا کل بلاد و ولایات اور ملک کے محصولوں میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے، جب یہ سلطان کے ساتھ سفر کرتی ہے، تو علیحدہ کرتی ہے،

یہ خاتون ابی سعید پر بہت غالب آگئی تھی، اور دیگر عورتوں پر اسے تفوق رہا، اسی حالت میں ایک مدت گذر گئی، پھر اس نے ایک اور عورت سے شادی کر لی، اس کا نام دلشاد تھا، اس سے اسے بہت محبت ہوگئی، اور بغداد خاتون کی محبت جاتی رہی، اس سے اسے بہت ڈاہ پیدا ہوا، اس نے اسے ایک زہر آلود رومال دے دیا، جب جماع کے بعد اس نے اس سے پونچھا تو مرگیا، کوئی پس ماندہ اس کا والی وارث نہ تھا، ہر طرف سے امراء نے اس کی مملکت پر غلبہ کیا، چنانچہ قریب ہی ہم اس کا ذکر کریں گے،

جب امیر کو یہ معلوم ہوا کہ بغداد خاتون نے اسے زہر سے ہلاک کر دیا ہے، تو سب اس کے قتل پر متفق ہو گئے، اس کے قتل کے بعد الشیخ حسن ملک عراق عرب میں مستقل ہوگیا، اور السلطان ابی سعید کی بیوی دلشاد سے شادی کر لی،

رخ داہنی طرف ایک مدرسہ ہے، اور بائیں طرف ایک خانقاہ، اس کا فرش مرمر کا ہے، اور دیواریں قاشانی کی، جوزتبع کے مشابہ ہوتا ہے، اس کے اندر سے ایک پانی کی نہر نکل گئی ہے، اس میں طرح طرح کے درخت، انگور کی بیلیں اور چمیلی کے درخت لگے ہیں، ان کا دستور ہے کہ روزانہ نماز عصر کے بعد صحن مسجد میں سورۃ یٰسین، سورۃ الفتح، سورۂ عَمَّ پڑھتے ہیں، اور اس کے لئے تمام شہر کے لوگ جمع ہوتے ہیں،

ہم ایک رات شہر تبریز میں رہے، پھر دوسرے دن السلطان ابی سعید کا حکم الامیر علاؤالدین کو پہونچا کہ آپ مجھ سے ملئے، چنانچہ میں امیر مذکور ہی کے ساتھ پلٹ گیا، اور تبریز کے علماء میں سے کسی سے نہ مل سکا، پھر ہم روانہ ہو کر المحلۃ السلطان میں پہونچے، امیر مذکور نے میرے متعلق پوچھا مجھے کپڑے دیئے، اور سواری عنایت کی، امیر مذکور سے یہ بھی عرض کیا کہ ان کا الحجاز الشریف جانے کا ارادہ ہے، سلطان نے میرے زادِراہ اور محمل کے ساتھ جانے کا بندوبست کر دیا، اور میرے لئے اس کے متعلق امیر بغداد خواجہ معروف کو لکھ دیا۔

شہر تبریز میں آمد

بغداد سے نکل کر ہم محلہ سلطان ابوسعید میں آئے، کہ بادشاہ کی سواری کا نظارہ کریں، … یہاں سے ہم پھر تبریز میں داخل ہوئے، اور آبادی سے باہر ایک جگہ پڑاؤ کیا، جو … نام سے معروف ہے، یہاں سابق شاہ عراق قازان کی قبر بھی ہے، یہاں ایک بہت عمدہ … بھی اور زاویہ بھی ہے، جہاں ہر مسلمان کو روٹی، گوشت، گھی کا داغ دیئے ہوئے … حلوہ وغیرہ ملتا ہے،

امیر علاؤالدین محمد نے جن کے ساتھ میں یہاں آیا تھا، مجھے اس زاویہ میں یہاں اتارا جہاں … طرف چشمے ابل رہے تھے، اور درخت لہلہا رہے تھے،

دوسرے روز ہم شہر میں اس دروازے سے داخل ہوئے، جو باب بغداد کے نام سے پکارا جاتا ہے، آگے چل کر ہمیں ایک وسیع بازار ملا جو "سوق قازان" کے نام سے مشہور ہے، … شبہ یہ دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، اس میں ہر صنعت کا حصہ الگ الگ ہے جس کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، جوہریوں کے بازار سے جب میرا گذر ہوا تو وہاں قسم قسم کے جواہرات دیکھ کر مجھے حیرت ہو گئی، اس میں فروخت کا کام خوبصورت غلام کرتے تھے، جو نہایت پر تکلف لباس میں ہوتے تھے، اور ان کی کمریں ریشمی پٹکوں سے بندھی ہوئی تھیں، تاجروں کے سامنے سے جواہرات اٹھا کر ترک عورتوں کو دکھاتے تھے، وہ بکثرت خریدتیں، یہ سارا رنگ ڈھنگ دیکھ کر مجھے فتنہ کا اندیشہ ہوا، اللہ اس سے پناہ میں رکھے،

پھر ہم عنبر اور مشک کے بازار میں داخل ہوئے، وہاں بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دیکھا، پھر المسجد الجامع گئے، اسے الوزیر علی شاہ المعروف بجلیان نے تعمیر کرایا تھا، اس کے قبلے کے

---

[1] اصل عبارت یہ ہے۔ "الارز المطبوخ بالسمن"!

ں قدو کے شرقی جانب ایک شہر ہے، جس کا نام ،، سرمن رائی ،، ہے ، اسے سامرا بھی
کتے ہیں، اور سام راہ بھی لہ زبان فارسی میں اس نام کے معنی سام کا راستہ ہوئے، یہ
بڑی حد تک ویران ہوچکا ہے، کچھ باقیات رہ گئے ہیں، اس کی ہوا نہایت معتدل ہے،
بلاؤں اور دست بردِ زمانہ کے نہایت خوب صورت ہے، اس میں بھی صاحب الزمال
شہد ہے، جیسا کہ العلتہ میں ہے، پھر یہاں سے ایک منزل روانہ ہوکر ہمارا شہر تکریب
میں وردو ہوا، یہ ایک بڑا شہر ہے، اس کی حدیں یا کنارے بہت وسیع بازار نہایت اچھے
مسجدیں بکثرت اور یہاں کے باشندے نہایت خوش اخلاق ہیں، دجلہ اس کی جہت شمالی
میں واقع اور لب دریائے مذکور ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے، یہ شہر بہت قدیم ہے، اور اس
کے چاروں طرف شہر پناہ بنی ہوئی ہے، پھر ہم نے یہاں سے دو منزل کوچ کیا، اور ایک گاؤں میں وارد
ہوئے جسے العقر کہتے ہیں، یہ بھی دریائے دجلہ کے کنارے ہے،

پھر ایک مقام میں وارد ہوئے جسے القیارہ کہتے ہیں، یہ دجلہ کے قریب ہے، اور یہاں کی
زمین سیاہ رنگ کی ہے، اس میں بہت سے چشمے ہیں، جن سے تارکول نکلتا ہے، اس کے
لئے حوض بناتے ہیں، اور اُس میں اسے جمع کرتے ہیں، اس وقت یہ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسا
زمین پر گارا، اس کا رنگ نہایت سیاہ چمکتا ہوا ہوتا ہے، اور اُس میں سے خوشبو آتی
ہے، ان چشموں کے اطراف میں ایک بہت بڑا سیاہ تالاب ہے، اس پر کوئی چیز رقیق

لہ رمتلفظ کے ملفظ میں، مورخین کے درمیان کافی اختلاف رائے ہے،
کوئی ،،سام راہ،، کہتا ہے، کوئی ،،سامرا،، لیکن اس کا صحیح تلفظ ہے،
سرمن رائی،
یعنی!
جس نے اسے دیکھا خوش ہوا
یہ شہر اپنی رعنائیوں کے اعتبار سے مستحق بھی اسی نام کا تھا، اسے اگر صفحہ ارض پر جنت کے ایک ٹکڑے
سے تشبیہ دی جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا،
لیکن اب!
اب یہ ایک کھنڈر ہے،!

(رئیس احمد جعفری)

موصل اور دیار بکر

چونکہ حجازی قافلہ کے روانہ ہونے میں ابھی دو مہینے کی دیر تھی، لہٰذا جی میں آئی کہ موصل اور دیار بکر کی سیر بھی کر دوں، پھر جب قافلہ کے روانہ ہونے کا وقت آئے گا تو واپس آجاؤں گا،

اس ارادہ کے پیش نظر میں نے کوچ کیا، اور نہر دجیل پر پہونچا، یہ دجلہ سے نکل کر بہت سے مواضعات کو سیراب کرتی ہے، دو روز کے بعد ہم ایک بڑے سے قریہ میں پہنچے، جو حربہ کے نام سے مشہور ہے، بہت شاداب، اور سر سبز مقام ہے، آگے بڑھے تو دجلہ کے قریب ایک قلعہ میں گزر ہوا جسے "دار المعشوق" کہتے ہیں،

۱؎ موصل عراق کا شہر ہے، !

یہ شہر اپنی ایک مستقل تاریخ رکھتا ہے، عجیب، دلچسپ، سبق آموز، !

یہاں سلطان صلاح الدین ایوبی کا پرچم بھی لہرا چکا ہے،

اس سرزمین پر کئی سو برس تک ترکوں نے بھی داد حکمرانی دی،

پھر انگریز نمودار ہوئے، انھوں نے عربوں کو ترکوں سے متنفر کر دیا، ترک اور عرب دست و گریباں ہو گئے، اور انگریزوں نے قبضہ کر لیا، کیونکہ پٹرول کے معاملات کا بہت بڑا مرکز تھا،

ترکوں اور عراقیوں کے مابین موصل کا وجود عرصۂ دراز تک وجہ نزاع بنا رہا، (رئیس احمد جعفری)

یونس علیہ السلام کا ٹیلہ و مشہد جرجیس نبی علیہ السلام

یہاں مشہد جرجیس النبی علیہ السلام ہے، اس پر ایک مسجد بنی ہے، اور مزار مبارک اس کے ایک زاویہ میں ہے، جو اندر جانے والے کے داہنی طرف پڑتا ہے، یہ الجامع الجدید اور باب جسر کے مابین ہے، مجھے اس مزار مبارک کی زیارت کا شرف اور مسجد مذکور میں نماز پڑھنا نصیب ہوا ہے، اللہ برتر کا شکر

یہیں یونس علیہ السلام کا ٹیلہ ہے، اور اس سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک چشمہ ہے، اس کی نسبت بھی آپ ہی کی طرف کی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی امت کو اس میں پاک ہونے کا حکم دیا تھا، پھر یہ سب ٹیلہ پر چڑھے، اور دعا مانگی، اس کی وجہ سے اللہ نے ان سے عذاب دور کر دیا، اسی کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے، اور اس کے قریب ایک ویرانہ ہے، جو نینوا کہلاتا ہے،

نینوا کا خرابہ، حضرت یونس علیہ السلام کا شہر، آثار باقیہ

کہتے ہیں کہ یہی مقام وہ شہر ہے جو نینوی کے نام سے مشہور ہے، یہ یونس علیہ السلام کا شہر تھا، اس کے چہار طرف شہر پناہ کے آثار اب بھی موجود ہیں، اس کے دروازوں کے آثار بھی اب تک نظر آتے ہیں، ٹیلہ پر ایک بہت بڑی عمارت ہے، اس میں ایک رباط بھی ہے، جس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کوشک، طہارت گاہیں اور سقائے بنے ہوئے ہیں، ان سب کے لئے ایک ہی دروازہ ہے، وسط رباط میں ایک حجرہ ہے، اس پر ریشم کا پردہ پڑا رہتا ہے، اس کا دروازہ ساج کا ہے، کہتے ہیں کہ یہی وہ مقام ہے، جہاں یونس علیہ السلام رہتے تھے، اس رباط میں جو مسجد بنی ہے، اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ان کی عبادت کی جگہ تھی، باشندگان موصل ہر جمعہ کی شب کو نکل کر اس رباط میں آتے ہیں، اور اس میں عبادت کرتے ہیں، باشندگان موصل نہایت خوش اخلاق شیریں کلام اور صاحب فضل و کرم ہیں، مسافروں سے بڑی محبت کرتے اور نہایت خلوص و تواضع سے پیش آتے ہیں،

میرے جانے کے زمانہ یہاں کا امیر السید الشریف الفاضل علاء الدین علی بن شمس الدین محمد الملقب بہ ... بہت بڑے فاضلوں میں سے تھا، اپنے گھر میں مجھے اتارا، اور جب تک میں اس کے پاس

کائی کی طرح آجاتی ہے، جب تھپیڑوں سے یہ کنارے پر آجاتی ہے، تو یہ بھی تارکول بن جاتی ہے اس مقام کے قریب ایک بڑا چشمہ ہے، جب اس میں سے تارکول نکالنا چاہتے ہیں، تو اس پر آگ جلاتے ہیں، اس آگ سے اس کی رطوبت مائیہ جو کچھ ہوتی ہے، خشک ہو جاتی ہے، پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کرتے جاتے ہیں، دو منزل کوچ کیا، اور موصل پہنچ گئے،

شہر موصل، وہاں کے حالات، قلعے، عمارتیں، مسجدیں، زاوئے وغیرہ

یہ شہر نہایت پرانا اور بہت سرسبز ہے، یہاں کا قلعہ بہت مشہور ہے، جس کا نام الحدبار ہے، نہایت شاندار اور بے مثل شہرۂ آفاق ہے، اس کی شہر پناہ بہت مضبوط مستحکم برجوں والی ہے، اور سلطان کے مکانات اس سے ملے ہوئے ہیں، ان کے مابین حد فاصل ایک مستطیل وسیع سڑک اعلیٰ شہر سے اسفل شہر تک واقع ہے، دو نہایت مستحکم شہر پنا ہیں بنی ہیں ان میں بکثرت قریب قریب برج بنے ہیں، شہر پناہ کے اندرونی جانب گول گول تلے اوپر چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہیں، میں نے دوسرے شہروں کی شہر پناہوں میں سوا دارالسلطنت ہند شہر دہلی کی شہر پناہ کے کوئی ایسی شہر پناہ نہیں دیکھی اس میں ایک جامع مسجد بھی ہے، دجلہ کے کنارہ موصل کی سرائے بہت بڑی ہے، اس میں مسجدیں اور حمام دوکانیں اور بازار بکثرت ہیں، مسجد جامع لب دجلہ واقع ہے، جس کے چاروں طرف لوہے کی کھڑکیاں ہیں، اور اس سے ملے ہوئے چبوترے بنے ہیں، جن سے دجلہ کا پانی ٹکراتا ہے، یہ نہایت خوبصورت اور پائیدار ہیں، اور اس کے سامنے ایک شفاخانہ بھی ہے،

شہر کے اندر دو جامع مسجد ہیں، ان میں سے ایک تو پرانی ہے، اور دوسری نئی، ان میں سے نئی کے صحن میں ایک قبہ ہے، اس کے اندر سنگ رخام کی ہشت پہل ایک بلند نشین بنی ہوئی ہے، اس پر سنگ رخام کا ایک فوارہ ہے، جس سے نہایت زور شور کے ساتھ ہر وقت پانی چلا کرتا ہے، اور قد آدم بلند ہو کر اسی جگہ پلٹ کر گرتا ہے، یہ نہایت دلکش منظر ہوتا ہے، شہر موصل کا چوک بازار نہایت نادر ہے، اس پر لوہے کے دروازے لگے ہوئے ہیں، اور چاروں طرف دوکانیں ہیں، اور تلے اوپر حجرے بنے ہیں، ان کی تعمیر بہت عمدہ ہے،

رہا، میرے سارے مصارف کا کفیل رہا، اس کا صدقہ اور ایثار مشہور ہے، السلطان ابی سعید اس کی بہت عظمت کرتا تھا، یہ شہر اور اس کے اطراف وجوانب کے سب اس کے تحویل میں دے دیئے تھے، اس کی سواری بڑی دھوم دھام سے نکلتی ہے، جس کے ساتھ تمام غلاموں اور لشکروں کا جلوس ہوتا ہے، شہر کے اعیان کبار صبح وشام سلام کرنے آتے ہیں، بہت بہادر اور با ہیبت شخص ہے، یہ سطریں جب لکھی جا رہی تھیں، اس کا لڑکا دارالسلطنت فاس میں تھا، جو غریب الوطن لوگوں کا مستقر، فرقوں کا ملجاؤ ماویٰ قافلوں اور گروہوں کا مقام آسائش ہے خدا اسے مولانا امیر المومنین کے عہد سعادت میں مسرّت اور ترقی عطا فرمائے، اور اس کے اطراف جوانب کو حفاظت وپناہ میں رکھے، پھر ہم موصل سے روانہ ہو کر ایک گاؤں میں اترے اسے عین الرصد کہتے ہیں، یہ ایک نہر پر ہے، جس پر پل بندھا ہوا ہے، اس میں ایک بہت بڑی سرائے بھی ہے، پھر ہم نے کوچ کیا، اور ایک گاؤں میں پہنچے جسے الموبلجہ کہتے ہیں،

جزیرۂ ابن عمر میں آمد، جبل جودی کا نظارہ عجیب

پھر ہم جزیرہ ابن عمر میں پہنچے، یہ ایک بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے، اور ہر چہار اطراف سے دریا احاطہ کئے ہوئے ہے، اسی لئے اسکا نام جزیرہ ہے، اس کا اکثر حصّہ ویران ہے، بازار نہایت اچھا ہے اور مسجد بہت پرانی پتھر کی بنی ہوئی ہے، اس کا کام بہت پائیدار ہے نیز اسکی شہر پناہ بھی پتھر کی ہے، یہاں کے باشندے فاضل اور مسافروں سے محبت کرتے ہیں، ہم جس دن یہاں پہنچے تو کوہ جودی کو دیکھا جس کا اللہ عزوجل کی کتاب مجید میں سطرح ذکر ہے کہ نوح علیہ السّلام کی کشتی اُس پر کھڑی تھی، یہ پہاڑ بہت اونچا اور مستطیل ہے،

دنیا میں جنّت کا ٹکڑا، شہر نصیبین

بعدازاں ہم شہر نصیبین[۲] میں وارد ہوئے، یہ ایک پرانا شہر متوسط درجہ کا ہے، اس کا اکثر حصہ اجاڑ ہے، اور ایک فراخ خوش فضا میدان میں واقع ہے، اس میں آب جاری، اشجار فراواں اور باغات کی بہتات ہے، اور درخت ترتیب سے واقع ہیں، یہاں عرق گلاب لا جواب بنتا ہے

---

[۱] جنوبی افریقہ کا مردم خیز شہر۔
[۲] ایک نہایت قدیم شہر۔

(درمیس احمد جعفری)
(درمیس احمد جعفری)

اس کی خوشبو اور ذائقہ کی کہیں نظیر نہیں ملتی، اس کے گرد ندی اس طرح احاطہ کئے ہوئے ہے، جس طرح کنگن کلائی کو احاطہ کئے ہوتا ہے، یہ قریب کے ایک پہاڑی چشمہ سے نکلتی ہے، اور کئی نہروں میں منقسم ہو جاتی ہے، یہ باغات میں سے ہو کر نکلتی ہے، ان نہروں میں سے ایک نہر شہر میں چلی جاتی ہے، اور بستیوں اور گھروں میں سے ہو کر نکلتی ہوئی مسجد اعظم کے صحن میں گزرتی ہے، اور دو تالابوں میں گرتی ہے، ایک تالاب تو وسط صحن میں ہے، اور دوسرا شرقی دروازہ کے پاس ہے، اس شہر میں ایک شفاخانہ اور مدرسے ہیں، یہاں کے باشندے نیکوکار، دیندار، سچے اور امانت دار ہیں۔

پھر ہم شہر سنجار[1] میں وارد ہوئے، یہ بہت بڑا شہر ہے، پھل پھلاریاں اور درخت بکثرت ہیں، چشمے اور نہریں بھی ہیں، اس کی آبادی روئے کوہ پر ہے، کثرت انہار و باغات کی وجہ سے دمشق کے مشابہ ہے، یہاں کی جامع مسجد کی برکت مشہور ہے، کہتے ہیں، کہ یہاں دعا منظور ہوتی ہے، اس کے گرد ایک اور پانی کی نہر ہے، جو اس میں سے ہو کر نکلتی ہے، باشندگان شہر کرد ہیں، بہادر اور صاحب کرم ہیں لوگوں سے ہیں اس شہر میں ملا، ان میں سے الشیخ الصالح العابد عبداللہ الکردی منجملہ مشائخ کبار کے صاحب کرامات ہیں، کہتے ہیں کہ آپ چالیس دن کے بعد افطار کیا کرتے تھے، اور وہ بھی جو کی آدھی روٹی سے، میں سنجار کے پہاڑ کی چوٹی پر ایک کنڈ پر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تھا، آپ نے میرے لئے دعا کی تھی، اور زادراہ کے لئے کچھ درا ہم مجھ کو دیئے تھے، جو میرے پاس سے کبھی جدا نہیں ہوئے، حتیٰ کہ کفار ہنود نے مجھ سے چھین لئے، پھر میں شہر دارا کی سمت روانہ ہوا۔

شہر ماردین اور وہاں کا سخی داتا سلطان ذو الاشان

شہر دارا میں وارد ہوا، یہ پرانا شہر ہے، یہاں سے شہر ماردین میں وارد ہوئے، یہ بھی ایک بڑا شہر ہے روئے کوہ پر واقع ہے، یہاں ایک کپڑا بنتا ہے، جو اسی کی طرف منسوب ہے، یہ اونی ہوتا

---

[1] شہر سنجار میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پہاڑ کے اوپر مسجد ہے، اور اسی میں قنبر کا ٹیلہ بھی ہے، کہتے ہیں کہ اس پہاڑ کی چوٹی سے نوح علیہ السلام کی کشتی ٹکرا کر ٹوٹ گئی تھی، اسی لئے اس شہر کا نام سنجار ہو گیا۔

ہے، اور اسے مُرغز کہتے ہیں،

یہاں کا بادشاہ الصالح ابن الملک المنصور ہے، بادشاہ کے مکارم بہت مشہور ہیں، سرزمین عراق شام اور مصر میں اس سے زیادہ کریم بادشاہ کوئی نہیں، اس کے پاس شعرا اور فقراء آتے ہیں، ان کو عطایائے جزیل سے سرفراز فرماتا ہے، اس کی مدح میں ابوعبداللہ محمد بن جابر الاندلسی المروی الکفیف بھی قصیدہ لے کر گیا تھا، اسے صلہ میں بیس ہزار درہم عطا کیے، اس کی بہت سی صدقات کی مدیں ہیں، مدرسے اور خانقاہیں ہیں، جن میں لوگوں کو کھانا ملتا ہے، بادشاہ کا وزیر بہت مرتبہ کا شخص الامام العالم، وحیدالدہر فریدالعصر جمال الدین السنجاری ہے، اس نے تبریز میں علم حاصل کیا، اور علمائے کبار کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہے، اس کے قاضی القضاۃ الامام الکامل برہان الدین الموصلی ہیں، قاضی مذکور دیندار متورع اور صاحب فضل ہیں ایسے موٹے جھوٹے ادنیٰ کپڑے زیب تن کئے رہتے ہیں، جن کی قیمت دس دراہم تک بھی نہیں پہنچتی، اور ایسا ہی عمامہ بھی زیب سر رکھتے ہیں، اکثر اجرائے احکام کے لئے صحن مسجد میں مدرسے سے باہر تشریف فرما ہوا کرتے ہیں، یہیں آپ عبادت بھی کیا کرتے ہیں، جو شخص آپ کو نہ پہچانتا ہو، دیکھ کر یہ خیال کرتا تھا، کہ قاضی کا کوئی خادم یا مددگار ہے،

پھر بغداد

اور

پھر سفر مکہ

:::::::::::::::::::::::::::::

ماردین میں کچھ روز ٹھہر کر میں بغداد واپس چلا، موصل پہنچا تو وہ قافلہ ملا جو بغداد جا رہا تھا، اس میں ایک برگزیدہ بی بی بھی تھیں، جنہیں "الست زاہدہ" کہتے تھے، کئی حج کر چکی تھیں اور صائم الدہر تھیں، میں انہی کے جوار میں رہا، ان کے ساتھ فقراء کا ایک گروہ بھی تھا، جو ان کی خدمت کیا کرتا تھا، اسی حالت میں کہ قافلہ رواں تھا، خاتون موصوف نے زرود میں وفات پائی اور وہیں دفن کی گئی۔

پھر ہم شہر بغداد پہنچے، وہاں دیکھا تو حاجی بڑے زور و شور سے کوچ کی تیاری میں مصروف ہیں، میں امیر معروف خواجہ کے پاس گیا، اور جن چیزوں کا سلطان نے میرے لئے حکم کیا تھا، وہ ان سے طلب کیں، آپ نے میرے لئے آدھا اونٹ چار آدمیوں کا زادِ راہ اور حسب ضرورت پانی مقرر کیا، اور اس کے لئے مجھے تحریر دے دی، اور امیر الرکب پہلوان محمد الحویح کا میرا سامنا کرا دیا، اور میرے لئے بہت کچھ ان سے کہہ سن بھی دیا، میرے اور ان کے مابین پہلی شناسائی بھی تھی، اب اس سے اور بھی تاکید ہو گئی، میں برابر اس کے جوار ہی میں رہا، مجھ پر بہت احسان کرتا تھا، اور جس قدر اسے کہا سنا گیا تھا، اس سے بھی زائد ہی میرے ساتھ حسن و سلوک سے پیش آتا تھا،

مکہ معظمہ میں دوبارہ آمد، حصول برکات و فیوض

جب ہم کوفہ سے نکلے تو مجھے مرض اسہال لاحق ہو گیا، لوگ مجھے دن میں کئی مرتبہ محمل کے اوپر

سے اتارتے ہے مجھے مرض ہی لاحق رہا حتیٰ کہ میں مکہ پہنچ گیا، اور بیت الحرام کا طواف القدوم کیا، چونکہ میں کمزور تھا اس لئے نماز فرض بیٹھ کر ادا کرتا تھا، پھر طواف کیا، اور الامیر الحوتیع کے گھوڑے پر بیٹھ کر الصفا والمروۃ کے مابین سعی کی، اور اس سال دوشنبہ کے دن وقوف کیا، جب ہم منیٰ میں اترے تو میری طبیعت اچھی ہونے لگی، جب حج پورا ہو چکا تو میں اس سال مکہ میں رہا،

اسی سال باشندگان مصر کے اکابر میں سے ایک بڑی جماعت یہاں مقیم تھی،

اس سال میں نے المدرسۃ المظفریۃ میں سکونت اختیار کی، اور خدا نے مجھے بیماری سے بھی نجات دی، الغرض میں نہایت اچھی زندگی بسر کرتا تھا، اور طواف، عبادت اور عمرہ کرنے کے لائق ہو گیا،

نصف ذیقعدہ میں الامیر سیف الدین یلمک آیا، یہ فضلاء میں سے تھا، اور اس کے ساتھ میرے وطن طنجہ کے اللہ اُسے پناہ میں رکھے بہت سے لوگ آئے،

المرم شریف میں ان سب کی طرف سے بہت سے عام صدقات ہوئے، ان میں سے سب سے زیادہ صدقہ القاضی فخر الدین نے کیا، اسی سال ہمارا وقوف جمعہ کے دن ۷۲۸ھ مطابق (۱۳۲۷-۲۸ء) کے ہوا، جب حج ختم ہو چکا تو میں مکہ میں اللہ برتر اُسے اپنی حفاظت میں رکھے ۷۲۹ھ مطابق ۱۳۲۸-۲۹ء تک مقیم رہا، اسی سال احمد بن الامیر رُمیثہ اور مبارک بن الامیر عطیفہ عراق سے آئے۔

یہ حضرات مجاورین اور اہل مکہ کے لئے سلطان ابوسعید ملک العراق کے پاس سے بہت سے صدقات لائے تھے، اسی سال السلطان ابوسعید کا نام الملک الناصر کے نام کے بعد خطبہ میں پڑھا گیا اور اس کے لئے قبہ زمزم کے اوپر دعا مانگی گئی، اور پھر اس کے نام کے بعد سلطان الیمن الملک المجاہد نور الدین کا نام لیا گیا، لیکن الامیر عطیفہ نے اس امر پر موافقت نہ کی، اور اپنے سگے بھائی منصور کو روانہ کیا، تاکہ الملک الناصر کو اس واقعہ سے مطلع کرے، لیکن رمیثہ نے اُسے واپس لانے کا حکم کیا جب یہ واپس آگیا تو پھر دوسری مرتبہ جُدّہ کے راستہ سے بھیجا، اور اس نے الملک الناصر کو جا کر اس واقعہ کی خبر دے دی،

اسی سال یعنی ۷۲۹ھ مطابق ۱۳۲۸-۲۹ء کو ہم نے سہ شنبہ کو وقوف کیا، جب حج سے فارغ ہو چکا تو میں نے مکہ میں اللہ برتر اسے محفوظ رکھے ۷۳۰ھ مطابق ۱۳۳۰ء تک قیام کیا۔

امیر مکہ عطیفہ اور ایدمور امیر لشکر ناصر کے درمیان ہنگامہ آرائی

اسی موسم حج میں امیر مکہ عطیفہ اور ایدمور امیر جندار الناصری کے مابین فتنہ ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ تجار باشندگان یمن کے یہاں چوری ہوگئی تھی انہوں نے آکر ایدمور سے شکایت کی، ایدمور نے مبارک بن الامیر عطیفہ سے کہا کہ ان چوروں کو حاضر کرو، اس نے جواب دیا کہ میں ان کو جانتا تو ہوں نہیں لاؤں کیسے اس کے علاوہ اہل یمن ہمارے زیر حکومت نہیں، اور تمہارا ہی ان پر کوئی حکم ہے، اگر باشندگان مصر اور شام کے یہاں کوئی چوری ہوئی ہوتو اس کے متعلق بیشک تم مجھ سے بازپرس کر سکتے ہو، اس پر ایدمور نے اسے گالی دی، اور یہ کہا اے قوآد تو ہم سے ایسی باتیں کرتا ہے، اور اس کے سینہ پر ایک مکا مارا، وہ گر پڑا، اور اس کا عمامہ اس کے سر سے گر گیا، اس پر اسے بہت غصہ آیا، اور اس پر اس کے غلام کو بھی طیش آیا، ایدمور اپنے لشکر کی طرف جانے کے لئے سوار ہوا، راستہ میں اسے مبارک اور اس کا غلام ملے، انہوں نے اسے اور اس کے غلام کو قتل کر دیا، حرم میں فتنہ برپا ہوگیا، وہاں امیر احمد الملک الناصر کے چچا کا بیٹا بھی تھا، ترکوں نے تیراندازی شروع کر دی اور ایک عورت کو قتل کیا، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ باشندگان مکہ کو قتال پر آمادہ کرتی ہے اور قافلہ میں جو ترک تھے، وہ سب بارادہ جنگ سوار ہوگئے، ان کا امیر ایک خاص ترک تھا جب یہ حالت دیکھی تو قاضی، ائمہ اور مجاورین سب اپنے سروں پر قرآن شریف رکھ کر آ گئے، اور درمیان میں پڑ کر صلح کرا دی، حاجی مکہ میں داخل ہوئے جو کچھ یہاں ان کا مال تھا، اسے لے کر مصر واپس ہوگئے،

جب یہ خبر الملک الناصر کو پہنچی تو اسے بہت شاق گزرا، اور مکہ کو لشکر روانہ کئے، الامیر عطیفہ اور اس کا بیٹا مبارک بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کا بھائی رمیثہ اور اس کی اولاد وادی نخلہ میں چلی گئی جب لشکر مکہ پہنچا تو الامیر رمیثہ نے اپنی اولاد میں سے ایک کو اپنے اور اپنے بیٹوں کی امان طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ اس پر انہوں نے امان دے دی رمیثہ اپنا کفن گلے میں لئے ہوئے الامیر کے پاس آیا۔ اس نے اسے خلعت دی۔ اور مکہ اس کے سپرد کر دیا اور سارا لشکر مصر واپس آ گیا الملک الناصر رحمۃ اللہ برد باد اور کامل شخص تھا۔ بس اسی زمانہ میں مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ سے بارادہ بلاد یمن نکلا، اور

جدہ میں وارد ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ساحل بحر پر واقع ہے کہتے ہیں کہ یہ اہل فارس کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس کے باہر قدیم تالاب بنے ہیں۔ اور ان میں ایک دوسرے کے پاس پاس سخت پتھر کے بے حد کنوئیں کھدے ہیں۔ جن کا شمار دشوار ہے اس سال بارش کم ہونے کی وجہ سے ایک دن کی مسافت کے بعد سے جدہ میں پانی آتا ہے اور حاجی وہاں گھر والوں سے پانی مانگتے ہیں۔

جدّہ کی جامع آبنوس، نمازِ جمعہ کے سلسلہ میں شوافع کا مسلک

جدہ میں ایک جامع مسجد ہے جسے جامع آبنوس کہتے ہیں، اس میں دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے یہاں کا امیر ابا لیعقوب بن عبدالرزاق تھا، اور القاضی اور الخطیب، الفقیہ عبداللہ دونوں شافعی المذہب تھے، جب جمعہ کا دن ہوتا تو تمام لوگ نماز کے لئے جمع ہوتے، مؤذن آتا، اور باشندگان جدہ کا جو وہاں مقیم تھے، شمار کرتا، اگر ان کی تعداد چالیس ہوتی تو خطبہ ہوتا، اور نماز جمعہ پڑھائی جاتی، اور اگر ان کا شمار چالیس تک نہ پہنچتا تو چار رکعت نماز ظہر پڑھائی جاتی، اور جو یہاں کے باشندے نہ ہوتے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہوتی کوئی اعتبار نہ کرتا،

پھر ہم جدہ سے دریا کے سفر کے لئے جہاز پر سوار ہوئے، جسے وہاں کے لوگ الجلبہ کہتے ہیں، اس کا مالک رشید الدین الالفی الیمنی تھا، جو دافعتہً حبشی تھا، الشریف منصور ابی نمی دوسرے جلبہ پر سوار ہوئے گو ان کی یہ خواہش تھی کہ میں انہیں کے ساتھ رہوں، لیکن میں نے اسے منظور نہ کیا، کیونکہ ان کے ساتھ ان کے اونٹ بھی تھے، اس سے پہلے میں نے کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا تھا، وہاں ایک باشندگان یمن کا گروہ بھی تھا، انہوں نے اپنا سارا زاد راہ اور سامان اسی جلبہ میں لادا تھا، اور سفر کے لئے تیار تھے،

پھر ہم نے اسی دریا کا سفر اختیار کیا، دو دن تک تو ہوا اچھی چلتی رہی، لیکن اس کے بعد اس میں تغیر واقع ہوگیا، اور ہمیں آگے بڑھنے میں رکاوٹ بن گئی، دریا کی لہریں جہاز کے اندر پہنچنے لگیں جن سے لوگوں کو ادھر اُدھر جھکنے میں تکلیف ہونے لگی، اس ہولناک حالت میں ہم اُس لنگر گاہ میں پہنچے، جسے راس دوائر کہتے ہیں، یہ عیذاب اور سواکن کے مابین ہے،

اس بندرگاہ میں ہم نے ایک عجیب بات دیکھی، کہ وادی کی طرح دریا میں سے ایک

نشیب میں پانی بہہ کر نکلتا ہے، لوگ کپڑے کے کونے پکڑ کر پھیلا کر اس پانی میں غوطہ دیتے تھے اور باہر نکالتے تھے، وہ مچھلیوں سے بھرے ہوئے باہر نکلتے تھے، ہر مچھلی گز بھر لمبی ہوتی تھی، اس مچھلی کا نام البوری تھا، لوگوں نے ان میں سے بہت سی مچھلیاں پکائیں اور خریدیں،

پھر ہم جزیرۃ سواکن میں پہنچے، نہ اس میں پانی ہے، نہ زراعت اور نہ درخت لوگ کشتیوں میں لاد کر وہاں پانی لے جاتے ہیں، یہ بہت بڑا جزیرہ ہے، اس میں شتر مرغ، ہرنوں اور گورخر کا گوشت بکثرت ملتا ہے، ان کے پاس بکریاں بھی بہت ہیں، اور دودھ اور گھی کی بہتات ہے،

جزیرۃ سواکن کا سلطان الشریف زید بن نمی تھا، اور اس کا باپ امیر مکہ اور اس کے دونوں بھائی اس کے بعد وہاں کے امیر ہوئے، یہ دونوں وہی عطیفہ اور رمیثہ ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ہم اس جزیرہ سواکن سے سفر دریا کے ذریعہ بغرض سرزمین یمن روانہ ہوئے، چونکہ اس دریا میں پتھر بہت ہیں، اس لئے رات کے وقت اس میں کوئی سفر نہیں کرتا، صرف طلوع شمس سے غروب تک سفر کرتے ہیں، شام کو لنگر ڈال دیا جاتا ہے، اور خشکی میں اتر پڑتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے، تو پھر جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں، یہ لوگ افسر جہاز کو "ربان" کہتے ہیں، یہ ہمیشہ بالائی حصہ پر رہتا ہے، اور صاحب سکان کو پتھروں کے بارے میں برابر خبر کرتا رہتا ہے،۔

ملک یمن کی سیاحت

یہاں کے لوگ، شہر، مآثر، ملوک و امرا، حالات اور واقعات

عربوں کا ایک بڑا، آباد اور بارونق شہر، حلی

سواکن سے یمن کے شہر حلی میں ہمارا ورود ہوا، یہ بہت بڑا شہر ہے اور آبادی اس کی نہایت عمدہ ہے، اس میں عربوں کے دو گروہ رہتے ہیں، بنو حرام اور بنو کنانہ، اس شہر کی جامع مسجد تمام جامع مسجدوں میں اچھی ہے، اس میں فقراء کی ایک جماعت رہتی ہے، جن کا سوا عبادت کے اور کوئی کام نہیں ان میں سے شیخ صالح قبولہ ہندی کبار صالحین میں سے ہیں، ان کا لباس پیوند دار اور ٹوپی نمدے کی تھی، ان کی خلوت گاہ مسجد سے ملی ہوئی تھی، جس کا فرش صرف ریگ کا تھا کوئی بوریا تک بھی نہ تھا، اور نہ کوئی اور فرش جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہونے گیا تو آپ کے پاس سوا وضو کے لوٹے اور کھجور کے ریشوں کے دستر خوان کے اور کوئی چیز نہ تھی، اور اس میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا تھا، اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا نمک جب آپ کے سامنے کوئی شخص آتا، تو آپ وہی اسے پیش کر دیا کرتے

یہاں کا سلطان عامر بن ذُوَیب بن کنانہ تھا، جو اپنے وقت کا بہترین ادیب اور شاعر تھا، مکہ سے جدہ تک میں ان کا ساتھ رہا ہے، ۷۳۰ھ مطابق ۱۳۲۹-۳۰ء میں اس نے حج کیا تھا، جب میں مدینہ آیا تھا، تو با کرام پیش آیا تھا کئی دن تک میں اُس کی مہمانی میں بھی رہا۔ اور اس کے جہاز میں دریا کا سفر کر کے شہر سرجہ میں وارد ہوا، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس میں اولاد ھلبی کی ایک جماعت رہتی ہے، یہ یمن کے تاجروں کا ایک گروہ ہے، ان میں سے اکثر صنعا کے رہنے والے ہیں، صفات فضل و کرم سے متصف، مسافروں کو کھانا کھلانے والے حاجیوں کی اعانت کرنے والے، ان کو جہازوں میں سوار کرنے والے اور اپنے پاس سے انہیں زاد راہ دینے والے کوئی شخص روئے زمین پر نہیں جو اس معاملہ میں ان کی مثال بن سکے، ہاں الشیخ بدر الدین

انفاش باشندہ شہر القحمہ ضرور ہیں، وہ بے شک آثر اور ایثار میں مثال ہو سکتے ہیں،

شہر زبید، اور وہاں کی باجمال خواتین

پھر ہمارا شہر زبید میں گذر ہوا، یہ یمن کا ایک بڑا شہر ہے، اس کے اور صنعا کے مابین چالیس فرسخ کی مسافت ہے، یمن میں صنعا کے بعد اس سے بڑا کوئی شہر نہیں یہاں کے اہل ثروت اپنی مثال آپ ہیں، اس میں باغات بہت ہیں، پانی کی کثرت ہے، لوز وغیرہ پھل پھلاریاں بہت کثرت سے ہوتی ہیں، یہ شہر صحرائی ہے، ساحلی نہیں، جو شہر یمن کے پایہ تخت رہ چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، اس میں عمارتیں بکثرت ہیں، نخلستان، باغات اور پانی کی بہتات ہے، یہاں کے باشندے پاکیزہ خصائل با اخلاق اور خوب صورت ہیں اور عورتوں کا حسن تو غضب کا ہے، یہ مقام وہی وادی الخصیب ہے، جس کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے، یہ رسول اللہ صلعم نے معاذ کو وصیت فرمائی

اے معاذ جب وادی الخصیب میں آنا تو وہاں دوڑنا ؎

یہاں کے نخلستان کے ہفتے مشہور ہیں، یعنی جب کھجوروں کے پکنے اور گدر لانے کا زمانہ ہوتا ہے تو ہر ہفتے کھجوروں کے باغات میں میلہ لگتا ہے، اور باشندگان شہر میں سے کوئی بھی ایسا فرد نہیں رہتا، جو وہاں نہ جاتا ہو، اہل عیش و نشاط اور دوکاندار وہاں جاتے ہیں، اور پھل پھلاریوں اور مٹھائیوں کی دوکانیں وہاں لگاتے ہیں، عورتیں بھی اونٹوں پر محملوں میں نکلتی ہیں، ان عورتوں میں باوجود حسن و جمال کے حد درجہ حسن اخلاق اور کرم ہوتا ہے، اور پردیسی پر تو ان کی عنایات بہت زیادہ مبذول رہتی ہیں، ہمارے بلاد کی طرح یہاں کی عورتیں بھی شادی پر رضا مند ہو جاتی ہیں، شوہر جب سفر کا ارادہ کرتا ہے تو بیوی اس کے ساتھ مشایعت کے لئے آتی ہے، اور رخصت کر کے چلی جاتی ہے، اور اگر اس شوہر سے اُس کے کوئی اولاد ہے تو اس کی کفالت کرتی ہے، اور اولاد کی ساری ضروریات اس کے باپ کی واپسی تک پوری کرتی رہتی ہے، شوہر کی غیبت کے زمانہ کا کوئی نان نفقہ اور کپڑے وغیرہ کا سوال نہیں کرتی، اور اگر اس نے وہیں اقامت اختیار کر لی تو اُس کی طرف سے قلیل نفقہ اور لباس پر قناعت کر لیتی ہے، لیکن یہ عورتیں اپنے شہر سے کبھی باہر نہیں نکلتیں، چاہے ان کو کچھ بھی دے دیا جائے کہ وہ اپنے شہر سے نکلیں لیکن کبھی نہ نکلیں گی،

اس شہر کے علماء اور فقہاء سب نیکوکار، دیندار، امانت دار، صاحب مکارم و حسن و اخلاق

ہیں، میں شہر زبید میں الشیخ العالم الصالح ابا محمد الصنعانی، الفقیہ الصوفی المحقق ابا العباس الابیانی، الفقیہ المحدث ابا علی الزبیدی سے ملا، اور انہیں کے جوار میں اترا تھا، انہوں نے میرا بڑا اکرام کیا، اور میری ضیافت کی، ان کے باغات میں بھی میں گیا، اور ان میں سے بعض کے پاس الفقیہ القاضی العالم ابی زید عبد الرحمان الصوفی کی معیت میں جو فضلائے یمن سے ہیں گیا، دیار العابد الزاہد الخاشع احمد بن عجیل الیمنی کا بھی ذکر آیا جو کبار رجال اور اہل کرامت میں سے ہیں۔

پھر ہم جبلہ میں آئے، یہ ایک چھوٹا خوب صورت شہر ہے، یہاں کھجور، پھل پھلاریوں، اور نہروں کی کثرت ہے، جب الفقیہ ابو الحسن الزیلعی نے الشیخ ابی الولید کی تشریف آوری کی خبر سنی تو آپ کا استقبال کیا، اور اپنے زاویہ میں اتارا، ہم آپ کے پاس تین دن بہت آرام سے رہے، اور پھر واپس ہوئے،

بعد ازاں ہم شہر تعز[1] میں وارد ہوئے، یہ ملک الیمن کا دار السلطنت ہے، اور یمن کے تمام شہروں میں نہایت اچھا اور سب سے بڑا، یہاں کے باشندے نہایت تجبر و تکبر والے اور سخت مزاج ہیں، یہ روش اُن بلاد پر غالب ہے، جن میں بادشاہ رہتے ہیں، یہ تین محلوں پر مشتمل ہے، ایک میں سلطان یمن اپنے غلاموں حواشی اور ارباب دولت کے ساتھ رہتا ہے، اس کا کچھ نام ہے، جو مجھے یاد نہیں رہا، دوسرے میں امرا اور فوجی لوگ رہتے ہیں، اس کا نام عُدَینہ ہے، تیسرے میں عام لوگ رہتے ہیں، اس میں ایک بہت بڑا بازار ہے، اس کا نام المحالب ہے،

سلطان یمن کے احوال و کوائف، تعظیم سلطانی کے آئین اور دیگر حالات

یہاں کا سلطان المجاہد نور الدین علی ابن السلطان المؤید ہزبر الدین داؤد بن السلطان المظفر یوسف بن علی بن رسول اس کا جد رسول کے نام سے اس لئے مشہور ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے کسی نے اسے یمن کی امارت پر مامور کر کے بھیجا تھا پھر اس ملک میں اس کی اولاد مستقل ہو گئی، اس کے دربار اور سواری کی عجیب ترتیب ہے، میں جب شہر میں گیا، تو قاضی القضاۃ الامام المحدث

---

[1] تعز ہمارے زمانہ میں یمن کے بادشاہوں کی بود و باش کا مقام تھا، یہ ایک چھوٹا قلعہ تھا، جو سواحل کے پہاڑوں اور ملک زبید پر واقع تھا، تعز سے اوپر ایک نزہت گاہ ہے جسے صعلہ کہتے ہیں، جس میں اس کے اوپر کے پہاڑوں سے بادشاہوں نے پانی لا کر اس کے باغ کے وسط میں اس نے نہایت عظیم الشان اور مستحکم عمارت بنائی ہیں۔

صفی الدین الطبری الملکی کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا، ہم ان کے ہاں
مہمان رہے، جو تھا دن تیج شنبہ تھا، اس دن السلطان دربار عام کیا کرتا تھا، میں بھی گیا، میں نے
اُسے سلام کیا۔ انکو سلام کرنے کی کیفیت ہے، کہ انسان زمین کو اپنی کلمہ کی انگلی سے چھوتا
ہے، پھر اُسے اپنے سر تک اٹھاتا ہے، اور یہ کہتا ہے: "اَدَامَ اللّٰہ عزک" چنانچہ میں نے
بھی ویسا ہی کیا، مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ میں اُس کے روبرو بیٹھ گیا، مجھ سے میرے شہر، مولانا
امیر المسلمین جواد الاجواد ابی سعید رضی اللہ عنہ، ملک مصر، ملک العراق اور ملک اللور کے متعلق
دریافت کیا۔ چنانچہ جو کچھ ان کے حالات مجھ سے دریافت کیے تھے، وہ میں نے
بتائے، وزیر اُس کے حضور میں حاضر تھا، اسے میری تکریم اور میرے اتارنے کے
متعلق حکم دیا۔

اس بادشاہ کے اجلاس کی یہ ترتیب تھی کہ وہ ایک چبوترے پر بیٹھتا تھا، جو ریشم کے فرش سے مزین ہوتا تھا، اور اس کے داہنے اور بائیں مسلح لوگ ہوتے تھے، پھر ان کے پاس تلوار اور ڈھال والے ہوتے تھے ان کے پاس تیر انداز ہوتے تھے، امیر لشکر اس کی پشت پر اور چاؤش جن کا شمار اہل لشکر ہی میں ہے، کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوتے تھے، جب بادشاہ بیٹھتا تھا تو سب متفقہ طریقہ پر بآواز بلند "بسم اللہ" کہتے تھے، اور جب کھڑا ہوتا تھا، اس وقت بھی یہی کہتے تھے، اس وجہ سے تمام محل کے لوگوں کو اس کے قیام اور قعود کے وقت سے آگاہی ہو جاتی تھی، جب اچھی طرح بیٹھ جاتا تھا، تو جن لوگوں کے سلام کرنے کا دستور تھا۔ وہ سلام کرتے تھے، اور جو جگہ ان کے لیے معین ہوتی تھی، میمنہ میں یا میسرہ میں وہاں آکر ٹھہر جاتے تھے، اور کوئی بھی اپنی جگہ سے تجاوز کرتا تھا، اور نہ بیٹھتا تھا تاوقتیکہ بیٹھنے کا حکم نہ دیا جائے، جس کی صورت یہ تھی بادشاہ امیر لشکر سے کہتا۔ فلاں شخص سے کہو کہ بیٹھ جائے، چنانچہ یہ مامور کچھ آگے بڑھ کر فرش پر جو کھڑے ہونے والوں کے سامنے ہوتا تھا، میمنہ یا میسرہ میں بیٹھ جاتا تھا،

پھر کھانا لایا جاتا تھا، یہ دو قسم کے کھانے ہوتے تھے، عام لوگوں کا کھانا، اور خاص لوگوں کا کھانا، خاص لوگوں کے کھانے میں سے السلطان۔ قاضی القضاۃ، شرفا میں سے کبار فقہا اور مہمان کھاتے تھے۔ عام لوگوں کے کھانے میں تمام شرفا۔ فقہا۔ قضاۃ، مشائخ امرا، اور سرداران لشکر کھاتے تھے، ہر شخص کے لئے کھانے میں نشست کی جگہ مقرر تھی، جو اُس سے تجاوز نہ کرتا تھا، اور نہ کوئی ایک دوسرے کا مزاحم ہوتا تھا، اور تقریباً ایسی ہی ترتیب بادشاہ

ہند کی بھی ہے، لیکن مجھے اس کا علم نہ ہو سکا کہ سلاطین ہند نے یہ ترتیب سلاطین ہند نے یمن سے سیکھی ہے یا سلاطین یمن نے سلاطین ہند سے لی ہے۔ میں سلطان یمن کا کئی دن مہمان رہا، اس نے میرے ساتھ بڑا حسن سلوک کیا، اور مجھے سواری عطا کی، پھر میں سفر کرکے شہر صنعا کی سمت روانہ ہوا۔

یمن کا پایۂ تخت، اور بہت بڑا شہر صنعا۔

یہ شہر اولاً بلاد یمن کا پایہ تخت تھا، بڑا شہر ہے، عمارات اچھی اینٹ اور چونے کی بنی ہیں درخت پھل پھلاری اور زراعت کی کثرت ہے، ہوا معتدل اور پانی اچھا ہے، عجیب بات یہ ہے، کہ بلاد ہند، یمن اور حبشہ میں گرمیوں کے موسم میں پانی برستا ہے، اور بسا اوقات اس زمانہ میں ظہر کے بعد ہی برستا ہے اس لئے مسافر زوال کے وقت جلدی کرتے ہیں کہ کہیں بارش نہ شروع ہو جائے، اور اہلِ شہر اپنے مکانات کو واپس آجاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پانی موسلا دھار اور کثرت سے برستا ہے، شہر صنعا[1] سارا مفروش ہے، جب پانی برستا ہے، تو کل گلیاں دھل کر صاف ستھری ہو جاتی ہیں، یہاں کی جامع مسجد تمام جامع مسجدوں سے بہترین ہے، اس میں انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا مزار بھی ہے، پھر میں یہاں سے شہر عدن روانہ ہوا۔

عدن میں آمد، وہاں کے نادرہ کار تالاب اور حوض

یہ شہر بلاد یمن کا بندرگاہ ساحل بحر اعظم پر واقع ہے، اسے چاروں طرف سے پہاڑ ڈھانکے ہوئے ہیں، سوا ایک طرف کے کسی طرف سے جانے کا راستہ نہیں، شہر بہت بڑا ہے، لیکن نہ اس میں زراعت ہے نہ درخت اور نہ پانی، یہاں صرف تالاب بنے ہوئے ہیں جن میں بارش کے زمانہ میں پانی جمع ہو جاتا ہے، پانی یہاں سے فاصلہ پر ہے، کبھی کبھی عرب پانی روک دیتے ہیں، اور اہل شہر اور پانی کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں، اس وقت یہ ان کو کچھ مال اور کپڑا دے کر راضی کر لیتے ہیں، یہاں گرمی شدت کی ہوتی ہے، یہی اہل ہند کا بندرگاہ بھی ہے یہاں

---

[1] بہت قدیم شہر ہے، مقامات حریری میں ابوزید سراجی کہتا ہے کہ طوحت بی طوائح الزمن الی صنعا الیمن۔
(رئیس احمد جعفری)

کنبایت، تانہ، کولم۔ فالقوط، فنذ انیتہ۔ الشالیات، منجرور، ناکنور، ہنور اور سند ابور وغیرہ سے بڑے بڑے جہاز آتے ہیں، ہند کے تاجر یہاں سکونت رکھتے ہیں، اور تاجران مصر بھی، یہاں کے تاجر بڑے مالدار ہیں۔

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ ایک دولت مند نے اپنے غلام کو بھیجا کہ ایک مینڈھا خرید لائے، اسی طرح دوسرے نے بھی اپنے غلام کو اسی کام کے لئے بھیجا، اتفاق سے اُس دن بازار میں صرف ایک ہی مینڈھا تھا۔ دونوں غلاموں میں بڑھا بڑھی شروع ہوئی، یہاں تک کہ قیمت چار سو دینار تک پہنچ گئی ایک نے خرید لیا، اور کہا کہ میرے پاس کل چار سو دینار کی پونجی ہے، اگر میرا آقا مجھے اس کی قیمت دے دے گا، تو خیر ورنہ میں اپنی ساری پونجی تجھے دے دوں گا، چنانچہ اُسے اس میں کامیابی ہو گئی، اور دوسرا خریدار مغلوب ہو گیا، وہ اپنے آقا کے پاس مینڈھا لے کر گیا، جب آقا کو سارا قصہ معلوم ہوا تو اسے آزاد کر دیا، اور صلہ میں ہزار دینار انعام دیئے، دوسرا جب اپنے آقا کے پاس ناکامیاب گیا، تو اُس نے اُسے پیٹا اپنا مال لے لیا، اور اسے نکال دیا۔

میں عدن میں ایک تاجر کے پاس اترا جسے ناصر الدین الفاریری کہتے تھے، ہر شب دستر خوان پر تقریباً بیس تاجروں کا کھانا لایا جاتا۔ اور اس سے زیادہ اس کے غلاموں اور خادموں کی تعداد تھی، باوجود اس قدر ذی ثروت ہونے کے یہ لوگ نہایت دیندار، متواضع صاحب صلاح و مکارم اخلاق ہیں، مسافر کے ساتھ بڑے حسن و سلوک سے پیش آتے ہیں فقراء کی عظمت کرتے ہیں، اللہ کا حق زکوٰۃ جو واجب ہے، ادا کرتے ہیں،

میں اس شہر میں یہاں کے قاضی الصالح سالم بن عبداللہ الہندی سے ملا، آپ کے والد مزدور غلاموں میں سے تھے، علم میں مشغول ہوئے، اس لئے سردار اور قاضی بن گئے، میں آپ کا کئی دن تک مہمان رہا،

مشرقی افریقہ

ملک حبش اور نواحی علاقوں کے حالات وکیفیات

عدن سے رخصت ہوا، چار دن تک سفر کرنے کے بعد، میرا گذر شہر زیلع[1] میں ہوا، یہ بربر کا شہر ہے، جو سوڈان کا ایک حصہ ہے، لوگ شافعی المذہب ہیں ان کے بلاد وصحرا ہیں ہیں، جن کی دو ماہ کی مسافت ہے، ان میں سے اول زیلع ہے، اور آخر مقدشو ہے، ان کے مویشی اونٹ ہیں اور ان کی بھیڑیں فربہ ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہیں، باشندگان زیلع سیاہ رنگ ہوتے ہیں، اور ان میں سے اکثر شیعہ ہیں،

یہ بڑا شہر ہے، اور اس کا بازار بھی بڑا ہے، لیکن دنیا کی آبادی میں تمام شہروں سے گندہ بھیانک اور اس کا اکثر حصہ متعفن ہے، اس کے متعفن ہونے کی وجہ مچھلیوں کی کثرت اور اونٹوں کا خون ہے، جو گلیوں میں ذبح کئے جاتے ہیں،

---

[1] زیلع اہل حبش کا ایک مشہور شہر ہے، اس کے باشندے اہل اسلام ہیں، یہ ایک نہر کے کنارے حضیض میں واقع ہے، جو سمندر سے آتی ہے، یہاں گرمی بہت شدت سے پڑتی ہے، یہاں کا پانی شیریں ہے، جو کنووں سے نکالا جاتا ہے، نہ یہاں کے باشندوں کے باغات ہیں، اور نہ یہ پھلوں سے آشنا ہیں، قانون میں ہے، کہ زیلع حبش کی بندرگاہ ہے، جس کا یمن سے چنداں فاصلہ نہیں، یہاں مہنگائی کا بہت غلبہ ہے، خط استوا پر واقع ہے اور سیمنون کے زیر حکومت ہے، تاجروں کی آمد یہاں بہت زیادہ ہے، اور یہاں کے باشندے ان کی بڑی خاطر مدارات اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔

حبشہ ایک عجیب شہر وہاں کے رسم و رواج اور طرز زندگی کی حکایت

پھر ہم شہر مقدشو میں آئے یہ بہت بڑا شہر ہے، یہاں کے باشندوں کے پاس بکثرت اونٹ ہیں جو سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ ذبح ہوتے ہیں، اور ان کے پاس بھیڑیں بھی بکثرت ہیں، یہ بہت بڑے تاجر ہیں، یہاں ایک کپڑا بنا جاتا ہے، جس کی کہیں نظیر نہیں، یہاں سے اسے دیار مصر وغیرہ لے جاتے ہیں، اس شہر کے باشندوں کی یہ عادت ہے کہ جب جہاز لنگر گاہ کی طرف پہنچنے والا ہوتا ہے تو یہ الصنابق یعنی چھوٹی کشتیوں پر سوار ہو کر اس کے پاس جاتے ہیں، ہر صنبوق میں یہاں کے باشندوں کا ایک گروہ ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک ڈھکی ہوئی سینی لاتا ہے، جن میں کھانا ہوتا ہے اس جہاز کے تاجروں میں سے ہر ایک کے سامنے پیش کرتا ہے، اور کہتا ہے، کہ یہ میرے یہاں اترنے کی پیش کش ہے چنانچہ وہ تاجر سوا ان نوجوانوں کے جس نے مدعو کیا تھا، اور کسی کے نہیں اترتا یہاں وہ سوداگر جو اکثر اس شہر میں آتا جاتا رہتا ہے، اور اس کی یہاں کے رہنے والوں سے شناسائی ہو گئی ہے، اسے اختیار ہے چاہے جہاں اترے، جب وہ اپنے مدعو کرنے والے کے یہاں اترتا ہے، تو جو کچھ بیچنا ہوتا ہے، اس کے ذریعہ بیچتا ہے، اور جو کچھ خریدنا ہوتا ہے، اسی کے ذریعہ خریدتا ہے، اگر کسی نے اس سے قیمت پہ مال خرید لیا یا بغیر میزبان کے فروخت کیا تو وہ فروخت ناجائز ہوتی ہے، اس قاعدہ کی پابندی پہ انہیں خوب نفع ہوتا ہے، جب وہ نوجوان اس جہاز پہ چڑھے، میں تھا تو ان میں سے ایک میرے پاس آیا، میرے ساتھیوں نے اس سے کہا یہ تاجر نہیں لیکن بلکہ فقیر ہے، پس اس نے بآواز بلند اپنے ساتھیوں سے یہ کہا، یہ القاضی کے مہمان ہیں، ان میں سے ایک آدمی قاضی کے لوگوں میں سے بھی تھا، اس نے جاکر اسے اطلاع کر دی، وہ ساحل البحر پہ مع اپنے تمام طالب علموں کے آیا، اور ان میں سے ایک کو میرے پاس بھیجا، پس میں اور میرے ساتھی اترے، اور اس کے ساتھیوں کو میں نے سلام کیا، قاضی نے مجھ سے کہا بسم اللہ، ہم شیخ کو سلام کے لئے جاتے ہیں، میں نے دریافت کیا کون شیخ، اس نے کہا السلطان وہاں کے لوگوں کا دستور ہے، جب فقیر یا شریف یا صالح شخص آتا ہے تو جب تک سلطان کی حضوری سے نہ مشرف ہو نہیں اترتا، چنانچہ میں ان کے ساتھ ان کے فرمانے کے بموجب چلا گیا۔

سلطان مقدشو کے عادات و خصائل اور طریق بود و ماند

سلطان مقدشو کو یہاں کے لوگ شیخ کہتے ہیں، جس کا نام ابو بکر الشیخ عمر ہے اس کی اصل

بربرے ہے اور گفتگو المقدشی زبان میں کرتا ہے، لیکن عربی بھی جانتا ہے، اس کی عادت ہے کہ جب کوئی جہاز پہنچتا ہے، تو السلطان کا صنوق اس کے پاس جاتا ہے، اور جہاز کے متعلق تحقیقات ہوتی ہے کہ کہاں سے آیا ہے، کون اس کا مالک ہے، اور کون کپتان یعنی افسر جہاز ہے، اس میں کیا مال لدا ہے، اور تاجروں وغیرہ میں سے کون آیا ہے، الغرض کل حالات کی تحقیقات کرتا ہے، جب ساری باتوں کا علم ہو جاتا ہے تو سلطان سے عرض کیا جاتا ہے، پس جس شخص کو وہ مستحق سمجھتا ہے، اپنے پاس اتارتا ہے، اور جس کو نہیں سمجھتا نہیں اتارتا ہے،

جب میں قاضی مذکور کو ہمراہ جسے ابن البرہان کہتے تھے، جو حقیقت میں مصر کا رہنے والا تھا، سلطان کے مکان پر ایک جوان نکل کر آیا القاضی کو سلام کیا، اور اس سے عرض کیا۔ امانت پہونچا دیجیئے، اور مولانا کا شیخ سے حال بیان کر دیجئے، کہ یہ صاحب سرزمین حجاز سے تشریف لائے ہیں، وہ جاکر السلطان کو اطلاع کر کے واپس آ گیا، اور اپنے ساتھ کچھ پانوں کے پتے اور چھالیا لایا، دس پان اور کچھ چھالیا مجھے دیں، اور اتنی ہی القاضی کو دیں، اور مابقی میرے ساتھیوں اور القاضی کے طلباء کو تقسیم کیں، ایک شیشہ میں دمشقی گلاب لے کر آیا، اور میرے اور قاضی کے اوپر چھڑکا، اور کہا کہ دار الطلبۃ میں اتارنے کا حکم ہوا ہے، یہ مقام طلبہ کی ضیافت کے لئے مقرر ہے، القاضی نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم اس مقام تک آئے یہ الشیخ کے مکان سے قریب مفروش اور تمام ضروریات سے مرتب تھا، پھر الشیخ کے مکان سے کھانا لے کر آیا، اس کی معیت میں ایک وزیر بھی تھا، جس کے متعلق مہمانوں کا کام تھا اس نے کہا کہ ہمارے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے، اور کہا ہے۔ " قد متم خیر مقدم " (یعنی خوش آمدید) بعد ازاں کھانا چنا گیا، اور ہم نے کھایا، کھانا گھی میں پکے ہوئے، چاول تھے جو لکڑی کے کٹھروں میں نکالا تھا، اور ان کے اوپر خورشین ڈالی ہوئی تھیں مرغی اور بکری کا گوشت مچھلی اور بھاجیاں یا ساگ، یہ لوگ خوز کو پکنے سے پہلے دھوئے ہوئے دودھ میں ڈال کر پکاتے ہیں، اور اسے پیالیوں میں ڈالتے ہیں، اور ایک پیالہ میں دہی جاتے ہیں، اور اس پر لیمو، سیاہ مرچ، سرکہ، نمک، ہری ادرک اور امبیاں سب کو پیس کر چٹنی بناتے ہیں، جب چاولوں کا ایک لقمہ کھاتے ہیں، باشندگان مقدشو میں سے ایک شخص اس قدر کھانے کا عادی ہے جس قدر ہم میں سے ایک جماعت کھانے کی عادی ہے، یہ لوگ بلحاظ جسم بہت موٹے تازے ہوتے ہیں،

ہم یہاں تین دن ٹھہرے، چوتھا دن جمعہ کا تھا، میرے پاس قاضی اور طلبہ آئے، اور ایک وزیر بھی آیا، یہ لوگ میرے لئے لباس لائے، ان کے لباس میں ایک ریشمی لنگی ہوتی ہے، جسے انسان پاجامہ

کی بجائے کمر سے باندھ لیتا ہے، کیونکہ یہ لوگ پائجامہ سے آشنا بھی نہیں، اور ایک بوٹے دار مصری
قدھ کی چادر اور ایک دوہری قدسی فرجیۃ اور ایک مصری بوٹہ دار عمامہ، اسی طرح میرے ساتھیوں کے
لئے بھی ان کے حسب حال لباس لائے،

پھر ہم جامع مسجد آئے اور مقصورہ کے پیچھے نماز پڑھی، جب المقصورہ کے دروازہ سے برآمد ہوئے
تو میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے رسم ترحیب ادا کی، اور قاضی کے ساتھ اپنی زبان میں گفتگو کی، پھر
عربی زبان میں یہ الفاظ کہے ،، (قدمت خیر مقدم وشرفت بلادنا دانستنا (خوش آمدید!
آپ نے ہمارے ملک کو شرف بخشا، اور ہمیں اپنا گرویدہ بنایا) اور صحن مسجد کی طرف تشریف لے گئے
اپنے والد کی قبر پر جاکر کھڑے ہوئے، جو وہیں مدفون ہیں، فاتحہ پڑھا اور دعا کی، پھر وزرا امراء اور
افسران لشکر آئے، اور انہوں نے سلام کیا، ان کی بھی سلام کرنے کی ویسی ہی عادت ہے، جیسے اہل یمن
کی، یعنی آدمی کلمہ کی انگلی زمین پر رکھتا ہے، پھر اسے سر پر لے جاتا ہے، اور ادام اللہ عزک (اللہ
کے اعزاز کو بقائے جاوید عطا فرمائے) کہتا ہے،

پھر سلطان مسجد کے دروازہ سے نکلے، جوتے پہنے، قاضی سے بھی فرمایا کہ جوتے پہن لو، اور
مجھ سے بھی یہی ارشاد ہوا، اور پیادہ پا اپنے محل کا رخ کیا، جو مسجد سے قریب ہی ہے، تمام برہنہ پا
چلتے تھے، ان کے سر پر چھتریاں رنگین ریشم کی لگائی گئیں، ہر چھتری کی چوٹی پر سونے کی ایک چڑیا بنی
تھی، اس دن ان کا لباس ایک قدسی سبز فرجیہ تھی، اور اس کے نیچے مصری کپڑے تھے، فرجیہ کے
حاشیے بہت اچھے تھے گلے میں حریر کی ایک چادر پڑی ہوئی تھی، اور سر پر بہت بڑا عمامہ باندھے
ہوئے تھے، سامنے نقارے قرنا اور نفیریاں بجتی تھیں، اور ان کے آگے اور پیچھے افسران لشکر تھے،
اور قاضی فقہا اور شرفاء ساتھ ساتھ تھے، اس طرح اپنے محل شاہی تک تشریف لے گئے، وزراء
امراء اور افسران لشکر ایک سائبان میں بیٹھ گئے، اور قاضی کے لئے، فرش بچھایا گیا، جس پر سوا اس
کے اور کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی، لیکن فقہاء اور شرفاء اس کے ساتھ تھے، اس طرح یہ لوگ
نماز عصر تک بیٹھے رہے، جب سب لوگ سلطان کے ساتھ نماز عصر پڑھ چکے، تو لشکر
آئے، اور اپنے مراتب کے لحاظ سے صف بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے، پھر طبل، نفریاں
قرنا اور بانسریاں بجائی گئیں، جب باجا بجتا تھا، تو نہ کوئی حرکت کرتا تھا اور نہ اپنی جگہ سے
جنبش کرتا تھا، چلنے والا ٹھہر جاتا تھا، نہ پیچھے حرکت کرتا تھا، نہ آگے، جب طبلخانہ بج چکا تو لوگوں
نے انگلیوں سے سلام کیا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، اور چلے گئے۔

جزیرہ منبسی میں ورود

یہاں سے رخصت ہوکر ہم جزیرہ منبسی میں وارد ہوئے، یہ ایک جزیرہ ہے، اس کے اور ارض سواحل کے مابین براہ سمندر دو دن کی مسافت ہے، اس میں کوئی میدان نہیں، اس کے درخت موز، لیموں اور اترج کے ہیں، یہاں ایک قسم کا پھل بھی ہوتا ہے، جسے یہ لوگ جموّں کہتے ہیں، یہ زیتوں کے مشابہ ہے، اس کی گٹھلی بھی اس کے مشابہ ہوتی ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ اس کی مٹھاس بہت تیز ہوتی ہے، ان جزیروں کے باشندوں میں زراعت نہیں ہوتی، ان کے لئے غلّہ سواحل سے لے جاتے ہیں، ان کا اکثر کھانا موز یعنی کیلہ اور مچھلی ہے، یہ شافعی المذہب، دین دار، اور عفاف وصلاح والے ہیں، ان کی مسجدیں لکڑی کی نہایت مستحکم بنی ہوئی ہیں،

ایک بڑا ساحلی شہر "کلوا"، اہل جہاد کا علاقہ

اب ہم شہر کلوا پہنچے، یہ ایک بڑا ساحلی شہر ہے، یہاں کے باشندے زنگی یعنی سیاہ فام ہیں، شہر کلوا اچھے شہروں میں سے ہے، اس کی عمارات بہت مستحکم اور کل چوبی ہیں، اور مکانوں کی چھتیں قبہ دار ہیں، یہاں بارش بھی بہت ہوتی ہے، یہ تمام لوگ اہل جہاد ہیں، اس لئے کہ ایک ہی علاقہ میں آباد ہیں، جو زنگی کفّار کے ساتھ ملا ہوا ہے، ان پر دینداری اور صلاح غالب ہے، اور شافعی مذہب ہیں۔،

کلوا کے سلطان عالی شان کا ذکر اور اس کی سخاوت

یہاں کا بادشاہ ابوالمظفر حسن تھا، جس کی کنیت ابوالمواہب بھی تھی، کیونکہ یہ بخشائشیں اور سخاوتیں بہت کیا کرتا تھا، اور زنگیوں کے ملک پہ حملے بہت کرتا تھا، ان پر چڑھائیاں کرکے انہیں شکست دے دیتا تھا۔ اور مال غنیمت لے لیتا تھا، اس کا خمس نکالتا تھا، اور اسے معین مصارف میں جو کتاب اللہ تعالےٰ میں ہے، صرف کر دیا کرتا تھا، ذوی القربیٰ کا حصّہ خزانہ میں علیحدہ رکھتا تھا، جب شرفا آتے تھے، تو انہیں دے دیا کرتا تھا، یہ شرفا عراق و حجاز وغیرہ سے آیا کرتے تھے، میں نے اس کے پاس شرفاء حجاز کی ایک جماعت دیکھی، یہ سلطان بہت صاحب تواضع

ہے فقراء کے پاس بیٹھ جاتا ہے، ان کے ساتھ کھاتا پیتا ہے، اور اہل دین و شرف کی بہت تعظیم کرتا ہے،

ایک دن میں جمعہ کے دن اس کے پاس حاضر ہوا، یہ نماز سے نکل کر اپنے گھر جا رہا تھا، اس کے سامنے یعنی فقراء میں سے ایک فقیر آگیا، اور اسے "یا الموا ہب" کہہ کر خطاب کیا، اس نے جواب دیا "لبیک یا فقیر احتیک" (اے فقیر میں حاضر ہوں اپنا مقصد بیان کر) اس نے عرض کیا "اعطنی ہذا الثیاب اللتی علیک" (یہ کپڑے جو تیرے جسم پر ہیں مجھے عطا کر) اس نے جواب دیا "نعم اعطیکہا" بہت اچھا تجھے مل جائیں گے) فقیر نے عرض کیا "الساعۃ" (ابھی) اس نے جواب دیا "نعم الساعۃ" (ہاں ابھی) اور مسجد چلا گیا، اور خطیب کے حجرے میں جاکر دوسرے کپڑے پہنے، اور یہ کپڑے اتارے، اور فقیر سے کہا "ادخل فخذہا" (اندر آجا اور لے لے) پس فقیر داخل ہوا، اور لے لئے، رومال میں لپیٹ کر ان کی گٹھری سر پہ رکھی، اور چلا گیا، سلطان کا لوگوں نے اس فعل تواضع و کرم کے اظہار پر بڑا شکریہ ادا کیا، اس کے بیٹے ولی عہد نے فقیر سے یہ کپڑے لے لئے اور ان کے عوض دس غلام عطا کئے، سلطان نے بھی فقیر کو اپنی طرف سے دس غلام اور دو بوجھ ہاتھی دانت کے عطا کئے، ان کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ ہاتھی دانت ہوتے ہیں، یہ لوگ سونا بہت کم دیا کرتے ہیں،

جب اس سلطان نے وفات پائی، تو اس کا بھائی داؤد بر سر اقتدار ہوا، لیکن اس کی طبیعت برعکس تھی، جب کوئی سائل آتا تو کہتا، "دینے والا تو مر گیا۔ اور کچھ ترکہ چھوڑ کر نہیں گیا، کہ اس میں سے دیا جائے" جب مہمان کئی ماہ تک پڑے رہتے تو کچھ سلوک کر دیا کرتا، یہاں تک کہ مہمانوں نے اس کے دروازے کو خیر باد کہہ دیا،

کاروانِ سفر

قوم عاد کا مسکن راستے کے عجائب و غرائب

کلوا میں کچھ عرصہ تک رہنے کے بعد ہم نے بحری راستہ سے شہر ظفار الحموض کا رخ کیا، یہ بلاد یمن کا آخری شہر ہے، اور بحر ہند کے ساحل پہ واقع ہے، یہاں سے نہایت اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہندوستان لے جائے جاتے ہیں، اس کے اور بلاد ہند کے مابین اگر ہوا موافق ہو پورے ایک مہینے کی مسافت ہے، شہر ظفار ایک صحرا میں واقع ہے، جہاں نہ کوئی گاؤں ہے، اور نہ کوئی زیر حکومت مقام، اور بازار شہر کے باہر ایک سرائے میں ہے، جسے الحرجاد کہتے ہیں، یہ بازار تمام بازاروں میں نہایت گندہ اور بدبودار بازار ہے، چونکہ اس میں پھل اور مچھلیاں بکثرت بکتی ہیں اس لئے مچھروں کی بڑی کثرت ہے، مچھلیوں میں سے ایک مشہور قسم کی مچھلی کی یہاں بہت کثرت ہے، جسے السردین کہتے ہیں، یہ بہت موٹی تازی ہوتی ہے، یہ عجائبات میں سے ہے کہ یہاں کے گھوڑوں کا چارہ یہی السردین ہے، اور اس طرح ان کی بھیڑوں کا بھی ماسوا یہاں کے اور کسی جگہ یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی، مچھلی بیچنے والیاں اکثر نوکر ہوتی ہیں، ان کی پوشش سیاہ ہوتی ہے۔

یہاں کے باشندوں کی زراعت جوار ہوتی ہے، وہ اس کی آبیاری کنوؤں سے کرتے ہیں، جن کا پانی بہت دور ہوتا ہے، ان کی آبیاری کی تفصیل یہ ہے کہ ایک بڑا ڈول بناتے ہیں، اور اس میں کئی رسیاں باندھتے ہیں، ہر رسی کو غلام یا نوکر پکڑ کر کھینچتا ہے، ڈول کو ایک بڑی بلند لکڑی پر کنوئیں سے کھینچتے ہیں، اور اس کا پانی ایک تالاب میں ڈالتے جاتے ہیں، جس سے آبیاری کرتے ہیں، ان کے لئے چاول بلاد ہند سے آتا ہے، یہی ان کی زیادہ غذا ہے، اس شہر کے درہم تانبے کے ہوتے ہیں، ان کے سوا اور کسی کا رواج نہیں، یہاں کے تمام باشندے اہل تجارت ہیں، سوا اس کے اور ان کی معاش کی کوئی صورت نہیں،

یہ لوگ بڑے صاحب تواضع و حسن اخلاق اور فضیلت والے ہوتے ہیں، اور پردیسیوں سے بڑی محبت کرتے ہیں، ان کا لباس روئی کا ہوتا ہے، جو ان کے پاس بلاد ہند سے لے جایا جاتا ہے، اور پائجامہ کے بدلے کمر میں لنگی باندھتے ہیں، اور گرمی کی شدت کی وجہ سے دوسری چادر پیٹھ پہ ڈال لیتے ہیں اور دن میں کئی مرتبہ نہاتے ہیں، یہاں مسجدیں بکثرت ہیں، ہر مسجد میں نہانے کے لئے کئی غسل خانے ہوتے ہیں

یہاں ریشم، روئی اور السی کی چھال کے کپڑے بنائے جاتے ہیں، جو نہایت اچھے ہوتے ہیں، یہاں کے اکثر باشندوں مردوں اور عورتوں کو فیل پا کا بہت زیادہ مرض ہوتا ہے، اس سے ان کے دونوں پیر پھول جاتے ہیں، اکثر مردوں کو مرض فتق بھی بہت ہوتا ہے، اس سے خدا کی پناہ، انکی اچھی عادات میں سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا ہے،

اس شہر کے مخصوصات اور عجائبات میں سے یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اس پر تصرف کا ارادہ کیا ہو اسے کوئی افتاد نہ پیش آئی ہو، اور اس کے اور اس کے مابین کوئی سد راہ نہ واقع ہو گئی ہو مجھ سے بیان کیا گیا کہ سلطان قطب الدین تہمتن بن طوران شاہ صاحب ہرمز نے خشکی اور بحری دونوں طرف سے چڑھائی کی، اللہ تعالیٰ نے ایسی آندھی نازل کی کہ سارے جہاز برباد ہو گئے، اور اسے محاصرہ سے باز آنا اور بادشاہ سے صلح کرنا پڑی،

یہاں کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ اس شہر کے لوگ اہل مغرب (افریقہ) سے بہت مشابہ ہیں، یہاں کی بڑی مسجد کے خطیب کے گھر میں فروکش ہوا، انکا نام عیسےٰ بن علی ہے، یہ نہایت عالی مرتبہ اور کریم النفس شخص ہیں، ان کے پاس کنیز چھوکریاں تھیں، جن کے نام مغربی خادموں جیسے تھے، ایک کا نام بخیت تھا، اور دوسری کا نام .... زاد المال میں نے یہ نام سوا اس شہر کے کہیں نہیں سنے، یہاں کے باشندے اکثر برہنہ سر پھرتے تھے، عمامے نہیں باندھتے، ان کے مکانات میں سے ہر مکان میں کوٹھڑی کے اندر بوریے کا مصلیٰ لٹکا رہتا ہے، جس پہ مالک مکان نماز پڑھتا ہے، ایسا ہی باشندگان مغرب بھی کرتے ہیں، ان کی غذا جوار ہے،

اس شہر کے قریب باغات کے اندر شیخ صالح عابد ابی محمد بن ابی بکر بن عیسیٰ کا زاویہ ہے، یہ زاویہ باشندگان ظفار کے نزدیک بہت قابل تعظیم ہے، جب کوئی پناہ لینے والا اس میں داخل ہو جاتا ہے، تو سلطان پر اس کا کوئی غلبہ باقی نہیں رہتا، میں نے یہاں ایک شخص دیکھا جس کے متعلق مجھ سے ذکر کیا گیا، کہ یہاں یہ کئی سال سے پناہ گزیں ہے، اور سلطان اس سے کبھی کچھ تعرض نہ کر سکا، میں جس زمانہ میں یہاں تھا تو سلطان کے کاتب نے اس میں پناہ لی تھی، اور یہاں قیام پذیر تھا، یہاں تک کہ دونوں میں صلح ہو گئی،

اس زاویہ کے قریب بادشاہ الملک بعیث کا مزار ہے، اس کی بھی یہ لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں اور جس شخص کو کوئی حاجت ہوتی ہے، اس کے پورے ہونے کے لئے یہاں پناہ لیتا ہے، چنانچہ اس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، لشکر کی یہ عادت ہے کہ جب مہینہ پورا ہو جاتا ہے، اور انہیں تنخواہ نہیں ملتی تو اس تربت پر آکر پناہ لیتے، اور اس کے نزدیک پڑاؤ ڈالتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی تنخواہ انہیں پہونچ جاتی ہے،

قوم عاد کا شہر

احقاف

عجیب و غریب مشاہدات اور حالات و واقعات

اس شہر سے ہم رخصت ہوئے نصف دن کی مسافت پر الاحقاف[1] یعنی مساکن عاد[2] ہیں، یہاں ایک زاویہ اور ساحل بحر پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے، اور اس کے اطراف میں مچھلی کے شکاریوں کا ایک گاؤں ہے، زاویہ میں ایک مزار ہے، جس پر یہ تحریر ہے، "ھذا قبر ھود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام (یہ ہود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے)، میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ دمشق کی مسجد میں ایک مقام ہے، جس پر یہ عبارت تحریر ہے، "ھذا قبر ھود ابن عابر" (یہ ہود بن عابر کا مکان ہے) لیکن اغلب یہ ہے کہ آپ کا مزار الاحقاف میں ہونا چاہیئے، کیونکہ یہی آپ کے بلاد ہیں، اس شہر میں باغات بھی ہیں، جن میں موز بکثرت اور بڑا ہوتا ہے، میرے سامنے اس کی ایک پھلی تولی گئی، اس کا وزن بارہ اوقیہ[3] تھا، اس کا ذائقہ نہایت اچھا اور بہت شیریں ہوتا ہے، یہاں پان بھی ہوتے ہیں، اور ناریل بھی جنہیں جوز الہند کہتے ہیں، یہ دونوں چیزیں سوا بلاد ہند کے اور کہیں نہیں ہوتیں، چونکہ اب پان اور ناریل کا ذکر آگیا ہے، اس لئے ہم دونوں کے خصائص کا ذکر کرتے ہیں۔

پان کس طرح کاشت کیا جاتا ہے؟ پان کی اہمیت و عظمت

پان بھی اسی طرح لگایا جاتا ہے، جس طرح انگور کی بیل لگائی جاتی ہے، اس کیلئے نرسل کا منڈوا بنایا جاتا ہے جس طرح انگور کی بیل کیلئے بنایا جاتا ہے، یا اسے ناریل کے درخت کے قریب لگاتے ہیں، اس پر یہ اسطرح چڑھ

---

[1] احقاف کے معنی ہیں ریت کے تودے۔

[2] ایک سرکش قوم جو بے انتہا ترقی یافتہ اور آرٹ کی ماہر تھی، لیکن قہر الٰہی کا نشانہ بنی اور مٹ گئی، جس کے آثار باقیہ عبرت کے لئے اب تک موجود ہیں۔

[3] ایک اوقیہ ایک اونس کے برابر ہوتا ہے،

جاتا جس طرح بیل اور سیاہ مرچ چڑھ جاتی ہے، پان کے درخت میں کوئی پھل نہیں ہوتا مقصود اس کے پتے ہوتے ہیں، ان میں سے عمدہ زرد ہوتا ہے، اس کے پتے روزانہ چن لئے جاتے ہیں۔ باشندگان ہند پان کی بہت عزت کرتے ہیں، جب کوئی شخص کسی کے گھر پر اس سے ملنے جاتا ہے، تو وہ اسے پانچ پان دیتا ہے گویا اس نے دنیا و مافیہا سب کچھ دیدیا، بالخصوص اگر وہ کوئی امیر یا بڑا ہے، ان کے نزدیک پان کا دینا بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے، اور اس کا یہ فعل چاندی اور سونے کے دینے سے بھی زیادہ اس کی سخاوت پر دلالت کرتا ہے، اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے چھالیا لیتے ہیں، اسے توڑتے ہیں، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، آدمی اسے اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے، اور چباتا ہے، پھر پان لیتا ہے، اور اس پر تھوڑا سا چونا لگا کر چھالیوں کے ساتھ چباتا ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ منہ خوشبودار بناتا ہے، بدبو دور کرتا ہے، کھانا ہضم کرتا ہے، نہار منہ پانی پینے کے ضرر سے محفوظ رکھتا ہے، اس کے کھانے سے فرحت ہوتی ہے، اور مباشرت کے معاملہ میں تقویت پہنچاتا ہے، آدمی اسے رات کو اپنے سرہانے رکھ کر سوتا ہے جب نیند سے جاگتا یا اس کی بیوی یا لونڈی اسے جگاتی ہے، تو اس میں سے کھالیتا ہے، اس سے جو کچھ اس کے منہ میں بدبو یا خرابی ہوتی ہے، جاتی رہتی ہے، سلطان اور امرا کی جابہ یہ سوا پان کے کچھ نہیں کھاتیں۔

ناریل اور اس کے ضروریات زندگی سے متعلق مصنوعات

یہ جوز الہند ہے، بلحاظ شان اور حالت کے یہ درخت عجیب ہے، اس کے اور کھجور کے درخت میں سوا اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ اس میں جوز لگتے ہیں، اور اس میں پھل لگتے ہیں اس کا جوز آدمی کے سر سے مشابہ ہوتا ہے، کیونکہ اس میں دونوں آنکھوں اور منہ کے مشابہ نشانات ہوتے ہیں، اور اس کا اندرونی حصہ کچے ہونے کی حالت میں دماغ سے مشابہ ہے، اور اس کے اوپر کے ریشے بالوں کے مشابہ ہوتے ہیں، یہ ان سے رسیاں بناتے ہیں، بجائے لوہے، کی کیلوں کے ان کو کشتیوں کے بنانے کی بندش میں لاتے ہیں، اور جہازوں کے لئے رسے بھی اس کے بناتے ہیں۔

اس جوز کے خواص میں سے یہ ہے کہ بدن کو تقویت دیتا فربہی پیدا کرتا ہے، اور چہرہ کی سرخی بڑھاتا ہے، اور قوت باہ کی اعانت میں تو اس کا فعل عجیب ہے، اس کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ ابتدا میں یہ سبز ہوتا ہے، جو شخص چھری سے اس کے چھلکے کا ٹکڑا کاٹتا اور اس کا سر کھولتا ہے، تو اس سے انتہا شیریں اور ٹھنڈا پانی نکلتا ہے، لیکن اس کی خاصیت گرم ہے، قوت باہ کی اعانت کرتا ہے، جب یہ پانی پی لیا جاتا ہے تو اس کاٹے ہوئے چھلکے کے ٹکڑے کر لیتے ہیں، اور اسے چمچے سے کھرچتے ہیں، اس کا مزہ نیم برشت

انڈے کی مانند ہوتا ہے، لوگ اسے غذاءً استعمال کرتے ہیں، جب میری جزائر ذیبۃ المہل میں ڈیڑھ سال تک اقامت رہی تو میری بھی یہی غذا رہی۔

ناریل سے تاڑی بنانے کا طریقہ

اس کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے روغن زیت دودھ تاڑی بناتے ہیں، اس تاڑی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے درخت پر جو نوکر ہوتے ہیں وہ صبح شام چڑھا کرتے ہیں اور اس سے وہ پانی نکالتے ہیں جس سے تاڑی بنتی ہے، درخت پر جا کر اس شاخ کو کاٹ ڈالتے ہیں جس سے پھل نکلتا ہے، اور اس میں سے دو انگل چھوڑ دیتے ہیں، پھر اس پر ایک چھوٹی سی ہانڈی باندھ دیتے ہیں، اس شاخ سے جو پانی نکلتا ہے، وہ اس میں ٹپک کر جمع ہوتا رہتا ہے، اگر اسے صبح کو باندھا ہے، تو اس کیلئے شام کو چڑھتے ہیں، چڑھنے والے کے ساتھ دو پیالے ناریل مذکور کے چھلکے کے ہوتے ہیں، پھر اس درد رسے مغز کو خوب پانی میں ملتے ہیں، اس کا رنگ دودھ ہوئے دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے، اس کا مزہ بھی دودھ کی طرح ہوتا ہے، لوگ اس سے روٹیاں کھاتے ہیں۔

اس سے زیت اس ترکیب سے بناتے ہیں کہ جوز پک کر جب درخت سے گر پڑتا ہے تو سے لیتے ہیں، اس کا چھلکا الگ کر دیتے ہیں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ ڈالتے ہیں، اور دھوپ میں رکھ دیتے ہیں، جب خشک ہو جاتا ہے، تو ہانڈیوں میں پکا لیتے ہیں اور اس سے زیت یا تیل نکال لیتے ہیں اسے اپنے ساتھ بھی رکھتے ہیں، اور اس سے روٹی بھی کھاتے ہیں، اور عورتیں اسے اپنے بالوں میں ڈالتی ہیں بڑے فائدہ والا ہے،

ظفار کے سلطان کا تذکرہ اور اس کے اصول و آداب شاہی

وہ السلطان الملک المغیث ابن الملک الفائز۔ ملک الیمن کا بھتیجا ہے، اس کا باپ ظفار میں صاحب الیمن کی طرف سے امیر تھا، اس کے پاس ہر سال اسے ہدیہ بھیجنا لازم تھا، پھر الملک الغیث خود اس کا مالک بن بیٹھا، اور ہدیہ بھیجنا بند کر دیا، ملک الیمن کا ارادہ ہوا کہ اس سے جنگ کرے اور اس پر بجائے اس کے اپنے بھتیجے کو مامور کر دے،

اس شہر کے اندر سلطان کا ایک قصر ہے، جسے دار الحصن، یعنی قلعہ کہتے ہیں، یہ بڑا اور وسیع ہے

کے دروازے پر بجائی جاتی ہیں، اور ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو لشکر اس کے دروازہ پر آکر محل کے باہر ٹھہر کر چلا جاتا ہے، سوا جمعہ کے دن کے نہ سلطان نکلتا ہے، اور نہ اسے کوئی دیکھ سکتا ہے، اس دن نماز کے لئے نکلتا ہے، اور پھر اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے، محل سلطانی میں کسی کو جانے سے منع نہیں کیا جاتا، امیر لشکر اس کے دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے، ہر حاجت یا شکایت والا شخص اسی کے پاس جاتا ہے، وہ سلطان کو صورت احوال کی اطلاع کرتا ہے، اسی وقت جواب آجاتا ہے، جب سلطان کو اپنی سواری کا جلوس نکالنا منظور ہوتا ہے، تو ایک اونٹ لایا جاتا ہے، جس پر محمل ہوتی ہے، پردے سفید رنگ کے ہوتے ہیں، اور ان پر زری کا کام کیا ہوتا ہے، سلطان اور اس کے ندیم محمل میں اس طرح سوار ہوتے ہیں، کہ نظر نہیں آتے، جب سواری باغ کو نکل جاتی ہے، اور یہ گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا ہے، تو سوار ہو جاتا ہے، اور اونٹ سے اتر آتا ہے اس کی عادت ہے کہ رستہ میں کوئی شخص سامنے نہ آئے، نہ اس کے دیکھنے کے لئے ٹھہرے نہ کسی شکایت کے لئے اور نہ کسی اور بات کے لئے اور اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو بہت زائد مارا جاتا ہے، جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے، کہ سلطان نکلنے والا ہے، تو راستہ سے بھاگ جاتے اور اپنے تئیں بچاتے ہیں۔

اس سلطان کا وزیر الفقیہ محمد العدنی ہے یہ پہلے بچوں کا معلم تھا، اس نے سلطان کو بھی قرأت اور کتابت سکھائی ہے، سلطان نے اس سے عہد کیا تھا کہ جب میں بادشاہ ہوں گا، تو تجھے وزیر بناؤں گا، چنانچہ جب یہ بادشاہ ہوا تو وزیر بنایا، چنانچہ یہ اس عہدے کو ٹھیک طرح انجام نہ دے سکتا تھا۔ اس لئے وزارت کے عہدہ پر تو یہ ہے، لیکن اختیارات دوسرے شخص کو ہیں، اس شہر سے ہم براہِ بحر عمان ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہوئے جو ایک شخص کا تھا، جسے علی بن ادریس المصیری کہتے ہیں، یہ جزیرہ مصیرہ کا باشندہ ہے،

دوسرے دن ہم بندرگاہ حاسک میں وارد ہوئے، یہاں کے باشندے عربی لوگ ہیں، جو مچھلی کا شکار کیا کرتے ہیں، اور یہیں رہتے ہیں، ان کے یہاں کندر کا درخت ہوتا ہے، جس کے پتے بہت باریک ہوتے ہیں، جب یہ پتہ دبایا جاتا ہے، تو اس میں سے دودھ کا سا پانی ٹپک پڑتا ہے، جو گوند بن جاتا ہے، اسی گوند کا نام لبان ہے، یہ یہاں بکثرت ہوتا ہے،

اس بندرگاہ کے باشندوں کی معاش سوا مچھلی کے شکار کے اور کچھ نہیں ہے، ان کی مچھلیاں اللخم کے نام سے مشہور ہیں، یہ بحری کتے کے مشابہ ہیں، ان کو چاک کر ڈالتے ہیں، اور سکھا لیتے ہیں، یہی ان لوگوں کی غذا ہے، ان کے مکانات اس مچھلی کی ہڈی کے ہوتے ہیں، اور ان کی چھتیں اونٹ

کے چمڑوں کی ۔

پھر ہم جبل لُمعان آئے، یہ وسط بحر میں واقع ہے، اس کے اوپر پتھر کی ایک ٹھہرنے کی عمارت بنی ہے، جس کی چھت مچھلیوں کی ہڈی کی ہے، اس کے باہر ایک تالاب ہے، جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے،

بعدازاں ہم جزیرۃ الطیر میں وارد ہوئے، یہاں کوئی عمارت نہیں ہے، ہم نے جہاز لنگر انداز کیا، اور وہاں گئے، اسے پردوں سے بھرا ہوا پایا۔ جو گوریوں یا کنجشک کے مشابہ تھیں، مگران سے بڑی لوگ ان پرندوں کے انڈے اٹھا لائے، ان کو پکایا، اور کھایا، اور ان پرندوں میں سے بہت سے پکڑ بھی لائے، ان کو بغیر ذبح کئے ہوئے پکایا، اور کھایا۔

ان دنوں اس جہاز پر میرا کھانا کھجور اور مچھلی تھی، صبح اور شام یہ لوگ ایک مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے، جسے فارسی زبان میں "شیر ماہی" کہتے ہیں، عربی زبان میں اس کے معنی "اسد السمک" ہیں کیونکہ شیر کو "اسد" کہتے ہیں، اور ماہی کو "سمک" یہ اس مچھلی کے مشابہ ہوتی ہے جسے ہم لوگ تازرت کہتے ہیں یہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھون ڈالتے تھے، اور جہاز کے ہر شخص کو مساوی ٹکڑے بانٹ دیا کرتے تھے، اور مالک جہاز وغیرہ کسی کو زیادہ حصہ دینے میں ترجیح نہ دیتے تھے، اسے وہ لوگ کھجوروں سے کھاتے تھے، ہم نے عید الضحیٰ بھی سطح آب پر ہی بحالت سفر منائی۔ اس دن طلوع فجر سے دن بڑھے تک نہایت تند ہوا چلی، قریب تھا کہ ہم غرق ہو جائیں۔

ہم سے آگے بعض تجار کا ایک اور جہاز روانہ ہوا تھا۔ وہ ڈوب گیا، اور سوا ایک آدمی کے اور کوئی نہ بچا، اسے نہایت کوشش سے خلاصی حاصل ہوئی تھی، میں نے اس جہاز پر ایک قسم کا کھانا کھایا کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی کھایا تھا، اور نہ بعد میں کھانا نصیب ہوا، یہ عمان کے بعض تاجروں نے پکایا تھا، جوار کو پیسے ہوئے پکایا، اور اس پر کھجوروں کا شیرہ بہایا تھا۔ ہم نے شوق سے اسے کھایا۔

پھر ہم جزیرہ مصیرۃ میں داخل ہوئے، جس جہاز پر ہم سوار ہوئے، اس کا مالک یہیں کا رہنے والا تھا، یہ بہت بڑا جزیرہ ہے، یہاں کے باشندوں کا گزارا صرف مچھلی پر ہے، چونکہ اس کی بندرگاہ ساحل سے بہت دور تھی، اس لئے ہمارا یہاں اترنا نہ ہوا۔

بندرگاہ صور جہاں خارجی فرقے کے لوگوں کی کثرت تھی

پھر ایک دن اور ایک رات ... بندرگاہ میں پہونچے

ے صور کہتے تھے، پھر وہاں سے ہم نے شہر قلہات[1] ردئے کوہ پر دیکھا گمان ہوتا تھا کہ وہ قریب ہی
ے جب ہم لنگرگاہ پہونچے تو زوال یا اس سے پہلے کا وقت تھا، جب ہم نے شہر کو دیکھا تو اس
کی طرف جاتے اور وہیں شب باشی کا خیال پیدا ہوا۔ میں جہاز والوں کی صحبت سے اکتا بھی گیا تھا میں
نے وہاں جانے کے راستہ کا حال دریافت کیا، مجھ سے کہا گیا کہ وہاں عصر کے وقت پہونچوں گا، بحری
آدمیوں میں سے ایک کو اجرت پر اپنے ساتھ لیا تاکہ مجھے وہاں کا راستہ بتاتا جائے، اپنے ساتھیوں
کو جہاز ہی پر چھوڑ دیا، اور کہہ دیا کہ کل ملنا ہوگا، اپنے کپڑے ساتھ لے لئے اور اسی راہنما کو دے دیئے
تاکہ میں ان کے لادنے کی تکلیف سے بچوں، صرف ایک نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔

یہ راہبر میرے کپڑوں ہی پہ ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب میں نے اس کا یہ ارادہ
دیکھا کہ وہ کپڑے لے کر عبور کرنا چاہتا ہے، تو میں نے کہا کہ تو تنہا عبور کر اور کپڑے میرے پاس
ہی چھوڑ جا۔ اگر ہم سے ہو سکے گا۔ تو اتر آئیں گے، وہ راہبر پلٹ آیا، آخر ہم اوپر کی جانب
بڑھے، یہاں تک کہ ہمیں راستہ مل گیا، پھر ہم ایسے صحرا کی طرف نکل گئے، جس میں
پانی نام کو بھی نہ تھا،

خارجیوں کا ایک شہر اور وہاں کے حالات وکیفیات

آخر ہم شہر قلہات میں داخل ہوئے۔ یہاں ہم مرتے مرتے پہنچے تھے، جوتوں نے
میرے پیروں کی یہ حالت کر رکھی تھی، کہ ناخنوں سے خون جاری ہونے کے قریب تھا،
جب ہم شہر کے دروازے پر پہونچے تو جس آخری مصیبت سے سامنا ہوا وہ یہ تھی، کہ
دروازے پر جو شخص تعینات تھا۔ اس نے کہا کہ امیر شہر کے پاس تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا،
تاکہ تمہارے حالات اور تم کہاں سے آئے ہو، سب کا اسے علم ہو جائے، چنانچہ میں امیر کے
پاس اس کے ساتھ گیا، تو اسے فاضل اور صاحب حسن اخلاق پایا، اس نے مجھ سے میری
کیفیت پوچھی اور مجھے اتارا۔ میں اس کے پاس چھ دن مقیم رہا۔ میرے پیروں کو جس تکلیف سے
دوچار ہونا پڑا تھا، اس کے باعث مجھ میں کھڑے ہونے کی قدرت نہ تھی،

شہر قلہات ساحل بحر پہ ہے، اس کے بازار نہایت اچھے ہیں، یہاں تمام مسجدوں سے

---

[1] یہ خوارج کے ایک فرقہ اباضیہ کا مسکن تھا۔

عمدہ ایک مسجد بھی ہے، جس کی دیواریں قاشانی کی ہیں، جو زیج کے مشابہ ہے، یہ اس قدر بلند ہے
کہ سمندر اور لنگرگاہ سے نظر آتی ہے، میں نے یہاں ایک ایسی مچھلی کھائی کہ اقالیم میں سے کسی اقلیم میں
نہ کھائی تھی، میں اسے تمام گوشتوں پر فضیلت دیتا تھا، اور سوا اس کے اور کوئی گوشت نہ کھاتا تھا،
وہ لوگ اسے درخت کے پتوں پر بھونتے ہیں، اور چاولوں پر اسے ڈال کر کھاتے ہیں، چاول
ان کے یہاں سرزمین ہند سے لے جایا جاتا ہے، یہ تمام لوگ تجارت پیشہ ہیں، ان کی گزر
اوقات اسی پر ہے، جو ان کے پاس بحر الہند سے لے جایا جاتا ہے، جب ان کے یہاں
کوئی جہاز پہنچتا ہے، تو بے انتہا خوش ہوتے ہیں، باوجودیکہ یہ عرب ہیں، لیکن ان کی زبان
غیر فصیح ہے، جو لفظ بولتے ہیں، اس کے ساتھ "لا" (نہیں) ملاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں، تاکل
تمشی لا" تفعل کذا لا" ان میں سے اکثر خوارج ہیں، لیکن اپنے مذہب کے اظہار کی
جرأت نہیں کرتے، کیونکہ وہ سب سلطان قطب الدین تہمتن ملک ہرمز کی رعایا ہیں، اور وہ سنی ہے

بلادِ عمان

ابن ملجم کو "عبدِ صالح" اور "رضی اللہ عنہ" سے یاد کرنے والے خارجی

قلہات سے قریب ہی ایک قریہ ہے، جس کا نام طیبی ہے، بڑا خوب صورت اور حسین مقام ہے، یہاں ایک طرح کا موز ہوتا ہے، جسے مرواری (مرواريد) کہتے ہیں، یہ یہاں سے ہر دساور ہوتا ہے،

اب یہاں سے بہ قصد عمان آگے بڑھے، چھ دن دشت ناپیدا کنار میں گزرے ساتویں دن عمان پہنچے یہ سرسبز نہروں، درختوں، باغات، کھجوروں اور مختلف قسم کے پھل پھلاریوں کے چمنستان پر مشتمل ہے ہم اس کے دارالحکومت میں بھی گئے،

خارجی فرقہ کا ایک شہر، خارجیوں کے طرزِ زندگی کا ایک سرسری جائزہ

یہ شہر نزوا ہے، جو بالائے کوہ پر واقع ہے، اسے چاروں طرف سے باغات اور نہریں گھیرے ہوئے ہیں، اس کے بازار بھی اچھے اور مسجدیں بھی بڑی بڑی اور شستہ ہیں۔

یہاں کے باشندوں کی یہ عادت ہے کہ لوگ مسجدوں کے صحنوں میں جو کچھ پاس ہوتے آتے ہیں اور سب مسجد کے صحن میں کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں، ہر وارد و صادر بھی انکے ساتھ شریک ہوتا ہے،

یہ سب بڑے بہادر اور شجاع ہیں، اور ہمیشہ ان میں جنگ قائم رہتی ہے، ان کا

مذہب الاباضیہ[1] ہے، جمعہ کو چار رکعت نماز ظہر پڑھتے ہیں، جب اس سے فارغ ہوتے ہیں، توامام قرآن کی چند آیات اور کچھ نثر کلام جو خطبہ کے مشابہ ہوتا ہے، پڑھتا ہے، اس میں ابوبکر اور عمر کے اسمائے گرامی پر تو رضی اللہ عنہ کہتا ہے، لیکن عثمان اور علی پر خاموش رہتا ہے جب یہ علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کو "رجل" سے کنایہ کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں۔ "اس شخص سے مذکور ہے" "اس شخص نے کہا" اور الشقی العین ابن ملجم[2] کا نام بھی رضی اللہ عنہ سے لیتے ہیں، اسے "عبد صالح" اور "قامع فتنہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان کی عورتیں نہایت فساد برپا کرنے والی ہیں، اور حیا اور عزت ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی ہے، اور نہ اپنے اس برے چال چلن سے ان کو کوئی نفرت ہے،

سلطان عربی قبیلہ ازد بن غوث میں سے ہے، اور ابی محمد بن بنہان کے نام سے مشہور ہے ابو محمد ہر سلطان والی عمان کا لقب ہوتا ہے، جس طرح اتابک ملوک اللور کا لقب ہے، اس کا دستور یہ ہے کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ایک نشست گاہ میں بیٹھتا ہے دہاں کوئی حاجب ہوتا ہے، اور نہ وزیر، کسی شخص کو دہاں جانے کی ممانعت بھی نہیں ہوتی اور مسافر ہو یا کوئی مہمان کی، عرب کی عادت کے موافق بڑی آؤ بھگت کرتا ہے، اس کی ضیافت کرتا، اور اسی کے لحاظ سے حسن سلوک بھی کرتا ہے، اس کے اخلاق بہت اچھے ہیں، اس کے دستر خوان پر پالتو گدھے کا گوشت کھایا جاتا، اور بازار میں بھی فروخت کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ اس کے حلال ہونے کے قائل ہیں، لیکن جوان کے یہاں وارد ہوتا ہے اسے نہیں کھلاتے۔

بلادِ عمان کا اکثر حصہ ہرمز کے زیر حکومت ہے،

عورتوں کی جنسی آزادی اور بے حیائی کی داستان عجیب

میں ایک دن سلطان ابی محمد بن بنہان کے پاس تھا، ایک کم سن خوب صورت عورت جس کا چہرہ کھلا ہوا تھا آئی اور سلطان کے سامنے کھڑی ہو کر کہنے لگی، اے ابا محمد شیطان نے

---

[1] یہاں بھی زیادہ تر خارجی بستے تھے جو اباضی فرقہ سے متعلق تھے۔
[2] وہ خارجی جس نے حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

میرے سر میں زور باندھا ہے، اُس نے کہا جا اور جو تیرا جی چاہے، کر، اور شیطان کو بھگا دے، وہ بولی میں تو ایسا نہیں کر سکتی، کیونکہ اے ابا محمدؐ میں تیرے پاس ہوں، پھر اُس نے کہا کہ اچھا جو چاہے کر، جب میں چلا آیا، تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ یہ عورت اور اسی طرح کی دوسری عورتیں جو سلطان کے جوار میں رہتی ہیں، آزادانہ بُرے کام کے لئے جاتی ہیں، نہ باپ کو مجال ہے کہ اس سے باز رکھ سکیں، اور نہ کسی رشتہ دار کی ہمت، اور اگر وہ انہیں قتل کر دیں، تو خود قتل کیے جائیں کیونکہ یہ سب جوار سلطانی میں ہیں [1]۔

---

[1] اب عمان شرق اردن کا دارالحکومت ہے، جس پر ایک ہاشمی خاندان حکومت کرتا ہے، خارجی صدیوں پہلے سے نیست و نابود ہو چکے ہیں۔

ہرمز میں ورود

دیار و امصار، قریات و مواضعات اور وہاں کے رسم و رواج

سمندر کے غوطہ خور۔ موتی نکالنے کے طریقے

پھر ہم عمان سے چلے اور بلاد ہرمز میں وارد ہوئے، شہر ہرمز ساحل بحر پر واقع ہے، ٹھیک اس کے سامنے کے بحر میں ہرمز جدید بھی ہے، یہ ایک جزیرہ ہے، اس کے شہر کا نام جرون ہے۔

عبادت گاہ حضرت الیاس و خضر علیہما السلام کا مشاہدہ

یہ ایک خوب صورت اور بڑا شہر ہے، یہاں کے بازاروں میں ہر قسم کا مال مہیا رہتا ہے، ہند اور سندھ دونوں کا بندرگاہ ہے، یہاں سے ہندوستان کا مال دونوں عراقوں فارس اور خراسان کو روانہ ہوتا ہے، اسی شہر میں سلطان رہتا ہے، وہ جزیرہ جس میں یہ شہر واقع ہے، ایک دن کی مسافت پر ہے، اس کا اکثر حصہ شورہ زار اور نمک کے پہاڑوں سے پُر ہے، یہ الدرانی نمک ہے، اس نمک سے زینت کے لئے برتن اور ڈیوٹ بنائے جاتے ہیں جن پر چراغ رکھتے ہیں، ان کا کھانا مچھلی اور کھجوریں ہیں، جو ان کے پاس بصرہ اور عمان سے لے جائی جاتی ہیں، یہ اپنی زبان میں کہتے ہیں "خرما و ماہی لوت بادشاہی" جس کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں، التمر والسمك طعام الملوك (کھجور اور مچھلی بادشاہوں کا کھانا ہے) اس جزیرہ میں پانی قیمتہً ملتا ہے، یہاں پانی کے چشمے اور تالاب بنے ہوئے ہیں، ان میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے اور شہر سے فاصلہ پر ہیں، وہاں مشکیں لے جاتے ہیں، ان میں بھرتے ہیں، اور پیٹھ پر لاد کر سمندر کے کنارے لے جاتے ہیں، وہاں سے چھوٹی کشتیوں پر لاد کر شہر میں لاتے ہیں، یہاں کے عجائب میں

ے باب الجامع کے پاس دیکھا کہ اس کے اور بازار کے مابین ایک مچھلی کا سر ہے، گویا کہ پشتہ بندھا ہوا ہے، اور اس کی دونوں آنکھیں گویا دو دروازے ہیں، لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے ایک سے داخل ہوتے ہیں، اور دوسرے سے نکلتے ہیں، [1]

اس شہر میں میں الشیخ الصالح سیاح ابالحسن الاقصرانی سے ملا، آپ کا اصل مسکن بلاد روم ہے آپ نے میری ضیافت کی، مجھ سے ملنے آئے، مجھے پہننے کے لئے کپڑے دیئے، اور ایک چیز دی کہ اگر اُسے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں، اکثر فقراء عجم اُسے گلے میں لٹکاتے ہیں،

اس شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے، جس کی خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرف نسبت کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر یہ عبادت کرتے تھے، جس سے برکات و براہین ظاہر ہوتے ہیں، یہاں ایک زاویہ بھی ہے،

یہاں کا فرماں روا، سلطان قطب الدین تمہتن بن طوران شاہ ہے، یہ نہایت متواضع اور صاحب حسن خلق ہے، اس کی عادت ہے کہ جو فقیہ صالح یا شریف آدمی اس کے پاس آتا ہے، یہ خود بنفس نفیس اس سے ملنے جاتا، اور ادائے حق پر مستعد رہتا ہے، جب ہم جزیرہ میں گئے ہیں، تو یہ اپنے دونوں بھتیجوں کے ساتھ برسر جنگ تھا، ہر شب میدان کارزار گرم رہتا۔ اور جزیرہ پر مہنگائی غالب ہو چکی تھی، ہمارے پاس اس کا وزیر شمس الدین محمد بن علی اس کا قاضی عماد الدین الشونکاری اور فضلاء کی ایک جماعت آئی، اور سب نے اس جنگ میں مصروفیت کا عذر پیش کیا، ہم یہاں سولہ دن مقیم رہے، جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو بعض اصحاب نے مجھ سے کہا سلطان سے ملے بغیر کیوں کر واپس ہوں، پس ہم وزیر کے مکان پر آئے، میں نے اس سے کہا میں سلطان کو سلام کرنا چاہتا ہوں، اُس نے کہا بسم اللہ، اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے سلطان کے محل کی طرف گیا، یہ ساحل بحر پر واقع تھا، اور وہاں بہت سی کشتیاں جمع تھیں،

سلطان ہرمز سے ملاقات، سلطان کے معمولات اور حالات کا ذکر

کیا دیکھتا ہوں کہ اس پر ایک شیخ تنگ اور میلے کپڑے پہنے بیٹھا ہے، اُس کے سر پر عمامہ

---

[1] وھیل مچھلی ہوگی،

اور کمر بند پٹکا بندھا ہوا ہے، پھر وہ کھڑا ہوا اور اپنے محل میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے امراء، وزراء اور ارباب دولت گئے، وزیر کے ساتھ میں بھی داخل ہوا، میں نے تخت شاہی پر اسی لباس میں بیٹھے ہوئے پایا، ذرا بدلا نہ تھا، اس کے ہاتھ میں موتیوں کی ایسی تسبیح تھی کہ آج تک ویسی میں نے نہیں دیکھی، کیونکہ موتی نکلنے کے مقامات اس کے زیر حکومت تھے، ایک امیر اس کے ایک جانب بیٹھ گیا، اور میں اس امیر کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

پھر اس نے میرے حالات، میرے آنے کی کیفیت اور جن بادشاہوں سے ملا تھا، ان کے حالات دریافت کیے، میں نے اسے کل حالات بتائے، کھانا آیا، تمام حاضرین نے کھایا، لیکن ان کے ساتھ اس نے نہ کھایا، پھر وہ کھڑا ہوا، میں نے وداعی رسم ادا کی اور چلا آیا۔

پھر ہم شہر جرون سے روانہ ہوئے پھر کورالستان پہنچے وہاں سے شہر لار میں وارد ہوئے یہ ایک بڑا شہر ہے، اس میں کثرت چشمے رواں، پانی جاری، باغات کی فراوانی، ہر طرف سبزہ اور شادابی یہاں کے بازار بھی بڑے خوب صورت ہیں، یہاں ہم الشیخ العابد ابی دلف محمد کے زاویہ میں فروکش ہوئے یہاں ان کے صاحبزادہ ابو زید عبدالرحمٰن رہتے ہیں، اور آپ کے ساتھ فقراء کی ایک جماعت بھی رہا کرتی ہے،

اس شہر کے سلطان کو جلال الدین کہتے ہیں، یہ قوم ترکمان میں سے ہے، مجھے ضیافت کے لئے مدعو کیا،

ایک بزرگ سے ملاقات جنہیں دست غیب حاصل تھا

پھر ہم شہر خنج بال کو روانہ ہوئے، اسی میں شیخ ابی دلف رہتے ہیں، جن کی زیارت کا ارادہ تھا، انہی کے زاویہ میں اترے اور دیکھا کہ حضرت ایک طرف زمین پر بیٹھے ہیں، اور ایک سبز پرانا ادنی جبہ زیب تن کئے ہوئے ہیں، اور سر پر سیاہ ادنی عمامہ ہے، میں نے سلام کیا، نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا، اور میرے آنے، اور میرے ملک کا حال دریافت کیا، مجھے اتارا اور میرے پاس کھانا اور پھل پھلاری اپنے لڑکے کے ہاتھ بھیجتے رہے، جو مرد صالح وعابد تھا، ان شیخ ابی دلف کی عجیب شان ہے، اس خانقاہ کا خرچ بہت زیادہ ہے،

لوگوں کو بہت کچھ دیا کرتے، کپڑے پہنایا کرتے، گھوڑے عطا کر دیا کرتے، اور ہر وارد و صادر
سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے، سوا اس کے کہ اخوان[1] اور اصحاب جو کچھ ان کی خدمت میں پیش
کر دیا کرتے ... کوئی ذریعہ آمدنی کا نہیں تھا، اکثر لوگ خیال کرتے تھے کہ آپ دستِ غیب
سے صرف کرتے ہیں،

میں الشیخ ابی دلف کے پاس صرف ایک ہی دن ہم سفر رفقار کی عجلت کی وجہ سے ٹھہر سکا
اور سُنا کہ شہر خنیج بال میں ایک خانقاہ ہے جس میں نیکو کاروں اور عابدوں کی ایک جماعت رہا کرتی
ہے چنانچہ میں شام کو وہاں گیا اور شیخ کی خدمت میں سلام عرض کیا، واقعی اس جماعت کو
بہت بابرکت پایا، اُن سے عبادت کے آثار عیاں تھے، زرد رنگ نحیف الاجسام بے انتہا روتے
ہر وقت اشک بار رہتے، یہ سب شافعی المذہب ہیں، جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو انہوں
نے ہمارے لئے دعا کی، اور ہم چلے آئے،

پھر شہر قیس کی طرف روانہ ہوئے، اسے سیراف بھی کہتے ہیں، بحر ہند کے اس ساحل پر
واقع ہے، جو بحر یمن اور فارس سے متصل ہے، اس کا شمار اضلاع فارس میں ہے، یہ نہایت
وسیع شہر اور پاکیزہ مقام ہے، مکانات میں باغات ہیں جن میں خوشبودار گھاس اور لہلہلاتے
درخت ہیں، یہاں کے باشندے پانی ان چشموں سے حاصل کرتے ہیں، جو پہاڑوں سے نکلتے
ہیں، یہ سب عجمی اشراف اہل فارس ہیں، ان میں بنی سفان عرب کا ایک قبیلہ بھی رہتا ہے، یہ
لوگ موتیوں کی غوطہ زنی کا کام کرتے ہیں،

سمندر کی تہہ میں غوطہ لگا کر موتی برآمد کرنے والے غواصوں کی کارگزاری کا مشاہدہ

وہ مقام جہاں موتی نکالنے کے لئے غوطہ زنی کرتے ہیں، سیراف اور بحرین کے مابین
ایک جگہ ہے، جس میں بہت بڑی ندی کی طرح پانی بھرا رہتا ہے، اپریل اور مئی کے مہینوں میں
بہت سی کشتیاں آتی ہیں، ان میں غواص اور فارس و بحرین کے تاجر اور موتی چننے والے بیٹھے
ہوتے ہیں، غواص کچھوے کی ہڈی پہن لیتے ہیں، یہ اُوپر کا ٹھیکرا ہوتا ہے، اور اسی ہڈی کی
مقراض سے مشابہ ایک شکل بناتے ہیں، جسے اپنی ناک پر باندھتے ہیں، پھر کمر میں ایک رسی باندھتے

---

[1] اخوان کا ذکر آگے آئے گا۔

ہیں، اور غوطہ لگاتے ہیں، پانی کے اندر سانس روکنے کی کسی کو کم کسی کو زیادہ مہارت ہوتی ہے، بعض ایسے ہوتے ہیں، جو ایک گھنٹہ اور دو گھنٹے سانس روکے رہتے ہیں، اور اس سے زیادہ بھی سانس روک لیتے ہیں، جب سمندر کی گہرائی میں غوطہ لگانے والا پہنچتا ہے، تو وہاں چھوٹے چھوٹے پتھروں کے درمیان اُسے سیپیاں جمی ہوئی ملتی ہیں، انہیں اپنے ہاتھ سے اکھیڑتا ہے یا لوہے سے جو اسی کام کے لئے ہوتا ہے، الگ کرتا ہے، اور ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال جاتا ہے، جو اس کی گردن میں لٹکا ہوتا ہے، جب دم گھٹنے لگتا ہے، تو رسی کو ہلاتا ہے، فوراً وہ آدمی معلوم کر لیتا ہے، جو ساحل پر رسی کو پکڑے ہوئے ہے، اُسے کشتی کی طرف کھینچ لیتا ہے، تھیلا لے لیا جاتا ہے، اور سیپیاں کھولی جاتی ہیں، اُن کے اندر گوشت کے ٹکڑے نکلتے ہیں، جو لوہے سے کاٹ لئے جاتے ہیں، جب انہیں ہوا لگتی ہے، تو منجمد ہو جاتے اور موتی بن جاتے ہیں، پھر تمام چھوٹے بڑے صدف جمع کر لئے جاتے ہیں، پانچواں حصہ سلطان کا ہوتا ہے، وہ لے لیتا ہے، باقی وہ تاجر جو کشتیوں میں ساتھ آتے ہیں خرید لیتے ہیں، اکثر تاجر غوطہ زنوں کو پیشگی روپیہ دے دیتے ہیں، وہ اس موقع پر منہا کر لیا جاتا ہے،

سفر بحرین

شہر خطیب میں گذر: محمد و علی خیر البشر و من خالفہما فقد کفر

سیراف کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر بحرین میں آئے، یہ بڑا خوب صورت شہر ہے، یہاں باغات، انہار اور اشجار کی کثرت ہے، پانی آسانی سے نکل آتا ہے، ہاتھوں سے کھودتے ہیں اور پانی نکال لیتے ہیں، یہاں کھجور، انار اور اترج کے چمن ہیں، اور کاشت روئی کی ہوتی ہے گرمی سخت پڑتی ہے، اور ریگ کی کثرت ہے، کبھی کبھی بعض مکانات ریگ میں پٹ جاتے ہیں، اس کے اور عمان کے درمیان ایک راستہ تھا، اس پر ریگ اس قدر پٹ گئی کہ راستہ بند ہو گیا، اس لئے اب عمان سوا سمندر کے راستہ کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

بحرین کے قریب دو بڑے بڑے پہاڑ ہیں، ایک کا نام جو جبہ جانب مغرب ہے کسیر ہے، اور دوسرے کا نام جو مشرق کی طرف ہے، عُوَیر ہے،

پھر ہم شہر القطیف میں داخل ہوئے، گویا یہ نام "قطف" کی تصغیر ہے، یہ ایک بڑا اور اچھا شہر ہے، کھجور کے درخت بکثرت ہیں، یہاں عربوں کے گروہ رہتے ہیں، جو بڑے کٹر اور غالی قسم کے شیعہ ہیں اپنے رفض کا علانیہ اظہار کرتے ہیں، اور کسی سے نہیں ڈرتے ان کا مؤذن اپنی اذان میں "الشہادتین" کے بعد "اشہد ان علیاً ولی اللہ" کہتا ہے، اور حیی علی الصلاح و حیی علی الفلاح کے بعد "حیّ علی خیر العمل" کہتا ہے، اور تکبیر اخیر کے بعد یہ کہتا ہے، "محمد و علی خیر البشر و من خالفہما فقد کفر"۔

پھر ہم شہر ہجر میں آئے، اب اس مقام کا نام الحسا ہے، یہاں ایسی کھجوریں بھی ہیں جو اس کے سوا کہیں نہیں، یہی ان کے چوپایوں کا چارہ بھی ہے، یہاں کے باشندے عرب ہیں، اور اکثر قبیلہ عبد القیس بن اقصی سے ہیں، پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر شہر الیمامہ میں وارد ہوئے اس کا نام حجر بھی ہے، یہ ایک خوب صورت ہے نہروں کا جال بچھا ہوا ہے، درختوں کی بہتات ہے، یہاں عرب کے گروہ رہتے ہیں، جن میں سے اکثر بنی حنیفہ میں سے ہیں، یہ

ان کا قدیم شہر ہے، اور ان کا امیر طفیل بن غانم ہے، اسی کے ساتھ میں پھر رسم حج ادا کرنے کیلئے گیا، یہ ۷۳۲ھ مطابق ۱۳۳۲ء کا واقعہ ہے، چنانچہ میں مکہ شرفہا اللہ تعالےٰ پہونچا، اسی سال الملک الناصر سلطان مصر رحمہ اللہ اور اس کے تمام امراء نے بھی حج کیا تھا، یہ حج اس کا حجۃ الوداع تھا، اس نے اہل حرمین شریفین اور مسافرین پر احسانات جزیلہ کئے، اس سال الملک الناصر نے اُس امیر احمد کو قتل کیا جو ایک جاریہ کے بطن سے اس کا بیٹا تھا، اور بکتمور کے اکسانے سے مدعی تاج و تخت بن گیا تھا، پھر ملک الناصر نے بکتمور کو بھی زہر دے کر ہلاک کر دیا، نیز اس کے امرا کبار میں سے بکتمور الساقی کو بھی قتل کیا۔

حج کے بعد میں جدہ گیا کہ جہاز پر سوار ہو کر یمن اور ہند جاؤں، لیکن میرا یہ قصد پورا نہ ہو سکا اور نہ مجھے کوئی رفیقِ سفر ہی ملا، چنانچہ میں نے جدہ میں تقریباً چالیس دن قیام کیا۔

پھر میں سمندر کے سفر کے لئے صنبدق میں عیذاب جانے کے لئے سوار ہوا۔

ہوا نے ہمیں اُس لنگر گاہ کی طرف پھیر دیا، جسے راس الدوائر کہتے ہیں، وہاں سے ہم خشکی کے راستہ البجاۃ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم ایک صحرا میں چلے، جس میں مرغوں اور ہرنوں کی بڑی کثرت تھی، اس میں جہینۃ اور بنی کاہل عرب رہتے تھے، اور البجاۃ کے مطیع تھے، ہم اُن گھاٹوں پر آئے جنہیں المعروف اور الجدید کہتے ہیں، یہاں ہمارے زاد راہ کا خاتمہ ہو چکا تھا چنانچہ البجاۃ ہی کے گروہ سے ہم نے خریدا۔

پھر ہم نو دن تک راس الدوائر سے سفر کرنے کے بعد عیذاب کی طرف پہنچے۔ پھر میں مصر پہنچا، اور یہاں چند دن قیام کیا۔

بعد ازاں بلبیس کے راستہ سے شام کی طرف روانہ ہوا، اور مختلف شہروں میں ہوتا ہوا لاذقیہ آیا، یہاں ہم نے ایک بڑی کشتی پر بحری سفر اختیار کیا، جو جنیوا کے باشندوں کی تھی، اس کے مالک کا نام مرتلبین تھا، اِ۔

بلادِ روم
یعنی ایشیائے کوچک

حالات سیر و سفر، دیار و امصار کے نظارے

اب ہم ترکوں کے ملک کی طرف روانہ ہوئے، جو بلادِ روم کے نام سے معروف ہے، اسے روم اس لئے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں یہ سرزمین رومیوں اور یونانیوں کے مذاہب اور ثقافت کا سب سے بڑا مرکز تھی، یہاں اب بھی بہت سے عیسائی ذمی کی حیثیت سے رہتے ہیں، دس دن سفر کرنے کے بعد ہم شہر علایا میں پہنچے، یہ بلادِ روم کا پہلا شہر ہے، اور اقالیم دنیا میں سب سے زیادہ خوب صورت ہے، دیگر بلاد میں جو متفرق محاسن ہیں، اللہ برتر نے وہ کل محاسن اس میں جمع کر دیئے ہیں، اس کے باشندے بے انتہا خوب صورت ہیں، کپڑے نہایت پاکیزہ پہنتے ہیں، اور کھانا نہایت اچھا کھاتے ہیں، اور تمام خلق اللہ میں سب سے زیادہ با اخلاق ہیں، اسی لئے یہ کہا جاتا ہے ''البرکۃ فی الشام والشفقۃ فی الروم'' یعنی برکت شام میں ہے اور شفقت روم میں۔

ترک مردوں اور عورتوں کے اسلامی اخلاق اور اسلامی سادگی کا نمونہ

ہم ان بلاد میں جہاں بھی اترے خواہ زاویہ ہو یا گھر، ہمارے ہمسائے مرد اور عورتیں سب پرسان حال رہتے، عورتیں پردہ بھی نہیں کرتی تھیں، جب ہم سفر کے لئے جدا ہوتے تو ہمیں اس طرح رخصت کرتے کہ گویا ہم ان کے عزیز ہیں، اور عورتیں تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھیں۔ ان کی عادت ہے کسی ایک دن اس قدر روٹیاں پکا لیتی ہیں، کہ تمام ہفتہ کے لئے کافی ہو سکے، ہمارے پاس مرد جو روٹیاں پکنے کا دن ہوتا تھا، گرم روٹیاں لے کر آتے تھے، اور کھانے کے لئے نہایت عمدہ اور تازی خورش بھی لاتے تھے، اور کہتے تھے ''آپ لوگوں کے لئے ہماری عورتوں نے یہ کھانا بھیجا ہے، اور آپ کی دعا کی طالب ہیں''۔

یہاں کے تمام باشندے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یعنی اہل سنت والجماعۃ ہیں۔ نہ ان میں کوئی قدری ہے، نہ رافضی، نہ معتزلی، نہ خارجی اور نہ مبتدع، اس فضیلت سے اللہ برتر

نے انہی کو مخصوص کیا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حشیش (بھنگ) استعمال کرتے ہیں، اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

شہر العلایا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، بڑا اور ساحل پر واقع ہے، اس کے باشندے ترکمان ہیں، اور یہاں مصر، اسکندریہ اور الشام کے تاجر اُترتے ہیں، یہاں عمارتی لکڑی بہت ہوتی ہے، جسے اسکندریہ اور دمیاط اور مصر لے جاتے ہیں، یہاں ایک قلعہ انتہائی عجیب اور پائیدار ہے، اسے السلطان المعظم علاء الدین الرومی نے بنایا تھا، میں اس شہر میں یہاں کے قاضی جلال الدین الارزنجانی سے بھی ملا، آپ جمعہ کے دن میرے ساتھ قلعہ پر چڑھے تھے، وہیں ہم نے نماز بھی پڑھی، آپ نے میری ضیافت کی تھی، اور بہت اکرام سے پیش آئے تھے، نیز یہیں شمس الدین بن الرجیحانی نے بھی ضیافت کی تھی، یہ وہ شخص ہیں، جن کے والد کا انتقال مالی میں ہوا تھا، جو بلاد سوڈان میں سے ہے،

حسین و جمیل شہر انطالیہ، مسجدوں، مدرسوں، حماموں اور بازاروں کی کثرت

ہفتہ کے دن میرے ساتھ القاضی جلال الدین سوار ہوئے، اور ہم ملک العلایا کی ملاقات کو گئے، اس کا نام یوسف بک ہے، بک کے معنی بادشاہ کے ہوتے ہیں، یہ قرمان کا بیٹا ہے، اس کا مسکن شہر سے دس میل کے فاصلہ پر ہے، جب ہم گئے، تو یہ ساحل پر ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا، امرا اور وزرا نیچے تھے، اور لشکر والے دائیں بائیں، اس نے بالوں میں سیاہ خضاب لگا رکھا تھا، میں نے سلام کیا، اُس نے میرے آنے کی سرگذشت دریافت کی۔

پھر میں انطالیہ آیا، شام میں اسی کے وزن پر انطاکیہ ہے، فرق اتنا ہے، کہ یہاں صرف کاف کے عوض لام ہے، یہ تمام شہروں میں خوب صورت ترین، انتہائی ہموار و فراخ اور حد درجہ خوب صورت ہے، عمارتیں بکثرت ہیں، اور ان کی ترتیب نہایت اچھی ہے، ہر فرقہ کے لوگ یہاں رہتے ہیں، ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے علیحدہ رہتا ہے، عیسائی تاجر جہاں رہتے ہیں، اس کا نام مینار ہے، چاروں طرف شہر پناہ ہے، جس کے دروازے رات کو اور نماز جمعہ کے وقت بند کر دیئے جاتے ہیں، رومی یہاں کے قدیمی باشندے ہیں، اور الگ

دوسرے مقام پر رہتے ہیں، جو نئی حدود شہر پناہ کے اندر ہے، یہود دوسری جگہ رہتے ہیں، یہاں بھی ایک شہر پناہ ہے، بادشاہ اس کے اہل دولت اور غلام جس بلدہ میں رہتے ہیں۔ وہاں بھی شہر پناہ ہے، جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہے، اس بلدہ اور ان فرقوں کے مقامات اور عام مسلمانوں کے مابین جو بڑے شہر میں رہتے ہیں بہت فرق ہے، اس میں مسجد جامع، مدرسہ اور حمام بکثرت ہیں، بڑے بڑے بازار نہایت نادر ترتیب کے ساتھ واقع ہوئے ہیں، اس کی ایک بہت بڑی شہر پناہ ہے۔ ہر چہار اطراف بھی فصیل موجود ہے، جہاں باغات کی بڑی کثرت اور پھل پھلاریاں نہایت اچھی ہوتی ہیں، مشمش تو یہاں کی بہت ہی عجیب ہوتی ہے، یہ لوگ اسے قمرالدین کہتے ہیں، اس کی گٹھلی میں نہایت شیریں مغز بادام ہوتا ہے، اسے خشک کرتے ہیں، اور دیار مصر کو لے جاتے ہیں، یہ وہاں بہت نفیس سمجھی جاتی ہے، یہاں نہایت اعلیٰ اور شیریں پانی کے چشمے ہیں، جو گرمیوں کے موسم میں بہت ٹھنڈے رہتے ہیں۔

"الاخوان": اخوت اسلامی اور وحدت ملّی کی ایک ہمہ گیر تحریک

الاخیتہ کا واحد اخی ہے، یہ لوگ بلاد ترکمان اور روم کے ہیں، مسافروں کی خاطر مدارت کرنے والا ساری دنیا میں اُنسے بڑھ کر کوئی نہیں پایا جاتا۔ لوگوں کی مہمان نوازی، حاجات پورا کرنے، ظالموں سے بدلہ لینے اور ایذا رسانوں کو سزا دینے اور شریروں کو قتل کرنے میں نہایت عجلت کرنے والے اور تیز دست ہیں، اخی ان کی اصطلاح میں وہ شخص ہے، جو اپنے ہم پیشہ وغیرہ نوجوانوں اور مجرد لوگوں کو جمع کر کے ایک جتھا قائم کرتا اور خود ان کا پیشوا بنتا ہو، اسے الفتوہ بھی کہتے ہیں،

ہمارے پہنچنے سے دوسرے دن ان الفتیان میں سے ایک الشیخ شہاب الدین الحموی کے پاس آیا، اور ان کے ساتھ ترکی زبان میں گفتگو کی، اس وقت تک میں ترکی زبان نہیں سمجھتا تھا، یہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا، اور سر پر نمدے کی ٹوپی تھی، الشیخ نے مجھ سے کہا آپ سمجھے اس شخص نے مجھ سے کیا کہا میں نے جواب دیا جی نہیں جو کچھ اس نے کہا میں تو نہیں سمجھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا، یہ آپ کی، اور آپ کے ساتھیوں کی اپنے یہاں ضیافت کی دعوت دینے آیا تھا، مجھے اس کے اس فعل پہ نہایت تعجب ہوا میں نے اس سے کہا بہت

اچھا جب وہ چلا گیا تو میں نے الشیخ سے کہا یہ غریب شخص معلوم ہوتا ہے، اس میں ہماری ضیافت کی مقدرت بھی نہیں معلوم ہوتی، ہمارا خیال نہیں کہ ہم اسے تکلیف دیں، اس پر الشیخ ہنسے اور مجھ سے فرمایا، یہ الفتیان کے شیوخ میں سے تھا موچیوں میں سے ہے، اور بڑا اکریم النفس شخص ہے، اس کے ساتھی تقریباً دو سو پیشہ در ہوں گے، انہوں نے اسے اپنا سردار بنا رکھا ہے، اور ضیافت کے لئے ایک خانقاہ بنائی ہے، یہ جو کچھ دن کو جمع کرتے ہیں، اُسے رات کو صرف کر دیتے ہیں،

یہاں کا سلطان خضر بک بن یونس بک تھا، نہایت تپاک اور محبت کے ساتھ پیش آیا، اور زاد راہ بھی دیا۔

پھر ہم شہر برددر آئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے، اس میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ بھی ہے، ہم یہاں کے خطیب کے مکان پر اترے تمام اخوان جمع ہو گئے، اور ہم سے اپنے یہاں اترنے کے لئے اصرار کرنے لگے، لیکن خطیب نے عُذر و معذرت کر لی پھر انہوں نے ایک باغ میں ضیافت کی۔

شہر ”سبرتا“، باغوں، نہروں اور قلعوں کا شہر

اب ہمارا گزر شہر سبرتا میں ہوا، اس شہر کی آبادی اور بازار نہایت اچھے ہیں، اور بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے، ایک بلند پہاڑ پر مستحکم قلعہ ہے، ہم اس شہر میں شام کو پہنچے تھے، اور وہاں کے قاضی کے ہاں ٹھہرے، پھر یہاں سے روانہ ہوئے، اور شہر اکریدور میں آئے، پھر براہ بحر اقشہر اور یقشہر وغیرہ میں پہنچے، ہم یہاں ایک مدرسہ میں جو الجامع الاعظم کے مقابل ہے، ٹھہرے، اس کے مدرس العالم الحاج المجاور الفاضل مصلح الدین ہیں، خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔

ایک درویش صفت بادشاہ: سلطان اکریدور کی مذہبیّت

یہاں کا سلطان ابو اسحاق بک ان بلاد کے کبار سلاطین میں سے ہے، اپنے باپ ہی کے عہد سے دیار مصر میں رہا، اور حج بھی کیا، نہایت اچھی سیرت کا شخص ہے، اس کی عادت ہے کہ روزانہ نماز عصر کے لئے المسجد الجامع آتا ہے، جب عصر کی نماز ہو چکتی ہے، تو قبلہ رخ والی دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتا ہے، اور اس کے سامنے ایک بلند لکڑی کے تخت پر قاری بیٹھے

اور سورۃ الفتح، الملک، اور عم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، قلوب نرم ہو جاتے رونگٹے کھڑے ہوجاتے، اور آنسو بہنے لگتے ہیں، پھر اپنے مکان واپس آجاتا ہے،

ہمیں ماہ رمضان میں اس کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا اور وہ ہم پر سایہ گستر رہا، بغیر تخت کے اس کا فرش ہر شب کو زمین ہی پہ بچھا رہتا۔ اور وہ ایک بڑے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگاکر بیٹھتا اس کے ایک جانب الفقیہ مصلح الدین بیٹھتے، اور میں الفقیہ کے پہلو میں بیٹھتا، پھر ہمارے پاس ارباب دولت اور امرائے دربار بیٹھتے پھر کھانا لایا جاتا۔ پہلی چیز جس سے افطار کیا جاتا تھا، چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں ثرید ہوتا تھا، اور اس پر گھی اور شکر میں پکی ہوئی مسور ہوتی تھی،

وہ لوگ الثرید کو تبرکاً مقدم کرتے تھے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضلہ علٰی سائر الطعام فنحن بندابہ لتفضیل النبی لہٗ

کیونکہ مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت دی ہے، اس لئے آپ کے فضیلت دینے کی وجہ سے ہم بھی اس سے کھانے کا آغاز کرتے ہیں۔

انہیں دنوں میں سے السلطان کے لڑکے نے وفات پائی، انہوں نے آہ وزاری میں زیادتی نہ کی۔ جب دفن کر چکے تو السلطان اور طلبہ تین دن تک نماز صبح کے بعد قبر پر جاتے رہے، دن کے دوسرے دن میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا، جب سلطان نے مجھے پا پیادہ چلتے دیکھا تو میرے لئے ایک گھوڑا بھیجا۔ اور معذرت چاہی۔ جب میں مدرسہ پہنچ گیا تو وہ گھوڑا واپس کر دیا۔ لیکن سلطان نے اُسے پھر واپس کر دیا، اور کہا میں نے تو تمہیں عطیہ دیا تھا۔ عاریت نہیں دیا تھا، نیز میرے پاس لباس اور دراہم بھیجے۔

اب ہم شہر تل حصار[1] میں وارد ہوئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر اور اس کے چاروں طرف پانی ہے، چونکہ اس میں نیستان ہے، اس لئے اندر جانے کا کوئی راستہ سوا ایک راستہ کے جو نیستان اور پانی کے مابین ہے، نہیں ہے، اس کی چوڑائی صرف اس قدر ہے کہ ایک سوار گزر سکتا ہے، اور شہر پانی کے وسط میں ایک ٹیلہ پر آباد ہے، یہ اس قدر محفوظ جگہ ہے کہ اس پہ دسترس ناممکن ہے، ہم یہاں ایک زاویہ میں اترے جو یہاں الفتیان الاخیہ میں سے کسی کی تھی۔

اس کا سلطان محمد چلبی ہے، زبان روم میں چلبی کے معنی میرے آقا کے ہیں، یہاں ہمارا

---

[1] اسے قراحصار بھی کہتے ہیں۔

چند دنوں تک قیام رہا۔ اس نے ہماری آؤ بھگت کی، ہم کو سواری دی اور زادِ راہ عطا کیا۔

پھر ہم براہ قراآغاج واپس ہوئے۔ یہاں لوگوں کا ایک گروہ ہے، جنہیں الجرمیاں کہتے ہیں کہا جاتا ہے، کہ یہ یزید بن معاویہ کی اولاد ہیں۔ ان کا ایک شہر بھی ہے، جسے کوتاہیہ کہتے ہیں، اللہ برتر نے ان سے ہمیں محفوظ رکھا، پھر ہم شہر لاذق پہنچ گئے، یہ شہر نہایت بدیع اور لمبا چوڑا ہے، نماز جمعہ کے لئے یہاں سات مسجدیں ہیں، نہایت پاکیزہ باغات جاری نہروں اور رواں چشموں پر مشتمل ہے، اس کے بازار نہایت اچھے ہیں۔ یہاں ایک قسم کی روئی کا کپڑا بنایا جاتا ہے، جس پر سنہری گلکاری ہوتی ہے، اس کا کہیں مثل نہیں۔ چونکہ یہاں کی روئی بہت اچھی ہوتی ہے، اس لئے یہ نہایت دیرپا ہوتا۔ اور مدتوں تک رہتا ہے۔ اکثر بنانے والی رومی عورتیں ہیں، اس شہر میں رومی عیسائی بکثرت ہیں لیکن ذمی ہیں، اور سلطان کو جزیہ وغیرہ ادا کرتے ہیں، یہاں کے رومی لوگوں کی شناخت ان کی لمبی ٹوپیوں سے ہوتی ہے جو سرخ بھی ہوتی ہیں، اور سفید بھی اور رومی عورتوں کے سر کی پوشش بھی عجیب ہے۔ یعنی بڑے بڑے عمامے۔

شہر لاذق، جہاں عورتوں کو خرید کر ان سے پیشہ کرایا جاتا تھا

اس شہر کے لوگوں کو فحش باتوں سے غیرت نہیں آتی، صرف انہی پر انحصار نہیں بلکہ اس سارے اقلیم کا یہی حال ہے، یہ لوگ خوب صورت رومی لونڈیاں خریدتے ہیں، اور اُن سے بدکاری کراتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے مالک کو آمدنی میں سے ایک حصہ ادا کرتی ہے، میں نے یہ سنا ہے کہ یہ چھوکریاں حماموں میں مردوں کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ جو ان سے بدکاری کرنا چاہتا ہے، وہیں حمام میں بغیر پس و پیش کے نہایت آزادانہ بدکاری کرتا ہے، مجھ سے بیان کیا گیا کہ اسی طرح ایک قاضی بھی ان چھوکریوں سے بدکاری کراتا ہے۔

جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو ایک بازار سے گزرے، دو دکانوں سے لوگ اُتر کر ہمارے پاس آگئے، اور ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ بعض دوسرے لوگ اُن سے جھگڑنے لگے، اور جنگ نے اس قدر طول کھینچا کہ بعضوں نے چھرے تک نکال لئے ہمیں علم نہ تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اتنے میں اللہ برتر نے ایک حاجی بھیج دیا، جو عربی زبان جانتا تھا، میں نے اُس سے دریافت کیا کہ آخر ان کا ہم سے منشا بھی کیا ہے، اُس نے بتایا

کہ یہ الفتیان (الاخوان) میں سے ہیں، اور جن لوگوں نے ہماری طرف پہلے سبقت کی وہ اخی سنان کے اصحاب الفتی ہیں، اور دوسرا گروہ اخی طومان کے اصحاب الفتیٰ کا ہے، اور ہر گروہ یہ چاہتا ہے کہ آپ لوگ اُس کے یہاں اتریں، اُن کی اس کریم النفسی سے ہمیں بڑا تعجب ہوا۔

پھر اُن میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ قرعہ ڈالا جائے، جس کا قرعہ نکل آئے ہم اولاً اسی کے یہاں اتریں، اخی سنان کا قرعہ نکلا اور اخی مذکور کو اس کی خبر پہنچی، یہ ہمارے پاس اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ آیا، اُن سب نے ہمیں سلام کیا، اور اس نے ہمیں اپنے زاویہ میں اتارا، اور قسم قسم کے کھانے ہمارے پاس لایا، اُس نے میری بنفس نفیس خدمت کی، کھانے سے فراغت کے بعد قرآن سے قرا نے آیات پڑھیں، پھر سماع اور رقص میں مشغول ہوئے، اور سلطان کو ہمارے متعلق اطلاع بھیجی۔

سلطان لاذق کے احوال و مقامات اور طرز و اصول

یہ سلطان ینلیج بک ہے، اور اس کا شمار بلاد روم کے کبار سلاطین میں ہے ہم اس کے پاس گئے، سلام کیا، وارد ین کی تواضع کرنا، اُن سے شیریں کلامی سے پیش آنا اور کچھ نہ کچھ عطیہ دینا ان بلاد کے ملوک کی عادت میں داخل ہے، ہم نے اس کے ساتھ نماز مغرب ادا کی، پھر کھانا لایا گیا۔ ہم سب نے اُسی کے پاس روزہ افطار کیا، اور چلے آئے پھر اس نے ہمارے پاس کچھ دراہم بھیجے۔

عید الفطر اسی شہر میں ہوئی، ہم عید گاہ گئے، سلطان مع اپنے لشکر اور الفتیان الاخیہ سب مسلح ساتھ گئے، ہر پیشہ کی جماعت کے سامنے قرنا۔ نقارے اور نفیریاں تھیں، ان میں سے بعض بعض پر فخر کرتا تھا۔ اور اپنی زینت اور ٹھاٹھ باٹھ کے کمال میں مباہات کرتا تھا ہر پیشہ کے گروہ کے ساتھ گائیں، بھیڑیں اور روٹیوں کے بوجھ تھے، یہ قبرستانوں میں چوپایوں کو ذبح کرتے، اور روٹیوں کے ساتھ خیرات کرتے تھے، یہ لوگ پہلے قبرستان کی طرف جاتے تھے، اور پھر وہاں سے عید گاہ، جب ہم دوگانہ عید سے فارغ ہو چکے تو سلطان کے ساتھ اس کے محل گئے، فقیر فقرا اور مساکین علیحدہ دسترخوان پر بٹھائے گئے، اس کے دروازہ سے اس دن نہ کوئی محروم آتا ہے، اور نہ کوئی مالدار ہم اس شہر میں ایک عرصہ دراز تک رہا ستہ

کے خوف سے مقیم رہے،

پھر ہم حصن طوس میں داخل ہوئے، یہ ایک بڑا قلعہ ہے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے صحابی صہیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہیں کے رہنے والے تھے، ہم نے شب باہر بسر کی، اور صبح کے وقت دروازہ پر پہنچے، اس کے باشندوں نے دیوار فصیل کے اوپر سے آنے کے متعلق دریافت کیا، ہم نے مطلع کر دیا۔ اس قلعہ میں ہم ایک سرائے میں اترے امیر قلعہ نے ہمیں ضیافت اور زاد راہ بھیجی۔

پھر مغلہ میں وارد ہوئے، اور یہاں کے مشائخ میں سے ایک کی خانقاہ میں قیام کیا۔

بعدازاں شہر میلاس میں وارد ہوئے، یہ بلاد روم کے اعلیٰ بلاد میں سے ہے، پھل بہت پیدا ہوتے ہیں، باغات اور پانی کی بڑی کثرت ہے، یہاں الفتیان الاخیہ میں سے ایک کی خانقاہ میں ہمیں اترنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے اتنی ہماری تکریم اور ضیافت اور حسن سلوک اور شائستگی کا برتاؤ کیا کہ دوسرے گرویدہ ہوگئے، ہم اس شہر میلاس میں ایک صالح اور سن رسیدہ شخص سے ملے، جسے الشتری کہتے تھے لوگوں نے بتایا اس کی عمر ڈیڑھ سو سال سے متجاوز ہے، اس کی قوت حرکت اور عقل بالکل درست تھی، اور ذہن بڑا زبردست تھا، اس نے ہمارے لئے دعا کی، اور ہم اس برکت زیارت سے مستفیض ہوئے۔

یہاں کا سلطان المکرم شجاع الدین ارخان بک بن المَنْتَشا ہے، یہ اچھے بادشاہوں میں سے ہے ظاہری اور باطنی دونوں خوبیوں کا مجموعہ ہے، اس کے ہم صحبت الفقہا ہیں، ان کی یہ نہایت تعظیم و تکریم کرتا ہے، ان میں سے ایک الفقیہ الخوارزمی تھا۔ جو بہت سے فنون سے واقف اور فاضل تھا۔ یہ سلطان ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، ہمیں سواری اور زادِ راہ عطا کیا۔

یہ شہر برچین میں رہتا ہے، یہ مقام میلاس سے قریب ہے، دونوں کے مابین دو میل کی مسافت ہے، یہ جگہ نئی اور ایک ٹیلے پر واقع ہے، یہاں کی عمارتیں بڑی خوب صورت ہیں، اور مسجدیں بھی بے حد حسین ہیں۔!!

شہر قونیہ

صاحب مثنوی مولانا جلال الدین رومی کا وطن، زادیہ اور حالات

پھر ہم قونیہ میں وارد ہوئے، یہ شہر بڑا ہے، یہاں کی عمارتیں خوب صورت، پانی وافر نہروں، باغات اور پھلوں کی پیداوار بکثرت ہے، یہاں ایک قسم کی مشمش ہوتی ہے، جسے قمرالدین کہتے ہیں، اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے، اور یہاں سے دیار مصر و شام وساورہ بھیجی جاتی ہے، اس کے راستے چوڑے اور بازار نادر الترتیب ہیں، جس میں ہر پیشہ کے لوگ علیحدہ ہیں کہتے ہیں کہ اس شہر کی بنیاد سکندر نے ڈالی تھی۔

ہم یہاں کے قاضی کے زادیہ میں اترے، جسے ابن قلم شاہ کہتے ہیں۔ یہ الفتیان میں سے ایک ہے، اور اس کی خانقاہ تمام خانقاہوں میں بہت بڑی ہے، اس کے شاگرد دوں کا بہت بڑا گروہ ہے، الفتوۃ میں ان کی سند کا سلسلہ امیرالمومنین علی بن ابی طالبؓ تک پہنچتا ہے، ان کے پاس جو لباس رہتا ہے، وہ ایسے پاجامے ہیں، جیسے صوفیا خرقہ پہنتے ہیں۔

اسی شہر میں الشیخ الامام الصالح القطب جلال الدین المعروف بمولناؒ کا مزار مبارک ہے، آپ بہت بڑے مرتبہ والے شخص تھے، سرزمین روم میں ایک گروہ ہے، جو اپنے آپ کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے، اور آپ ہی کے نام سے جانا جاتا ہے، انہیں الجلالیۃ کہتے ہیں، جس طرح الاحمدیۃ عراق میں اور الحیدریۃ خراساں میں مانا جاتا ہے، آپ کے مزار مبارک پر ایک بہت بڑا زاویہ ہے، جہاں سے ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔

لہ اقبال:- نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

کہتے ہیں کہ آپ اپنے ابتدائی زمانہ میں بہت بڑے فقیہ مدرس تھے، قونیہ میں ایک مدرسہ تھا وہاں آپ کے پاس طالب علم جمع ہوا کرتے تھے، ایک دن ایک شخص مدرسہ میں آیا، جو حلوہ بیچتا تھا۔ اور اس کے سر پر حلوے کی سینی تھی، اور اس میں ٹکڑے تھے، ایک ٹکڑا ایک پیسہ کا بیچتا تھا، جب وہ مجلس تدریس میں آیا۔ تو شیخ نے فرمایا، اپنی سینی ادھر لاؤ، اس نے ایک ٹکڑا دے دیا، آپ نے لیا، اور نوش فرما گئے، جب وہ حلوا فروش چلا تو شیخ اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے، اور درس دینا ترک کر دیا۔

جب کئی سال کے بعد آپ پھر واپس آئے تو عشق الٰہی سے مدہوش تھے، اور سوائے فارسی اشعار کے کچھ نہ بولتے جن کے متعلقات فہم عام سے باہر تھے، طلبہ پیچھے پیچھے رہتے اور جو کچھ آپ کی زبان سے بصورت اشعار نکلتا قلمبند کر لیتے، یہی مجموعہ مثنوی کے نام سے مشہور ہے، ان بلاد کے لوگ اس کتاب کی بڑی عظمت کرتے، اور انکا کلام معتبر جانتے ہیں، اسے پڑھاتے ہیں، اور جمعہ کی راتوں کو پڑھتے ہیں۔

اس شہر میں الفقیہ احمد کا بھی مزار ہے، یہ وہ شخص ہیں جن کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ جلال الدین رومی کے معلّم تھے۔

بعد ازاں ہم شہر لارندہ میں وارد ہوئے، یہ شہر اچھا ہے، اور کثرت آب و باغات پر مشتمل ہے۔

شہر اقصرا، بلاد روم کا ایک شاداب اور دل آویز شہر

پھر ہم شہر اقصرا میں وارد ہوئے۔ یہ بلاد روم کے اچھے اور پاکیزہ شہروں میں سے ہے، رواں چشمے اور باغات اسے ہر چہار اطراف سے ڈھانپے ہوئے ہیں، تین نہریں شہر میں سے ہو کر نکل گئی ہیں، مکانات میں پانی جاری رہتا ہے، اس میں درخت اور انگور کی بیلیں ہیں، اور اندر بکثرت باغات ہیں، یہاں ایک قسم کی بھیڑ کے لاثانی اون کا فرش بنتا ہے، یہاں سے یہ شام مصر عراق، ہند، چین اور بلاد اتراک میں لے جایا جاتا ہے، یہ شہر ملک العراق کے زیر حکومت ہے۔ ہم یہاں الشریف حسین کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے۔

اب ہم شہر نکدۃ میں وارد ہوئے۔ یہ ملک العراق کے بلاد میں سے ہے، بڑا شہر اور کثیر العمارۃ ہے، لیکن اب اس کا کچھ حصہ ویران ہو گیا ہے، اس شہر کے اندر سے ایک نہر نکلتی ہے، جسے النہر الاسود کہتے ہیں۔ یہ بڑی نہروں میں سے ہے، اس پر تین پل ہیں۔ ایک شہر

کے اندر ہے۔اور دو شہر کے باہر۔شہر کے اندر اور باہر اس پر آب پاشی کے چرخ لگے ہیں اسی سے باغات سینچے جاتے ہیں۔اس میں پھل پھلاریوں کی بڑی کثرت ہے۔یہاں ہم الفتی اخی جاروق کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے۔

پھر ہم شہر قیساریہ میں وارد ہوئے۔یہ بھی والی عراق کے بلاد میں سے اور اُن بڑے شہروں میں سے ایک ہے جو اس اقلیم میں ہیں۔یہاں عراقیوں کا ایک لشکر رہتا ہے۔

ہم اس شہر میں خانقاہ الفتی الاخی امیر علی میں اترے۔ان بلاد کا دستور یہ ہے کہ جہاں کوئی حاکم نہیں ہے۔وہاں جو اخی ہوتا ہے، وہی حاکم ہوتا ہے۔وہی وارد کو سواری دیتا۔لباس عطا کرتا۔اور اپنی قدرت بھر اُس سے حسن و سلوک سے پیش آتا ہے، اور اس کے امر اور نہی اور سواری میں وہی ترتیب ہوتی ہے، جو بادشاہوں کی ہوتی ہے۔

پھر شہر سیواس میں پہنچے۔یہ ملک العراق کے بلاد میں سے ہے، اور اس اقلیم میں از قسم بلاد جو کچھ ہے۔اُس سے بڑا ہے۔یہاں امراء اور عمال شہر کے رہنے کا ایک مقام ہے، اس شہر کی آبادی نہایت اچھی اور سڑکیں وسیع ہیں، اور اس کے بازاروں میں لوگوں کا بہت اژدحام رہتا ہے۔یہاں مدرسہ کی طرح ایک مکان ہے۔اسے دارالسیادہ کہتے ہیں۔اس میں سوا شرفاء کے کوئی نہیں اترتا۔جب تک یہ شرفاء اس مقام میں رہتے ہیں۔اس زمانہ تک فرش کھانا اور شمع وغیرہ سب کا انتظام جاری رہتا ہے۔اور جب یہاں سے روانہ ہوتے ہیں، تو ان کو زاد راہ دیا جاتا ہے۔

شہر اماصیہ، اور دیگر اقطاع بلاد و امصار و مقامات راہ

بعد ازاں شہر اماصیہ میں ہمارا گزر ہوا۔یہ بڑا اچھا شہر ہے۔اور نہروں باغات، درختوں اور پھلوں کی یہاں بڑی کثرت ہے۔اس کی نہروں پر آب پاشی کے لئے چرخ لگے ہیں۔جن سے باغات اور گھروں میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔اس کی سڑکیں اور بازار بہت کشادہ ہیں۔اور والی عراق کے زیر حکومت ہے۔اسی سے قریب شہر سونس ہے۔یہ بھی والی عراق کے زیر حکومت ہے اور اس میں ولی اللہ تعالےٰ ابی العباس احمد الرفاعی کی اولاد سکونت رکھتی ہے۔انہی میں الشیخ عزیز الدین ہیں۔اس زمانہ میں آپ ہی شیخ الرواق اور سجادۃ الرفاعی کے سجادہ نشین ہیں۔

پھر ہم شہر کمش میں وارد ہوئے۔یہ بھی ملک العراق کے بلاد میں سے ہے۔شہر بڑا اور خوب

آباد ہے۔ العراق اور الشام سے یہاں تجار آتے ہیں۔ اس میں چاندی کی کانیں بھی ہیں۔ اس سے دو دن کی مسافت پر نہایت بلند ننگے پہاڑ واقع ہیں۔

پھر ہم ارزنجان میں وارد ہوئے۔ یہ بھی والی عراق کے بلاد میں سے ہے۔ بڑا اور آباد شہر ہے اس کے اکثر باشندے ارمن اور مسلمان ہیں۔ یہاں ترکی زبان بولتے ہیں۔ بازار نہایت اچھی طرح مرتب ہیں۔ کپڑے بڑے اچھے بنائے جاتے ہیں۔ یہاں تانبے کی کانیں ہیں۔ جس سے برتن وغیرہ بناتے ہیں۔

پھر شہر ارزالروم میں وارد ہوئے، یہ بھی ملک العراق کے بلاد میں سے ہے نہایت وسیع شہر ہے۔

شہر برکی میں داخلہ، وہاں کے باشندے علماء فضلا اور فقہاء

یہاں سے شہر برکی میں بعد نماز عصر وارد ہوئے، یہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس سے زاویہ اخی کا پتہ دریافت کیا، اُس نے کہا چلئے میں پہنچا دوں۔ ہم اُس کے پیچھے پیچھے ہوئے وہ ہمیں اپنے مکان پر جو باغ میں واقع تھا لے گیا۔ اور ہمیں سب سے اوپر کی چھت پر اتارا۔ اس پر درخت سایہ فگن تھے۔ اور یہ موسم بہت سخت گرمی کا تھا۔ ہمارے پاس طرح طرح کے پھل لایا۔ اور بہت اچھی طرح ہماری ضیافت کی۔ اور ہمارے گھوڑوں کو دانہ گھاس دیا یہ رات ہم اسی کے پاس رہے۔

ہمیں یہ معلوم تھا کہ اس شہر میں ایک فاضل مدرس ہے، جسے محی الدین کہتے ہیں، یہ شخص جس کے یہاں ہم رات کو رہے تھے۔ طلبہ میں سے تھا۔ یہ ہمیں مدرسے میں لے آیا یہاں دیکھا تو مدرس ایک عمدہ خچر پر سوار چلا آرہا ہے۔ اُس کے دونوں جانب تو غلام اور خادم ہیں، اور طلبہ آگے آگے۔ کپڑے نہایت ڈھیلے ڈھالے اور عمدہ پہنے ہوئے تھا۔ اور ان پر سونے کا کام تھا۔ ہم نے اُسے سلام کیا۔ اُس نے مرحبا کہا۔ اور ہمارے سلام کا نہایت خندہ روئی سے جواب دیا۔ اور نہایت تپاک سے گفتگو کی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر علوم اصلیہ و فرعیہ کا درس دینے لگا۔ بعد فراغت ایک مکان میں جو مدرسے سے ملحق تھا آیا۔ اور فرش بچھانے کا حکم دیا مجھے وہیں اتارا اور پر تکلف ضیافت کی۔

اس مدرس کے سامنے طلبہ غلام اور خادم دونوں جانب کھڑے رہتے۔ اور وہ ایک مسند پر

بیٹھتا تھا۔ اُس پر نہایت خوب صورت بوٹے دار شطرنجیاں بچھی تھیں۔ جب میں نے اسے دیکھا تو خیال گذرا کہ یہ بھی کوئی بادشاہ ہے۔

سلطان برکی، گرمائی صدر مقام پر ملاقات اور لطف و کرم کی بارش

یہاں کا سلطان محمد بن آیدین بہترین سلاطین میں سے ہے۔ جب مدرس موصوف نے اس کے پاس میرے متعلق اطلاع بھیجی تو اُس نے اپنا نائب میری طلبی کے لئے بھیجا۔ میں اور مدرس اور اس کے ساتھی سوار ہو کر سلطان یہاں مقیم ہوئے پہاڑ پر اس راستہ سے چڑھے جو تراش تراش کر برابر کیا گیا تھا۔ کیونکہ گرمی کے سبب ہم سلطان کے مقام پر زوال کے قریب پہنچے اور پانی کی ایک نہر پر الجوز کے درخت کے سایہ میں ٹھہرے جب ہم سلطان کے یہاں پہنچے تو اس پر تفکرات کا بدیں وجہ غلبہ تھا۔ کہ اس کا چھوٹا بیٹا اپنے بہنوئی سلطان ارخان بک کے پاس بھاگ گیا تھا۔ جب اُسے ہمارے پہنچنے کا علم ہوا تو اُس نے ہمارے پاس اپنے دونوں بیٹوں خضر بک اور عمر بک کو بھیجا ہمارے قیام کے لئے سلطان نے ایک خیمہ بھیجا۔ اُس کے لکڑی کی تیلیاں تھیں۔ جو ایک جگہ جمع ہو کر قبہ کے مشابہ ہو جاتی تھیں۔ اور ان کے اوپر نمدہ لگا دیا جاتا تھا۔ روشنی اور ہوا کے آنے کے لئے اُوپر کی جانب کچھ حصّہ کھلا ہوا تھا۔ اور جب اس کے مُنہ بند کرنے کی ضرورت ہوتی تھی بند کر دیا جاتا تھا۔ فرش بھی لائے تھے۔ جو بچھایا گیا۔ یہ مقام نہایت ٹھنڈا تھا۔ اسی شب کو میرا گھوڑا سردی کی شدّت سے مرگیا۔

ہم اسی صورت سے کئی دن رہے۔ ایک دن بعد ظہر سلطان ہمارے پاس آیا۔ الفقیہ تو صدر مجلس میں بیٹھا میں اس کی بائیں جانب اور سلطان اس کے بائیں جانب ترکوں کے یہاں الفقہا کی یہی عزت ہے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ میں اس کے لئے کچھ احادیث حدیث رسول اللہ صلعم کی سے لکھ دوں۔ چنانچہ میں نے لکھ دیں۔ اور الفقیہ نے اُسی وقت اُس کے حضور میں پیش کر دیں۔ پھر اُس سے کہا کہ ان کی ترکی زبان میں شرح لکھ دے۔

اس پہاڑ پر جب ہماری اقامت کو طول ہوا۔ تو میں اکتا گیا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا۔ اور الفقیہ بھی یہاں کے قیام سے اکتا گیا تھا۔ سلطان کے پاس کہلا بھیجا کہ اب میرا جانے کا ارادہ ہے۔ یوم آئندہ کو السلطان نے اپنا نائب بھیجا۔ اُس نے مدرس کے ساتھ زبان ترکی میں گفتگو کی۔ میں اس وقت ترکی زبان نہ سمجھتا تھا۔ مدرس نے مجھ سے کہا تم سمجھے بھی کہ اس نے کیا کہا۔ میں نے

کہا نہیں میں تو نہیں سمجھا کہ اُس نے کیا کہا۔ کہا کہ سلطان نے مجھ سے دریافت کرایا ہے۔ آپ کو کیا دیا جائے۔ میں نے اُسے کہلا بھیجا ہے کہ آپ کے پاس سونا۔ چاندی۔ گھوڑے، غلام، سب کچھ ہے۔ ان میں سے جو چاہئے دے دیجئے۔ سلطان دوسرے دن پہاڑ سے اُتر کر شہر میں داخل ہوا۔ ہمیں بھی اپنے ساتھ لایا۔ جب ہم مکان کی دہلیز تک پہنچے تو تقریباً اس کے بیس خادم دیکھے جن کی صورتیں حد درجہ حسین تھیں۔ اور ریشم کے لباس میں ملبوس تھے۔ ان کی زلفیں مانگ نکلی ہوئی۔ اور چھوٹی ہوئی تھیں۔ ان کے رنگ گورے چٹے مائل بسرخی تھے۔ میں نے الفقیہ سے کہا یہ خوب صورت لوگ کون ہیں۔ اُس نے کہا یہ رومی نوجوان ہیں۔

ہم السلطان کے ساتھ کئی سیڑھیاں چڑھے، یہاں تک کہ ایک نہایت عمدہ نشست گاہ پر پہنچے، جس کے وسط میں ایک پانی کا حوض تھا۔ اور ہر گوشہ میں تانبے کے شیر منہ کھولے تھے جن سے پانی نکل کر اُس حوض میں گرتا تھا۔ اور ایک نشست گاہ کے چاروں طرف نزدیک نزدیک چبوترے بنے ہوئے تھے۔ جن پر فرش بچھا ہوا تھا۔ اُن میں سے ایک پر سلطان کے لئے مسند لگی ہوئی تھی۔ جب ہم اس تک پہنچے تو السلطان نے اپنے ہاتھ سے اپنی مسند سرکا دی اور ہمارے ساتھ ایک فرش پر بیٹھ گیا۔ الفقیہ اُس کی داہنی جانب بیٹھا۔ اور القاضی فقیہ کے پاس والی جگہ پر بیٹھا اور میں القاضی کے پاس والی جگہ پر بیٹھا۔ اور القرا چبوترے کے نیچے بیٹھے قاریوں کو جہاں کہیں بھی اس کی مجلس ہوتی ہے۔ جدا نہیں کرتا۔ پھر سونے اور چاندی کے پیالے لائے جو پر تھے۔ اور ان میں گلاب پڑا ہوا تھا۔ اور اُن میں عرق لیموں نچوڑا ہوا تھا۔ اور اُن میں چھوٹی چھوٹی ٹکیاں ٹوٹی پڑی تھیں۔ اور اُن میں سونے اور چاندی کے چمچے بھی پڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ چینی کے پیالے بھی تھے۔ وہ بھی مذکورہ مائع سے پُر تھے۔ اُن میں لکڑی کے چمچے تھے۔ جس نے ورع برتا، اُس نے چینی کے پیالے اور لکڑی کے چمچے استعمال کئے۔ میں نے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اور الفقیہ کی تعریف کی اور اپنے اس فعل میں خاصہ مبالغہ سے کام لیا۔ یہ بات سلطان کو پسند آئی۔ اور وہ بہت مسرور ہوا۔

میں نے ایک یہودی کو دربار شاہی میں کس طرح ذلیل کیا

جب ہم السلطان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس اثناء میں ایک شیخ آیا جس کے سر پر عمامہ اور گیسو تھے۔ اُس نے اُن سے سلام کیا۔ القاضی اور الفقیہ اُس کے لئے تعظیماً کھڑے

ہو گئے۔ اور وہ السلطان کے رو برو اُسی چبوترے پر بیٹھ گیا۔ القرار اُس سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے الفقیہ سے دریافت کیا۔ یہ شیخ کون ہے۔ وہ ہنسا اور خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے مکرر دریافت کیا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ یہودی طبیب ہے۔ جو کچھ ہوا۔ اور پیش آیا تھا۔ اس کی وجہ سے میں مارے غصّہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اور یہودی سے بایں الفاظ مخاطب ہوا۔ " اے ملعون بن ملعون تو قرار القرآن سے بلندی پر یہودی ہوتے ہوئے کیوں کر بیٹھا ہے ؟ " میں نے اُسے بُرا بھلا کہا۔ اور بہت چیخا چلایا۔ سلطان کو حیرت ہوئی۔ اور دریافت کیا میں کیا کہہ رہا ہوں ؟ الفقیہ نے اُسے سارا قصہ بتا دیا۔ یہودی بہت غصّہ میں ذلیل ہو کر چلا گیا۔ جب ہم واپس آئے تو الفقیہ نے مجھ سے کہا۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ اللہ تبارک آپ کو اس فعل کی جزائے خیر دے۔ کسی دوسرے کو ہرگز اس طرح کہنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ آپ نے اُس کی حقیقت سے اسے آگاہ کر دیا۔

سلطان کی معیت میں ہم جس دن شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ اُس کے تیسرے دن اُس نے ہماری نہایت شاندار پُر تکلف دعوت کی۔ الفقہا۔ المشائخ۔ افسران لشکر اور شہر کے چوٹی کے آدمیوں کو مدعو کیا۔ اُن سب نے ضیافت میں شرکت کی۔ اور القرار نے نہایت خوش الحانی سے القرآن پڑھا۔ اور ہم المدرسہ اپنی جائے قیام میں واپس آ گئے ہمارے لئے کھانا۔ پھل اور حلوہ اور شمع ہر رات کو بھیجی جاتی تھی۔ پھر میرے پاس سو مثقال سونا ہزار درہم مکمل لباس۔ ایک گھوڑا اور ایک رومی غلام جس کا نام میخائیل تھا۔ بھیجا۔ اور میرے تمام ساتھیوں کے لئے لباس اور درہم بھیجے۔ یہ سب المدرس محی الدین کی وجہ سے تھا۔ اللہ تبارک اُسے جزائے خیر دے۔ پھر ہم سب رسم وداعی ادا کر کے واپس ہوئے۔

رومیوں کے نہایت باعظمت اور پُر شکوہ شہر ایاسلون میں داخلہ

پھر ہم تیرہ ہوتے ہوئے شہر ایاسلون میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور قدیمی شہر ہے، باشندگان روم کے نزدیک نہایت قابل عظمت ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا گرجا بھاری پتھروں کا بنا ہوا ہے، اس کے پتھروں کا طول دس گز اور اس سے بھی زائد کا ہے۔ ان پتھروں کا جوڑ نہایت نادر طریقہ پر لگایا گیا ہے۔ اس شہر میں جو جامع مسجد ہے۔ وہ دنیا کی تمام مساجد میں نادر ترین اور حسن میں بے نظیر ہے۔ یہ پہلے اہلِ روم کا گرجا تھا۔ جس کی یہ بہت تعظیم کرتے۔ اور البلاد

ے اس کی زیارت کو آتے تھے۔ جب یہ شہر فتح کیا گیا۔ تو اسے مسلمانوں نے جامع مسجد بنا لیا اس کی دیواریں رنگین سنگ مرمر کی ہیں۔ اور فرش سفید سنگِ مرمر کا ہے۔ اور چھت سیسے کی ہے۔ اس میں طرح طرح کے گیارہ قبے ہیں۔ ہر قبہ کے وسط میں پانی کا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ اور اس سے ہوتی ایک نہر نکلی ہے۔ اس نہر کے دونوں جانب مختلف قسم کے درخت انگور کی بیلیں اور چنبیلی کے منڈوے ہیں۔ اور اس کے پندرہ دروازے ہیں۔ میں نے اس شہر میں ایک کنواری رومی باندی بھی سونے کے چالیس دینار میں خریدی۔

پھر ہم شہر یزمیر[1] آئے۔ یہ ایک بڑا شہر ساحل بحر پر واقع ہے۔ اس کا بڑا حصہ ویران ہو گیا ہے۔ اس کی بلند جانب سے متصل اس میں ایک قلعہ بھی ہے۔ یہاں ہم الشیخ یعقوب کی خانقاہ میں اترے۔

یہ امیر بڑا کریم، صالح، اور کثیر الجہاد تھا۔ اُس کے پاس کئی جنگی کشتیاں تھیں، جن سے اطراف القسطنطنیہ العظمی پر حملے کیا کرتا تھا۔ وہاں سے لوگوں کو گرفتار کر کے لاتا۔ اور مال غنیمت حاصل کیا کرتا تھا۔ اور بمقتضائے کرم وجود اس میں سے کچھ نہ رکھتا تھا۔ اور پھر جہاد کے لئے جاتا تھا۔

شہر معنیسیہ، برعمہ، بلی کسری وغیرہ کی سیر و سیاحت

پھر ہم شہر معنیسیہ میں وارد ہوئے۔ اور یہاں شام کے وقت عرفہ کے دن الفتیان[2] میں سے ایک شخص کے زاویہ میں اترے یہ بڑا اور اچھا شہر روئے کوہ پر واقع ہے۔ بکثرت نہروں چشموں، باغات اور فواکہ پر مشتمل ہے، اس کے سلطان کا نام صاروخان ہے۔

پھر ہم معنیسیہ سے روانہ ہوئے۔ اور ایک گروہ کے پاس جو الترکمان میں سے تھا۔ شب بسر کی۔ یہ لوگ اپنی چراگاہ میں اترے تھے۔ ہمیں ان کے پاس کوئی چارہ نہ ملا کہ اس شب اپنے چوپایوں کو کھلاتے، اور ہمارے ساتھیوں نے باری باری چوری کے خوف سے پہرہ دے کر شب بسر کی۔ جب الفقیہ عفیف الدین التوزری کی پہرہ دینے کی باری آئی

---

[1] انگورہ۔

[2] ابن بطوطہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ "الفتیان" یا "اوخی الاخوان" کی تحریک کتنی ہمہ گیر تھی۔

تو میں نے سنا کہ آپ سورۃ البقرۃ پڑھ رہے ہیں۔ آپ سے عرض کیا کہ جب آپ سونا چاہیں تو مجھے بتا دیجئے گا۔ تاکہ میں دیکھوں کہ اب کس کی پہرہ دینے کی باری ہے۔ پھر میں سو گیا۔ مجھے آپ نے صبح ہی کے وقت جگایا۔

اب ہم شہر برعمہ میں وارد ہوئے۔ یہ ایک ویران شہر ہے۔ اس میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی واقع ہے کہتے ہیں کہ افلاطون حکیم اسی شہر کے باشندوں میں سے تھا۔ اور اس کا گھر اب تک اسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ہم الاحمدیہ گروہ کے ایک فقیر کے زاویہ میں اترے پھر شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص آیا۔ اور ہمیں اپنے گھر اٹھالے گیا۔ اور ہماری بہت زیادہ آؤ بھگت کی۔

یہاں کے سلطان کا نام بخشی خان ہے۔ ان کے نزدیک بھی "خان" بمعنی "سلطان" ہے۔ ہم اس کے گرما کی صدر مقام پر گئے اُس نے ہماری ضیافت کی۔ اور قدسی کپڑے بھیجے پھر ہم نے ایک شخص کو راہبری کے لئے اجرت پر لیا۔ اور بلند ننگے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ ہمارا شہر بلی کسریٰ میں ورود ہوا۔ یہ ایک عمدہ شہر کثیر العمارہ اچھے بازاروں والا ہے۔ یہاں کا سلطان دمور خان ہے۔ یہ صفات خیر سے متصف نہیں!!

اس شہر میں ایک لونڈی بھی میں نے خریدی، جس کا نام مرغلیط تھا!!

شہر برصہ

جس کے دامن میں تاریخ کے صدہا واقعات بکھرے پڑے ہیں

پھر ہم شہر برصہؔ میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے۔ بازار اچھے سڑکیں کشادہ، ہر طرف سے باغات اور چشمے ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اس کے باہر ایک پانی کی بہت گرم نہر ہے۔ جو ایک بہت بڑے حوض میں گرتی ہے۔ اس کے اوپر دو مکان بنے ہیں۔ ایک مردوں کے لئے ہے۔ اور دوسرا عورتوں کے لئے۔ مریض ان حماموں میں شفا پاتے ہیں۔ اور مقامات دور دست سے یہاں آتے ہیں۔ وہاں واردین کے اترنے کے لئے ایک زاویہ بھی ہے۔ تین دن تک کھانا دیا جاتا ہے۔ اس خانقاہ کی تعمیر ترکمان بادشاہوں میں سے کسی نے کی تھی۔ ہم اس شہر میں الفتی اخی شمس الدین کے زاویہ میں اترے۔

جب ہم شب عاشور میں شمس الدین کی خانقاہ میں تھے۔ تو اس میں آخر شب مجدالدین نے وعظ کہا، فقراء میں سے ایک شخص نے چیخ ماری جس سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ اس پر لوگوں نے عرق گلاب چھڑکا۔ لیکن اسے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ دوبارہ چھڑکا لیکن پھر بھی افاقہ نہ ہوا۔ پھر لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھا تو دنیا کو وداع کر گیا تھا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ پھر لوگوں نے متوفی کو غسل دیا۔ اور کفن پہنایا۔ ان لوگوں میں میں بھی تھا جو اس کی نماز جنازہ اور دفن میں موجود تھے۔

اس شہر میں میں الشیخ الصالح عبداللہ المصری المشائخ سے ملا ان کا شمار صلحاء میں ہے اور تمام روئے زمین کی سیاحت کر چکے ہیں۔ لیکن چین۔ جزیرہ سراندیپ۔ المغرب، اندلس، اور

بلاد سوڈان نہیں تشریف لے گئے تھے۔ میں ان اقالیم کی سیاحت کی وجہ سے آپ پر سیاحی میں ترجیح رکھتا ہوں۔

یہاں کا سلطان اختیار الدین ارخان بک ابن السلطان عثمان جوق ہے۔ یہ سلطان ملوک ترکمان میں سب سے بڑا۔ اور بحیثیت مال بلاد اور لشکر کے بھی سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کے قلعوں کی تعداد تقریباً سو کے ہے۔ یہ اکثر اوقات ان کا دورہ کرتا رہتا ہے۔ اور ہر قلعہ میں چند دن ٹھہر کر وہاں کے لشکر کی اصلاح اور حالت کی تحقیقات کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کبھی پورا ایک مہینہ کسی شہر میں نہیں ٹھہرا۔ کفار سے جنگ کیا کرتا، اور ان کا محاصرہ کیا کرتا ہے۔ اس کا والد وہ شخص ہے جس نے شہر برصی کو رومیوں کے ہاتھوں سے فتح کیا تھا۔ اس کی قبر اسی شہر کی مسجد میں ہے۔ یہ مسجد پہلے نصاریٰ کا گرجا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے شہر یزنیک کا تقریباً بیس سال محاصرہ کیا۔ اور اس کی فتح سے پہلے ہی مر گیا۔ پھر اس کے لڑکے نے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ بارہ سال محاصرہ کیا۔ اور اسے فتح کر لیا۔ میری اس سے بھی ملاقات ہوئی اس نے میرے پاس بہت سے درا ہم بھی بھیجے تھے۔

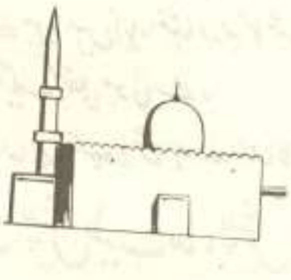

شہر برمک میں آمد

مختلف مقامات راہ، پرلطف واقعات، دلچسپ لطیفے

اب ہم شہر یزمک میں داخل ہوئے۔!

اس شہر کی چار شہر پناہیں ہیں۔ ہر دو شہر پناہوں کے مابین ایک خندق ہے جس میں پانی بھرا رہتا ہے لکڑی کے پلوں سے ہوکر اس میں داخل ہوتے ہیں جب ان پلوں کو اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اٹھا لیتے ہیں۔ شہر کے اندر باغات، مکانات، زمینیں اور کھیت ہیں۔ ہر شخص کا مکان، اس کا کھیت اور اس کا باغ ایک جگہ ہیں۔ اس میں تمام اقسام کے پھل ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں جوز اور قسطل کی نہایت فراوانی اور ارزانی ہے۔ یہ لوگ قسطل کو قسطنتہ کہتے ہیں۔ اور جوز کو قوز۔ اس میں الغداری ایک انگور ہوتا ہے۔ اس جیسا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ انتہا درجہ کا شیریں۔ بہت بڑا، صاف رنگ۔ باریک چھلکے کا۔ اس کے ہر دانہ میں ایک گٹھلی ہوتی ہے۔

پھر ہم یہاں سے روانہ ہوکر ایک گاؤں میں شب باش ہوئے، جس کا نام تکجا تھا۔

ایک لطیفہ:۔ پیش ملّا طیب، پیش طبیب ملا، پیش ہر دو ہیچ

اسی شب ایک کاویہ کی طرف پہنچے ہم یہاں الاخیۃ کے ایک زاویہ میں اترے۔ اور اس سے عربی میں کلام کیا، وہ ہماری زبان بالکل نہ سمجھا۔ اس نے ہم سے ترکی میں کلام کیا۔ اور ہماری زبان بالکل نہ سمجھا۔ اس نے ہم سے ترکی میں کلام کیا۔ اس کی زبان ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ پھر اس نے کہا الفقیہ کو بلاؤ۔ وہ عربی سمجھتا ہے۔ جب فقیہ آیا تو ہم نے اس سے فارسی اور عربی میں باتیں کیں۔ لیکن وہ ہماری

زبان بالکل نہ سمجھا۔ اور الفتی سے کہا "ایشان عربی کہنہ میقواں (میگویند) و من عربی نومیدانم" (یہ قدیم عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ اور میں جدید عربی جانتا ہوں) فقیہ کا اس کلام سے مقصد اپنے آپ کو بدنامی سے بچانا تھا۔ کیونکہ لوگوں کا یہ گمان تھا کہ وہ زبان عربی جانتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ناآشنا تھا۔ اس فتی کا یہ گمان ہوا کہ فقیہ نے جو کچھ کہا ہے، یہی درست ہے۔ اس کا یہ سمجھنا ہمارے لیے مفید ہوا۔ اور ہمارے اکرام میں بہت مبالغہ کیا۔ اور کہا کہ ان کا ہمارے اوپر اکرام واجب ہے۔ کیونکہ یہ قدیم عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ جو نبی صلعم اور آپؐ کے اصحابہ کی زبان تھی ہم فقیہ کی گفتگو کا اس وقت تک مطلب نہ سمجھے تھے۔ لیکن اس کے الفاظ یاد کر لئے تھے۔ جب ہم نے زبان فارسی سیکھ لی۔ تب کہیں جا کر ہمیں اس کی گفتگو کا مطلب معلوم ہوا۔ ہم نے یہ شب تو خانقاہ میں بسر کی۔ پھر ایک راہبر کے ساتھ ینجا میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور اچھا شہر ہے۔

ذمیوں کا شہر: مسلمان حکمران کا خاندان

پھر ہم کینوک میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا شہر ہے، اور یہاں کے باشندے کفار روم میں جو مسلمانوں کے ذمی ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا صرف ایک گھر ہے۔ یہی ان پر حاکم ہے۔ یہ سلطان ارغان بک کے بلاد میں سے ہے۔ ہم ایک کافرہ بڑھیا کے گھر ہیں اترے تھے۔ یہ برف باری اور سردی کا موسم تھا۔ اس نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اس شہر میں نہ کوئی درخت ہے نہ انگور کی بیل اور نہ سوا زعفران کے یہاں کسی چیز کی زراعت ہی ہوتی ہے۔ یہ بڑھیا ہمارے پاس بہت سا زعفران لائی۔ سمجھی کہ ہم سوداگر ہیں، اس میں سے کچھ خرید لیں گے۔

جب صبح ہوئی تو ہم سوار ہوئے۔ شہر مطرنی میں نماز جمعہ کے وقت وارد ہوئے اور فتیان الاخیہ میں سے ایک کے زاویہ میں اترے۔

ایک اور لطیفہ! زبان یار من ترکی، و من ترکی نمی دانم

یہاں ایک عجیب بات جو ہمیں پیش آئی یہ ہے کہ میں نے ایک خادم کو چوپاؤں کے لئے گھاس خریدنے کے لئے بھیجا، اور ایک کو گھی کے لئے۔ ایک تو گھاس لے کر آگیا۔ اور دوسرا کچھ نہ لایا۔ ہنستا تھا۔ ہم نے ہنسنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا ہمیں بازار میں ایک دکان پر جانے کا اتفاق ہوا، اس سے ہم نے گھی مانگا۔ اس نے ہمیں اشارہ کیا کہ ٹھہرو اور اپنے لڑکے سے ہمارے متعلق کہا۔ ہم نے

اسے درہم دیئے۔ وہ تھوڑی دیر وہاں سے غائب رہا۔ اور گھاس لے کر آیا۔ وہ تو ہم نے اس کھلے کی اور کہا کہ ہمیں گھی کی ضرورت تھی۔ اس نے کہا۔ یہی تو گھی ہے۔ جب ہم پر یہ راز کھلا کہ یہ لوگ تبن دگھاس) کو سمن دگھی) تر کی زبان میں کہتے ہیں۔ اور گھی کو روغان کہتے ہیں۔

تحریک اخوت کے روح پرور اور ایمان افروز نظارے

پھر ہم شہر بولی آئے۔ ہم شہر میں داخل ہوئے، اور فتیان الاخئیہ میں سے کسی کے زاویے میں جانے کا ارادہ کیا۔ ان کی عادت ہے کہ ان کے زاویوں میں جاڑے کے موسم میں ہمیشہ آگ جلتی رہتی ہے۔ خانقاہ کے ہر رکن میں آتش دان بناتے ہیں۔ اس میں سوراخ ہوتے ہیں کہ دھواں چڑھ کر نکل جاتا ہے۔

جب ہم زاویہ میں داخل ہوئے تو آگ کو روشن پایا۔ میں نے اپنے کپڑے اتارے۔ اور دوسرے کپڑے پہنے۔ اور خوب آگ تاپی الاخی کھانا اور پھل لایا۔ یہ گروہ کتنا اچھا۔ ان کی طبیعتیں کتنی اچھی۔ ان کا ایثار کس قدر زبردست۔ اور ان کی شفقت مسافر پر کس قدر زائد اور پران کا کس قدر الطاف۔ اس سے کس قدر محبت اور اس کے ساتھ کس قدر آؤ بھگت سے پیش آتے ہیں۔ اس کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی مسافر ایسا نہیں کہ ان میں آکر یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے بڑے محبت کرنے والے کنبے میں آگیا ہے[1]۔ ہم نے یہ رات نہایت اچھی گذاری۔ پھر دوسرے دن کوچ کر کے کردی بولی آئے، یہ شہر بڑا اور وسیع زمین پر آباد ہے۔ اس کی سڑکیں اور بازار نہایت اچھے اور ہموار ہیں۔ سرد ممالک میں سے سرد ترین ہے۔ اس کے محلے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہر محلہ میں ایک خاص گروہ رہتا ہے، جس کے ساتھ اس گروہ کے سوا اختلاط نہیں۔

یہاں کا سلطان شاہ بک ان بلاد کے سلاطین میں متوسط درجہ کا ہے۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کا مجموعہ ہے۔ نہایت خوش خلق ہے۔ لیکن داد و دہش کم کرتا ہے۔ ہم نے اس شہر میں نماز جمعہ پڑھی اور یہیں ایک زاویہ میں فروکش ہوئے۔

پھر ہم شہر برلو میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ٹیلہ پر واقع ہے۔ اور اس کے نیچے خندق ہے۔ اس کی جانب اعلےٰ میں ایک بہت بلند قلعہ بھی ہے۔ یہاں ایک مدرسہ میں اترے جو بہت اچھا تھا۔

---

[1] حالانکہ اس زمانہ میں "پان اسلامزم" کی کوئی تحریک نہ تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

شہر قصطمونیہ میں آمد، ایک حد درجہ ذہین اور طباع بھرا شخص

یہ تمام شہروں میں بڑا اور اچھا شہر ہے۔ بکثرت خوبیوں پر مشتمل اور یہاں کا نرخ نہایت ارزاں ہے، ہم یہاں ایک شیخ کی خانقاہ میں اترے۔ جسے بہرے ہونے کی وجہ سے الاطروش کہتے ہیں، میں نے اس کی ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ طلبا میں سے ایک اسے ہوا میں لکھ کر سمجھاتا تھا اور کبھی اپنی انگلی سے زمین پر لکھ کر اس سے وہ خوب سمجھ لیتا تھا۔ اور اسے جواب دے دیتا تھا اس طرح بڑی حکایتیں اس سے بیان کر جاتا تھا۔ اور وہ انہیں سمجھ لیتا تھا۔

ہم اس شہر میں تقریباً چالیس دن ٹھہرے۔ روزانہ ایک طبق میں بیلا بھیڑ کا گوشت دو درہم کا اور دو درہم کی روٹیاں خریدتے تھے۔ یہ ہمارے ایک دن کے لئے کافی ہوتا تھا۔ ہم دس کا دمی تھے۔ اور دو درہم کا حلوا خریدتے تھے۔ یہ ہم سب کے لئے کافی ہوتا تھا۔ ایک درہم کا جوز خریدتے تھے۔ کیونکہ یہ بہت شدید جاڑے کا موسم تھا۔ میں نے کوئی شہر بھی اس قدر ارزاں نہیں دیکھا۔

یہاں کا سلطان المکرم سلیمان بادشاہ ہے۔ سن شخص تقریباً ستر سال کا ہوگا۔ صورت اچھی پائی ہے۔ ڈاڑھی لمبی ہے۔ اور صاحب وقار و ہیبت شخص ہے۔ فقہا اور صلحا اس کے ہم صحبت ہیں میں اس کی مجلس میں گیا تھا۔ اس نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ میرے اور میرے آنے اور الحرمین الشریفین اور مصر اور الشام کے حالات دریافت کرتا رہا۔ میں نے اپنے سارے حالات بتائے۔ اس نے مجھے اپنے ہی قریب اتارا۔ اور اسی دن مجھے ایک پرانا گھوڑا قرطاس رنگ کا اور لباس دیا۔ میرے لئے خرچ اور گھوڑے کے لئے خورش مقرر کی۔ پھر میرے لئے گیہوں اور جو کا حکم دیا۔

شہر صنوب، اس کے گرد و نواح اور مضافات کے دل خوش کن نظارے

پھر ہم صنوب میں وارد ہوئے۔ یہ شہر جامع اشیاء ہے۔ قلعہ بندی بھی ہے، اور حسین بھی۔ ہر اطراف سے سوا ایک طرف کے سمندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مشرقی سمت ہے۔ اس طرف ایک دروازہ بھی ہے۔ جس میں امیر کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں داخل ہونے پاتا۔ اس کا امیر ابراہیم بک اس سلیمان شاہ کا بیٹا ہے۔ جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ جب ہمیں اس میں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ تو ہم شہر میں داخل ہوئے۔ اور عزالدین اخی جلبی کی خانقاہ میں فروکش ہوئے۔

اس پہاڑ کے اوپر الولی الصالح الصحابی بلال الحبشی رضی اللہ تعالٰے عنہ کا مزار ہے۔ اس پر ایک خانقاہ بھی بنی ہے۔ اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔

شہر صنوب کی مسجد جامع تمام مساجد میں اچھی ہے۔ اس کے وسط میں ایک پانی کا حوض ہے، اور اس پر ایک قبہ ہے، جو چاروں پایوں پر قائم ہے، اور ہر پایہ کے ساتھ دو ستون سنگ رخام کے ہیں۔ اس کے اوپر ایک نشست گاہ ہے جانے کیلیے لکڑی کے زینے بنے ہیں۔ یہ السلطان کی عمارت میں ہے۔

رفض کی تہمت: رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو یہاں کے باشندوں نے دیکھا کہ ہم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ حنفی ہیں نہ مذہب مالکی کو جانتے ہیں۔ اور نہ اس کی نماز سے واقف ہیں۔ مذہب مالکی کا پیرو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے۔ وہاں کے بعض لوگوں نے الحجاز و العراق میں رافضیوں کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ ہمارے اوپر بھی رافضی ہونے کا اتہام لگایا۔ اور اس کے متعلق ہم سے دریافت بھی کیا۔ جب ہم نے ان سے کہا کہ ہم مذہب مالکی کے متبع ہیں۔ تو ان کو ہمارے کہنے پر اطمینان نہ ہوا اور تہمت ان کے باطنوں میں جاگزیں رہی۔ حتٰی کہ نائب سلطان نے ہمارے پاس ایک خرگوش بھیجی، اور اپنے بعض خدام سے کہہ دیا۔ کہ دیکھتے رہنا ہم خرگوش کو کیا کرتے ہیں۔ ہم نے اسے ذبح کر کے پکایا۔ اور کھایا۔ وہ خادم اس کے پاس گیا۔ اور اسے صورت حال سے مطلع کیا۔ اس وقت کہیں جا کر ہم اس تہمت سے بری ہوئے۔ کیونکہ رافضی خرگوش نہیں کھاتے۔

شہر قرم اور دشتِ قفچاق کا سفر

دشوار گذار منزلیں مشکلات راہ، عزم و حوصلہ کی کارروائی

صنوب میں ہمارا قیام کم و بیش سوا مہینہ رہا۔ پھر ایک کشتی کرایہ کی، گیارہ دن ہوا کی موافقت کے انتظار میں گزر گئے۔ پھر ہم سوار ہوئے۔ جب تین دن کے بعد وسط دریا میں پہنچے تو ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا۔ کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ اور ہمیں پورا یقین ہوگیا۔ کہ بس اب خاتمہ ہے۔ میں ایک چوبی حجرہ میں تھا۔ اور باشندگان عرب میں سے ایک اور شخص میری معیت میں تھا۔ جس کا نام ابابکر ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ کشتی کی چھت پر جاکر دیکھیے کہ دریا کی کیا حالت ہے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ ہم آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ ہم ہَول سے اس قدر دہل گئے۔ ہیں کہ ایسا کبھی پیش نہ آیا۔ پھر ہوا بدل گئی، اور ہمیں اسی شہر صنوب کے قریب پلٹا دیا۔ جس سے ہم نکلے تھے۔ بعض تاجروں نے اس کے لنگر گاہ پر اترنا چاہا۔ لیکن صاحب کشتی نے اترنے سے منع کیا۔ اس کے بعد پھر ہوا درست ہوگئی، اور ہم روانہ ہوئے جب وسط دریا میں پہنچے۔ پھر وہی ہولناک منظر پیش آیا۔ اور جو حالت پہلی مرتبہ پیش آئی تھی۔ وہی پیش آئی، پھر ہوا موافق ہوئی، اور ہمیں خشکی کے پہاڑ نظر آئے۔

بندرگاہ الکرش، ایک عجیب گرجا، ایک عجیب راہب

اب ہم نے ایک لنگر گاہ کا ارادہ کیا جسے الکرش کہتے ہیں، جب ہم نے اس میں داخل ہونا چاہا تو ان لوگوں نے جو پہاڑ پر تھے ہم سے اشارہ سے کہا۔ داخل مت ہونا۔ اب ہمیں اپنی جان کا خوف ہوا۔ اور گمان گذرا کہ یہاں دشمنوں کی جنگی کشتیاں ہیں۔ اس لئے ہم خشکی کے قریب پلٹے جب خشکی کے قریب ہوئے تو میں نے صاحب کشتی سے کہا۔ کہ ہمارا یہاں اترنے کا ارادہ ہے۔ اس نے مجھے ساحل پر اتار دیا۔ یہاں میں نے ایک گرجا دیکھا وہاں گیا تو اس میں ایک راہب کو پایا اور گرجا کی دیوار میں ایک عربی شخص کی تصویر دیکھی۔ جس کے سر پر عمامہ گلے میں تلوار اور ہاتھ میں برچھا ہے اور اس کے سامنے چراغ جل رہا ہے۔ میں نے اُس راہب سے دریافت کیا کہ یہ کس کی صورت

ہے۔ اس نے کہا یہ صورت اس نبی کی ہے جس کا نام علی ہے۔ مجھے اس کے کہنے سے بڑا تعجب ہوا۔ الغرض ہم اس گرجا میں شب باش رہے۔

دشت قفچاق کے سخت کوش اور محنت کش باشندے

یہ مقام جہاں ہم اترے تھے۔ ایک صحرا تھا۔ جسے دشت قفچاق[1] کہتے ہیں۔ دشت ترکی زبان میں صحرا کو کہتے ہیں۔ نہ اس میں کوئی درخت ہے، نہ پہاڑ، نہ ٹیلہ ہے۔ نہ آبادی، اور نہ جلانے کی لکڑی۔ گوبر لید جلاتے ہیں۔ یہاں کے بڑے بڑے لوگ تک اُپلے اور خشک لید چن کر اپنے کپڑوں کے دامنوں میں رکھتے ہیں۔ اس صحرا میں سوا گاڑی کے کسی چیز پر سفر نہیں کرتے۔ اس دشت کی چھ مہینے کی مسافت ہے۔ تین مہینے تو السلطان محمد اوزبک کے بلاد میں۔ اور تین دوسرے سلطان کے بلاد میں ہمارے لنگر گاہ پر پہنچنے سے دوسرے دن ہمارے ساتھیوں میں سے بعض تاجر اس صحرا میں ایک گروہ کی طرف جسے قفچاق کہتے ہیں۔ متوجہ ہوئے، یہ لوگ دین نصاریٰ کے متبع ہیں۔ ان سے ایک گاڑی کرایہ کی جسے گھوڑا کھینچتا تھا۔ ہم اس پر سوار ہو کر شہر کفار میں وارد ہوئے، یہ ایک بڑا شہر مستطیل شکل کا سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں کے باشندے نصاریٰ ہیں، اور اکثر ان میں سے جنیوا[2] کے رہنے والے ہیں۔ ان کا ایک امیر ہے، جو دندیر کے نام سے مشہور ہے، ہم یہاں مسلمانوں کی مسجد میں اترے۔

جب دوسرا دن ہوا تو ہمارے پاس الامیر آیا۔ اور کھانا تیار کرایا۔ ہم نے اُسی کے پاس کھانا کھایا اور شہر میں پھرے۔ وہاں کے بازار بہت اچھے تھے۔ لیکن باشندے کل کفار تھے۔ ہم یہاں کے بندرگاہ میں اترے۔ یہ عجیب بندرگاہ تھا۔ جس میں تقریباً جنگی اور سفری سو چھوٹی بڑی کشتیاں تھیں یہ دنیا کی مشہور بندرگاہوں میں سے ہے۔

شہر قرم میں داخلہ، سلطان معظم ازبک خاں کے ممالک محروسہ

پھر شہر القرم میں وارد ہوئے، یہ بڑا اور خوب صورت شہر السلطان المعظم محمد اوزبک خان کے بلاد میں سے ہے۔ اسی کی طرف سے یہاں امیر مقرر ہے۔ اس کا نام تلکتمور تھا۔ اس امیر

---

[1] مغل خاندان قفچاق نسل سے تھا۔

[2] اٹلی کا ایک شہر۔

کے خادموں میں سے ایک راستہ میں ہمارے ساتھ تھا۔ اُس نے امیر مذکور سے ہمارے آنے کے متعلق کہہ دیا تھا۔ اس نے اپنے امام سعدالدین کے ساتھ ایک گھوڑا بھیج دیا۔ یہاں ہم اس مقام کے شیخ۔ زادہ خراسان کے زاویہ میں اُترے۔ اس شیخ نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ مرحبا کہا۔ اور نہایت حسن وسلوک سے پیش آیا۔ یہاں کے لوگ اس کی بہت عظمت کرتے ہیں۔

اس شہر میں یہاں کے قاضی شافعیہ سے بھی ملا۔ ان کا نام خضر ہے۔ الفقیہ المدرس علاوالدین الاعمی سے بھی ملاقات کی۔ اور اُن خطیب الشافعیہ ابابکر سے ملا جو اس شہر میں الملک الناصر رحمتہ اللہ کی تعمیر کرائی ہوئی مسجد الجامع میں خطیب ہیں۔ اور الشیخ الصالح مظفرالدین سے ملاقات کی، جو رومیوں میں سے تھے، مشرف باسلام ہو گئے ہیں۔ ان کی اسلامی حالت نہایت اچھی اور ٹھیک ہے نیز الشیخ الصالح العابد مظہرالدین سے بھی نیاز حاصل کیا۔ آپ بلند پایہ فقہا میں سے ہیں۔ الامیر تلکتمور مرتیص نفا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے ہمارا اکرام کیا۔ اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ وہ السلطان محمد اوزبک کے پایہ تخت جارہا تھا۔ میں نے بھی اس کی معیت میں جانے کا ارادہ کرلیا۔

ترکستان کی عجیب وغریب گاڑیاں جو سفر میں استعمال ہوتی ہیں

یہاں کے باشندے گاڑیوں کو عربہ کہتے ہیں۔ یہ گاڑیاں ایک سواری کے لئے ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جن میں چار بڑے پہیے لگے ہوتے ہیں۔ کسی کو دو گھوڑے کھینچتے ہیں۔ اور کسی کو زیادہ۔ بیل اور اونٹ بھی انہیں کھینچتے ہیں۔ یہ گاڑیوں کے بھاری اور ہلکے ہونے کے لحاظ سے ہے۔ عربہ کا نوکر اُن گھوڑوں میں ایک پر سوار ہوتا ہے۔ جو اسے کھینچتے ہیں۔ اس پر زین کسی ہوتی ہے۔ اور اُس سوار کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے۔ جس سے وہ ہانکتا ہے۔ اور ایک بڑی لکڑی ہوتی ہے۔ جب خلاف مقصود کج ہوتی ہے۔ تو اسی سے سیدھا کر لیتے ہیں۔ عربہ کے اوپر قبہ کے مشابہ لکڑیاں کھال کے تسموں سے ایک کو دوسری سے ملا کر باندھ لیتے ہیں۔ یہ وزن میں بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس پر نمدا منڈھا ہوتا یا کسی چیز کا غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ اس میں جالی دار کھڑکیاں ہوتی ہیں جن سے وہ شخص جو گاڑی کے اندر ہے۔ لوگوں کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن وہ نہیں دیکھ سکتے۔ سوار جس طرح چاہے اس میں لوٹ پوٹ سکتا ہے۔ سو سکتا۔ اور پڑھ لکھ سکتا ہے۔ اور برابر مسافت طے ہوتی رہتی ہے۔

وہ گاڑیاں جو بار برداری۔ سامان لادنے اور اشیائے خورد ونوش لے جانے کے لئے ہوتی ہیں۔ ان پر بھی اسی مکان کے مشابہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس پر قفل لگا دیتے

ہیں۔جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنی سواری کے لئے ایک ایسی گاڑی کرایہ کی جس پر نمدہ چڑھا ہوا تھا۔اس میں میرے ساتھ ایک جاریہ بھی تھی۔

ترک جانور کس طرح چراتے ہیں اور چور کو سزا کیسی دیتے ہیں

ترکوں کی عادت ہے کہ صحرا میں اسی طرح سیر کیا کرتے ہیں۔جس طرح حاجی حجاز کے ریگستان میں سیر کرتے ہیں۔بعد نماز صبح کوچ کرتے ہیں دن چڑھے اتر پڑتے ہیں۔ظہر کے بعد پھر کوچ کرتے ہیں۔اور شام کو اتر پڑتے ہیں۔جہاں اترتے ہیں۔گھوڑوں،اونٹوں۔اور بیلوں کو گاڑیوں سے کھول دیتے ہیں۔اور رات اور دن چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔کسی بھی چوپائے کو السلطان وغیرہ کسی کے یہاں سے چارہ نہیں ملتا۔اس صحرا کی خاصیت یہ ہے۔کہ یہاں کی نباتات جانوروں کے لئے جو کے قائم مقام ہے،یہی وجہ ہے کہ یہاں چوپاؤں کی بڑی کثرت ہے،اور نہ ان کے لئے کوئی چرانے والا مقرر ہے۔اور نہ محافظ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے چوری کے جرم میں احکام بہت سخت ہیں۔یعنی یہ حکم ہے کہ اگر کسی کے پاس چوری کا گھوڑا نکل آئے تو وہ گھوڑا اس کے مالک کو وہ چور لوٹائے گا۔اور ویسے ہی نو گھوڑے اور بطور جرمانہ کے دے گا۔اگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکا۔تو اس کی اولاد اُس کے عوض لی جائے گی۔اور اگر اس کے اولاد نہ ہوئی تو وہ چوری کرنے والا اس طرح ذبح کر ڈالا جاتا ہے۔جس طرح بکری ذبح کی جاتی ہے۔

ایک جفاکش اور

جنگجو قوم کی

داستانِ عجیب

ترکی کھانے، ترکی مشروبات، ترکی گھوڑے

یہ ترک روٹی نہیں کھاتے، اور نہ کوئی گاڑھا کھانا۔ بلکہ ایک قسم کا کھانا، ایک چیز سے بناتے ہیں، جو انہیں کے پاس ہوتی ہے، اٹلی کے مشابہ اسے وہ الدوقی کہتے ہیں۔ آگ پر پانی چڑھا دیتے ہیں۔ جب اس میں جوش آجاتا ہے۔ تواسی دوقی میں سے اس میں کچھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر اُن کے پاس گوشت ہوتا ہے، تو اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ پکا لیتے ہیں۔ پھر ہر شخص کا حصہ پیالوں میں علیحدہ کر دیا جاتا ہے اس پر میٹھا دودھ ڈالتے ہیں۔ اور اُسے پی جاتے ہیں۔ پھر اس پر گھوڑی کا دودھ پیتے ہیں۔ اسے یہ القمر کہتے ہیں۔

یہ لوگ نہایت قوی اور مضبوط اور نیک مزاج ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک خاص قسم کا کھانا استعمال کرتے ہیں۔ جسے یہ البور خانی کہتے ہیں۔ یہ گوندھا ہوا آٹا ہوتا ہے۔ جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے ہیں۔ اور ان کے درمیان میں سوراخ کر کے ایک ہانڈی میں رکھ دیتے ہیں۔ جب پک جاتے ہیں۔ تو ان پر میٹھا دودھ ڈالتے ہیں۔ اور پی جاتے ہیں۔ اور ایک قسم کا نبیذ بھی الدوقی کے دانوں سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تیار کرتے ہیں۔ حلوہ کھانے کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ میں ایک دن السلطان اوزبک کے یہاں رمضان میں گیا۔ گھوڑے کا گوشت لایا گیا۔ یہ لوگ یہ گوشت زیادہ کھاتے ہیں ۔ اور بھیڑ کا گوشت بھی تھا۔ اور الرشتا یہ لچھوں کے مشابہ تھا۔ جسے پکاتے ہیں۔ اور دودھ کے ساتھ پیتے ہیں۔ میرے پاس اس شب کو ایک تھال حلوے کا بھی لایا گیا۔ جسے میرے بعض ساتھیوں نے بنایا تھا۔ اُسے میرے سامنے بڑھا دیا۔ میں نے اس میں اپنی انگلی ڈالی، اور منہ میں رکھا۔ الامیر تلکتمور نے مجھ سے بیان کیا کہ اس سلطان کے غلاموں میں سے ایک بڑا شخص تھا۔ اس کی اولاد اور اولاد کی تقریباً چالیس اولادیں تھیں۔ ایک دن اُس سے السلطان نے کہا۔ اگر

توحلوہ کھا لے تو میں مع تیری اولاد کے آزاد کر دوں گا۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا اگر تو مجھے قتل بھی کر دے، جب بھی میں نہ کھاؤں گا۔

پھر شہر القرم سے اٹھارہ منزل مسافت طے کرنے کے بعد ہم ایک بڑے گھاٹ پر پہنچے جس میں پورے ایک دن ہمیں چلنا پڑا چونکہ اس پانی میں چوپایوں اور گاڑیوں کی بہت کثرت تھی اس لئے کیچڑ ہو گیا تھا۔ اور تکلیف بڑھ گئی تھی۔ امیر کو میری راحت کا خیال ہوا۔ اور مجھے اپنے بعض خدام کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ اور امیر ازاق کے نام میرے لئے ایک خط لکھ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں، اور اس سے میرے اعزاز و اکرام کے لئے تاکید کر دی تھی۔ ہم برابر مسافت طے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گھاٹ پر پہنچے۔ جس میں نصف دن چلنا پڑا۔ پھر ہم نے تین دن تک مسافت طے کی۔

شہر ازاق میں ورود اور وہاں کے حالات و واقعات

پھر شہر ازاق میں وارد ہوئے۔ یہ مقام ساحل البحر پر واقع ہے، اس کی آبادی اچھی ہے۔ یہاں جنیوا[1] وغیرہ کے لوگ تجارت کے لئے آیا کرتے ہیں۔ یہاں الفتیان اخی بجقجی اکابر شہر میں سے تھا، ہر وارد و صادر کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ جب الامیر تلکتمور کا امیر ازاق کو خط پہنچا۔ جس کا نام محمد خواجہ الخوارزمی تھا۔ تو میرے استقبال کے لئے نکلا اس کے ساتھ قاضی اور طلبہ تھے، اور ہمارے لئے کھانا بھیجا۔ جب ہم نے اسے سلام کر لیا۔ تو ایک مقام پر اترے اور وہیں کھانا کھایا۔ پھر شہر پہنچے، اور اس کے باہر ایک کنڈ کے قریب جو خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرف نسبت کیا جاتا ہے اترے۔ ایک شخص باشندگان ازاق میں سے آیا۔ جس کا نام رجب النہر نانی تھا۔ اس نے اپنے زاویہ میں نہایت اچھی ضیافت کی۔ ہمارے آنے کے دو دن بعد الامیر تلکتمور آیا۔ اور الامیر محمد اس کے ملنے کے لئے نکلا۔ اور بڑے پیمانے پر ضیافت کا سر و سامان بہم پہنچایا۔ تین بڑے بڑے خیمے ایک دوسرے سے متصل لگائے۔ جن میں سے ایک رنگین ریشم کا نہایت عجیب تھا۔ اور دو کتان کے تھے۔ اور اس کے گرد داگرد خراچہ[2] قائم کیا۔ جیسے ہمارے یہاں

---

[1] یہ جنیوا نہیں، جنوا ہے۔ اٹلی کا ایک مقام۔

[2] فارسی کا لفظ ہے مدسراچہ۔

افراج کہتے ہیں ۔اس کے باہر ایک دہلیز قائم کی جو برج کی شکل کے مشابہ تھی جب الامیر اندا تو اس کے سامنے سرخ ریشم کا فرش بچھایا گیا ۔اس کے مکارم اور فضل میں سے یہ بات ہے، کہ اس نے مجھے اپنے آگے کر دیا۔ تاکہ امیر اس کے نزدیک میری منزلت کا اندازہ کرے۔

پھر ہم پہلے خیمے کی طرف پہنچے وہی خیمہ اس کے جلوس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ صدر میں ایک مرصع چوبی تخت تھا اور اس پر ایک عمدہ مسند لگی ہوئی تھی۔ امیر نے مجھے اپنے آگے کر دیا اور شیخ مظفر الدین کو بھی آگے کیا۔ اور تخت پر چڑھ کر ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ ہم سب مسند پر تھے۔ پھر قاضی اور خطیب بیٹھے۔ ان سب کو تخت کی بائیں جانب فاخرہ فرشوں پر بیٹھنے کا حکم ہوا تھا۔ امیر تلکتمور کا بیٹا اور اس کا بھائی اور امیر محمد اور اس کی اولاد خدمت کے لئے کھڑے رہے۔ پھر گھوڑوں کے گوشت وغیرہ کا کھانا لایا گیا۔ اور گھوڑی کا دودھ بھی لائے، پھر البوزہ لائے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد قاریوں نے خوش الحانی کے ساتھ قرارت کی پھر ممبر رکھا گیا۔ اس پر واعظ چڑھا ۔اس نے بلیغ خطبہ پڑھا۔ امیر، سلطان ،حاضرین سب کے لئے دعا کی خطبہ عربی زبان میں دیتا۔ پھر ترکی زبان میں اس کا مطلب بیان کر دیتا[1] تھا۔ اس اثنا میں قاری کچھ آیات نہایت دردناک لہجہ میں بار بار پڑھتے تھے۔ پھر محفل سماع منعقد ہوئی ۔عربی زبان میں گاتے تھے، یہ لوگ اسے القول[2] کہتے ہیں۔ پھر فارسی اور ترکی زبانوں میں گانا ہوا، اسے یہ الملمع کہتے ہیں، پھر دوسرا کھانا آیا ۔الغرض شام تک یہی ہوتا رہا۔ جب میں وہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ تو امیر روک لیتا تھا۔

ترکستان میں گھوڑوں کی بے پناہ کثرت، اور ان کا کاروبار

اس علاقہ میں گھوڑوں کی بہت کثرت ہے ۔ان کی قیمت بہت کم ہوتی ہے ۔نہایت اچھے گھوڑے کی قیمت پچاس یا ساٹھ دراہم سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس دینار کی قیمت ہمارے دیناروں کے مساوی یا قریب ہوتی ہے ، یہ وہی گھوڑے ہیں ۔جنہیں مصر میں الاکادیش کہتے ہیں یہی یہاں کے باشندوں کی معاش ہے ،یہاں یہ اس طرح ہیں ، جیسے ہمارے ہاں بھیڑیں ۔بلکہ

---

[1] کیا زمانہ کا انقلاب ہے ، "اتاترک" کے دور میں تو اذان تک ترکی زبان میں ہونے لگی۔ کیا اسلاف تھے۔ کیا اخلاف ،ا۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے۔

[2] جسے ہم قوالی کہتے ہیں۔

اس سے بھی زائد۔ ان بلاد میں جو ترک گھوڑوں والے ہیں۔ اُن کا اصول یہ ہے کہ جن گاڑیوں میں اُن کی عورتیں سوار ہوتی ہیں۔ اس کے ڈنڈے میں بالشت بھر نمدہ کا ٹکڑا ایک تپلی لکڑی میں جو گز بھر لمبی ہوتی ہے۔ لگا دیتے ہیں۔ ہر ہزار گھوڑوں پر ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ ان میں میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں۔ جن کی گاڑیوں میں دَس دَس ٹکڑے لگے ہیں۔ اور ایسے بھی جن کی گاڑیوں میں اس سے کم ہیں۔ یہ گھوڑے بلاد کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ ایک ایک غول میں چھ چھ ہزار اور اس سے زائد ہوتے ہیں۔ اور کم بھی۔ ہر تاجر کے سو سو اور دُو دُو سو اور اس سے کم و بیش ہوتے ہیں۔ پچاس گھوڑوں پر تاجر چرواہا مقرر کرتا ہے۔ جو ان کی نگرانی کرتا رہتا۔ اور بھیڑوں کی طرح چراتا ہے۔ اسے یہ لوگ القشی کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر سوار ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبی لکڑی ہوتی ہے۔ اور اُس میں رسی بندھی ہوئی جب چاہتا ہے کہ ان میں سے کسی گھوڑے کو اپنی سواری میں لے لے تو اس گھوڑے کو جس پر سوار ہے۔ اس کے مقابل لے آتا ہے۔ اور اُس کی گردن میں رسیّ ڈال دیتا ہے۔ اسے کھینچتا ہے۔ اور سوار ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا چرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

ترکی گھوڑے کی سندھ میں قدر و قیمت

جب سرزمین سندھ میں آتے ہیں۔ تو گھاس کھلاتے ہیں۔ چونکہ سرزمین سندھ کی نباتات جو کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بہت سے مر جاتے ہیں۔ اور چوری بھی ہو جاتے ہیں۔ سرزمین سندھ میں فی گھوڑا سات دینار چاندی کے مقام ششنقار میں محصول لئے جاتے ہیں۔ اور ان پر ملتان میں بھی جو سندھ کا پایۂ تخت[1] ہے۔ محصول لیا جاتا ہے۔ پہلے یہ دستور تھا کہ منافع میں سے چوتھائی محصول لیا جاتا تھا۔ اسے بادشاہ ہند سلطان محمد[2] نے اٹھا دیا۔ اور حکم نافذ کیا کہ مسلمان تاجروں سے زکوٰۃ لی جایا کرے۔ اور کفار تاجروں سے عشر باوجود اس کے تاجروں کو بہت نفع ہوتا ہے۔ کیونکہ جو بہت سستا گھوڑا

۱؎ گویا محمد بن قاسم سے لے کر ابن بطوطہ کے زمانے تک بلکہ لعد میں بھی عرصہ تک ملتان سندھ کا پائیہ تخت رہا ہے۔

۲؎ محمد تغلق۔

ہوتا ہے۔ وہ کبھی بلادِ ہند میں سو دینار دراہم میں فروخت ہوتا ہے۔ جس کا نرخ مغربی سونے کے حساب سے پچیس[۲۵] دینار کا ہوتا ہے۔ کبھی اس سے دوگنی قیمت پر بھی فروخت کر ڈالتے ہیں۔ اور کبھی چوگنی پر۔ اچھا گھوڑا پانچ سو دینار کے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ باشندگانِ ہند انہیں دوڑانے اور مقابلہ کی دوڑ کے لئے نہیں خریدتے کیونکہ یہ جنگوں میں زرہیں پہنتے ہیں۔ اور گھوڑوں کو بھی زرہیں پہناتے ہیں۔ بلکہ یہ گھوڑے کی قوت اور اس کی چال کی وسعت کو مدِنظر رکھتے ہیں۔ جو گھوڑے مقابلہ کی دوڑ کے لئے لیتے ہیں، وہ یمن عمان اور فارس سے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک گھوڑا ہزار ہزار دینار سے لے کر چار ہزار دینار تک خریدا جاتا ہے۔ جب امیر تلکتمور یہاں سے چلا گیا تو میں تین دن اور مقیم رہا۔ یہاں تک کہ الامیر محمد خواجہ نے میرا تمام سامانِ سفر درست کر دیا۔ پھر میں روانہ ہو کر شہر الماجر میں وارد ہوا۔ یہ شہر بڑا اور ترکوں کے نایاب ترین شہروں میں سے نہر کبیر پر واقع ہے۔ یہاں باغات اور پھل بکثرت ہیں۔ ہم یہاں شیخ صالح عابد المعمر محمد البطائحی کے زاویہ میں اترے۔ یہ الشیخ احمد الرفاعی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ اس خانقاہ میں تقریباً ستر فقرا باشندگانِ عرب، فارس، ترک اور روم تھے۔ بعض کے ان میں سے بال بچے تھے۔ اور بعض مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

ایک ہم وطن یہودی سے ملاقات اور بات چیت

اس شہر کے گذری بازار میں مَیں نے ایک یہودی کو دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ اور زبان عربی میں بات چیت کی۔ میں نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو، اس نے بتلایا کہ اندلس کا رہنے والا ہوں، اور وہاں سے خشکی کے راستہ آیا ہوں۔ بحری سفر بالکل نہیں کیا۔ اور قسطنطنیۂ عظمیٰ بلادِ روم، بلادِ چرکس کے راستے سے آیا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے اندلس سے نکلے ہوئے چار مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے۔!

ترکوں کی نظر میں عورتوں کی عظمت و وقعت

ترک خواتین کی شان شکوہ اور دبدبہ و طنطنہ کی داستان

یہاں کے باشندے عورتوں کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہاں کی عورتیں بہ نسبت مردوں کے زیادہ شان والی ہیں۔ امراء کی عورتوں میں سے جسے میں نے پہلے دیکھا وہ امیر سلطیہ کی بیوی خاتون تھی جو اپنی ذاتی گاڑی میں سوار تھی۔ اس پر نہایت عمدہ نیلگوں پوشش پڑی ہوئی تھی۔ نشست کی کھڑکیاں اور دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے چار جوان حسین چھوکریاں نادر لباس سے ملبوس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور پیچھے تمام گاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ ان میں بھی چھوکریاں سوار تھیں۔ جب امیر کا مکان آیا تو اپنی گاڑی سے زمین پر اتر پڑیں۔ اور چھوکریاں بھی اتریں۔ یہ سب اپنے دامن سمیٹے ہوئے تھیں۔ ان کے کپڑوں میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہر چھوکری اپنی گھنڈی پکڑے ہوئی تھی اور ہر طرف سے زمین سے اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھی۔ یہ سب بڑے ناز و انداز سے اٹھلا اٹھلا کر چل رہی تھیں۔ جب وہ امیر کے پاس پہنچی تو کھڑا ہو گیا۔ اسے سلام کیا۔ اور اپنے ایک جانب بٹھا لیا۔ اور اس کی تمام چھوکریاں حلقہ بند ہو گئیں۔ پھر قمر۔ یا گھوڑے کے دودھ کے کوزے آئے اُس خاتون نے اس میں سے ایک پیالے میں ڈالا اور امیر کے سامنے دوزانو بیٹھ کر پیالہ پیش کیا۔ اس نے پی لیا۔ پھر امیر کے بھائی کو پلایا۔ پھر امیر نے خاتون کو پلایا۔ کھانا آیا۔ میں نے امیر کے ساتھ کھایا۔ پھر میں چلا آیا۔ امراء کی عورتوں کی اسی طرح ترتیب ہے۔ بادشاہ کی عورتوں کا ہم عنقریب اس کے بعد ہی ذکر کریں گے۔ دوکانداروں اور بازاریوں کی عورتوں کو میں نے دیکھا۔ ان میں سے بھی ایک گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور گھوڑے اُسے کھینچتے تھے۔

اور اس کے سامنے بھی تین یا چار چھوکریاں تھیں۔ جو اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھیں۔ اور اس کے سر پر البغطاق رکھا ہوتا ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی ٹوپی جواہرات سے مرصع کار ہوتی ہے۔ اُس کے اوپر مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔ گاڑی کے پٹ کھلے ہوتے ہیں۔ اور وہ منہ کھولے ہوئے بیٹھی ہوتی ہے۔ کیونکہ ترکوں کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ بعض اسی ترتیب سے آتی ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے غلام بھیڑیاں اور دودھ لئے ہوتے ہیں۔ اکثر عورتوں کے ساتھ ان کے شوہر بھی ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے۔ یہ کوئی خادم ہے۔ اس کے جسم پر سوا بھیڑ کی کھال کے ایک جبہ کے اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا۔ اور سر پر مناسب ٹوپی ہوتی ہے۔ جسے یہ الکلا[1] کہتے ہیں۔

---

[1] یعنی کلاہ۔

اردوئے شاہی

سلطان المعظم محمد ازبک خان کا دربار دُربار

آداب شاہی، رسوم سلطانی، آئین خسروی، آداب حیات۔

ہم شہر الماجر سے بقصد معسکر[1] سلطان روانہ ہوئے اس کی الماجر سے چار دن کی مسافت تھی۔ ایک مقام میں واقع تھا۔ جسے بش دغ کہتے ہیں۔ بش ان کی زبان میں پانچ کو کہتے ہیں۔ اور دَغ کے معنی پہاڑ ہیں۔ اس پنجکوہ میں پانی کا ایک چشمہ ہے جس میں ترک نہاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو اس میں نہاتا ہے۔ اسے کبھی کوئی بیماری یا مرض نہیں ہوتا۔ ہم نے اس مقام سے محلہ سلطانی کی طرف کوچ کیا۔ رمضان کی پہلی کو پہنچے دیکھا کہ محلہ کوچ کر چکا ہے۔ اس لئے ہم اسی مقام پر پھر واپس چلے آئے۔ جہاں سے کوچ کیا تھا۔ اس لئے کہ محلہ یا لشکر اسی مقام کے قریب پڑاؤ کرنے والا تھا۔ میں نے وہیں ٹیلہ پر اپنا خیمہ گاڑ دیا۔ اور خیمہ کے سامنے اپنا جھنڈا لگا دیا۔ اور گھوڑے اور گاڑیاں اس کے پیچھے کردیں۔ اور محلہ یا لشکر آیا۔ یہ لوگ اسے اُرْدو[2] کہتے ہیں۔ یہ مجھے ایک بہت بڑا شہر سا نظر آیا جس میں لوگ چل رہے ہیں اُس میں مسجدیں بھی ہیں۔ اور بازار بھی۔ باورچی خانوں کے دھوئیں ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ یہ کوچ کی حالت میں پکاتے رہتے ہیں۔ اور گاڑیوں کو ان میں جوتے ہوئے کھینچتے رہتے ہیں۔ جب منزل پر پہنچتے ہیں۔ تو خیمے گاڑیوں سے اتار کر زمین پر لگاتے ہیں۔ سفر کی وجہ سے یہ ہلکے بنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسجدیں اور دکانیں بھی بناتے ہیں۔ ہمارے قریب خواتین سلطان کا گزر ہوا۔ ہر خاتون اپنے آدمیوں کے ساتھ علیحدہ تھی۔ جب ان میں سے چوتھی خاتون گذری یہ امیر عیسیٰ بک کی لڑکی

---

[1] یعنی چھاؤنی۔

[2] یہ لفظ لشکر کے معنی میں تاتاری (مغل) شہنشاہ ہندوستان لائے، جہاں ایک نئی زبان لشکریوں کے میل جول سے عالم وجود میں آئی۔ جو اب تک "اردو" کے نام سے موسوم ہے۔

تھی۔ جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ تو اُس نے ٹیلہ کے اوپر اور اُس کے سامنے جھنڈا دیکھا۔ جو وارد کی علامت ہے۔ چھوکرے اور چھوکریاں بھیجیں۔ انہوں نے آکر ہمیں سلام کیا۔ اور مجھے اپنی مالکہ کا سلام پہنچایا وہ ٹھہری ہوئی۔ ان کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اس کی خدمت میں اپنے بعض ساتھیوں اور الامیر تلکتمور کے معرف کے ساتھ ہدیہ بھیجا اُس نے اُسے تبرکاً بوسہ دیا۔ اور حکم دیا کہ میں اس کے جوار میں اتروں اور چل دی سلطان آیا۔ اور اپنے محلہ میں علیحدہ اترا،

عظیم المملکت اور شدید القوت سلطان اور اس کی خواتین

اس کا نام محمد اوزبک ہے۔ ان کی زبان میں خان کے معنی سلطان کے ہیں۔ یہ سلطان عظیم المملکت، شدید القوت، کبیر الشان اور رفیع المکان ہے۔ باشندگان قسطنطنیۂ عظمی[1] جو خدا کے دشمن ہیں ان کے حق میں بڑا قاہر۔ اور ان کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے ہر وقت تیار۔ اس کے بلاد نہایت وسیع اور شہر بہت بڑے ہیں۔ ان میں سے الکفا، القرم، الماجر، ازاق، سرداق (سرداق) خوارزم[2]۔ اس کا پایۂ تخت اور دارالسلطنت ہے، اُن سات بادشاہوں میں جو دنیا کے بڑے اور عظیم الشان بادشاہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک ہمارے آقا امیر المومنین ارضی خداوندی ظل اللہ اس فتحیاب گروہ کے امام جو ہمیشہ قیام قیامت تک حق پر ظاہر رہنے والے ہیں۔ اللہ ان کا حامی و عقدہ میں مددگار رہے اور فتح سے ان کی عزت بڑھائے، دوسرا سلطان مصر والشام تیسرا السلطان العراقین چوتھا یہ سلطان اوزبک۔ پانچواں سلطان بلاد ترکستان اور ماوراء النہر۔ چھٹا ہند۔ ساتواں سلطان الصین[3] (چین) یہ سلطان جب سفر کرتا ہے تو مع اپنے غلاموں اور ارباب دولت کے علیحدہ سفر کرتا ہے، اور اس کی خاتونوں میں ہر خاتون اپنے محلہ میں علیحدہ ہوتی ہے، جب کسی کے پاس رہنے کا ارادہ کرتا ہے،

---

[1] اس وقت تک قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا تھا۔ ترک صرف ایشیائے تک محدود تھے۔ لیکن اسے فتح کر لینے کی آرزو ان کے دل میں تڑپ رہی تھی۔

[2] یہ علاقہ اب روس کے قبضے میں ہے، اور اس کی نئی نسلیں اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہیں، کبھی یہی علاقہ حدیث و تفسیر، فقہ و کلام اور رشد و ہدایت کا مرکز تھا۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے؟

[3] دہ چینی ترکستان کا وسیع و عریض علاقہ مراد ہے، جس پر ماؤزے تنگ کی اشتراکی حکومت قابض ہے، یہ علاقہ بھی علوم اسلامیہ کا گہوارہ تھا۔

تو اطلاع دیتا ہے، وہ اُس کے لئے آمادہ و مستعد رہتی ہے، اس کے انداز نشست، سفر اور دیگر امور میں عجیب و بدیع ہیں۔

سلطان کا معمول ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے بعد ایک قبہ میں بیٹھتا ہے، جسے قبۃ الذہب کہتے ہیں۔ اس کی نہایت نادر زینت ہوتی ہے۔ یہ لکڑی کے تختوں کا بنا ہوتا ہے۔ جس پر سونے کے پتر منڈھے ہوتے ہیں۔ اس کے درمیان میں لکڑی کے تختوں کا ایک تخت ہوتا ہے۔ اس پر چاندی کے پتر سنہرے ملمع کے منڈھے ہوتے ہیں۔ اس کے پائے خالص چاندی کے ہوتے ہیں اور ان کے سر جواہرات سے مرصع ہوتے ہیں۔ سلطان تخت پر بیٹھ جاتا ہے، اس کی داہنی جانب خاتون طیطغلی ہوتی ہے، پھر اس کے بعد خاتون کبک اور بائیں جانب خاتون بیلون، اور پھر خاتون اردجی تخت سے نیچے داہنی طرف سلطان کا بیٹا تین بک۔ اور بائیں جانب دوسرا بیٹا جان بک اور سلطان کے سامنے اس کی بیٹی ایت کجک بیٹھی ہے، جب ان میں سے کوئی آتی ہے، تو سلطان کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے سہارا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تخت پر چڑھ آتی ہے۔ لیکن طیطغلی کہ وہی ملکہ سب میں زیادہ محبوب ہے، اس کا استقبال باب القبہ تک کرتا ہے، اسے سلام کرتا ہے، اور دست گیری کر کے تخت پر چڑھاتا ہے۔ جب تخت پر چڑھ کر بیٹھ بیتی ہے، تب یہ بیٹھتا ہے۔ یہ سب بلا پردہ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہوتا رہتا ہے، اس کے بعد کبار امراء آتے ہیں، ان کے لئے داہنی اور بائیں طرف کرسیاں ڈالی جاتی ہیں۔ ان میں سے جب کوئی شخص سلطان کی مجلس میں آتا ہے، تو اس کے ساتھ اس کا غلام کرسی لئے آتا ہے۔ سلطان کے سامنے تمام شاہزادے اس کے بنی عم، بھائی اور اقارب ٹھہرتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں باب القبۃ کے قریب امرائے کبار کی اولادیں۔ اور ان کے پیچھے داہنی اور بائیں سرداران لشکر، پھر تین تین آدمی علی قدر مراتب سلام کے لئے داخل ہوتے ہیں۔ یہ سلام کر کے پھر جاتے ہیں، اور فاصلہ پر بیٹھتے ہیں۔

نماز عصر کے بعد خواتین میں سے ملکہ واپس ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد سب واپس چلی جاتی ہیں۔ اور سب محلہ تک اسے پہنچانے جاتی ہیں۔ جب ملکہ اپنے محلہ یا لشکر میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو ہر ایک اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر واپس آجاتی ہے، ہر ایک کے ساتھ تقریباً پچاس چھوکریاں گھوڑوں پر سوار ہوتی ہیں۔ اور گاڑی کے آگے آگے تقریباً بیس عورتیں گھوڑوں

---

[1] دنیا کے عظیم و جلیل بادشاہ سب کے سب مسلمان ہی تھے؟ یہ حقیقت آج کیسی ناقابل یقین نظر آتی ہے۔

پر سوار سپاہیوں اور گاڑی کے مابین ہوتی ہیں۔ اور سب کے بعد تقریباً سو نوجوان غلام ہوتے ہیں۔ اور سپاہیوں کے آگے تقریباً سو بڑے غلام سوار۔ اور اتنے ہی پیادے اپنی کمروں میں تلواریں اور چھرے لگائے ہوئے، یہ سواروں اور سپاہیوں کے مابین ہوتا ہے، ان میں سے ہر خاتون کے واپس ہونے اور آنے کے وقت یہی ترتیب ہے۔

میرا مقام محلہ میں سلطان جان بک کے لڑکے کے ہمسایہ میں ہوا تھا۔ اپنے پہنچنے کے دوسرے دن بعد نماز عصر سلطان کے پاس گیا۔ اس وقت وہاں مشائخ۔ قضاۃ۔ فقہا۔ شرفا۔ اور فقراء جمع تھے۔ اور بہت زیادہ کھانا تیار کرایا گیا تھا۔ میں نے اسی کے حضور میں روزہ افطار کیا۔ اور سید الشرف نقیب الشرفا ابن عبد الحمید اور قاضی حمزہ نے میرے متعلق حضور سلطانی میں کلمات خیر کہے۔ اور سلطان کو میرے اکرام کے متعلق اشارہ کیا۔ یہ ترک نہ آنے والے کا اتارنا بار جانتے ہیں۔ اور نہ خرچ کا اجرا۔ اس کے لئے بھیڑ یاں اور ذبح کرنے کے لئے گھوڑے، اور گھوڑی کے دودھ کے کوزے بھیجتے ہیں۔ یہی ان کی بڑی سخاوت ہے، اس کے چند دن بعد میں نے عصر کی نماز سلطان کے ساتھ پڑھی جب رخصت ہونے لگا تو اس نے مجھ سے بیٹھنے کے لئے کہا، کچھ مشروبات لائے گئے۔ جیسے الدوقی سے بناتے ہیں۔ پھر بھیڑ اور گھوڑے کا گوشت آیا جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔

خاندان شاہی کی خواتین کی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے نظارے

ان میں سے ہر خاتون گاڑی میں سوار ہوتی ہے، اور جس حصہ میں بیٹھتی ہے، وہ یا تو چاندی کا قبہ ہوتا ہے، جس پر سونے کا ملمع ہوتا ہے، یا لکڑی کا مرصع کار ہوتا ہے، جو گھوڑا اس کی گاڑی کھینچتا ہے، اس پر ریشم کی زریں جھول پڑی ہوتی ہے، گاڑی کا ملازم کسی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوتا ہے، یہ ایک جوان شخص ہوتا ہے۔ اسے القتشی کہتے ہیں۔ الخاتون اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوتی ہے، اس کے داہنی طرف ایک اگوا عورت بیٹھی ہوتی ہے، اسے اولو خاتون کہتے ہیں، اس کے معنی وزیرہ کے ہوتے ہیں۔ اور بائیں جانب ایک اور اگوا عورت ہوتی ہے۔ اسے لجک خاتون کہتے ہیں، اس کے معنی حاجبہ کے ہیں۔ اس کے سامنے چھ کم عمر چھوکریاں ہوتی ہیں۔ ان کو نبات کہتے ہیں۔ یہ نہایت جمیلہ اور انتہائی باکمال ہوتی ہیں۔ اس کے پیچھے دو چھوکریاں اور ہوتی ہیں۔ جن پر خاتون تکیہ لگائے ہوتی ہے۔ خاتون کے سر پر البغطاق (ٹوپی) ہوتا ہے، یہ چھوٹے تاج کی طرح ہوتا ہے جس میں جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ اور اس کے اوپر موروں کے پر ہوتے ہیں، اس کے جسم پر

ریشمی کپڑے ہوتے ہیں۔ جن پر جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ اور المنوت کے مشابہ چوردمیوں کی پوشش ہے وزیرہ اور حاجبہ کے سر پر ریشم کا مقنع ہوتا ہے۔ جس کے حاشیوں پر سونے کی زرکشی کا کام ہوتا ہے، اور جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ دنبات میں سے ہر ایک کے سر پر کلاہ ہوتی ہے، سونے کے دائرے کے اوپر کی جانب جواہرات سے مرصع کاری ہوتی ہے، اور اس کے اوپر مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔ ہر ایک ریشم کے زرکار کپڑے پہنے ہوتی ہے جسے نخ کہتے ہیں، خاتون کے سامنے دس پندرہ رومی یا ہندی نوجوان رہتے ہیں۔ یہ بھی ریشم کے زرکار اور جواہرات سے مرصع کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سونے یا چاندی کا عصا رہتا ہے، یا لکڑی کا ہوتا ہے، اس پر اُن میں سے کسی کے پتر چڑھے ہوتے ہیں۔ خاتون کی گاڑی کے پیچھے تقریباً سو گاڑیاں اور ہوتی ہیں۔ ہر گاڑی میں تین یا چار بڑی اور چھوٹی چھوکریاں سوار ہوتی ہیں۔ ان کے کپڑے ریشم کے ہوتے ہیں۔ اور سروں پر کلاہ۔ ان گاڑیوں کے پیچھے تقریباً تین سو گاڑیاں اور ہوتی ہیں۔ انہیں اونٹ اور بیل کھینچتے ہیں۔ ان پر خاتون کا خزانہ مال، ملبوسات، سامان اور کھانا بار ہوتا ہے۔ ہر گاڑی کے ساتھ ایک غلام ہوتا ہے، یہ اُن چھوکریوں میں سے کسی چھوکری کا شوہر ہوتا ہے، جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی عادت ہے چھوکریوں کے درمیان غلاموں میں سے کوئی نہیں داخل ہونے پاتا۔ جب تک کہ اُن میں سے اس کی کوئی بیوی نہ ہو۔ تمام خواتین کی ترتیب یہی ہوتی ہے۔

خاتونِ کبریٰ

سُلطان المعظّم کی مَلکہ مُعظمہ، طیطغلی خاتون کا خدم وحشم

سلطان المعظم کی اولاد اور باقی تین بیویوں کے حالات و صفات

خاتون کبریٰ یعنی بڑی خاتون یہی ملکہ ہے، اس کے بطن سے سلطان کے دو بیٹے ہیں، جان بک اور تین بک ہم ان دونوں کا عنقریب ذکر کریں گے۔ یہ اس کی بیٹی ایت کجک کی ماں نہیں ہے، وہ مرچکی ہے اس خاتون کا نام طیطغلی ہے، سلطان اس عورت کو بہت محبوب رکھتا ہے، اور اکثر اس کے پاس شب باش رہتا ہے، چونکہ سلطان اس کی بہت تعظیم کرتا ہے اسلئے لوگ بھی تعظیم مدِنظر رکھتے ہیں۔ ورنہ خواتین میں یہ سب سے زیادہ بخیل ہے، مجھ سے ایک معتمد شخص نے جو اس ملکہ کے حالات سے واقف تھا۔ بیان کیا کہ سلطان اسے اس خاصیت کی بنا پر محبوب رکھتا ہے۔ جو اس میں ہے، وہ یہ ہے کہ ہر شب کو اس طرح ملتی ہے، گویا باکرہ ہو۔ اور اس کے سوا مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ یہ اُس خاندان سے ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسی کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام سے ملک جاتا رہا۔ پھر جب آپ نے دوبارہ حکومت حاصل کی تو فرمان نافذ کیا۔ کہ اسے ایسے دشت ہولناک میں رکھا جائے جہاں آدم ہو نہ آدم زاد چنانچہ وہ دشت قفچاق میں رکھی گئی، اس کا رحم گول حلقہ کی وضع پر تھا۔ اور اسی طرح ان تمام عورتوں کا ہے جو اس عورت کی نسل سے ہیں۔ نہ میں نے صحرائے قفچاق میں اور نہ کہیں اور دیکھا یا خبر ملی کہ اس نے ایسی کوئی عورت دیکھی ہو، ہاں مجھے بعض باشندگان چین نے بتایا ہے کہ وہاں عورتوں کی ایک ایسی قسم ہے۔ لیکن نہ اس طرح کی کر میرے ہاتھ کوئی آئی کہ مجھے اس کی کوئی حقیقت معلوم ہوتی۔

جس دن میں سلطان سے ملا ہوں۔ اس کے دوسرے دن اس خاتون کے پاس گیا۔ یہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور دس عورتیں اس کے اطراف میں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں کہ گویا اس کی خادمہ ہوں، اور اس کے سامنے تقریباً پچاس کم عمر چھوکریاں تھیں۔ جنہیں نبات کہتے ہیں، اور ان کے سامنے سونے اور چاندی کی کشتیاں حب الملوک سے بھری رکھی تھیں۔ جسے وہ چن رہی تھیں۔ خاتون کے سامنے ایک سونے کی سینی اسی سے بھری رکھی۔ وہ بھی چن رہی تھی، ہم نے اسے سلام کیا۔ ہمارے ساتھیوں میں ایک قاری بھی تھا۔ جو مصری طریقہ پر نہایت خوش الحانی سے قرأت کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے چند آیات سنائیں، پھر اس نے حکم دیا کہ گھوڑی کا دودھ لایا جائے۔ جو لی پیالیوں میں جو نہایت عمدہ اور سبک بنے ہوئے تھے لایا گیا۔ اس نے ایک پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ایک مجھے دیا۔ یہ بے انتہا آؤ بھگت کی علامت ہے اس سے پہلے میں نے کبھی گھوڑی کا دودھ نہیں پیا تھا۔ لیکن وہاں سوا قبول کرنے کے اور کوئی چارہ ممکن نہ تھا۔ میں نے اسے چکھ کر دیکھا تو کچھ اچھا نہ معلوم ہوا۔

سلطان المعظم کی دوسری بیوی کبک خاتون کے صفات و حسنات

اس کا نام کبک خاتون ہے ترکی زبان میں اس کے معنی النخالنہ (بھوسی) کے ہیں۔ یہ امیر نغلی کی بیٹی ہے، اس کا باپ زندہ ہے۔ لیکن نقرس کے مرض میں مبتلا ہے۔ میں نے اسے بھی دیکھا ہے، ملکہ کے پاس جانے کے دوسرے دن ہم اس خاتون کے پاس گئے، دیکھا کہ ایک مسند پر بیٹھی ہوئی قرآن کریم کی تلاوت کر رہی ہے۔ اور سامنے قریباً بیس عورتیں کھڑی ہیں۔ اور تقریباً بیس بنات ہیں سے کپڑا کاڑھ رہی ہیں۔ ہم نے سلام کیا، اس نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ اور بات چیت کی، ہمارے قاری نے قرآن سنایا، اس نے تحسین کی۔ اور حکم دیا کہ گھوڑی کا دودھ لایا جائے۔ جب لایا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے ایک پیالہ اسی طرح پیش کیا۔ جس طرح ملکہ نے پیش کیا تھا۔

سلطان المعظم کی تیسری بیوی بیلون: ایک عیسائی خاتون شہنشاہ قسطنطنیہ کی بیٹی

اس کا نام بیلون ہے یہ شاہ قسطنطنیہ عظمیٰ سلطان تکفور کی بیٹی ہے، ہم اس کے حضور میں حاضر ہوئے، ایک مرصع تخت پر بیٹھی تھی۔ جس کے پائے چاندی کے تھے اور اس کے سامنے تقریباً سو رومی، ترکی اور نوبیہ کی چھوکریاں تھیں۔ کچھ کھڑی تھیں، کچھ بیٹھی تھی، ان کے پیچھے سپاہی اور سامنے رومی لوگوں میں سے حجاب، اس نے ہمارے حالات اور ہمارے آنے کی کیفیت اور ہمارے دوستوں اور وطن کے متعلق دریافت کیا ہماری داستان

ن کر رونے لگی، اور رومال سے اپنا منہ پونچھا۔ اور اس پر بہت رقت اور شفقت طاری ہوئی کھانے کیلئے حکم کیا۔ حاضر کیا گیا۔ ہم نے اسی کے سامنے تناول کیا۔ وہ ہماری طرف دیکھتی تھی۔ جب ہم نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ تو کہا آنا جانا بند مت کر دیجئے گا۔ برابر آیا جایا کیجئے۔ اور اپنی ضروریات مجھ سے بیان کیجئے، ہمارے ساتھ نہایت اعلیٰ اخلاق کا برتاؤ کیا۔ اور ہمارے پیچھے پیچھے بہت کھانا، بہت سی روٹیاں کھی، بھیڑ بکریں دراہم، اچھا لباس، تین عمدہ گھوڑے اور دس معمولی گھوڑے روانہ کئے، اس خاتون کے ساتھ میں نے قسطنطینیہ عظمیٰ تک سفر بھی کیا۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

سلطان المعظم کی چوتھی بیوی، اُرْدُجا کے واقعات و حالات

اس کا نام اُردجا ہے۔ اردو ان کی زبان میں محلہ یا لشکر کے معنی میں ہوتا ہے، چونکہ اس کی پیدائش لشکر یا اردو میں ہوئی تھی، اس لئے اس نام سے موسوم ہوئی، یہ کبیر عیسیٰ بک امیر الالوس کی لڑکی ہے، اس کے معنی امیر الامراء کے ہیں، اس کی شادی سلطان کی بیٹی ایت کجک سے ہوئی ہے، یہ خاتون تمام خواتین میں افضل سب میں نہایت مہربان اور شفیقہ ہے۔ یہ وہی خاتون ہے جس نے میرا خیمہ اپنے لشکر کے گذرتے وقت ٹیلہ پر دیکھا تھا۔ الغرض ہم اس کے پاس گئے، اور اس کے حسن و جمال حسن خلق اور کریم النفسی کا مشاہدہ کیا۔ اس نے کھانا منگوایا ہم نے اسی کے سامنے کھایا۔ پھر گھوڑی کا دودھ لایا گیا۔ ہمارے حالات دریافت کئے، وہ ہم نے بتائے، ہم اسکی بہن کے پاس بھی گئے، جو میر عٰی بن لرزق کی بیوی تھی۔

سلطان المعظم کی لڑکی شہزادی کجک خاتون کے خیرات و حسنات

اس کا نام ایت کجک ہے، ہم شہزادی کے پاس گئے۔ یہ ایک علیحدہ لشکر میں رہتی تھی۔ جو اس کے والد کے لشکر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے، اس نے حکم دیا کہ فقہا۔ قضاۃ، سید الشریف ابن عبد الحمید طلبہ کی جماعت مشائخ اور فقراء حاضر کئے جائیں۔ اور اس کا شوہر میر عیسیٰ بھی آیا یہ وہ شخص ہے، جس کی بیٹی سلطان کی زوجہ ہے، اس کے ساتھ ایک ہی ... س پر بیٹھا۔ چونکہ یہ مرض النقرس میں مبتلا تھا۔ اس لئے نہ اسے اپنے پیروں پر قابو تھا۔ اور نہ گھوڑے پر سوار ہوا کرتا تھا ... جب سلطان کے پاس جانیکا ارادہ کرتا تھا۔ تو اس کے خادم اسے اتارتے تھے، اور اٹھا کر مجلس سلطا... جاتے تھے، اس صورت میں نے الامیر تغطی کو بھی دیکھا۔ یہ دوسری خاتون کا والد ہے، نزکوں ... یاری بہت پھیلی ہوئی ہے، اس خاتون نے میرے ساتھ بہت احسان اور فضل کیا۔ اللہ بزرگ اسے جزائے خیر دے۔

سلطان المعظم کا ولی عہد، اور دوسرا شہزادہ جان بک

یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، اور ان دونوں کی ماں بھی ملکہ طیطغلی ہے، ان دونوں میں بڑے صاحبزادے کا نام تین بک ہے۔ اور اس کے بھائی کا نام جان بک ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کا جدا جدا لشکر ہے، تین نہایت خوبصورت ہے، یہی ولی عہد ہے، اس کی عظمت و شرف بھی باپ کی نظر میں بہت زیادہ تھی۔ لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کیونکہ جب باپ مرگیا۔ تو تھوڑے ہی دنوں والی مملکت رہا۔ پھر ان امور قبیحہ کے باعث جن کا یہ عادی ہوگیا تھا۔ قتل کر دیا گیا۔ اور اس کا بھائی جان بک والی حکومت ہوا۔ یہ اس سے اچھا، اور افضل تھا۔ شریف ابن عبد الحمید وہی شخص ہے، جس کے سپرد جان بک کی تربیت تھی۔

یلغار[۱] میں میری آمد

اتنی چھوٹی رات کہ تھوڑی دیر میں مغرب، عشا، اور فجر کا وقت گذر گیا

شہر بلغار یہ کا چرچا عرصہ سے میرے کانوں میں پڑ رہا تھا۔ سوچا کیوں نہ ایک نظر اسے بھی دیکھ لوں ؟ اور اس کا چھوٹی رات اور انتہائی چھوٹے دن کی جو حکایتیں سنتی ہیں، ان میں کہاں تک صداقت ہے؟ معلوم کروں۔

بلغار سے اور لشکر سلطان کے مابین دس منزل کی مسافت تھی۔ میں نے استدعا کی کہ مجھے وہاں تک پہنچانے کے لئے کوئی شخص مل جائے، چنانچہ میری ہمرکابی میں ایک شخص بھیجا گیا۔ جو مجھے وہاں تک واپس لے آیا۔ میں وہاں رمضان میں پہنچا تھا جب ہم نے نماز مغرب پڑھی تو افطار کیا۔ ابھی افطار کرنے ہی میں مشغول تھے کہ عشاء کے لئے اذان کہی گئی، چنانچہ نماز عشا میں شرکت کی۔ نماز تراویح۔ شفع اور وتر پڑھے، اس کے بعد ہی فجر کا وقت طلوع ہو گیا۔ اس طرح جب دن کے چھوٹے ہونے کا زمانہ آتا ہے، تو دن بھی اتنا ہی چھوٹا ہو جاتا ہے، ہمارا یہاں تین دن قیام رہا۔؟

---

۱ سائبیریا کا سرد ترین شہر۔

ارضِ ظلمت
یعنی
برفستان کا ذکر

پرہول داستان، قاقم، سنجاب اور سمور کے کاروبار کا طریقہ

یلغار سے میں نے ارض ظلمت میں جانے فیصلہ کر لیا، یلغار، اور ارض ظلمت کے مابین چالیس شب وروز کی مسافت ہے، چونکہ اس سفر میں بہت دشواریوں کا سامنا تھا۔ اس لئے میں نے ارادہ فسخ کر دیا۔ وہاں صرف چھوٹی گاڑیوں میں جا سکتے ہیں، جنہیں کتے کھینچتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام میدان میں برف جمار رہتا ہے، نہ اس پر آدمی کا قدم جمتا ہے، اور نہ چوپائے کی ٹانگیں کتے کے چونکہ ناخن ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ برف میں گڑو لیتے ہیں صرف مالدار یا تاجر لوگ اس سرزمین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جن کے ایک فرد کے پاس سو گاڑیاں یا اس کے قریب ہوں۔ جن پر خوردنی۔ نوشیدنی اور سوختنی لکڑیاں لدی ہوئی ہوں۔ کیونکہ نہ یہاں کوئی درخت ہے، نہ پہاڑ، اور نہ ڈھیلے، اس سرزمین کا راہبر وہی کتا ہوتا ہے، جو کئی مرتبہ آچکا ہوتا ہے، اس کی قیمت تقریباً ہزار دینار تک ہوتی ہے، گاڑی اس کی گردن میں لگادی جاتی ہے، اور تین کتے اس کے پیچھے پیچھے رہتے ہیں جب یہ ٹھہر جاتا ہے، تو سب ٹھہر جاتے ہیں۔ اس کتے کو اس کا مالک نہ مارتا ہے، اور نہ جھڑکتا ہے، جب کھانا آتا ہے، تو آدمیوں سے پہلے کتوں کو کھلاتے ہیں۔ ورنہ کتے ناراض ہو جاتے ہیں۔ بھاگ جاتے ہیں، اور اپنے آقا کو برباد ہونے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں جب اس برفستان میں مسافروں کو چالیس منزلیں پوری ہو جاتی ہیں۔ تو یہ ارض ظلمت کے پاس اتر پڑتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک شخص جو کچھ بھی اس کے پاس پونجی ہوتی ہے یہیں چھوڑ دیتا ہے، اور سب اپنی معمولی منزل پر واپس آجاتے ہے، جب دوسرا دن ہوتا ہے تو جہاں پونجی رکھی تھی۔ اس کی تلاش میں واپس جاتے ہیں، اس کے برابر سمور سنجاب اور قاقم رکھا ہوا پاتے ہیں، اگر پونجی والا شخص اپنے مال کے مقابلہ میں جو کچھ اس نے پایا ہے، راضی ہو گیا تو اسے لے لیتا ہے، اور اگر نہیں

راضی ہوا ہے تو چھوڑ دیتا ہے، اس پر اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح ان کی فروخت و خرید بھی ہوتی ہے جو لوگ وہاں جاتے ہیں، ان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان سے کون خرید و فروخت کرتا ہے، آیا جن میں سے یا انس میں سے اور نہ انہیں کوئی نظر ہی آتا ہے۔

قاقم کا لبادہ بہترین اقسام میں سے ہے بلاد ہند میں ایک لبادہ کی قیمت ہزار دینار ہوتی ہے، جس کی ہمارے سونے کی ڈھائی سو کے قریب قیمت ہے، یہ نہایت سفید رنگ کا ایک چھوٹے حیوان کا چمڑا ہوتا ہے جو لمبان میں ایک بالشت۔ اس کی دم لمبی ہوتی ہے اسے لبادہ پر اپنی حالت ہی میں چھوڑے رکھتے ہیں۔

سمور اس سے کم قیمت ہے ان کھالوں کی خاصیت ہے کہ ان میں کیڑا نہیں لگتا۔ چین کے امراء اور وہاں کے بڑے لوگ اس میں سے ایک چمڑا اپنے لبادوں میں گردنوں کے پاس لگاتے ہیں۔ اور اسی طرح فارس اور عراقین کے تاجر لوگ۔ میں شہر بلغار سے مع اس امیر کے واپس ہوا جسے سلطان نے میرے ساتھ بھیجا تھا، میں نے لشکر سلطان کو اسی مشہور مقام بش درخ میں پایا، یہ رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی، میں نے اس کے ساتھ عید کا دوگانہ پڑھا۔ عید جس دن ہوئی جمعہ کا دن تھا۔

ترکوں کا جشن عید

نماز جمعہ کیلئے سلطان کی سواری، ترکوں کے عوائد و رسوم

عید کے دن صبح صبح سلطان اپنے لشکر گروں کے ساتھ جلوس میں سوار ہو کر نکلا، ہر خاتون اپنی گاڑی میں سوار تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کا دستہ فوج بھی تھا۔ سلطان کی لڑکی یعنی شہزادی بھی شریک جلوس تھی سر پہ تاج رکھا ہوا تھا، درحقیقت ملکہ یہی ہے کیونکہ اپنی ماں کی طرف سے یہ اعزاز اسے وراثت میں ملا ہے،

سلطان کی اولاد میں سے ہر ایک کی سواری اپنے دستہ فوج کے ساتھ چل رہی تھی، قاضی القضاۃ، فقہا اور مشائخ بھی ساتھ تھے، فقہا کی سواری ولی عہد سلطنت شہزادہ تین بک کیساتھ تھی، ان کے ساتھ طبل بوق اور نقارے بھی بجتے جا رہے تھے۔

قاضی شہاب الدین نے فریضہ امامت انجام دیا، اور موقع کی مناسبت سے بڑا اچھا خطبہ دیا۔

پھر سلطان سوار ہوا۔ اور برج خشب تک پہنچا۔ یہ لوگ اسے الکشک[1] کہتے ہیں۔ اس میں بیٹھا ساتھ اس کی خواتین بھی تھیں۔ ایک دوسرا برج نصب کیا گیا۔ اس میں ولی عہد بیٹھا، اور اس کی صاحبۃ التاج اور انہیں کے قریب دو برج داہنے اور بائیں اور نصب تھے، ان میں سلطان کے دوسرے بیٹے اور اس کے رشتہ دار تھے۔ امیر اور ابناء ملوک کے لئے کرسیاں نصب کی گئی تھیں۔ یہ لوگ کرسی کو صندلی کہتے ہیں۔ یہ برج کے داہنی اور بائیں جانب تھیں۔ ہر شخص اپنی کرسی پر بیٹھا۔ پھر تیر اندازی کے لئے طبل نصب کئے گئے، ہر امیر طومان کے لئے ایک مخصوص طبل تھا۔ ان کے نزدیک امیر طومان وہ شخص ہے جس کے جلوس میں دس ہزار سوار نکلتے ہوں، امراء طومان میں سے جو حاضر تھے، ان کی تعداد سترہ تھی۔ اور ایک لاکھ ستر ہزار لشکر کے سرگردہ تھے ہر امیر کے لئے میز کے مشابہ ایک چیز نصب کی گئی، یہ اس پر بیٹھ گیا، اور اس کے مصاحبین اس کے سامنے تیر اندازی کر رہے تھے، اسی صورت سے یہ ایک گھنٹہ کرتے رہے، پھر خلعت لائی گئی، اور ہر امیر کو پہنائی گئی۔ ہر ایک یہ پہننے کے بعد سلطان کے برج کے نیچے آتا ہے، اور اس کی خدمت بجا لاتا ہے خدمت یہ تھی کہ اپنے داہنے گھٹنے سے زمین چھوتا تھا۔ اور اس کے نیچے اپنا پیر پھیلاتا تھا۔ اور دوسرا کھڑا رہتا تھا، پھر

---

[1] یہ وہی لفظ ہے جو اردو میں ،،کوشک،، کہلاتا ہے۔

زین کسی ہوئی لگام لگا ہوا گھوڑا لایا جاتا ہے یہ اس کی ٹاپ اٹھاتا ہے اور امیر اسے بوسہ دیتا ہے،
پھر سلطان برج سے اترتا ہے، اور گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اس کی داہنی جانب اس کا دوسرا بیٹا، اور اس کے سامنے چاروں خواتین گاڑیوں میں جن پر ریشم کی سونے کے کام کی پوشش ہوتی ہے، جو گھوڑے اس گاڑی کو کھینچتے ہیں۔ ان پر ریشم کے سنہری کام کی جھولیں پڑی ہوتی ہیں۔ تمام بڑے اور چھوٹے امرا (ابناء) ملوک۔ وزراء۔ حجاب اور ارباب دولت اتر پڑتے ہیں۔ اور سلطان کے سامنے پیادہ پا چلتے ہیں یہاں تک کہ وطاق تک پہنچتے ہیں۔ وطاق کے معنی خروج کے ہیں۔ یہاں ایک بہت بڑی بارگاہ نصب ہوتی ہے، بارگاہ ان کے یہاں بڑے خیمے کو کہتے ہیں۔ اس کی لکڑی کے چار کھمبے ہوتے ہیں، ان پر چاندی کے پتر جڑے ہوتے ہیں۔ جن پر سونے کا ملمع ہوتا ہے، ہر کھمبے کے اوپر کی جانب چاندی کی کلس سنہرے ملمع کی لگی ہوتی ہیں، یہ نہایت چمک دمک والی اور پر شعاع ہوتی ہیں۔ یہ بارگاہ دور سے ایسی معلوم ہوتی ہے، گویا پہاڑ ہے۔

بارگاہ سلطانی کی شان اور دربار کی ناقابل فراموش کیفیت

اس کی داہنی اور بائیں جانب سوتی اور کتانی سائبان ہوتے ہیں۔ ریشم کا فرش بچھا ہوتا ہے، وسط بارگاہ میں سریر اعظم ہوتا ہے، جسے یہ تخت کہتے ہیں۔ یہ لکڑی کا جڑاؤ بنا ہوا ہوتا ہے، اس پر چاندی کے پتر جڑے ہوتے ہیں۔ ان پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے، اور پائے خالص چاندی کے مرصع ہوتے ہیں، اس پر ایک سخت فرش ہوتا ہے، اس سریر اعظم کے وسط میں مسند ہوتی ہے، جس پر سلطان اور بڑی خاتون بیٹھتی ہے، اس کے بائیں جانب ایک مسند ہوتی ہے، اس پر شہزادی ایت کجک بیٹھتی ہے، اور اس کے ساتھ خاتون اردجا۔ اور بائیں جانب جو مسند ہوتی ہے، اس پر خاتون بیلون اور اس کے ساتھ خاتون کبک بیٹھتی ہے، اور اس تخت کے داہنی جانب ایک کرسی نصب کی جاتی ہے، جس پر تین بک سلطان کا ولی عہد بیٹھتا ہے، اور ایک کرسی بائیں جانب ہوتی ہے، جس پر جان بک دوسرا لڑکا بیٹھتا ہے، اور بھی داہنے اور بائیں کرسیاں ہوتی ہیں۔ جن پر ابنا ملوک۔ امرائے کبار پھر امرائے صغار مثل امرائے یک ہزاری بیٹھتے ہیں۔

شاہی ضیافت:۔ اکل واشراب کے آداب واصول

پھر چاندی اور سونے کی کشتیوں میں کھانا لایا جاتا ہے، ہر کشتی کو چار آدمی بلکہ زیادہ اٹھائے ہوئے ہوتے

ہیں۔ ان کا کھانا گھوڑے اور بیٹر کا گوشت پارچہ ہوتا ہے، ہر امیر کے سامنے ایک کشتی رکھ دی جاتی ہے، باورچی یعنی گوشت کاٹنے والا آتا ہے، یہ ریشمی لباس میں ملبوس اور ریشم کا پٹکا باندھے ہوئے ہوتا ہے، اس کے تھیلے میں بہت سی چھریاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہر امیر کا ایک باورچی ہوتا ہے، جب کشتی رکھی جاتی ہے، تو اپنے امیر کے سامنے بیٹھ جاتا ہے، اور سونے یا چاندی کا ایک چھوٹا سا پیالہ لایا جاتا ہے جس میں پانی میں گھلا ہوا نمک ہوتا ہے باورچی گوشت کا ایک بہت چھوٹا سا وہ ٹکڑا کاٹتے ہیں، جو ہڈی سے ملا ہوا ہوتا ہے، کیونکہ جو ہڈی سے ملا ہوا گوشت نہیں ہوتا، اسے نہیں کھاتے۔

پھر نوشیدنی کے لئے سونے اور چاندی کے برتن لائے جاتے ہیں۔ یہ اکثر شہد کی نبیذ پیتے ہیں ان کا مذہب حنفی ہے، اس لئے نبیذ کو حلال سمجھتے ہیں۔ جب سلطان نے پینے کا ارادہ کیا تو شہزادی نے پیالہ لے لیا۔ اور خود چل کر آئی، اور پیالہ پیش کیا۔ جب سلطان نے پی لیا تو دوسرا پیالہ لے کر بڑی اور بڑی خاتون کو پیش کیا، اس نے اسے نوش کیا۔ پھر خواتین کو پیش کیا۔ پھر اپنی بہن کو، الغرض تمام عورتوں کے لئے یہ خدمت انجام دی۔ پھر دوسرا لڑکا کھڑا ہوا۔ پیالہ اپنے بھائی کو پلایا۔ اور خدمت انجام دی، پھر امرائے کبار کھڑے ہوئے، ہر ایک ولی عہد کی خدمت میں نوش کرنے کے لئے پیش کرتا تھا۔ اور اس کی خدمت بجا لاتا تھا۔ پھر ابناء ملوک کھڑے ہوئے۔ اور ہر ایک نے اس دوسرے لڑکے کو پلایا، اور اس کی خدمت انجام دی۔ پھر چھوٹے امراء کھڑے ہوئے۔ یہ ابناء ملوک کو پلاتے تھے، اس اثناء میں الملالیہ (الموالیۃ) بھی گاتے جاتے تھے۔

قاضی خطیب، شریف، فقہا اور مشائخ کا خیمہ، نماز جمعہ کا اہتمام

مسجد کے مقابلہ میں ایک بڑا قبہ بھی قاضی، خطیب، شریف، تمام فقیہوں اور مشائخ کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ میں بھی انہیں کے ساتھ تھا سونے اور چاندی کی کشتیاں لائی گئیں۔ اس دن سلطان کے حضور میں سوا اکابر اشخاص کے کوئی کام نہیں کرتا۔ کشتی یا خوانوں میں کھانے والے بھی تھے۔ اور ورع یا پرہیز کرنے والے بھی۔ جہاں تک میری نظر پہنچ سکتی تھی۔ میں نے داہنے اور بائیں دیکھا۔ کہ گاڑیوں پر گھوڑی کے دودھ کی چھاگلیں لدی ہوئی تھیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ ان میں سے ایک گاڑی میرے سامنے لائے۔ وہ میں نے اپنے ایک ترک ہم نشین کو دے دی۔

پھر ہم مسجد میں آکر نماز جمعہ کا انتظار کرنے لگے۔ سلطان نے آنے میں تاخیر کی، کوئی تو یہ کہتا تھا، کہ آج نہ آئے گا، کیونکہ اس پر نشہ غالب ہو رہا ہے، اور یہ بھی کہتے تھے کہ نہیں جمعہ نہیں چھوڑ سکتا۔

جب کچھ وقت گزر گیا تو آیا۔ اس پر کسی قدر نشہ طاری معلوم ہوتا تھا۔ سید الشریف کو سلام کیا، اور مسکرایا۔ یہ سلطان کو آطا[1] کہتا تھا۔ جو ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ پھر ہم نے نماز جمعہ ادا کی۔ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور سلطان بارگاہ میں واپس گیا، اور نماز عصر تک وہیں رہا۔ پھر تمام لوگ واپس آ گئے۔ اسی رات کو بادشاہ اپنی خواتین اور لڑکی کے ساتھ رہا۔ پھر عید کے بعد ہمارا سلطان کے ساتھ کوچ ہوا اور ہم شہر الحاج ترخان میں وارد ہوئے۔

دریائے دولگا کی منجمد سطح پر آمد و رفت

ترخان اس موضع کو کہتے ہیں۔ جو محاصل ادا کرنے سے مستثنیٰ ہو۔ ایک ترکی حاجی تھا۔ جو اس مقام پر اترا تھا۔ اور یہ مقام سلطان نے اس کے لئے معاف کر دیا تھا۔ پھر یہ گاؤں ہو گیا۔ پھر بڑی آبادی ہو گئی۔ اور شہر بن گیا۔ یہ اچھے شہروں میں سے ہے۔ بڑے بازاروں پر مشتمل ہے۔ اور نہر اتل[2] پر واقع ہے۔ یہ دنیا کی بڑی نہروں میں سے ہے۔ سلطان کا یہیں قیام رہتا ہے۔ جب سخت سردی پڑتی ہے۔ تو اس نہر کا پانی جم جاتا ہے۔ پھر لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ یہ ہزاروں گھاس کے گٹھے لاتے ہیں۔ اور سطح منجمد پر بچھا دیتے ہیں۔ یہاں کی گھاس چوپائے نہیں کھاتے۔ کیونکہ یہ ان کے لئے ضرر رساں ہے۔ اور گاڑیوں کے اوپر اس نہر سے عبور کرتے ہیں۔ اکثر قافلے بھی اس پر سے گذر جاتے ہیں۔ لیکن آخر جاڑے کی فصل میں ڈوب جاتے۔ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

---

[1] یہ وہی لفظ ہے، جو اردو میں "آتا" لکھا جاتا ہے، جیسے مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے "اتاترک"

[2] یعنی دریائے دولگا۔

میرا سفر قسطنطنیہ

شہنشاہ سلطان معظم کی عیسائی بیوی کی ہمراہی میں

شہنشاہ قسطنطنیہ کے دربار میں حاضری مسلمانوں پر پابندیاں

شہر ترخان میں جب ہم پہونچے تو خاتون بیلون نے سلطان سے اجازت چاہی کہ اپنے والد[1] شہنشاہ قسطنطنیہ کے پاس جائے۔ تاکہ وضع حمل وہیں ہو۔ پھر اس سے فراغت کے بعد واپس آجائے۔ اجازت مل گئی، اور میں نے بھی اجازت چاہی کہ قسطنطنیہ عظمی دیکھ آؤں۔ بخوف گذند مجھے منع کر دیا۔ میں نے اس کا دل زیادہ ہاتھ میں لیا اور کہا سنا کہ جب میں آپ کی حرمت اور جوار میں وہاں داخل ہوں گا۔ تو مجھے کسی کا کیا خوف، اس لئے مجھے اجازت دیدی۔ ہم سلطان سے رخصت ہوئے۔ مجھے ایک ہزار پانچ سو دینار دیئے۔ خلعت عطا کی۔ اور بہت سے گھوڑے دیئے۔

سلطان المعظم کی عیسائی بیوی کی روانگی کا پرجلال نظارہ

دس شوال کو ہم خاتون بیلون کی معیت میں روانہ ہوئے۔ ایک منزل سلطان اسے پہنچانے بھی آیا تھا۔ پھر واپس چلا گیا۔ اور ملکہ اور ولی عہد بھی تھے، نیز ساری خواتین نے بھی اس کی معیت میں دو منزل تک سفر اختیار کیا۔ پھر واپس آگئیں۔ اس کے ساتھ امیر بیدرۃ بھی پانچ ہزار لشکر کی سرکردگی میں تھا۔ اور خاتون کا لشکر تقریباً پانچ سو سوار

---

[1] یہ خاتون عیسائی تھی، کیونکہ اس کا باپ شہنشاہ قسطنطنیہ عیسائی تھا۔ شادی باپ کی رضامندی سے ہوئی تھی۔ قسطنطنیہ اب تک فتح نہیں ہوا تھا۔ خالص عیسائی شہر تھا۔

تھے۔ ان میں سے دو سو اس کے ممالک اور باشندگان روم تھے۔ اور باقی ترکوں میں سے۔ اس کے ساتھ تقریباً سو چھوکریاں بھی تھیں۔ لیکن اکثر رومی۔ اور گاڑیوں میں سے تقریباً چار سو گاڑیاں اور دو ہزار گھوڑے قریب ان کے کھینچنے کے کام کے لئے۔ دس رومی فتیان اور اسی قدر ہندی ان کے بڑے سردار کا نام ستبل ہندی تھا۔ رومیوں کے سردار کا نام میخا ئیل ترک اسے لولو کہتے تھے، یہ بڑا بہادر تھا۔ بیلون نے اپنی اکثر چھوکریاں اور سامان سلطان کے لشکر میں چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وہ صرف باپ سے ملنے اور وضع حمل کے لئے جا رہی تھی۔

یہ اچھا شہر ہے۔ عمارتیں خوب صورت موسم سخت سرد اس شہر سے ایک دن کے فاصلہ پر روس کے پہاڑ واقع ہیں۔ باشندگان روس نصاریٰ ہیں۔ ان کے بال بھورے اور آنکھیں کرنجی ہوتی ہیں اور بدصورت۔ دغاباز۔

دشت قفچاق کے ایک ساحلی شہر سرادق میں آمد

پھر ہمارا ورود شہر سرادق میں ہوا۔ یہ دشت قفچاق کے شہروں میں سے ساحل بحر پر واقع ہے۔ اس کی لنگر گاہ بڑی لنگر گاہوں میں سے ہے، اور نہایت اچھی۔ اس کے باہر باغات اور پانی ہیں یہاں ترک اترتے ہیں۔ رومیوں کا ایک گروہ ذمی ہے، یہ لوگ پیشہ ور ہیں۔ ان کے اکثر مکانات لکڑی کے ہوتے ہیں۔ یہ بڑا شہر تھا۔ رومیوں اور ترکوں میں جنگ واقع ہونے کی وجہ سے اس کا بڑا حصہ ویران ہو گیا ہے، پہلے پہل رومی غالب رہے۔ لیکن ترکوں نے خون کی ندیاں بہا دیں، آخر اکثر رومی شہر بدر کر دیئے گئے۔ جو کچھ رہ گئے، وہ اب تک ذمیّ چلے آ رہے ہیں۔

پھر ہم شہر بابا سلطوق میں وارد ہوئے۔ یہ شہر ترکوں کی بلاد میں سے ہے۔

اٹھارہ دن سفر طے کرنے کے بعد ہم قلعہ مقھولی میں داخل ہوئے۔

یہ قلعہ مقھولی حکومت روم کی پہلی جگہ ہے، جب حاکم روم نے خاتون کے آنے کی خبر سنی تو اس قلعہ میں کفالی نقولہ رومی کو بہت بڑے لشکر اور ضیافت عظیمہ کے ساتھ اس سے ملنے کیلئے بھیجا۔ خواتین اور دایہ بھی اس کے باپ یعنی شہنشاہ قسطنطنیہ کے یہاں آئیں مقھولی اور قسطنطنیہ کے مابین بائیس دن کی مسافت ہے، اس قلعہ سے صرف گھوڑوں اور خچروں سے سفر ہو سکتا ہے، گاڑیاں اسی میں

---

۱ یعنی مسلمانوں کے محکوم۔

چھوڑ دی جاتی ہیں کیونکہ آگے سنگستان اور پہاڑ ہیں، کفالی مذکور بہت سے خچر لے کر آیا تھا۔ ان میں سے کچھ خاتون نے میرے لئے بھیجے تھے۔

میری نماز پر عیسائی غلاموں کا تمسخر، اور ان کی مرمت

پھر امیر اپنے لشکر کے ساتھ چلا گیا، اور خاتون کے ساتھ سوا اس کے اور کوئی بھی نہ گیا۔ وہ اپنی مسجد اسی قلعہ میں چھوڑ گئی[1]، اذان کہنے کا حکم جاتا رہا[2]۔ ضیافت میں خاتون کے لئے شراب آیا کرتی تھی[3] یہ اسے پیتی تھی۔ اور سور بھی آتے تھے، مجھے اس کی بعض خواصوں نے بتایا کہ اس نے سور کھایا بھی تھا[4] اور اب اس کے ساتھیوں کے سوا ترکوں کے کوئی نماز پڑھنے والا نہ رہا۔ ہمارے قلوب میں بلادِ کفر میں جانے سے تبدیلی واقع ہو گئی ہے، لیکن خاتون نے امیر کفالی کو میرے اکرام کے لئے حکم دیا تھا، چنانچہ اپنے بعض غلاموں کو جو ہماری نماز پر ہنستے تھے[5] خوب مارا۔

بہن کا استقبال کرنے کے لئے یونانی شہزادوں کی بالشکر گراں آمد

پھر ہمارا شہر الفنیکہ میں ورود ہوا۔ یہ چھوٹا سا محفوظ شہر ہے، اس کے گرجا اور مکانات اچھے ہیں نہریں درمیان سے نکل گئی ہیں، اور باغات گھرے ہوئے ہیں۔ انگور، آلو، سیب اور بہی دوسرے سال تک ذخیرہ رکھے جاتے ہیں۔ ہمارا اس شہر میں تین دن تک قیام رہا۔ خاتون یہیں اپنے باپ کے ایک قصر میں مقیم ہوئی۔ پھر اس کا سگا بھائی آیا۔ اس کا نام کفالی قراس تھا۔ اس کی معیت میں پانچ ہزار مسلح سوار تھے۔

پھر خاتون اپنے غلاموں، چھوکریوں اور سواروں کے ساتھ سوار ہوئی۔ جو قریب پانچ سو کے تھے، ریشمی جواہر کار لباس میں ملبوس۔ خاتون کا لباس سرخ کا تھا۔ اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔

۱؎ یہ عارضی مسجد ہوتی ہے صرف سفر کے لئے۔

۲؎ اب کون تھا، جو یہاں اذان دیتا؟

۳؎ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اپنے مذہب پر قائم تھی، یعنی عیسائی تھی۔

۴؎ یہ ثبوت مزید ہے۔

۵؎ ظاہر ہے یہ کافر ہے۔

اور اس کے سر پر مرصع تاج تھا۔ اور گھوڑے پر حریر کی جھول پڑی ہوئی تھی۔ جس میں زرتار کام تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سونے کے بجنے والے کنگن اور پیروں میں جھانجن تھے۔ اور گردن میں جواہر نگار زیورات زین کی بلندیاں سونے سے منڈھی ہوئی، اور جواہرات سے مرصع تھیں۔ ان دونوں کا ملاپ ایک وسیع زمین میں ہوا جو آبادی سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ اس کا بھائی تعظیماً اتر پڑا۔ کیونکہ یہ اس سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ اس نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ کل امراء اور شہزادگان پا پیادہ ہو گئے۔ اور سب نے اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ پھر یہ اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی۔

پھر دوسرے دن ہم ایک بڑے شہر میں پہونچے، جو سمندر کے ساحل پر واقع ہے۔ اس وقت مجھے اس کا نام نہیں یاد ہے۔ یہ نہروں اور درختوں پر مشتمل تھا۔ ہم اس کے باہر اترے تھے۔ یہاں خاتون کا بھائی ولی عہد ہے، نہایت ترتیب اور بکثرت لشکر کے ساتھ پہونچا، جو دس ہزار زرہ پوش تھے۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ اور داہنی طرف بیس ہزار سوار اور اسی قدر بائیں طرف، اس نے اپنے گھوڑوں کی ترتیب اپنے بھائی کی ترتیب پر رکھی۔ صرف اس قدر فرق تھا کہ اس کا جلوس بڑا اور جمعیت زیادہ تھی۔ یہ اپنے بھائی سے اسی پہلے طریقہ کے مطابق ملی۔ دونوں پیادہ پا ہوئے اور ایک حریر کے خیمے میں داخل ہوئے، اس لئے مجھے ان دونوں کے سلام کی کیفیت نہیں معلوم ہوئی

شہنشاہ قسطنطنیہ بیٹی کے خیر مقدم کو با صد جاہ و تجمل آتا ہے

ہم قسطنطنیہ سے دس میل کے فاصلہ پر اترے۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس کے باشندے مرد اور عورتیں اور لڑکے سوار اور پیادہ نہایت ٹھاٹھ دار لباس فاخرہ پہن کر نکلے۔ صبح کے قریب طبل۔ قرنا۔ اور نفیریاں بجائی گئیں۔ لشکر سوار ہوئے، اور بادشاہ اس کی ملکہ خاتون بیلون کی ماں ارباب دولت اور خواص نکلے۔ بادشاہ کے سر پر ایک سائبان یا شامیانہ اٹھائے ہوئے تھے۔ رواق یا سائبان کے درمیان میں قبہ کی طرح ایک چیز تھی جسے سوار چوبوں سے بلند کئے ہوئے تھے۔ جب بادشاہ سامنے آیا تو تمام لشکر مل گئے، اور گرد بلند ہوئی۔ اس ہجوم میں گھسنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی۔ اس لئے میں اپنی جان کی حفاظت کی وجہ سے خاتون کے سامان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہو لیا۔ مجھ سے ذکر کیا گیا کہ جب وہ اپنے والدین کے قریب پہونچی، تو پیادہ پا ہو گئی اور ان کے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ پھر ان گھوڑوں کے سموں کو چوما۔

دنیائے عیسائیت کے سب سے بڑے اور تہذیبی و ثقافتی شہر قسطنطنیہ کا دیدار

ہیں زوال کے قریب یا اس کے بعد قسطنطنیہ عظمیٰ میں وارد ہوا۔ اس وقت یہاں کے باشندوں نے ناقوس بجائے جن سے تمام عالم گونج اٹھا جب ہم شہنشاہ کے قصر کے دروازوں میں سے پہلے دروازہ پر پہنچے۔ تو وہاں تقریباً سو آدمی مع اپنے افسر کے چبوترے پر کھڑے ہوئے ملے۔ میں نے انہیں سراکنو سراکنو کہتے ہوئے سنا۔ اس کے معنی مسلمان مسلمان کے ہیں۔ اور ہمیں داخل ہونے سے روکا۔ خاتون کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ یہ ہماری طرف کے لوگ ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بغیر اجازت ہم نہ جانے دیں گے، اس لئے ہم دروازہ ہی پر کھڑے رہے۔ اور خاتون کا کوئی ساتھی چلا گیا۔ اور کسی شخص سے اس امر کی اطلاع کرائی۔ اس وقت وہ اپنے باپ کے حضور میں تھی۔ چنانچہ اس سے اس نے ہمارے بارے میں ذکر کیا۔ اس لئے ہمارے داخلہ کے لئے حکم ہوگیا۔ اور ہمارے اترنے کیلئے خاتون کے گھر کے قریب ایک گھر معین کیا۔ اور ہمارے متعلق ایک حکم صادر کیا کہ جہاں بھی شہر میں جائیں کوئی معترض نہ ہو۔ اس کی بازاروں میں منادی کردی گئی۔ اس مکان میں ہمارا تین دن تک قیام رہا آٹا۔ روٹی۔ بھیڑ۔ مرغیاں۔ گھی۔ پھل۔ مچھلی ضیافت میں اور روا ہم اور فرش بھیجا۔ چوتھے روز ہم بادشاہ کے حضور میں گئے۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کے حضور میں حاضری، میری تلاشی، ایوان شاہی اور دربار خسروی کی کیفیت

اس کا نام تکفور ابن سلطان جرجیس ہے، سلطان جرجیس اس کا باپ ہنوز بقید حیات ہے، لیکن زاہد اور راہب بن گیا ہے، اور عبادت کیلئے دنیا سے منقطع ہو کر کنیسوں میں زندگی بسر کرنی شروع کی ہے، اور ملک اپنے بیٹے کو سپرد کردیا ہے۔

قسطنطنیہ میں ہمارے پہنچنے سے چوتھے دن میرے پاس خاتون نے جوان سنبل الہندی کو بھیجا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قصر کے اندر لے گیا ہم نے چار دروازے طے کئے۔ جب ہم پانچویں

۱؎ مسلمانوں کو قسطنطنیہ میں داخل ہونے تک کی اس زمانہ کے باوجود اجازت نہ تھی، اور عیسائی و یہود ترک کے بلاد میں آرام سے رہتے تھے۔

دروازے پر پہونچے۔ تو جوان سنبل مجھے چھوڑ کر خود چلا گیا۔ اور پھر واپس آیا۔ اس کے ساتھ چار رومی جوان اور تھے۔ انہوں نے میری تلاشی لی۔ مبادا میرے پاس کوئی پیش قبض یا خنجر وغیرہ ہو، افسر نے مجھ سے کہا، ان کی یہی عادت ہے، ہر شخص جو بادشاہ کے پاس جاتا ہے خواہ خاص ہو یا عام۔ پردیسی ہو یا شہری۔ کوئی مستثنیٰ نہیں۔

جب میری تلاشی لے چکے تو جو دروازے پر تعینات تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ کھولا۔ اور چار شخص اور میرے گرد ہوئے۔ دو نے تو میری آستینیں پکڑیں۔ اور میرے پیچھے ہوئے اور دیوان شاہی میں مجھے لے جا کر داخل کر دیا۔ جس کی دیواریں الفسیفار کی تھیں، اور اس میں حیوانات اور جمادات مخلوقات میں سے شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ اس دیوان شاہی کے وسط میں پانی کا ایک حوض تھا۔ جس کے دونوں جانب درخت لگے ہوئے اور داہنے اور بائیں لوگ خاموش سکوت میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ بولتا تھا۔ دیوان شاہی کے وسط میں تین شخص کھڑے ہوئے تھے۔ ان چاروں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اسی طرح میرے کپڑے پکڑے۔ جس طرح پہلوں نے پکڑے تھے۔ انہیں ایک شخص نے اشارہ کیا۔ چنانچہ یہ مجھے آگے لے گئے۔ ان میں سے ایک یہودی تھا۔ اس نے مجھ سے عربی میں کہا۔ ڈرو مت ان کا یہی طریقہ ہے ہر نووارد کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں ترجمان ہوں۔ اور بلاد شام میرا وطن ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ میں سلام کیونکر کروں۔ کیا دستور ہے، اس نے بتایا یہ کہنا "السلام علیکم"!

شہنشاہ قسطنطنیہ کے مجھ سے سوال و جواب، میرے ساتھ حسن سلوک کا اظہار

پھر میں ایک بڑے قبہ میں پہنچا شہنشاہ تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اس کی ملکہ اس خاتون کی ماں سامنے تھی اور تخت کے نیچے خاتون اور اس کے بھائی تھے۔ بادشاہ کی داہنی جانب چھ شخص اور بائیں جانب چار، اور چار ہی سر پر کھڑے ہوئے تھے۔ یہ سب مسلح تھے۔ مجھے سلام کرنے اور اس کے قریب پہونچنے سے پہلے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤں تاکہ دل کو سکون ہو۔ اور رعب کا اثر جاتا رہے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں اس کے قریب پہونچا۔ سلام بجالایا۔ مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤں۔ لیکن میں نے پاس ادب شاہی سے ایسا نہ کیا مجھ سے بیت المقدس۔ الصخرہ المقدسۃ القمامہ۔ مہد عیسیٰ۔ بیت لحم۔ مدنیۃ الخلیل کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ پھر دمشق، مصر، عراق، اور بلاد روم کے حالات پوچھے۔ میں نے کل حالات عرض کئے۔ وہ یہودی میرے اور اس کے

درمیان مترجم تھا۔ اسے میری گفتگو بہت پسند آئی۔ اور اپنے بیٹوں سے کہا۔ اس شخص کا اکرام کرو، اور اسے امن دو۔ پھر مجھے ایک خلعت عطا کی۔ اور میرے لئے ایک زین کسے ہوئے، اور لگام لگے ہوئے گھوڑے کے لئے حکم کیا۔ اور ایک چھتری جسے بادشاہ نے خود میرے سر پر لگایا۔ یہ امان کی علامت ہے۔ میں نے اس سے عرض کیا کہ میرے لئے ایک شخص معین کیجئے۔ جو روزانہ شہر میں میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرائے۔ تاکہ میں اس کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کروں۔ اور اپنے بلاد میں جا کر ذکر کروں۔ چنانچہ میرے لئے اس مقصد کے لئے ایک آدمی معین کر دیا گیا۔ ان لوگوں کی عادات میں سے ہے کہ جو شخص بادشاہ کی عطا کی ہوئی خلعت پہنتا ہے یا اس کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، تو اسے شہر کے بازاروں میں قرنا نفیریوں اور طبلوں کے ساتھ نکالتے ہیں تاکہ لوگ اسے دیکھیں۔ اکثر ان ترکوں کے ساتھ یہی فعل کیا جاتا ہے، جو سلطان اوزبک کے بلاد سے آتے ہیں۔ تاکہ انہیں کوئی ایذا نہ پہونچائے۔ پس مجھے بازاروں کی اسی صورت سے سیر کرائی۔

عیسائی دنیا کے سب سے بڑے، باجلال، پرشکوہ اور شاندار شہر قسطنطنیہ کا نظارہ

یہ انتہائی بڑا شہر ہے، اور دو حصّوں میں منقسم ہے۔ درمیان میں ایک بہت بڑی نہر ہے جس میں بلاد الغرب کی وادی سلا کی طرح مد و جزر ہوتا رہتا ہے۔ پہلے زمانہ میں اس پر ایک پل بنا ہوا تھا۔ اب وہ ویران ہوگیا ہے۔ اسے کشتیوں کے ذریعہ عبور کرتے ہیں۔ اس نہر کا نام آلسمی ہے، اس شہر کی دو قسموں میں سے ایک قسم کا نام اصطنبول[1] ہے۔ یہ نہر کے شرقی کنارہ پر واقع ہے۔ شہنشاہ، ارباب دولت اور تمام لوگ اسی میں رہتے ہیں۔ اس کے بازار اور راستے سنگین پتھر کے وسیع واقع ہوئے ہیں۔ ہر پیشہ والے علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ ان کے سوا کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ تمام بازاروں میں دروازے ہیں۔ جو رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں۔ بازاروں میں اکثر پیشہ در اور دوکاندار عورتیں ہیں۔ شہر پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے جو تقریباً نو میل تک بحر میں داخل ہے، اس کا عرض بھی اسی قدر ہے۔ اس کے جانب اعلیٰ میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے، شہنشاہ کا قصر اور شہر پناہ اس پہاڑ کو احاطہ کئے ہوئے

---

[1] استنبول۔ جسے ترکوں نے اسلامبول کر دیا تھا۔

ہے، اس وجہ سے سمندر کی طرف سے آنے کا کسی کے لئے راستہ نہیں، اس میں تقریباً تیرہ آباد گاؤں ہیں۔ اور بڑا کنیسہ شہر کے اس حصّہ کے وسط میں ہے،

اس کے دوسرے حصّہ کا نام الغلطہ ہے، یہ نہر کے غربی کنارہ پر واقع ہے، اور رباط الفتح کے مشابہ جو اسی نہر کے قریب واقع ہے، یہ حصّہ نصاریٰ فرنگ کے لئے مخصوص ہے، جو اس میں رہتے ہیں۔ یہ کئی قسم کے ہیں۔ ان میں سے جنوا کے باشندے بھی ہیں، نبادقہ یا دنیشیاہ کے رہنے والے باشندگان ٹرانس۔ ان پر حکومت شہنشاہ قسطنطنیہ ہی کی ہے، ان پر ایک مقدم ہوتا ہے۔ اسے لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔ اور اسے القمص کہتے ہیں، ان پر شہنشاہ قسطنطنیہ کے لئے ہر سال کچھ رقم کی ادائیگی کا تعین ہے۔ بعض اوقات جب یہ شہنشاہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ تو شہنشاہ ان سے لڑتا ہے، حتیٰ کہ دونوں کے مابین صلح کرا دیتا ہے، یہ سب اہل تجارت ہیں۔ ان کا لنگر گاہ تمام لنگر گاہوں سے بڑا ہے، میں نے اس میں القراقر قسم کے سو جہاز اور ان کے سوا بڑے بھی دیکھے۔ اور چھوٹے جہاز تو احاطہ شمار سے باہر ہیں، اس حصّہ کے بازار گو اچھے ہیں۔ لیکن ان پر گندگی غالب ہے، ان کے درمیان سے ایک چھوٹی سی نہر نکل گئی ہے، یہ بھی گندی اور نجس ہے۔ ان کے کنیسے بھی گندے ہیں، جن میں کوئی خوبی نہیں ۔

دنیائے عیسائیت کے مقدس ترین گرجا "ایاصوفیہ" میں داخلہ وہاں کے راہب اور راہبات

ہم اس کے بیرونی حالات بیان کرتے ہیں۔ اندرون کا مشاہدہ نہیں کیا ہے، یہ لوگ اسے اباصوفیا[1] کہتے ہیں کہ اسے آصف بن برخیا نے بنوایا تھا۔ یہ سلیمان علیہ السّلام کی خالہ کے لڑکے ہیں۔ یہ روم کے کنیسوں میں سب سے بڑا ہے، اس کے گرداگرد ایک پناہی دیوار ہے گویا کہ یہ ایک شہر ہے، اس کے تیرہ دروازے ہیں۔ اور صحن تقریباً ایک میل ہے۔ اس میں ایک بہت بڑا پھاٹک لگا ہوا ہے، کسی کو اس میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے، میں اس میں شہنشاہ کے والد کی معیت میں گیا، جس کا ذکر آئے گا۔ یہ دیوان خانہ کے مشابہ ہے، اور سطح یا فرش سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے، اس کے درمیان سے ایک چھوٹی سی نہر گئی ہے۔ جو کنیسہ سے نکلتی ہے، اس میں

---

[1] عیسائیوں کا سب سے بڑا گرجا جسے فتح کے بعد سلطان محمد ثانیؒ نے مسجد بنا دیا۔ اور اب مسجد اباصوفیہ کے نام سے مشہور ہے۔

دو دیواریں تقریباً ایک گو لمبی چلی گئی ہیں۔ یہ سنگ مرمر کی ہیں۔ اور نہایت صنعت سے نقاشی کی ہوئی ہے، نہر ہذا کے دونوں طرف نہایت ترتیب سے درخت بھی لگے ہوئے ہیں۔ کنیسہ کے دروازے سے دیوان خانہ کے دروازہ تک لکڑی کا ایک بلند چھتا ہے، جس پر انگور کی بیلیں چڑی ہوئی ہیں۔ اس کے نیچے چمبیلی اور خوشبودار درخت ہیں۔ دیوان خانہ کے دروازہ سے باہر ایک لکڑی کا قبہ ہے، جس میں لکڑی کی نشستیں پڑی ہیں۔ ان پر اس دروازہ کے خادم بیٹھتے ہیں۔ قبہ کے داہنی طرف چبوترے اور دوکانیں ہیں، جو اکثر لکڑی ہی کی بنی ہیں۔ اس پر ان کے قاضی اور دفتروں کے محرر بیٹھتے ہیں۔ ان دوکانوں کے وسط میں ایک لکڑی کا قبہ ہے، اس پر لکڑی کی سیڑھیوں سے چڑھتے ہیں۔ اس میں ایک بڑا تخت بڑا ہوا ہے، جس پر غلاف چڑھا ہوا ہے، اس پر ان کا قاضی بیٹھتا ہے، اس دیوان خانہ کے دروازہ پر جو قبہ ہے، اس کے بائیں طرف عطاروں کا بازار ہے، اور جس نہر کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ دو شاخوں میں منقسم ہو جاتی ہے، ایک شاخ تو عطاروں کے بازار کو چلی جاتی ہے، اور دوسری اس بازار سے گذرتی ہے جس میں قاضی اور محرر ہیں۔

کلیسائے ایاصوفیہ کا اندرونی نظارہ: صلیب اعظم کو سجدہ کرنے کی رسم

کنیسہ کے دروازہ پر سائبان ہیں۔ جن میں اس کے وہ خادم بیٹھتے ہیں۔ جن کے متعلق اس کے راستوں کی جاروب کشی۔ اس کے چراغ جلانا۔ اور اس کے دروازوں کا بند کرنا ہے۔ یہ کسی کو اس کے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حتّٰی کہ وہ اس صلیب اعظم کو سجدہ کرے جس کے متعلق ان کا گمان ہے کہ اس لکڑی کی بقیہ ہے، جس پر حضرت عیسٰی علیہ السّلام مصلوب کئے گئے تھے۔ یہ کنیسہ کے دروازہ پر سونے کے میان کے اندر رکھی ہوئی ہے، اس کا لمبان تقریباً دس گز ہے، اور اسی کی صورت کا بنا کر سونے کا ایک خلادار بینڈا میان رکھ دیا ہے، تاکہ صلیب کی صورت بن جائے، یہ دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈا ہوا ہے، اور اس کی دونوں زنجیریں خالص سونے کی ہیں، مجھ سے ذکر کیا گیا کہ اس کنیسہ میں راہبان اور قسیسین کی تعداد دو ہزار تک پہنچتی ہے ان میں سے بعض حوارین کی نسل سے ہیں۔ اس کے اندر ایک کنیسہ عورتوں کیلئے مخصوص ہے، جو کنواری ہیں، اور عبادت کے لئے دنیا سے تعلق منقطع کر لیا ہے، ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، اور دوسری رہنے والی عورتوں کی تعداد ان سے زائد ہے۔

شہنشاہ ارباب دولت اور تمام لوگوں کی یہ عادت ہے کہ روزانہ صبح کے وقت اس کنیسہ کی

زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور پوپ اس میں سال میں ایک مرتبہ آتا ہے، اور جب شہر سے چار منزل کی مسافت پر رہ جاتا ہے، تو شہنشاہ اس کی ملاقات کو نکلتا ہے، اور اس کیلئے پا پیادہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ شہر میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے سامنے پیادہ پا چلتا ہے۔ [1]

عیسائی خانقاہوں میں گذارہ راہبات کے حالات، راہبوں کے طور طریقے

مانستار لفظ مارستان کی طرح ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں ن مقدم اور س موخر ہے، ان کے یہاں یہ مسلمانوں کے زاویہ کے مشابہ ہے۔ یہاں یہ مانستارات بکثرت ہیں۔

یہ اصطنبول کے باہر اور الغلطہ کے مقابل واقع ہے، اس میں سے مانستاران بڑے کنیسہ کے باہر اس میں داخلہ کے وقت بائیں جانب پڑتا ہے، یہ دونوں ایک باغ کے اندر ہیں۔ ان میں سے ایک نہر نکل جاتی ہے، ان میں سے ایک تو مردوں کے لئے ہے، اور دوسرا عورتوں کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک میں کنیسہ ہے، اور ان دونوں کے اطراف میں عبادت کرنے والوں اور کرنے والیوں کے لئے حجرے ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اوقاف ہیں جن سے عبادت کنندگان کو پہننے کے لئے کپڑا اور اخراجات ملتے ہیں۔

میں اس رومی شہر کی معیت میں جسے بادشاہ نے میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ ایک مانستار میں داخل ہوا۔ جس کے درمیان سے نہر نکلتی ہے، اس میں ایک کنیسہ ہے جس میں پانچ سو باکرہ [2] رہتی ہیں۔ المسوح پہنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے سر گھٹے ہوئے، اور ان پر نمدے کی ٹوپیاں ہیں، یہ بڑی خوبصورت تھیں۔ اور ان سے عبادات کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ منبر پر ایک لڑکا بیٹھا ہوا انہیں ایسی خوش آوازی سے انجیل سنا رہا تھا۔ کہ مجھے ایسی خوش الحانی کا کبھی سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس کے گرد اور آٹھ لڑکے منبروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے ساتھ قسیس بھی تھے۔ جب یہ لڑکا پڑھتا تھا، تو دوسرا لڑکا بھی پڑھتا تھا۔ رومی نے مجھ سے کہا کہ یہ بادشاہوں کے لڑکے ہیں، انہوں

---

[1] پھر پوپ سے ٹھن گئی، اور گریک چرچ، ایک مستقل ادارہ بن گیا۔ جس کا پوپ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

[2] یعنی نن، وہ عورتیں جو جنسی خواہشات کو دبا ڈالتی ہیں۔ اور زندگی بھر شادی نہیں کرتیں۔ لیکن ان راہبوں اور ننوں میں سے کثیر تعداد بڑی رنگین مزاج اور بدکردار ہوتی تھی۔

قسطنطنیہ سے واپسی

سلطان المعظم کے حضور میں شرف باریابی اور الوداع

جب خاتون بیلون کے ترک ہمراہیوں نے محسوس کر لیا کہ یہ اپنے باپ کے دین پر ہے[1]، اور اسی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، تو اس سے واپسی کی اجازت مانگی چنانچہ اس نے ان کو اجازت دے دی، اور انہیں کچھ عطا کیا۔ مجھے بلا بھیجا، اور تین سو دینار سونے کے دیئے۔ یہ لوگ انہیں البربرہ کہتے ہیں۔ ان کا سونا کھرا نہیں ہوتا۔ میں یہاں سوا مہینہ تک ٹھہرا۔

پھر میں شہر الحاج ترخان میں پہونچا۔ جہاں سے ہم سلطان اوزبک سے جدا ہوئے تھے اسے دیکھا کر وہاں سے کوچ کر چکا، اور اپنے دار السلطنت میں پہونچ چکا تھا۔ اس لئے ہم نہر اتل میں تین منزل چلے یہ منجمد ہو چکا تھا۔ جب ہمیں پانی کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو جمے ہوئے پانی کا ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں رکھ لیتے تھے، وہ پانی ہو جاتا تھا اسکو پیتے تھے، اور اس سے کھانا پکاتے تھے۔

پھر ہمارا شہر السرا میں ورود ہوا۔ یہ سرا برکہ کے نام سے مشہور ہے، سلطان اوزبک کا پایہ تخت ہے، ہم سلطان کے پاس گئے، ہمارے سفر کا حال بادشاہ روم اور شہر کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ ہم نے اسے امور مستفسرہ بتائے۔ اس نے ہمارے اخراجات کے لئے حکم دیا۔ اور ہمیں اتارا

---

[1] یعنی عیسائی ہے۔

نے اپنے آپ کو اس کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ دوسرا کنیسہ اس کنیسہ سے باہر ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک کنیسہ میں اور گیا۔ جو ایک باغ میں واقع تھا۔ اس میں تقریباً پانچ سو یا اس سے زیادہ باکرہ تھیں۔ اور ایک لڑکا منبر پر انجیل تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ رومی نے مجھ سے کہا یہ وزیروں اور امیروں کی لڑکیاں ہیں۔ اس کنیسہ میں عبادت کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ اور کنیسوں میں بھی گیا، جن میں شہر کے بڑے لوگوں کی باکرہ تھیں دوسرے کنیسوں میں لے گیا۔ ان میں بڑھیا عورتیں تھیں۔ ان کے سوا کنیسوں میں راہب تھے، ایک کنیسہ میں سو شخص رہتے ہیں۔ اور زیادہ اور کم بھی۔ اس شہر کے اکثر باشندے، راہب۔ عابد اور قسیس ہیں۔ ان کے کنیسوں کی زیادتی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ باشندگان شہر خواہ لشکری ہوں۔ یا ان کے سوا چھوٹے ہوں یا بڑے اپنے سروں پر بڑی بڑی چھتریاں خواہ جاڑے ہوں یا گرمیاں لگائے رہتے ہیں، اور عورتیں بڑے بڑے عمامے باندھتی ہیں۔

تاتار اور بخارا کی طرف کوچ

پھر شہر سراجوق میں ورود ہوا۔ لفظ جوق کے معنی چھوٹے کے ہیں۔ اس لئے اس کا نام سرا الصغیر بنی ہوا۔ یہ ایک بڑی زخار نہر کے کنارے واقع ہے جس کا نام اُلُو سو ہے۔ اس کے معنی دریائے عظیم کے ہیں۔ اس پر بغداد کے پل کی طرح کشتیوں کا بڑا پل بندھا ہوا ہے۔

اب ہم شہر خوارزم میں داخل ہوئے یہ ترکوں کے بڑے شہروں میں ہے عظیم ترین۔ جمیل ترین بازار نفیس راستے وسیع اس میں بکثرت آبادی اور خوبیاں ہی خوبیاں اور محاسن ہیں۔ میں ایک دن یہاں سیر کے لئے سوار ہوا تھا۔ اور ایک بازار میں داخل ہوا۔ جب اس کے وسط میں پہنچا۔ تو اس مقام پر انتہائی زحمت میں پڑ گیا جسے الشور کہتے ہیں۔ اس مقام سے کثرت اژدہام کی وجہ سے میں گذر نہ سکا۔ اور واپسی کا ارادہ کر لیا۔ لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ مجھے بے انتہا تحیر ہوا۔ الغرض بہت زائد کوشش کے بعد پلٹا۔ مجھ سے بعض اشخاص نے ذکر کیا کہ اس بازار میں جمعہ کے دن زحمت کم ہوتی ہے کیونکہ بازاروں میں سے گدڑی بازار وغیرہ بند ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں جمعہ کے دن سوار ہو کر مسجد جامع اور مدرسہ کی طرف روانہ ہوا۔

خوارزم کے باشندوں سے زیادہ میں نے کسی کو خلیق پایا نہ کریم النفس اور نہ پردیسیوں سے محبت کرنے والا۔ نماز کی پابندی کی بڑی اچھی عادت ہے، یہ کبھی غیر حاضر نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ ان کی مسجدوں کے مؤذنوں کا ہر فرد اپنی مسجد کے گرد و پڑوس کے گھروں میں اطلاع پہنچاتا ہے، کہ نماز میں آئیں۔ جو نماز کی جماعت میں شریک نہیں ہوتا تو اسے امام جماعت مارتا ہے۔ ہر مسجد میں ایک درہ اس کام کے لئے لٹکا ہوتا ہے، اور اس پر پانچ دینار جرمانہ بھی ہوتے ہیں۔ جو مسجد ہی کے لئے صرف کر دیئے جاتے ہیں یا ان سے فقرا اور مساکین کو کھانا کھلا دیا جاتا ہے، لوگ کہتے ہیں۔ کہ ان کا یہ طریقہ برابر اگلے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔

خوارزم کے باہر چار نہروں میں سے جو جنت سے آتی ہیں۔ ایک نہر جیحون ہے۔ موسم سرما میں یہ اسی طرح جم جاتی ہے، جس طرح سے نہر اٹل۔ اور لوگ اس پر چلتے ہیں۔ اس کے جمے رہنے کا زمانہ پانچ مہینہ ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اس کے پگھلنے کا زمانہ ہوتا ہے، اور اس پر چل نکلتے ہیں۔ تو ہلاک ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں کے زمانے میں اس پر ترمذ کی طرف کشتیوں میں سفر کرتے ہیں، اور وہاں سے گیہوں اور جَو لاد کر لاتے ہیں۔ بہاؤ پر آنے والے کے واسطے دس دن کی مسافت ہے۔

خوارزم سے باہر ایک خانقاہ نجم الدین کبریٰ کے مزار پر بنی ہوئی ہے۔ یہ کبار صالحین میں سے تھے۔ اس میں وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اس کے شیخ مدرس سیف الدین ابن عضبہ کبار اہل خوارزم میں سے ہیں۔ یہیں شیخ صالح مجاور جلال الدین سمرقندی کی بھی خانقاہ ہے، آپ کبار صالحین میں سے ہیں۔ اسی میں آپ نے ہماری ضیافت بھی کی تھی۔

سفرِ شہرِ زمخشر

جہاں کی خاک سے اساطین علم وفن پیدا ہوئے

شہر سے باہر امام علامہ ابی القاسم محمود بن عمر الزمخشریؒ[1] کا مزار ہے، اس پر قبہ بنا ہوا ہے۔ زمخشر خوارزم سے چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

میں بیرون شہر اترا۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک صاحب قاضی الصدر ابی حفص عمر الکبریٰ کے پاس گئے۔ آپ نے اپنے نائب نورالاسلام کو میرے پاس بھیجا۔ یہ مجھے سلام کر کے واپس چلے گئے۔ پھر قاضی معہ اپنے ساتھیوں کی جماعت کے میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔ یہ گو نوجوان شخص ہے لیکن بڑے کام کا آدمی ہے۔ اس کے دو نائب ہیں ایک نورالاسلام ہے اور دوسرا نورالدین کرمانی کبار فقہا میں سے ہیں۔ یہ اپنے احکام میں بہت سخت اور اللہ برتر کی ذات میں بہت قوی ہے۔

یہاں قیام کے زمانہ میں جمعہ کی نماز قاضی ابی حفص عمر کے ساتھ آپ ہی کی مسجد میں پڑھتا تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوتا تھا۔ تو آپ کے ساتھ آپ کے مکان پر جایا کرتا تھا۔ جو مسجد سے قریب ہی ہے، پھر آپ کی معیت میں مجلس میں داخل ہوتا تھا۔ جسے ابدع المجالس کہنا زیبا ہوگا یہاں

---

[1] علامہ زمخشری فن نحو کے امام تھے۔ ان کی کتاب مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے۔

نہایت نادر فرش بچھا ہوتا تھا۔ اور دیواروں پر غلاف چڑھے ہوتے تھے، اس میں بکثرت طاق تھے، ہر طاق میں چاندی کے برتن سونے سے ملمع کار تھے، اور عراقی برتن بھی تھے۔ ان بلاد کے لوگوں کی یہی عادت ہے کہ یہ طاق اپنے گھروں میں بنواتے ہیں، پھر بہت زیادہ کھانا لایا جاتا تھا، یہ نہایت مرفہ حال ہے، مالدار اور صاحب مجامل ہے، اور امیر قطلودمور کے بڑے قرابت داروں میں سے ہے، اس کا نکاح امیر کی سالی کے ساتھ ہوا ہے جس کا جیجا آغا نام ہے،

اس شہر میں واعظین اور ذکر کرنے والوں کی بڑی جماعت ہے، ان میں سب سے بڑے مولانا زین الدین المقدسی اور خطیب مولانا حسام الدین المقدسی مشاطی ہیں۔ آخر الذکر نہایت بلیغ خطیب ہیں، اور ان چار خطیبوں میں سے ایک ہیں۔ جن سے اچھا میں نے دنیا میں کسی کو نہ سنا۔

خوارزم

امیر خوارزم، پتھر کا کوئلہ، خوارزم کے خربزے

یہ امیر کبیر قطلودمور ہے۔ یہ امیر سلطان معظم محمد اوزبک کی ماموں کا لڑکا اور اس کے اکبر امراء میں سے ہے۔ اس کی طرف سے والی خراسان ہے، اس کا بیٹا ہارون بک اس سلطان کی بیٹی کے ساتھ بیاہا ہے، جو ملکہ طیطغلی کے بطن سے ہے، اور اس کی بیوی خاتون ترابک صاحبہ مکارم شہیرہ ہے۔ جب قاضی نے آکر مجھے سلام کیا۔ تو مجھ سے کہا کہ امیر کو آپ کے آنے کا علم ہو چکا ہے۔ اب تک چونکہ وہ بستر علالت پر ہے، اس لئے آپ کے پاس نہ آسکا۔ پس میں قاضی کے ساتھ اس سے ملنے کے لئے سوار ہوا اور ہم اس مکان پر پہنچے۔ ایک بڑے دیوان خانہ میں داخل ہوئے۔ جس کے اکثر مکانات لکڑی کے تھے، پھر ایک چھوٹے دیوان خانہ میں داخل ہوئے۔ اس میں لکڑی کا نہایت آراستہ قبہ تھا۔ جس کی دیواروں پر رنگین غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اور اس میں سنہرے ریشم کی چھت گیری لگی ہوئی تھی۔ اور امیر حریر کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اپنے پیروں کو نقرس کی وجہ سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ اکثر ترکوں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اور قاضی اور فقہا بیٹھ گئے۔ اس نے مجھ سے شاہ محمد اوزبک کی بادشاہت۔ خاتون بیلون اس کے والد اور شہر قسطنطنیہ کے متعلق دریافت کیا میں نے اسے سارے حالات بتائے۔ پھر خوان لائے گئے۔ کہ جن میں کھانا بھنے ہوئے مرغے۔ کلنگ و دو کبوتروں کے انڈے تھے۔ اور روٹیاں روغنی اسے یہ لوگ کلیجا کہتے ہیں۔ اور حلوا بھی تھا۔ پھر اور خوان لائے گئے۔ ان میں پھل پھلاریاں تھیں۔ دانہ دار انار سونے اور چاندی کے برتنوں میں رکھے تھے۔ اور ان کے ساتھ سونے کے چمچے تھے۔ اور کچھ عراقی شیشہ کے برتنوں میں تھے۔ ان کے ساتھ لکڑی کے چمچے تھے۔ اور انگور اور نہایت عمدہ خربزے تھے۔

امیر خوارزم کی داد و دہش :۔ مجھے مالا مال کر دیا،

میں نے کچھ دنوں جمعہ کی نماز اپنی عادت کی بنا پر قاضی ابی حفص کی مسجد میں پڑھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کو امیر نے پانچ سو درہم دینے کا حکم کیا ہے، دعوت بھی کی ہے جس میں مشائخ فقہاء اور اعیان حاضر ہوں گے۔ جب مجھے یہ حکم دیا تو میں نے کہا اے امیر اگر آپ دعوت کریں گے، تو جو حاضر ہو گا۔ ایک لقمہ یا دو لقموں کی شرکت کر لوں گا۔ اگر یہ کل مجھے دے دیا جائے تو یہ کام بھی آئے گا۔ اس پر امیر نے کہا یہی کروں گا۔ اب آپ کے لئے پورے ہزار کا حکم کر دیا ہے، پھر امیر شمس الدین السنجری کے ساتھ ایک تھیلی اپنے غلام پر لدوا کر بھجوائی ہے، مغربی سونے کے حساب سے ان کی قیمت تین سو دینار تھی۔

میں نے اس دن ایک گھوڑا ادہم رنگ کا پینتیس[۳۵] دینار درا ہم کا مول لیا تھا۔ اور مسجد جاتے ہوئے اس پر سوار ہوا۔ انہی ہزار میں سے اس کی قیمت ادا کی۔ اس کے بعد میرے پاس اتنے گھوڑے ہو گئے کہ جن کی تعداد بتاتے ہوئے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے، کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ جھوٹا ہے، اور برابر زیادتی ہوتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ میں سر زمین میں داخل ہوا۔ گو میرے پاس گھوڑے بہت تھے۔ لیکن میں اسی گھوڑے کو افضل جانتا تھا۔ اس کو اختیار کرتا اور اسے تمام گھوڑوں کے آگے باندھتا۔ یہ گھوڑا میرے پاس تین سال تک رہا۔ جب مر گیا تو اس کے مرنے کا مجھے بہت صدمہ ہوا۔

میرے پاس خاتون جیجی آغا قاضی کی بیوہ نے سو دینار دراہم بھیجے۔ اور اس کی بہن ترابک امیر کی زوجہ نے میری دعوت کی۔ فقہاء اور اعیان شہر اس خانقاہ میں جمع ہوئے جسے اس نے بنایا تھا۔ اور اس میں وارد و صادر کو کھانا ملتا تھا۔ مجھے ایک سمور کا لبادہ اور ایک اچھا گھوڑا بھی بھیجا۔ یہ تمام خواتین میں افضل، سب میں اصلح اور اکرم ہے۔ اللہ برتر اسے جزائے خیر دے۔

ایک شریف اور معزز خاتون سے ندامت کا اظہار

جب میں اس دعوت سے جو اس خاتون نے کی تھی فارغ ہوا۔ اور خانقاہ سے باہر نکلا تو کثیف لباس میں ایک عورت دروازہ پر مجھ سے دوچار ہوئی، اور اس کے ساتھ

اور عورتیں بھی تھیں۔ جن کی تعداد مجھے یاد نہیں۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ اور نہ اس کے پاس ٹھہرا۔ اور نہ التفات کیا۔ جب باہر نکلا تو مجھ سے ایک شخص کہنے لگا۔ وہ عورت جس نے آپ کو سلام کیا تھا۔ خاتون تھی۔ مجھے بڑی شرم آئی۔ اور واپس جانے کا ارادہ کیا۔ دیکھا تو وہ جا چکی تھی۔ میں نے خادم کے ذریعے سلام کہلا بھیجا، اور معذرت کی کہ مجھ سے جو کچھ خلاف سرزد ہوا ہے نادانستگی سے ہوا ہے۔

خوارزم کے بے انتہا شیریں اور لذیذ خربزے

خوارزم کے خربزے بلاد دنیا میں مشرق سے لے کر مغرب تک بے نظیر ہیں۔ ہاں بخاری خربزہ ضرور ٹکر کا ہے۔ اور اصفہان کا خربزہ اس کے قریب ہوتا ہے، اس کا چھلکا بہت سبز ہوتا ہے، لیکن اندر سے بہت سرخ نکلتا ہے، اور مٹھاس بہت زبردست ہوتی ہے، اس میں کچھ سختی بھی ہوتی ہے عجائبات میں سے یہ ہے کہ اس کی پھانکیں کر کے دھوپ میں خشک کر کے رکھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے یہاں گوشت اور انجیر کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور خوارزم سے بلاد ہند وچین تک لے جاتے ہیں۔ تمام خشک پھلوں میں اس سے بہتر کوئی میوہ نہیں ہوتا۔ جب میں بلاد ہند میں سے دہلی میں اقامت پذیر تھا، کوئی مسافر آتا تو میں اس کے پاس کسی شخص کو بھیجتا کہ میرے لئے خربزہ کی پھانکیں لائے۔ جب بادشاہ ہند کے پاس اس میں سے کچھ آتا۔ تو میرے پاس ضرور بھیجتا۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ مجھے یہ بہت مرغوب ہیں۔ اس کی عادت تھی کہ پردیسیوں کو ان کے ملک کے فواکہات بھیجا کرتا۔ اور اسی سے ان کا تفقد حال کرتا۔

خوارزم سے ہم شہر الکات میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے۔ ہم اس کے بیرونی جانب پانی کے ایک حوض پر اترے۔ جس کا پانی سردی سے جم چکا تھا۔ لڑکے اس پر کھیل رہے تھے، اور پھسلتے تھے۔

شہر بخارا[1]

دبکنہ کے لئے روانہ ہوئے تو شبانہ روز، تواتر اور تسلسل کے ساتھ باغوں، نہروں، اور سایہ داروں پر بہار درختوں میں سے ہوتے ہوئے چلتے رہے۔

پھر ہم شہر دبکنہ میں آئے، یہ مشتمل بر انہار و باغات ہے، یہ انگوروں کا ایک سال سے دوسرے سال تک ذخیرہ رکھتے ہیں۔

پھر اُس شہر بخارا میں پہنچے۔ جس کی طرف امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری منسوب ہیں۔ یہ شہر وراء نہر جیحون جو بلاد ہیں۔ ان کا پایہ تخت تھا۔ لیکن چنگیز نے جو ملوک عراق کا جدّ ہے اسے ویران کردیا۔ اس کی مسجدیں، مدرسے اور بازار اب تک ویران ہیں۔ یہاں کے باشندے ذلیل ہیں۔ ان کی شہادت خوارزم وغیرہ میں قبول نہیں کی جاتی۔ کیونکہ تعصب، دعویٰ باطل انکار حق میں شہرت رکھتے ہیں۔ لوگوں میں ایسا یہاں کوئی نہیں ہے، جو علم کی کچھ تعلیم دے، اور نہ یہاں پر کسی شخص کی اس کی طرف توجہ ہے۔

---

[1] یہ اپنے وقت کا مرکز علم تھا۔ یہاں کی خاک سے بڑے بڑے علما، محدث، مفسر، اور متکلم پیدا ہوئے، جن کا سکہ آج تک چل رہا ہے، یہ شہر اپنی خوبی، رعنائی اور کمالات گوناگوں کے اعتبار سے مشہور آفاق تھا۔ لیکن تاتاریوں کے ہاتھوں یہ بھی برباد ہو کر مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ اور پھر مسلسل بربادی کا شکار رہا۔

اب یہ روس کے قبضہ میں ہے، اور وہ اس سرزمین مقدس کے آثار باقیہ اسلامیہ کھرچنے میں معروف ہے ـــــــ فاعتبروا یا اولی الابصار،

(رئیس احمد جعفری)

فتنۂ تاتار

چنگیز خاں کی خوں آشامیاں

بخارا کی اینٹ سے اینٹ کس طرح بجائی گئی

تنگیز خان (چنگیز خان) سرزمین خطا[1] میں لوہار تھا۔ کریم النفس، طاقتور، تنومند۔ اس نے بہت جلد لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور ایک جماعت بنا کر سردار بن گیا۔ پہلے تو اپنے وطن کے سرداروں کو زیر کر کے عنان حکومت ہاتھ میں لی پھر اتنی ترقی کی کہ ملک خطا پر غالب ہو گیا۔ پھر ملک چین پر۔ اس کے لشکر بہت بڑھ گئے۔ اور بلاد ختن کاشغر اور مالق پر تصرف جمالیا۔ چونکہ جلال الدین سنجر بن خوارزم شاہ ملک خوارزم خراسان اور ماوراالنہر کی بڑی زبردست قوت و شوکت تھی۔ اس لئے تنگیز اس سے تو خوف زدہ اور دور رہا اور کوئی تعرض نہ کیا۔

ایسا اتفاق ہوا کہ تنگیز نے تاجروں کو چین اور خطا کا مال ریشمی کپڑے وغیرہ کی قسم سے دے کر شہر اطراز جو جلال[2] الدین کی عملداری کا منتہا ہے بھیجا۔ وہاں کے عامل نے جلال الدین کے پاس اس امر کی

---

[1] تاتاری چین کا ایک شہر۔

[2] ابن بطوطہ سے یہاں چوک ہوئی ہے، یہ جلال الدین خوارزم شاہ نہیں، بلکہ اس کے باپ کا ذکر ہے، جہاں تک جلال الدین خوارزم شاہ کا ذکر ہے، وہ آخری وقت تک مغلوب نہیں ہوا، اور برابر جنگ گریز پا (گوریلا جنگ) کر کے چنگیز خاں کی قوت و شوکت اور ہیبت و صیوت کو چیلنج کرتا اور اس کا مذاق اڑاتا رہا۔ آخر میں جب دریائے سندھ کے کنارے چنگیز خاں کے لشکر گراں نے اسے ہر طرح سے گھیر لیا، مع گھوڑے کے دریائے سندھ میں کود گیا، اور تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ اور چنگیز جیسا باجبروت شخص انگشت بدنداں، منہ دیکھتا رہ گیا، اس نے بڑی حسرت کے ساتھ اپنے ولی عہد سے کہا، —— "کاش ہر باپ ایسا بیٹا [illegible]

اطلاع کی اور اجازت مانگی کہ ان کے متعلق کیا کارروائی عمل میں لائی جائے، اس نے عامل مذکور کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ ان کا مال ضبط کر لیا جائے۔ اور انہیں مثلہ اور اعضا بریدہ کر کے ان کے بلاد کو واپس کر دیا جائے چونکہ اللہ برتر کی یہی مرضی تھی۔ اس لئے باشندگان بلاد مشرق کی شقاوت روئے بد اور سوئے تدبیر اور نحوست سے یہ فعل عمل میں آیا۔

جب اس سے یہ امر سرزد ہوا۔ تو تنگیز بنفس نفیس لشکر ہائے کثیرہ لاتعداد کی سرکردگی میں بلاد اسلام پر حملہ کرنے کے لئے آپہنچا۔ جب اطرار کے عامل نے اس حملہ آوری کی خبر سنی تو جاسوسوں کو اس کی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ اس سے بیان کیا گیا کہ ان میں سے تنگیز کے کسی امیر کے لشکر میں سائل کی صورت میں داخل ہوا تھا۔ وہاں کسی کو ایسا نہ پایا جو اسے کھانا کھلاتا۔ اور ان میں سے ایک شخص کے پاس جو اترا تو اس کے پاس کوئی زادراہ نہ دیکھا۔ اور نہ اس نے اسے کچھ کھلایا۔ جب شام ہوئی تو اس شخص نے ایک سوکھی ہوئی آنت جو اس کے پاس تھی نکالی، اسے پانی میں تر کیا۔ اور اپنے گھوڑے کی فصد لگا کر اس کے خون سے اسے بھرا۔ باندھا اور اسے آگ میں بھونا۔ وہ اس کی غذا ہوئی۔ پھر یہ اطرار واپس آگیا۔ اور عامل کو اس کے حال سے آگاہ کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے کسی فرد میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ تو اس نے اپنے بادشاہ جلال الدین سے مدد مانگی۔ اس نے ساٹھ ہزار کا جو اس کے پاس لشکر تھا، اس پر اور بطور مدد اضافہ کیا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو تنگیز نے ان کو بھگا دیا۔ اور شمشیر بدست اطرار میں داخل ہوا وہاں کے مردوں کو قتل کیا، اور ذریات کو قید۔ پھر جلال الدین بنفس نفیس اس سے لڑنے آیا ان میں ایسی لڑائیاں ہوئیں جن کی اسلام میں نظیر نہیں ملتی۔ انجام کار یہ ہوا کہ تنگیز اوراء النہر کا بادشاہ ہوگیا۔ اور بخارا۔ سمرقند۔ اور ترمذ[1] کو ویران کر دیا۔ اور نہر کو عبور کر کے جو نہر جیحون ہے، شہر بلخ پہنچا۔ اور اس پر بھی متصرف ہوگیا۔ پھر بامیاں (یامیان) آیا۔ اور اسے بھی تصرف میں لے لیا۔ پھر بلاد خراسان اور عراق عجم میں غلو کیا۔ پھر بلخ اور ماوراء النہر کے مسلمانوں نے اس پر یورش کی، لیکن اس نے سب کو پسپا کر دیا۔ اور بلخ میں بھی شمشیر بدست داخل ہوا، اور تمام بلخ کو در مٹی کا ڈھیر کر دیا۔

بقیہ گذشتہ صفحہ کام چنگیز کی زبان سے یہ اتنا بڑا خراج تحسین تھا۔ جو جلال الدین خوارزم شاہ کے علاوہ کسی کو نہیں حاصل ہوا۔

[1] جہاں کے امام ترمذی ہیں۔ جن کی ترمذی صحاح ستہ میں داخل ہے۔

ترمذ کی بربادی چنگیز کے ہاتھوں

اور ایسا ہی ترمذ میں بھی کیا۔ وہ ایسا ویران ہوا کہ اب تک آبادی کی نوبت نہ آئی۔ لیکن اس سے دو میل کے فاصلہ پر ایک اور شہر بنایا گیا جسے اس زمانہ میں ترمذ کہتے ہیں۔ باشندگان یا میاں بھی قتل کیا اور تمام شہر کو ڈھا دیا۔ صرف جامع مسجد کے مینار باقی رہ گئے اور اہل بخارا اور سمرقند کو معاف کر دیا۔ پھر اس کے بعد عراق کی طرف واپس آیا۔ معاملہ کی انتہا یہ ہے کہ یہ حضرۃ الاسلام اور دارالخلافت بغداد میں شمشیر بدست داخل ہوئے، اور خلیفہ المستعصم باللہ عباسی رحمۃ اللہ کو ذبح کر دیا۔

ابن جزی فرماتے ہیں ہم سے ہمارے شیخ قاضی القضاۃ۔ ابوالبرکات ابن الحاج فرماتے تھے، کہ میں نے خطیب ابا عبداللہ بن رشید سے سنا ہے، یہ کہتے تھے کہ میں نورالدین بن الزجاج سے جو کہ علماء عراق میں سے ہیں، مکہ میں ملا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھتیجے بھی تھے۔ ان سے خوب باتیں ہوئیں۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ تاتار کے فتنہ میں جو عراق میں واقع ہوا تھا۔ اہل علم میں سے چوبیس ہزار آدمی تھے، ان میں سوا میرے اور اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے اس کے اور کوئی نہیں بچا

ہم شہر بخارا میں سے ایک سرائے میں جو فتح آباد کے نام سے مشہور ہے اترے اس میں شیخ العالم العابد الزاہد سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کا مزار ہے، آپ کبار اولیاء میں سے ہیں، اور خانقاہ انہیں شیخ کی طرف منسوب ہے، بڑی خانقاہ اور اس کے لئے اوقاف بھی بہت بڑے ہیں اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا دیا جاتا ہے اس کا شیخ آپ ہی کی ذریات میں سے ہے، اس کا نام حاجی سیاح۔ یحییٰ باخرزی ہے، اس شیخ نے اپنے گھر میں میری ضیافت کی تھی، اور تمام شہر کے اعیان کو جمع کیا تھا۔ قراء نے نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھا۔ واعظ نے وعظ کہا۔ اور زبان ترکی اور فارسی میں نہایت اچھی طرح گانا گایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار

یہاں الفقیہ العالم فاضل صدرالشریعۃ سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ ہرات سے تشریف لائے تھے، صلحائے و فضلاء میں سے ہیں۔ اور بخارا میں امام العالم ابی عبداللہ بخاری مصنف جامع صحیح شیخ المسلمین کے مزار مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوا۔ اس پر یہ عبارت تحریر ہے:

ھذا قبر محمد بن اسماعیل البخاری قد صنف من الکتاب (یہ محمد بن اسماعیل البخاری کا مزار مبارک ہے) جو کتاب ہائے ہذا کے مصنف ہیں اسی طرح تمام تمام علمائے بخارا کے مزارات پر ان کے نام اور ان کی تصانیف کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان میں سے میں نے بہت سے نام یاداشت میں لکھ لئے تھے، جب کفار ہند نے ہمارا سمندر میں مال و اسباب لوٹا تو اس کے ساتھ یہ فہرست بھی ضائع ہو گئی۔

شہر نخشب میں آمد، میری جاریہ ایک بچی کی ماں بن گئی

شہر نخشب[1] میں ورود ہوا۔ یہ وہ شہر ہے، جس کی طرف شیخ ابوتراب النخشی منسوب ہیں چھوٹا شہر چاروں طرف باغات اور پانی سے گھرا ہوا ہے، ہم اس کے باہر ایک مکان میں اترے جو یہاں کے امیر کا ہے، میری ایک جاریہ تھی۔ جس کے وضع حمل کا زمانہ قریب تھا۔ میں اسے سمرقند لے جانا چاہتا تھا۔ تاکہ وہیں وضع حمل ہو، ایسا اتفاق ہوا کہ وہ حمل ہی میں تھی کہ محمل اونٹ پر رکھ دیا گیا، اور ہمارے کچھ ساتھی رات ہی کو چل دیئے۔ وہ اور زاد راہ وغیرہ میرے اسباب سے انہیں کے ساتھ تھا، میں اس لئے ٹھہرا رہا کہ دن کو اپنی معیت والوں کے ساتھ روانہ ہوں، وہ تو ایک راستہ سے گئے اور میں اس کے ماسوا دوسرے راستہ سے گیا۔ ہم شام کے وقت لشکر سلطان مذکور میں پہونچے وہاں ہمیں بھوک معلوم ہوئی تو بازار سے فاصلہ پر اترے، ہمارے بعض ساتھیوں نے کچھ خریدا اور بعض تاجروں نے ہمیں خیمے عاریۃً دے دیئے۔ الغرض ہم شب کو وہیں شب باش ہوئے، دوسرے دن ہمارے ساتھی اونٹوں اور باقی ساتھیوں کی تلاش میں نکلے انہیں شام کے وقت پایا۔ لے کر آئے، سلطان لشکر سے شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ میں اس کے نائب امیر تقبغا سے ملا، اس نے مجھے اپنی مسجد کے قریب اتارا۔ اور مجھے ایک خرقہ (خرگاہ) عطا کیا، یہ خیمے کے مشابہ ہوتا ہے، میں نے جاریہ مذکورہ کو اس خرگاہ میں اتارا، اسی شب کو اس کے وضع حمل ہوا، مجھے خبر دی گئی، کہ اولاد نرینہ ہے، لیکن ایسا نہ تھا کیونکہ عقیقہ کے بعد میرے ساتھیوں میں سے مجھ سے کسی نے کہا کہ زائندہ لڑکی ہے، پھر میں نے تمام جواری کو جمع کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ طالع سعد میں لڑکی ہی پیدا ہوئی ہے، میں نے یہ دیکھا کہ جب سے وہ پیدا ہوئی ہے،

---

[1] چاہ نخشب اردو زبان میں عام الورود ہے

تمام چیزوں سے مجھے خوشی ہوتی ہے، اور موافق مرضی ہوتے ہیں، دو ماہ بعد وہ لڑکی فوت ہو گئی میں شہر میں شیخ فقیہ العابد مولانا حسام الدین الیاغی سے ملا۔ یہ باشندگان اطرار میں سے ہیں، اور شیخ الحسن سلطان کے داماد سے بھی ملاقات کی،

سلطان طرمشیری کا تذکرہ، ایک فقیہ اور واعظ سے گفتگو

کہتے ہیں کہ ملک کبک نے ایک دن فقیہ واعظ بدرالدین المیدانی سے گفتگو میں یہ کہا۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ برتر نے اپنی کتاب میں تمام چیزوں کا ذکر کیا ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کرنے لگا۔ پھر اس میں میرا ذکر کہاں ہے، آپ نے فرمایا اللہ برتر کے اس قول میں، "فی ای صورۃ ما شاء رکبک" (سورۃ ۸۲، آیۃ ۸) آپ کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ آپ کا بہت زیادہ اکرام کیا، اور مسلمانوں کی بہت تعظیم کرنے لگا۔

جب میں محلہ یا لشکر میں کئی دن رہا۔ جسے یہ لوگ اردو کہتے ہیں، ایک دن اپنی عادت کے موافق صبح کی نماز کے لئے مسجد گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو مجھ سے کسی شخص نے ذکر کیا کہ سلطان مسجد میں ہے، جب وہ اپنے مصلّے پر سے اٹھا تو میں سلام کے لئے آگے بڑھا۔ شیخ حسن اور فقیہ حسام الدین الیاغی کھڑے ہو گئے، اور ان دونوں شخصوں نے میرا حال اور میرے آنے کے متعلق عرض کیا کہ چند دن سے آیا ہوا ہے، اس نے مجھ سے ترکی زبان میں کہا "خش مین یخشی مین قطلوالیوسن" خش مین کے معنی ہیں، آپ بخیریت ہیں، اور یخشی مین کے معنی ہیں، آپ تندرست ہیں، اور قطلوالیوسن کے معنی ہیں، آپ کے قدوم مبارک۔

بادشاہ کے دربار میں حاضری اور اس سے سلام و کلام

یہ اس وقت قدسی سبز قبا پہنے ہوئے تھا۔ ویسا ہی سر پر حاشیہ بھی تھی۔ پھر وہ اپنے دربار میں پیادہ پا جانے لگا۔ لوگ اس کے سامنے شکایتیں کرنے آجاتے تھے، ہر شکایت کرنے والے کے لئے وہ ٹھہر جاتا ہے شکایت کنندگان میں چھوٹے بھی تھے، بڑے بھی۔ ذکور بھی اور اناث بھی پھر مجھے بلا بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا۔ وہ ایک خرگاہ میں تھا۔ اور لوگ اس خرگاہ کے دائیں اور بائیں باہر کی طرف تھے۔ ان میں امراء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے ساتھی ان کے سروں پر پیچھے اور

ہتھیار رکھے ہوئے تھے، پھر ان کی ڈیوٹی دوسروں نے آکر بدلائی، اور وہ آخر رات تک رہے یہاں روئی کے کپڑے کی چھتیں بنی ہوئی تھیں، یا سائبان تھے۔ جن میں یہ لوگ رہا کرتے تھے۔

جب میں بادشاہ کے پاس خرگاہ میں داخل ہوا تو اسے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جو منبر کے مشابہ تھی، اور اس پر زرکار ریشم کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ خرگاہ کے اندرونی جانب ریشم کا زرکار کپڑا لگا ہوا تھا۔ اور ایک جواہرات اور یاقوتوں سے مرصع تاج سلطان کے سر پر لٹکا ہوا تھا۔ اس کے اور سلطان کے سر کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ تھا۔ اور امرائے کبار اس کے داہنے اور بائیں بیٹھے ہوئے تھے اور شاہزادگان ان کے سامنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھے، خرگاہ کے دروازہ کے پاس نائب وزیر حاجب اور صاحب نشان تھے، جنہیں یہ آل طمنی کہتے ہیں۔

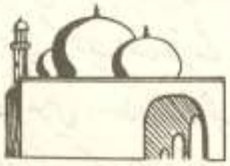

ماوراء النہر کا سفر

ایک عالم دین اور شاہ ذی جاہ میں ٹکر

شاہ طرمشیرین کے عجیب و غریب حالات

طرمشیر نے ایک مرتبہ اپنا سجادہ اپنی جگہ بچھوا دیا، اور امام حسام الدین سے کہلا بھیجا کہ نماز میں اس کا انتظار کریں، امام نے جواب دیا۔

"نماز خدا کے لئے ہے یا طرمشیر کے لئے؟"

"پھر موذن کو حکم دیا کہ تکبیر کہو، اور امامت شروع کر دی۔ سلطان جب آیا تو دو رکعتیں ختم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ دو آخری رکعتیں اس نے تنہا پڑھیں۔ جگہ وہاں ملی جہاں نمازیوں کی جوتیاں رکھی تھیں فوت شدہ رکعتیں پڑھ کر امام صاحب کی طرف مصافحہ کے لئے بڑھا، اور محراب کے سامنے بیٹھ گیا۔ امام اس کے پہلو میں اور میں امام کے پہلو میں، سلطان نے مجھ سے کہا جب اپنے بلاد میں جانا تو کہنا کہ عاجم فقراء میں سے ایک فقیر نے سلطان ترک کے ساتھ یہ کیا ہے۔"!

سلطان کا میرے ساتھ حسن سلوک، سلطان کا عبرت انگیز قتل

جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے سات سو دینار درا ہم اور ایک سمور کا لبادہ جس کی قیمت سو دینار ہو سکتی ہے، دیئے میں نے اس سے یہ سردی کی وجہ سے مانگ لیا تھا۔ جب اس کے لئے میں نے اس سے کہا تو اس نے میری آستینیں اپنے ہاتھ میں پکڑ کر انہیں تو ضعاً فضلاً اور حسن خلق کی وجہ سے چومنا شروع کیا۔

سرزمین ہند میں میرے پہونچنے کے دو سال بعد مجھے یہ خبر موصول ہوئی کہ بہت سے امراء

اس کے انتہائی بلاد میں جمع ہوئے، جو چین کے پاس ہیں، یہاں اس کا لشکر کثیر جمع ہوا۔ اور اس کے چچازاد بھائی سے جس کا نام بوزن اغلی تھا، بیعت کی۔ تیز جوشاہزادے تھے، انہوں نے بھی اسے یہ بوگ اغلی کہا کرتے تھے۔ گو یہ مسلمان تھا، لیکن اس کے اعتقادات شرعی اور سیرت بری تھی۔ ان کے بیعت کرنے اور طرمشیریں سے خلع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ طرمشیریں نے اپنے اس چنگیز لعین کے احکام کی مخالفت کی تھی، جس نے بلاد اسلام کو ویران کیا تھا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا۔ تنگیز نے اپنے احکام کی ایک کتاب بھی تالیف کی تھی، جسے یہ الیساق کہتے ہیں، ان کے یہاں جو اس کتاب کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کا خلع واجب تھا۔ ان کے احکام میں یہ بھی تھا، کہ سال میں ایک مرتبہ ان کا میلہ ہوتا تھا۔ جسے الطوی کہتے تھے، اس کے معنی یوم الضیافتہ کے ہیں، اولاد تنگیز اور امرا اطراف بلاد سے آتے تھے، اور خواتین اور سرداران افواج حاضر ہوتے تھے، اگر سلطان نے ان احکام کی خلاف ورزی کی ہوتی، تو ان میں سے بڑے بڑے کھڑے ہو کر اس سے کہتے تھے۔ آپ نے فلاں فلاں کام کی خلاف ورزی کی ہے، اس لئے آپ کی حکومت سے دست برداری واجب ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت شاہی سے اتار دیتے تھے، اور اولاد تنگیز میں سے کسی اور کو بٹھا دیتے تھے۔ اور اگر امرائے کبار میں سے اس کے بلاد میں کسی سے کوئی خطا سرزد ہوتی تھی، تو اسے جس سزا کا وہ مستحق ہوتا تھا دیتے تھے۔

سلطان طرمشیرین نے اس میلہ کی رسم کو مٹایا تھا۔ اس فعل کی سب نے بڑی سخت مخالفت کی، اس امیر کو اسلام اور مسلمانوں سے بڑی محبت تھی، اپنی عملداری میں اس نے تقریباً چالیس زاویئے بنوائے تھے، جن میں وارد و صادر کو کھانا ملتا تھا۔ اور اس کے ماتحت بڑی فوجیں تھیں۔ میں نے کسی آدمی کو اس سے زیادہ قوی تن نہیں دیکھا۔

جب اس نے نہر جیحون کو عبور اور بلخ کا راستہ اختیار کیا تو اسے ترکوں میں سے کسی ترک نے دیکھا جو ینقی اس کے بھتیجے کبک کے ساتھیوں میں سے تھا۔ سلطان طرمشیریں نے اپنے بھائی کبک کو قتل کر دیا، بلخ میں صرف اس کا بیٹا ینقی باقی یا پسماندہ تھا۔ جب اس ترک نے اس کی خبر دی۔ تو کہا کہ غالباً اس پر کوئی حادثہ ہوا ہے، یہی بھاگنے کا سبب ہے، بس پھر کیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کی معیت میں سوار ہو گیا اسے جا گرفتار کیا۔ اور قید کر دیا۔

جب بوزن سمرقند اور بخارا کی طرف آیا۔ تو لوگوں نے اسکی بیعت کی اور ینقی بھی طرمشیریں کو لے کر آیا

۱؎ سیاست

کہتے ہیں کہ جب یہ سمرقند کے باہر نسف میں پہونچا تو۔ وہیں قتل کر کے پیوند خاک کیا گیا۔ اس کی قبر کی خدمت شیخ شمس الدین گردن بریدہ نے اختیار کی۔ گردن بریدہ اس لئے کہتے ہیں کہ گردن پر ایک ضرب کا نشان تھا۔

شہنشاہ ہند کا مظلوم بادشاہ، طرمشیر کے خاندان سے حسن سلوک

جب بوزن بادشاہ ہوا۔ تو طرمشیرین کا بیٹا یعنی سائے اغل داغلی اس کی بہن اور اس کی بیوی فیروز ملک ہند کے پاس بھاگ آئے، ان کی اس نے بڑی عظمت کی، اور ان کو نہایت شان کے ساتھ اتارا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے اور طرمشیرین کے مابین محبت۔ رسل و رسائل اور ہدیوں تحفوں کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ اسے بھائی کے لفظ سے مخاطب کیا کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد ایک شخص سرزمین ہند سے آیا کہتا تھا کہ میں طرمشیرین ہوں۔ لوگوں میں اس پر اختلاف پیدا ہوا۔ اسے عماد الملک سرتیز ملک ہند کے غلام اور والی بلاد ہند نے سنا۔ اسے ملک عرض کہتے تھے، یہ وہ شخص تھا جو لشکر ہائے ہند کا جائزہ بھی لیا کرتا تھا۔ اس جگہ کی حکومت اسی کے سپرد تھی۔ اور ملتان سندھ کے دارالحکومت میں رہا کرتا تھا، اس کے پاس چند ترکوں کو بھیجا جو اسے پہچانتے تھے، یہ واپس آئے اور اسے خبر دی کہ درحقیقت یہ طرمشیرین ہی ہے اس نے حکم کیا کہ اس کے لئے شہر کے باہر سراچہ قائم کیا جائے، چنانچہ نصب کیا گیا، اور اس کے لئے وہی ترتیب دیا گیا۔ جو ایسے لوگوں کے لئے ترتیب دیا جاتا ہے، اس کے استقبال کے لئے نکلا، اور پا پیادہ ہوا۔ اور اسے سلام کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سراچہ تک آیا۔ یہ بادشاہوں کی رسم کے مطابق سوار ہی داخل ہوا۔ اور اس کے طرمشیرین ہونے میں کسی کو شک نہ رہا۔ ملک ہند کو اس کی خبر پہنچی۔ اس نے اس کے پاس امرا ضیافتوں کے ساتھ استقبال کے لئے بھیجے۔

سمرقند میں آمد

پھر شہر سمرقند میں وارد ہوا یہ شہر دنیا کے بڑے عمدہ حسین وجمیل شہروں میں ہے، ایک وادی کے کنارے واقع ہے، جسے وادی القصارین کہتے ہیں۔ اس پر آب کشی کے چرخ لگے ہوئے۔ جن باغات میں آب رسانی ہوتی ہے اس کے کنارے اہل بلد نماز عصر کے بعد سیر وتفریح کے لئے جمع ہوتے ہیں، ان کے لئے اس پر چبوترے اور نشستیں ہیں، اور دکانیں ہیں۔ جن سے پھل اور تمام کھانے کی چیزیں خریدتے ہیں، اس کے کنارے بہت بڑے بڑے محل اور عمارتیں ہیں۔ جن سے وہاں کے لوگوں کے علوئے ہمت اور برتری کا پتہ چلتا ہے، عمارتیں اکثر ویران ہو گئی ہیں۔ اور اسی طرح شہر کا بھی بہت سا حصہ ویران ہو گیا ہے، نہ اس کی کوئی شہر پناہ ہے، اور نہ دروازے اور اندرون میں باغات ہیں۔ اہل سمرقند بہت با اخلاق اور پردیسیوں سے محبت کرنے والے۔ اور بخارا کے باشندوں سے اچھے ہیں۔

حضرت قثم ابن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

سمرقند کے بیرون میں قثم ابن العباس بن عبد المطلب عنہ کا مزار ہے جب آپ نے اسے

---

[1] یہ شہر بھی مسلمانوں کے متمدن شہروں میں تھا۔ مرکز علوم وفنون تھا۔ لیکن چنگیز کی دست برد سے یہ بھی نہ بچا، اور پھر کبھی عظمت رفتہ نہ حاصل کر سکا۔

شہر نسف میں ورود

اب ہمارا گذر شہر نسف میں ہوا۔ جس کی طرف ابو حفص عمر النسفی منسوب[1] ہیں۔ یہ فقہائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف فیہ مسائل کو نسظم بھی کر چکے ہیں۔

---

[1] "شرح عقائد نسفی" اصول فقہ کی مانی ہوئی کتاب ہے، اور مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے،

فتح کیا تو یہیں شہید ہوئے تھے، باشندگان سمرقند ہر شب دوشنبہ اور جمعہ کو آپ کی زیارت کے لئے نکلتے ہیں۔ اور تاتاری بھی آپ کی زیارت کے لئے آتے، اور آپ کے مزار پر بڑے بڑے چڑھاوے چڑھاتے اور نذریں مانتے ہیں، گائے، بھیڑ دراہم۔ و نانیر لاتے ہیں۔ یہ سب وارد و صادر اور خانقاہ کے خادموں پر صرف کیا جاتا ہے، مزار مبارک پر ایک قبہ چار ستونوں پر قائم ہے، ہر پائے کے ساتھ دو ستون سنگِ مرمر کے ہیں۔ جن میں سونے سے معبت کاری کی ہوئی ہے، اور چھت سیسہ کی بنائی گئی ہے، اور مزار پر آبنوس کا مرصع کا ایک کٹھڑا بنا ہوا ہے، جس کے پاؤں پر چاندی منڈھی ہوئی ہے، اور اس کے اوپر چاندی کی تین قندیلیں لٹکی ہیں۔ قبہ کا فرش اون اور روئی کا ہے، اس کے باہر ایک بہت بڑی نہر ہے، جو خانقاہ کے اس حصہ سے ہوتی ہوئی گذر گئی ہے، جو وہاں واقع ہے، اس کے کنارے درخت انگور اور چمیلی کی بیلیں ہیں، خانقاہ میں بہت سی سکونت گاہیں ہیں، جن میں وارد و صادر قیام کرتے ہیں، اپنے کفر میں تاتاریوں نے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا، بلکہ اس سے برکت حاصل کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے بہت سی کرامتیں دیکھی تھیں۔

شہر ترمذ میں داخلہ

جہاں امام ابوعیسٰی ترمذی نے آنکھیں کھولیں

پھر ہمارا شہر ترمذ میں ورود ہوا۔ یہ وہ شہر ہے، جس کی طرف امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذی مؤلف جامع الکبیر فی السنن منسوب ہیں۔ یہ ایک بڑا شہر اچھی آبادی والا ہے، اس کے بازاروں کو نہریں پھاڑتی ہوئی نکل گئی ہیں۔ اس میں بکثرت باغات ہیں، اور انگور اور بہی بکثرت پیدا ہوتی ہے، جس میں بے انتہا خوشبو اور گودا بکثرت ہوتا ہے، اسی طرح یہاں دودھ کی بہت افراط ہے، یہاں کے لوگ حمام میں بجائے کھلی کے دودھ سے سر دھوتے ہیں۔ ہر حمام والے کے پاس ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا ہوا ہوتا ہے جب کوئی شخص حمام میں آتا ہے، تو اس میں سے ایک چھوٹے برتن میں لے کر اس کا سر دھوتا ہے، یہ بالوں کو نرم اور چمکیلا کر دیتا ہے، باشندگان شہر اپنے سروں میں تلی کا تیل لگاتے ہیں۔ اور اسے ایسراج کہتے ہیں، پھر اس کے بعد بالوں کو کھلی سے دھوتے ہیں، اس سے جلد نرم ہو جاتی ہے، اور بال چمکدار ہوتے اور بڑھتے بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باشندگان ترمذ اور ان کے ساتھ رہنے والوں کی داڑھیاں لمبی ہوتی ہیں۔

لے یہ شہر بھی چنگیز کی خوں آشامیوں سے نہ بچ سکا۔

خراسان کی طرف

روسی، ترکستان کا مشاہدہ و نظارہ

قدیم شہر ترمذ دریائے جیحون کے کنارے آباد تھا۔ چنگیز نے اسے ویران کر دیا تو نہر سے دو میل کے فاصلہ پر اس نئے شہر کی بنا ڈالی گئی۔ یہاں میں شیخ صالح عزیزان کی خانقاہ میں اترا تھا۔ آپ کبار مشائخ میں سے بہت دولت مند اور صاحب اراضی و باغات ہیں، اور اپنے مال میں سے وارد و صادر پر صرف کرتے ہیں۔ اس شہر میں پہونچنے سے پہلے یہاں کے والی علاء الملک خداوند زادہ سے مل چکا تھا۔ اور اسی خانقاہ میں میری ضیافت کے لئے موصوف نے دعوت نامہ بھی بھیجا تھا۔ ہمارے یہاں قیام کے زمانہ میں روزانہ ہمارے لئے ضیافت آتی تھی۔ میں یہاں کے قاضی قیام الدین سے بھی ملا۔ اس وقت وہ سلطان طرمشیریں سے ملنے اور اس سے بلاد ہند کی طرف سفر کرنے کی اجازت مانگنے کے لئے جا رہے تھے۔

پھر ہم نہر جیحون عبور کر کے بلاد خراسان کی طرف آئے، اور ترمذ سے واپسی کے بعد ہمیں ڈیڑھ دن تک ایک وادی صحرا اور ریگ میں سے گذرنا پڑا جس میں کوئی آبادی نہ تھی۔

شہر بلخ کی زیارت

چنگیز خاں کی درندگی، سفاکی، اور بہمیت کا شکار

اب ہم بلخ پہنچے، اب یہ شہر تمام تر ایک ویرانہ ہو کر رہ گیا ہے، اس کی جو عمارتیں سلامت ہیں، وہ حد درجہ مستحکم ہیں۔ اس کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ جو مٹ گئی، اس کے مدرسوں اور مسجدوں پر گذشتہ صناعیوں کے نشانات اب تک باقی ہیں، اس شہر کو بھی چنگیز لعین نے برباد کر دیا۔ اور مٹا ڈالا تھا۔ ایک تہائی مسجدیں تو اس نے بالکل ڈھا دیں۔ کیونکہ اسے کسی نے بتایا تھا۔ کہ ان کے ستونوں میں سے کسی ستون کے نیچے خزانہ ہے مسجد جامع دنیا کی تمام مسجدوں میں اچھی اور فراخ ترین ہے، اور رباط کی مسجد جو مغرب میں ہے ستونوں کی بلندی میں اس کے مشابہ ہے، اور بلخ کی مسجد جو اس کے سوا اس سے اجمل ہے۔

مسجد بلخ کی تعمیر و تاسیس کی تاریخ

کسی مؤرخ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ بلخ کی مسجد ایک عورت کی بنوائی ہوئی ہے، جس کا شوہر بنی عباس کی طرف سے بلخ میں امیر تھا۔ اسے داؤد بن علی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ خلیفہ باشندگان بلخ پہ ناراض ہوا۔ اس کا باعث وہی لوگ تھے۔ ان کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجا جو ان پر نہایت سخت عقوبت کرے۔ جب یہ شخص بلخ پہنچا، تو یہاں کی عورتیں اور بچے اس عورت کے پاس آئے، جس نے مسجد بنائی۔ یہ ان کے امیر کی زوجہ تھی۔ ان سب نے اپنا حال اور جرمانہ کی کیفیت بیان کی، اس نے اس امیر کے پاس جو ان پر جرمانہ کرنے آیا تھا۔ ایک نفس

کے ہاتھ اپنا جواہرات سے مرصع ایک کپڑا بھیجا۔ جس کی قیمت اس رقم سے زیادہ تھی۔ جو اہل بلخ پر جرمانہ تھی۔ اور اس سے کہا کہ یہ کپڑا لے کر خلیفہ کے پاس چلا جا۔ یہ میں نے باشندگان بلخ کی طرف سے ان کے ضعف حال کی بنا پر صدقہ دیا ہے، یہ خلیفہ کے پاس چلا گیا۔ اور اس کے سامنے یہ کپڑا ڈال دیا، اور سارا حال بیان کیا۔ خلیفہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور کہا کیا یہ عورت ہم سے زیادہ صاحب کرم ہے، اور حکم دیا کہ اہل بلخ سے جرمانہ لینا موقوف کر دیا جائے۔ اور کہا کہ کپڑا اس عورت کو واپس کر دیا جائے، اور باشندگان بلخ پر ایک سال کا خراج بھی معاف کر دیا۔ وہ امیر بلخ کی طرف واپس آیا، اور اس عورت کے مکان پر خود پہنچا، اور خلیفہ نے جو کچھ کہا تھا اس سے کہا۔ اور اسے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ اس نے اس سے کہا خلیفہ نے اس کپڑے کو دیکھا بھی تھا۔ اس نے کہا ہاں، کہنے لگی جس کپڑے پر غیر محرم کی نظر پڑھ چکی اسے میں نہ پہنوں گی۔ اور حکم کیا کہ اس کو فروخت کر ڈالا جائے، اسی سے مسجد خانقاہ اور الکنذان کی ایک رباط بنوائی جو ہنوز آباد ہے پھر بھی اس کپڑے کی قیمت میں سے دو تہائی رقم بچ رہی۔ کہتے ہیں کہ اس نے اس مابقی رقم کے متعلق حکم کیا کہ مسجد کے کسی ستون کے نیچے دفن کر دیں، تاکہ بوقت ضرورت وہاں سے اس کا نکالنا آسان ہو۔

جب تنگیز کو اس واقعہ کا علم ہوا، جو مسجد کے ستون کو گرانے کا حکم دے دیا۔ ان میں سے تقریباً تین ستون گرائے گئے۔ جب کچھ نہ ملا تو باقی کو جیسے تھا ویسے ہی چھوڑ دیا۔

حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا مزار

بلخ کے بیرون میں عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلعم وتسلیماً کا مزار ہے، آپ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، اس پر ایک بہت بڑی خانقاہ بنی ہوئی ہے، ہم اس میں اترے تھے، اس کے باہر پانی کا ایک عجیب حوض بنا ہوا ہے، اور اس پر اخروٹ کا ایک بہت بڑا درخت ہے۔

یہاں حضرت حزقیل النبی علیہ السلام کا مزار ہے، اس پر ایک اچھا قبہ بنا ہوا ہے۔ یہاں ہم نے اور بھی بہت سے صالحین کے مزارات کی زیارت کی تھی۔ جو اب مجھے یاد نہیں ہیں۔

ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کا مکان

ہم ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے مکان میں اترے تھے، یہ ایک بہت بڑا مکان ہے، جو

سفید پتھر کا جو الکذان سے مشابہ ہے، بنا ہوا ہے، اس خانقاہ سے متعلق ایک کھیت ہے جس کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں، اس لئے ہم اس کھیت میں نہ جا سکے۔ یہ جامع مسجد کے قریب ہے۔

پھر ہم نے شہر بلخ سے کوچ کیا۔ اور قوہ استان (قہستان) کے پہاڑوں میں سات دن تک مسافت طے کرتے رہے، اس میں بہت آباد مواضعات ہیں، جاری پانی اور بکثرت درخت بھی ہیں، اور بہت سی خانقاہیں ہیں۔ ان میں وہ صالح لوگ رہتے ہیں، جنہوں نے خدائے برتر کے لئے دنیا سے تعلقات منقطع کر لئے تھے۔

شہر ہرات

خراسان کا سب سے بڑا، آباد اور بارونق شہر!

پھر ہمارا شہر ہرات میں ورود ہوا۔ یہ خراسان کے سب شہروں میں سے بہت آباد ہے خراسان کے شہر بہت بڑے بڑے ہیں۔ جن کی تعداد چار ہے، ان میں دو یعنی ہرات اور نیشاپور تو آباد ہیں۔ اور دو یعنی بلخ اور مرو ویران ہیں۔ شہر ہرات بہت بڑا ہے، اس کی آبادی بہت زائد ہے۔ یہاں کے باشندے صلاح و عفاف اور دیانت سے متصف ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کے پیروکار ہیں، فساد سے بالکل پاک ہے۔

سلطان غیاث الدین غوری کی شجاعت و شہامت کی داستان

یہاں کا سلطان المعظم حسین بن سلطان غیاث الدین غوری[1] ہے، اس کی شجاعت زبان زد خلائق ہے، اور اس کی تائید و سعادت سب منجانب اللہ ہے، اس کی (مقامات پر تائید ہوئی ہے جس سے نہایت تعجب ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جب اس کا لشکر سلطان خلیل کے مقابل ہوا تھا۔ جس نے اس کے خلاف جنگ کی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سامنے قید کر کے حاضر کیا گیا۔ اور دوسرے وقت جب مسعود رافضیوں کے سلطان سے بنفس نفیس اس کا مقابلہ ہوا جس کی انتہا یہ ہے کہ سلطان نے شکست کھائی۔ بھاگ کھڑا ہوا اور اس کا ملک نکل گیا۔ سلطان حسین اپنے بھائی کے بعد جو ملقب حافظ مشہور تھا۔ والی ملک ہوا اور اس کا یہ بھائی اپنے والد غیاث الدین کے بعد والی ہوا تھا۔

---

[1] سلطان شہاب الدین غوری فاتح ہند اس کا چھوٹا اور چہیتا بھائی تھا۔

شیعوں اور سنیوں کے مابین جنگ و جدال کی کہانی

خراسان میں دو شخص تھے، ان میں سے ایک کا نام مسعود تھا اور دوسرے کا نام محمد۔ ان دونوں کے پانچ ساتھی اور تھے، ان لوگوں کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا۔ یہ لوگ عراق میں شطا کہلاتے ہیں۔ اور خراسان میں سرابدار اور مغرب میں انہیں صقورۃ کہتے ہیں۔ ان ساتوں نے فساد اور قزاقی پر کمر باندھی اور مال لوٹا ان کے متعلق خوب شہرت ہوئی۔ ایک بلند پہاڑ پر شہر بہیق کے قریب رہتے تھے۔ اسے شہر سبز (اور سبزدار) بھی کہتے ہیں۔ دن کو پوشیدہ رہتے، اور رات اور شام کو نکلتے، مواضعات پر چھاپے مارتے، اور راہ زنی کرتے، اور لوگوں کا مال چھین لیتے۔ جو ان کی طرح شر و فساد والے تھے، وہ بھی ان کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ان کی ہیبت بہت جم گئی، اور لوگ ان سے ڈرنے لگے۔ انہوں نے شہر بہیق پر ایسا چھاپا مارا کہ اس کے مالک ہی بن گئے، پھر اس کے سوا اور بھی کئی شہروں پر قابض ہو گئے۔ بہت سا مال حاصل کیا۔ لشکر قائم کئے، اور گھوڑوں پر سوار ہونے لگے، مسعود نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ اور غلام اپنے آقاؤں کے پاس سے ان کا مال لے کر بھاگنے اور اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان میں سے جس کا غلام بھاگ جاتا۔ اس کا گھوڑا اور مال اسے دے دیتا۔ اور اگر اس سے کوئی شجاعت ظاہر ہوتی، تو اسے ایک جماعت کا افسر بنا دیتا۔ اس طرح اس کا لشکر بہت بڑھ گیا۔ اور اس کی حکومت غالب ہو گئی۔ ان سب نے مذہب رفض اختیار کر لیا۔ اور خراسان کے اہل سنت کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے۔ تا بانیجا رسید کہ تمام خراسان میں صرف ایک کلمہ رافضیہ تھا۔

باشندگان شہر سمنان نے رافضہ پر چڑھائی کی، ان کی تعداد ایک سو بیس ہزار تھی جس میں پیادے بھی تھے۔ اور سوار بھی۔ ان کا سپہ سالار الملک الحسنی تھا۔ رافضی ایک لاکھ پچاس ہزار کی تعداد میں صرف سوار ہی سوار جمع ہوئے تھے۔ دونوں صحرائے بوشیخ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ دونوں فریق خوب پیر جما کر لڑے۔ آخر کار میدان روافض ہی کے ہاتھ رہا۔ ان کا سلطان مسعود تو بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن بیس ہزار کی افواج کے ساتھ ان کا خلیفہ میدان کارزار میں جما رہا۔ حتّٰی کہ یہ قتل ہو گیا۔ اور فریق مخالف کے بہت سے لوگوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور تقریباً ان میں سے چالیس ہزار کو قید کر لیا۔ جو لوگ اس جنگ میں موجود تھے۔ ان میں سے بعض نے مجھ سے بیان کیا کہ قتال کا آغاز چاشت کے وقت سے ہوا تھا۔ اور شکست زوال کے وقت ظہر کے بعد ملک حسنی میدان میں اترا [illegible]

اور نماز پڑھی، پھر کھاتا آیا۔ یہ اور اس کے بڑے ساتھی کھانا کھاتے تھے۔ اور تمام لوگ قیدیوں کی گردنیں اڑا رہے تھے۔

اس فتح عظیم کے بعد جسے اللہ برتر نے اس کے ہاتھوں سے اہل سنتہ کو عطا کیا تھا اپنے پایہ تخت کی طرف واپس آیا۔ اور فتنہ کی آگ بجھی یہ واقعہ میرے ہندوستان سے ۷۴۸ھ (مطابق ۱۳۴۷ء) میں نکلنے کے بعد ہوا۔

شراب نوش بادشاہ پر فقیہ شہر نے حد جاری کی

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ لوگوں کو ایک دن علم ہوا کہ ملک الحسین کے گھر میں کوئی منکر امر ہوا ہے، یہ لوگ اس کے دفعیہ کے لئے جمع ہو گئے۔ یہ ان کی وجہ سے اپنے گھر کے اندر پناہ گزین ہو گیا۔ یہ سب لوگ دروازہ پر ساٹھ ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ یہ ان سے خوف زدہ ہوا۔ فقیہ اور شہر کے بڑے لوگوں کو بلایا۔ امر منکر یہ تھا کہ اس نے شراب پی تھی۔ انہوں نے قصر کے اندر ہی اس پر حد قائم کی۔ اور پھر اس کے یہاں سے واپس آ گئے۔

000000

مطبوعہ: شیخ شوکت علی پرنٹرز۔ کراچی

جام

مولانا جامی کا شہر

شہر ہرات سے ہم شہر جام میں وارد ہوئے۔ یہ متوسط درجہ کا خوبصورت شہر ہے، جو باغات واشجار اور بکثرت چشموں اور نہروں پر موقوف ہے، اس میں اکثر درخت توت کے ہیں، یہاں ریشم بہت ہوتا ہے، اور ولی، عابد وزاہد شہاب الدین احمد الجام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، آپ کی حکایت ہم عنقریب حوالۂ قلم کریں گے۔ آپ شیخ احمد معروف بزادہ کے پوتے ہیں۔ جنہیں ملک الہند نے قتل کیا تھا۔ شہر ہذا اب تک آپ کی اولاد کی معافی میں ہے۔ جس کا سلطان کی طرف سے معافی نامہ لکھا ہوا ہے، ان کے لئے یہاں بہت سامان نعمت وثروت ہے، یہاں کے ایک ثقہ شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ سلطان ابا سعید ملک العراق خراسان میں ایک مرتبہ آیا، اور اس شہر میں اترا یہاں شیخ کی خانقاہ ہے، اس کی آپ نے بڑی شاندار دعوت کی۔ اس کے لشکر میں ہر خیمہ کے پیچھے ایک راس بھیڑ اور ہر چہار آدمیوں پر بھی ایک راس بھیڑ، اور لشکر کے ہر چوپائے یعنی گھوڑے خچر اور گدھے کو شب کی خورش الغرض لشکر میں کوئی بھی ایسا حیوان نہیں رہا، جسے آپ کی ضیافت نہ پہونچی ہو۔

حضرت شیخ شہاب الدین کا ذکر بابرکت

کہتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ شراب نوشی میں بعشرت زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپ کے ندما تقریباً ساٹھ کے تھے۔ ہر ایک کے یہاں جمع ہوتے۔ اسی طرح ہر ایک کی باری دو مہینے کے بعد آتی تھی۔ اس طرح ایک مدت تک ان کی بسر ہوئی۔ پھر ایک دن شہاب الدین کی

باری آئی۔ اس رات کو آپ نے توبہ کی، اور پروردگار کے ساتھ اپنے اصلاح حال کا مصمم عزم کر لیا، اور اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ اگر اب اپنے پاس ان کی آمد سے پہلے میں توبہ کر دوں، اور ان سے کہہ دوں تو ان کا خیال ہوگا کہ یہ سرانجام نہ دے سکا۔ پس جو کچھ مہیا کیا جاتا تھا۔ خورد نی اور نوشیدنی سب مہیا کیا۔ اور شراب کو مشکیزوں میں بھر دیا۔ آپ کے ساتھی آ گئے۔ جب انہوں نے شراب نوشی کا ارادہ کیا۔ تو ایک مشکیزہ کھولا، ان میں سے ایک نے چکھا تو شیریں پایا۔ پھر دوسرا مشکیزہ کھولا۔ اسے بھی ایسا ہی پایا۔ پھر تیسرا کھولا۔ اس کے ذائقہ کی بھی یہی حالت تھی، انہوں نے اس کے متعلق شیخ سے کہا، شیخ نے حقیقت حال بیان کر دی، اور اپنے صفائے باطن کی انہیں تصدیق کرا دی، اور انہیں توبہ کے متعلق بتا دیا۔ اور فرمایا یہ خدایہ وہی شراب ہے جسے تم پیا کرتے تھے، اب تو ان سب نے اللہ تعالٰے کے دربار میں توبہ کر لی، اور اس خانقاہ کی بنا ڈالی۔ اور اس میں پھر سب اللہ برتر کی عبادت کے لئے دنیا سے منقطع ہو کر آ گئے۔ ان شیخ سے اور بھی کرامات اور مکاشفات کا اظہار ہوا ہے۔

oooooo

شہر طوس[1]

ہم شہر طوس پہنچے یہ خراساں کے عظیم ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھی یہیں ہے، وہ یہیں کے رہنے والے تھے۔

---

[1] بڑا مردم خیز شہر تھا۔ مشہور فلسفی نصیر الدین طوسی کا نام کون نہیں جانتا۔ نظام الملک طوسی جیسا وزیر باتدبیر تاریخ کا ہیرو ہے۔

مشہدِ مقدس کی زیارت

پھر ہمارا شہر جام سے مشہد الرضی میں ورود ہوا۔ آپ علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ بھی بڑا اور ضخیم شہر ہے، فواکہات پانی اور پن چکیوں کی یہاں بڑی کثرت ہے، اسی میں طاہر محمد شاہ تھا۔ ان کے یہاں طاہر اسے کہتے ہیں، جیسے باشندگان مصر نقیب کہتے ہیں۔ اور شام، عراق، ہند، سندھ، اور ترکستان کے لوگ اسے سید الاجل کہتے ہیں۔ اسی مشہد میں قاضی الشریف جلال الدین بھی تھے۔ ان سے میں سرزمین ہند میں ملا، اور شریف علی اور اس کے دونوں بیٹوں امیر ہند اور دولت شاہ یہ سب میرے ساتھ ترمذ سے بلاد الہند آئے، یہ لوگ فضلاء میں سے تھے۔

اس شہر مکرم پر بہت بڑا قبہ خانقاہ کے اندر بنا ہوا ہے، اور اسی کے پاس مدرسہ اور مسجد ہے، ان سب کی بنا نہایت اچھی ہے، دیواریں قاشانی کی۔ مزار مبارک پر ایک لکڑی کا چبوترہ ہے، جس پر چاندی کے پتر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس پر چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ قبہ مبارک کے دروازہ کی چوکھٹ چاندی کی ہے، اور اس کے دروازہ پر زرّیں ریشم کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس میں طرح طرح کے فرش بچھے ہوئے ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کی تربت

اس مزار کے برابر ہارون الرشید امیر المؤمنین کی قبر ہے، اس پر ایک بلند مقام بنا ہوا ہے، جس پر وہ شمعدان رکھے جاتے ہیں جنہیں اہل مغرب الحسک اور المنائر کہتے ہیں جب کوئی رافضی زیارت کے لئے داخل ہوتا ہے، تو الرشید کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے، اور الرضی کو سلام کرتا ہے۔

سرخس اور نیشاپور میں آمد

پھر شہر سرخس میں وارد ہوئے۔ اس کی طرف الشیخ الصالح لقمان السرخسی منسوب ہیں، پھر یہاں سے کوچ کیا، اور شہر زادہ میں ہمارا ورود ہوا، یہ الشیخ الصالح قطب الدین حیدر کا شہر ہے، آپ کی طرف فقرا میں سے طائفۃ الحیدریہ منسوب ہے، یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے ہاتھوں اور گلوں اور کانوں میں لوہے کے کڑے ڈالے رہتے ہیں، اور اپنے عضو تناسل میں بھی ڈالتے ہیں تاکہ نکاح کے لائق نہ رہیں۔ پھر ہم یہاں سے روانہ ہوئے۔

نیشاپور میں سیاح کی آمد و زیارت

اس کے بعد شہر نیشاپور میں وارد ہوئے۔ یہ ان چار شہروں میں سے ایک ہے، جو خراسان کے پایۂ تخت کہلاتے ہیں، اسے دمشق الصغیرۃ لبسبب کثرت فواکھ، باغات آب جاری اور حسن کے کہتے ہیں، یہاں سے چار نہریں نکل جاتی ہیں۔ اس کے بازار نہایت اچھے اور وسیع ہیں، اور اس کی مسجد بھی نادر ہے، جو وسط بازار میں واقع ہے، اس کے قریب مدارس میں سے چار مدرسے ہیں، اس میں سے گہرا پانی بہتا ہوا گذرتا ہے، اور طلباء کی کے بہت لوگ ہیں، جو قرآن اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ خراسان ہر اقین دمشق، لبغداد اور مصر کے مقابلہ میں گو ان کی پائیداری اور خوب صورتی انتہا کو پہونچی ہوئی ہے، اعلےٰ مدرسہ ہے اور سب اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اسے مولانا امیر المومنین المتوکل علی اللہ المجاہد فی سبیل اللہ عالم الملوک وواسطۃ عقد الخلفاء الغافلین ابو عنان وصل اللہ سعدہ ونصر جندہ نے تعمیر کرایا ہے، یہ وہ مدرسہ ہے،

جو پایۂ تخت فاس اللہ بر تر اس کی حفاظت فرمائے کے قبضے کے پاس ہے، نہ اس کے مثل کوئی وسعت میں ہے، اور نہ بلندی میں، اس میں گچ کے نقش ہیں۔ اہل مشرق کو ایسا بنانے پر دست رس ہی نہیں۔

نیشاپور میں ریشم کا کپڑا نخ اور کمخا وغیرہ سے بنایا جاتا ہے، اور یہاں سے ہند کی طرف جاتا ہے اس شہر میں شیخ الامام العالم القطب العابد قطب الدین النیشاپوری کی خانقاہ ہے، آپ بہت بڑے واعظ اور علمائے صالحین میں سے ہیں، میں آپ ہی کے پاس فروکش ہوا تھا۔ آپ میرے ساتھ نہایت خاطر و تواضع سے پیش آئے، اور اکرام کیا۔ میں نے آپ کے بہت براہین اور کرامات عجیبہ کا مشاہدہ کیا ہے،

حضرت قطب الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

میں نے نیشاپور میں ایک ترکی غلام خریدا تھا۔ آپ نے اسے میرے ساتھ دیکھ کر فرمایا، یہ غلام تمہارے ساتھ بھلائی نہ کرے گا۔ اسے بیچ ڈالو۔ میں نے آپ سے عرض کیا بہت خوب اور دوسرے ہی دن اس غلام کو فروخت کر ڈالا۔ اسے کسی تاجر نے خریدا تھا۔ اور شیخ کو خیر باد کہہ کر چلا آیا۔ جب شہر بسطام پہنچا تو مجھے میرے ساتھیوں میں سے کسی نے نیشا سے خط لکھا۔ اس میں مندرج تھا کہ غلام مذکور نے ترکوں کے لڑکوں میں سے کسی کو قتل کر دیا، اور خود بھی مارا گیا۔ یہ اس شیخ قدس سرہ کی واضح کرامت ہے،

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

بسطام شریف میں حاضری

پھر میں شہر بسطام میں حاضر ہوا۔ مشہور عارف اور صاحب طریقت بزرگ حضرت ابو یزید بسطامی یہیں کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر میں آپ کا مزار مبارک بھی۔ آپ ہی کے ساتھ ایک ہی قبہ میں جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کسی اولاد کا مزار ہے، بسطام ہی میں شیخ الصالح اولی ابی الحسن الخرقانی کا مزار ہے، میں اس شہر میں شیخ ابی یزید البسطامی قدس سرہٗ کی خانقاہ مبارک میں فروکش ہوا تھا۔ پھر اس شہر سے براہ ہندقندوس وبغلان میں وارد ہوا۔ یہ مواضعات میں۔ ان میں مشائخ اور صالح حضرات رہتے ہیں۔ اور باغات اور نہریں بھی ہیں۔

cccccccccccc

کوہِ ہندوکش کا نظارہ

ہماری اقامت کے اسباب میں سے برف کا خوف بھی تھا۔ کیونکہ اثنائے راہ میں ایک پہاڑ پڑا تھا۔ جسے ہندوکش کہتے ہیں۔ اس کے معنی قاتل الہنود کے ہیں۔ کیونکہ جو غلام اور جاریہ بلادِ ہند سے یہاں لائی جاتی تھیں، تو ان میں سے بہت سی جانیں سردی کی شدت اور برف کی کثرت کی وجہ سے ضائع ہوجاتی تھیں۔ اس کی پورے ایک دن کی مسافت تھی۔ ہم یہاں اس وقت تک مقیم رہے، جب تک پورا گرمیوں کا موسم نہ ہولیا۔ آخر شب میں اس پہاڑ کی مسافت طے کرنی شروع کی۔ اور غروبِ آفتاب تک سارا دن چلتے رہے، اپنے لبادوں کو ہم اونٹوں کے سامنے بچھا دیتے تھے۔ وہ انہیں پر چلتے تھے۔ تاکہ برف میں نہ غرق ہو جائیں۔ پھر ہم نے کوچ کیا۔

پھر یہاں سے موضع اندر میں وارد ہوئے۔ یہاں اگلے زمانہ میں ایک شہر تھا۔ جس کے نشانات اب مٹ چکے ہیں۔ یہاں ہم ایک بڑے گاؤں میں اترے، جہاں فضلاء میں سے ایک بزرگ کی خانقاہ بھی تھی۔ اسے محمد اظہروی کہتے ہیں۔ ہم آپ ہی کے پاس فروکش ہوئے۔ آپ نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ جب ہم کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے تو آپ حسنِ اعتقاد اور فضل کی وجہ سے ہمارے ہاتھ کا دھوون پی جاتے پہاڑ ہندوکش پر چڑھنے کے وقت تک آپ نے ہمارا سفر میں ساتھ دیا۔ اس پہاڑ پر ہمیں پانی کا ایک گرم چشمہ ملا۔ اس میں ہم نے منہ دھوئے۔ اس کی وجہ سے ہماری کھال جل گئی، اور ہمیں بہت تکلیف رہی۔

جبل بدخشاں اور دوسرے مقامات

ہم پنج ہیر میں وارد ہوئے، پنج کے معنی پا پنج کے ہیں۔ اور ہیر بمعنی پہاڑ۔ اس لئے بمعنی پا پنج پہاڑ ہوئے یہاں ایک نہایت اچھا کثیر الاالعمارت شہر ایک ایسی نیلی بڑی نہر پر واقع تھا گویا سمندر سمجھئے، جو بدخشاں سے آتی تھی۔ اس پہاڑ میں وہ یاقوت ملتے ہیں۔ جنہیں لوگ بلخش کہتے ہیں۔ ان بلاد کو چنگیز شاہ تاتار نے جب سے ویران کیا ہے، تب سے آبادی کی نوبت نہ آئی، شہر ہذا میں شیخ سعید المکی کا مزار مبارک ہے، یہاں کے باشندے اس کی بڑی تنعظیم کرتے ہیں۔

•✣•✣•✣•✣•✣

افغانستان کی سیاحت

کابل، غزنی، اور قندھار میں ورود

پھر شہر غزنہ میں ورود ہوا، یہ مشہور نام سلطان المجاہد محمود بن سبکتگیر کا ہے، یہ کبار سلاطین میں سے الملقب یمین الدولہ تھا۔ اس نے بلاد ہند میں بہت جنگیں کی ہیں، اور یہاں کے بہت سے شہر اور قلعہ جات فتح کئے ہیں، اس سلطان کی قبر اس شہر میں ہے، جس پر خانقاہ بنی ہوئی ہے، اب اس بلدہ کا بڑا حصہ ویران ہو چکا ہے، بس اب صرف تھوڑا سا حصہ باقی ہے، پہلے یہ بہت بڑا تھا، سردی یہاں بہت پڑتی ہے، یہاں کے باشندے سردی کے زمانے میں قندھار چلے جاتے ہیں، یہ بڑی اور سرسبز جگہ ہے، میرا یہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان دونوں کے مابین تین منزل کی مسافت ہے، اس کے بیرون میں ایک گاؤں ہے، اس میں ایک پانی کی نہر کے کنارے جو قلعے کے نیچے ہے، ہم اترے تھے۔ یہاں کے امیر مرزک آغا نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ مرزک کے معنی چھوٹے کے ہیں۔ اور آغا بمعنی کبیر الاصل۔ پھر ہماری روانگی ہوئی۔ اور کابل میں ورود ہوا، گذشتہ زمانہ میں یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اب یہاں ایک گاؤں ہے، جس میں عجمیوں کی بود باش ہے، انہیں الافغان کہتے ہیں۔ ان کی مقبوضات پہاڑ اور گھاٹیاں ہیں، اور شوکت و قوت والے لوگ ہیں،[1] ان میں سے اکثر ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے۔ ان کے سب سے بڑے پہاڑ کا نام کوہ سلیمان ہے۔ کہتے ہیں نبی اللہ سلیمان علیہ السّلام نے اس پہاڑ پر چڑھ کر سرزمین ہند کی طرف دیکھا تھا۔ اس وقت یہ تاریک تھی۔ اس لئے آپ پلٹ آئے، اور اس میں نہ داخل ہوئے، اسی لئے آپ کے نام پر اس پہاڑ کا نام رکھ دیا گیا، الافغان کا بادشاہ اسی میں رہتا ہے، کابل میں شیخ اسماعیل الافغانی کی خانقاہ ہے، آپ شیخ عباس

---

[1] یہ لوگ اپنے بیان کے لحاظ سے بنی اسرائیل اور پہلے اسرائیلی بادشاہ سال کے خاندان سے ہیں۔

کے مرید ہیں، جو کبار اولیا میں سے تھے، پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم شہر کرماش میں وارد ہوئے، یہ دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک قلعہ ہے، جہاں افغانی راہزنی کرتے ہیں۔ جب ہم یہاں سے گذرے تو ان سے لڑتے جاتے تھے، یہ بلندی کوہ پر تھے، ہم انہیں تیر مارتے تھے، تو بھاگ جاتے تھے، ہمارے رفیق ہلکے پھلکے تھے۔ ان کے ساتھ تقریباً چار ہزار گھوڑے تھے، اور میرے پاس اونٹ تھے، جن کی وجہ سے میں راستہ سے کٹ رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک جماعت تھی جس میں سے بعض افغان تھے، ہم نے اپنا کچھ زادراہ ڈال دیا۔ اونٹ راستہ میں تھک گئے تھے، ان کا بوجھ بھی ڈالدیا۔ جب دوسرے دن ہمارے گھوڑے اس طرف واپس ہوئے، تو ہم نے اسے پھر لادلیا۔ اور دوسری عشاء کے بعد قافلے کے ساتھ مل گئے، شب کو ہمارا قیام ششنغار میں قیام رہا۔ یہ آخری آبادی ہے، جو بلاد اتراک سے ملتی ہے، یہاں سے ہم ایک بڑے میدان میں داخل ہوئے، جس کی پندرہ منزل مسافت تھی جس میں صرف ایک ہی فصل میں داخلہ ہو سکتا تھا۔ یہ جبکہ سرزمین سندھ اور ہند میں موسم بارش ختم ہو چکتا تھا۔ یعنی ماہ یولیتہ کے آغاز میں۔ اس میدان میں بڑی قاتل باد سموم بھی چلتی ہے، جو جسموں میں عفونت پیدا کر دیتی ہے، یہاں تک کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے، تو اس کے تمام اعضاء بکس جاتے ہیں، ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں۔ کہ یہ ہوا ہرمز اور شیراز کے مابین میدان میں چلتی ہے، ہم سے پہلے ہمارے بڑے رفقا جن کا ایک فرد خداوندزادہ قاضی ترمذ بھی تھا چلے تھے، چنانچہ ان کے اونٹ اور بہت سے گھوڑے موت کی نذر ہوئے۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭

پنجاب کی طرف

بعد ازاں میں اور میرے رفیق خدا کا شکر ہے، کہ پنجاب صحیح و سالم پہنچے۔ یہ دریائے سندھ ہے، پنج کے معنی پانچ کے، اور آب کے معنی دریا کے اس لئے اس کے معنی پانچ ندیاں ہوئیں، یہ ایک بڑی نہر میں گرتی ہیں۔ اور ان اطراف کو سیراب کرتی ہیں، جن کا انشاء اللہ آگے ذکر آئے گا۔ اسی شب ہم نے محرم کا چاند ۷۳۴ھ (مطابق ۱۲ ستمبر ۱۳۳۳ء) کو دیکھا۔ یہاں سے پرچہ نویسوں نے بادشاہ کو ہمارے حالات کی کیفیت سے مطلع کیا۔ اس سفر کے حالات یہیں ختم کئے جاتے ہیں۔ (الحمدللہ)

غنیۃ الطالبین

حصہ اوّل و دوم

اُردو ترجمہ معہ عربی متن

اُردو ترجمہ

مولانا راغب رحمانی دہلوی

تصنیف

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

یہ کتاب سرخیل علماء عارفین اور سرتاج الاولیاء و مسلمین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسینی الحسنیؒ کی وہ شہرۂ آفاق تصنیف ہے جو صدیوں سے دینی روحانی اور اخلاقی تعلیم کا سرچشمہ ہے۔ حضرت والا نے ایمان اور اسلامی اخلاق و شریعت کے مسائل کو بہت سہل انداز میں پیش کیا ہے۔ حیرتناک کرامات و تصرفات کا گنجینہ ہے۔ طالبان حق کی رہنمائی اور سلوک و عرفان کی منزلیں کامیابی کے ساتھ طے کرنے کے لئے یہ کتاب گرانقدر تحفہ ہے۔

خوبصورت جلد آفسٹ طباعت

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ ــــــ کراچی ــــــ فون نمبر ۲۱۳۳۰۳

عرفان حافظؒ

مصنفہ :- حکیم الامت حضرت مولانا حافظ محمد اشرف علی تھانوی (مرحوم)

عارف شیراز بلبل خوشنوا حضرت شمس الدین حافظؒ شیرازی کے مشہور و مقبول فارسی دیوان کے اشعار کی صوفیانہ و عارفانہ اُردو شرح شائع ہوگئی ہے۔

خوبصورت جلد آفسٹ طباعت !

قیمت :- ۲۱/- روپے

خاتمہ آداب المریدین

المعروف بہ

خاتمہ

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز برصغیر پاک و ہند کے مشہور روحانی پیشوا ہیں ان کی تصانیف کو صاحبان دل مرتبہ فکر و نظر سمجھتے ہیں انھوں نے تصوف کی انتہائی اہم اور بنیادی کتاب "آداب المریدین" کی عام فہم انداز میں نہ صرف شرح لکھی تھی بلکہ اسے مکمل کیا تھا انکی یہی تصنیف انتہائی اہتمام سے شائع کی جارہی ہے جسکا ترجمہ پروفیسر معین الدین دردائی ایم اے علیگ نے نہایت خوبصورت انداز میں کیا ہے

خوبصورت جلد آفسٹ طباعت ؛ قیمت ۲۰/- روپے

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ ــــــ کراچی ــــــ فون نمبر ۲۱۳۳۰۲

آیات بینات کا ایک باب

بحث باغِ فدک

مصنفہ:- نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان

یہ کتاب نواب محسن الملک کی مشہور اور معرکتہ الآرا کتاب آیات بینات کا ایک اہم حصہ ہے۔ وہ عمیق مطالعہ رکھنے والے ایک وسیع النظر عالم اور محقق تھے انھوں نے اس کتاب آیات بینات کے علاوہ بھی متعدد کتابیں لکھیں اور حق یہ ہے کہ اگر ان کے قلم سے اس کتاب کے علاوہ اور کتاب نہ نکلتی اور نہ کوئی مضمون لکھتے پھر بھی انکی ایک ہی کتاب ان کے وسیع مطالعہ اور ذوق تحقیق کے لئے شاہد عادل ہوتی اور اس بات کی دلیل قاطع ہوتی کہ محسن الملک ایک بے لاگ، حق پسند اور بے تعصب محقق کامل تھے۔

خوبصورت گرد پوش مجلد - آفسٹ طباعت!

مطبوعہ

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ ـــــــ کراچی ـــــــ فون نمبر ۲۱۳۳۰۳

قیمت:-